

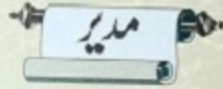
وَعَلَيْكُمْ سُنَّتِي وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ

# السنّة

ماہنامہ  
جہلم

شمارہ نمبر  
87 تا 98

جنوری تا دسمبر 2016ء



غلام مصطفیٰ ظہیر

- صفات باری تعالیٰ اور سلف
- دیدار الہی
- تقدیر پر ایمان
- عذاب قبر حق ہے
- حدیث قرطاس
- مسئلہ سر کے بالوں کا
- تقلید ناسدید
- حواء علیہا السلام
- خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟
- حرمت نکاح متعہ



رائٹخص و التحقیق، جہلم، پاکستان



[www.AhleSunnatPk.com](http://www.AhleSunnatPk.com)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عَلَامِ صُطْفٰی زَاهِدِی  
0300-5482125

حافظ ابو یحییٰ عزیزی  
Ejaz\_saqi@hotmail.com  
0301.6808274

مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ  
ماہنامہ  
السنۃ  
دارالتخصص والتحقیق، جہلم، پاکستان  
جلد نمبر ۳ | جنوری 2016ء تا دسمبر 2016ء | شمارہ: 98-87

سالانہ: 500 روپے || پاکستان مع محصول ڈاک

تفصیلی فہرست مضامین

- 3 ① صفات باری تعالیٰ اور سلف
- 31 ② دیدار الہی
- 65 ③ تقدیر پر ایمان
- 141 ④ عذاب قبر حق ہے
- 195 ⑤ حدیث قرطاس
- 227 ⑥ مسئلہ سرکے بالوں کا
- 238 ⑦ تقلید ناسدید
- 252 ⑧ حواء علیہ السلام
- 258 ⑨ خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟
- 293 ⑩ حرمت نکاح متہ
- 350 ⑪ الحق المبین فی الجہر بالتأمین

نخط کتابت

شوکت نصیب خان  
ریلوے ہسپتال روڈ، مشین خانہ نمبر ۲  
جہلم، پاکستان

مقام اشاعت

دارالتخصص والتحقیق  
جہلم، پاکستان

ناشر

محمد اشرف الحق  
0300-5133346



# تفصیلی فہرست مضامین

406	تفسیر ابن عباس جرح و تعدیل کے میزان میں	۱۲
415	تفسیر طبری اہل نظر کی نظر میں	۱۳
423	قرآن کریم کی تعلیم بہ طور حق مہر	۱۴
437	ثقہ راویان حدیث پر ”بعض الناس“ کی کرم فرمائیاں	۱۵
443	کنت نبیا و آدم بین الروح والجسدا	۱۶
464	نابالغ بچی کا نکاح	۱۷
484	سر کے بال منڈوانے کی مشروعیت اور جواز	۱۸
509	عیسیٰ بن مریم علیہ السلام	۱۹
519	حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور عقائد اہل سنت	۲۰
536	شہید کون؟	۲۱
545	طلاق کے بعد بچے کی دایہ گیری	۲۲
560	کرسمس ڈے پر مبارکباد	۲۳
572	نابینا کی امامت	۲۴
580	نماز جنازہ میں دیر سے شامل ہونے والا کیا کرے؟	۲۵
582	قبلہ رخ قضائے حاجت کی شرعی حیثیت	۲۶
592	پیشاب کے چھینٹوں سے صحابی کو عذاب؟	۲۷
600	کیا نبی اکرم ﷺ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی؟	۲۸
602	قارئین کے سوالات	۲۹

## اہل سنت کون؟

امام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ، ذیل اللہ (172-258 ھ) فرماتے ہیں:

الْشُّنَّةُ عِنْدَنَا؛ وَهُوَ قَوْلُ أَتَمَّتِنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَسُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّوْرِيُّ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الْهَلَالِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعَلَيْهِ عَهْدُنَا أَهْلُ الْعِلْمِ؛ أَنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ يُرَى فِي الْآخِرَةِ بِالْأَبْصَارِ، يَرَاهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ، فَأَمَّا سِوَاهُمْ مِّنْ بَنِي آدَمَ؛ فَلَا، قَالَ: وَالْحَجَّةُ فِي ذَلِكَ أَحَادِيثُ مَأْثُورَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: وَإِنَّ الْإِيمَانَ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ الْمَأْثُورَةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رُؤْيِيهِ الرَّبِّ فِي الْقِيَامَةِ، وَالْقَدَرِ، وَالشِّفَاعَةِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَالْحَوْضِ، وَالْمِيزَانِ، وَالِدَّجَالِ، وَالرَّجَمِ، وَنُزُولِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كُلِّ لَيْلَةٍ بَعْدَ النِّصْفِ أَوْ الثُّلُثِ الْبَاقِي، وَالْحِسَابِ، وَالنَّارِ وَالْجَنَّةِ أَنَّهُمَا مَخْلُوقَتَانِ غَيْرُ فَانِيَتَيْنِ، وَأَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ [إِلَّا] سَيَكْلِمُهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ يُتَرْجَمُ لَهُ، وَنَحْوَهَا مِنْ الْأَحَادِيثِ، وَالتَّصَدِيقُ بِهَا لَا زِمَ، لِلْعِبَادِ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهَا، وَإِنْ لَمْ تَبْلُغْهُ عُقُولُهُمْ، وَلَمْ يَعْرِفُوا تَفْسِيرَهَا، فَعَلَيْهِمُ الْإِيمَانُ بِهَا، وَالتَّسْلِيمُ بِهَا كَيْفَ وَلَا تَنْفِيرٍ وَلَا قِيَاسٍ؛ لِأَنَّ أَفْعَالَ اللَّهِ لَا تُشَبَّهُ بِأَفْعَالِ الْعِبَادِ. قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَهَذَا كَلَامُ الْعُلَمَاءِ فِي كُلِّ عَصْرِ الْمَعْرُوفِينَ بِالشُّنَّةِ.



”ہمارے نزدیک سنت (سے ثابت شدہ عقیدہ) یہ ہے کہ آخرت میں اللہ عزوجل کا دیدار آنکھوں سے کیا جاسکے گا، اہل جنت اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، ان کے علاوہ باقی لوگ رویتِ باری تعالیٰ سے محروم ہی رہیں گے۔ ہمارے (اسلاف) ائمہ جیسا کہ امام مالک بن انس، ابو عبد الرحمن بن عمر، سفیان بن سعید ثوری، سفیان بن عیینہ ہلالی، احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی عقیدہ تھا۔ ہم نے (معاصر) اہل علم کو بھی اسی عقیدے پر کاربند پایا ہے۔ اس عقیدے کی دلیل نبی اکرم ﷺ سے منقول احادیث ہیں، جن کے مطابق آپ ﷺ سے پوچھا گیا: اللہ کے رسول! کیا ہم روز قیامت اپنے رب کو دیکھیں گے؟ (تو آپ ﷺ نے اثبات فرمایا)۔ آخرت میں دیدارِ باری تعالیٰ، تقدیر، شفاعت، عذابِ قبر، حوض، میزان، دجال، رجم، ہر رات کے آخری پہر نزولِ باری تعالیٰ، حساب، جنت و جہنم کے پیدا ہونے اور ان کے غیر فانی ہونے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہر ایک انسان سے بغیر مترجم کلام کرنے وغیرہ کے بارے میں منقول احادیث پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا بندوں پر فرض ہے، اگرچہ ان کی عقلیں ان معاملات کا ادراک کرنے سے قاصر رہیں اور اگرچہ ان کی تفسیر ان کی سمجھ میں نہ بھی آسکے۔ مسلمانوں کے لیے ایسی تمام احادیث پر ایمان لانا اور انہیں بغیر کیفیت بیان کیے، بغیر ان میں تحریف کیے اور بغیر انہیں مخلوق پر قیاس کیے تسلیم کرنا واجب ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کو مخلوق کے افعال سے تشبیہ دینا جائز نہیں۔“

امام ذہلی رحمہ اللہ کا یہ قول ذکر کرنے کے بعد امام ابو جعفر، احمد بن محمد بن اسماعیل، نحاس رحمہم اللہ

(م: 338ھ) فرماتے ہیں:

”ہر دور کے معروف علما سے سنت کا یہی عقیدہ رہا ہے۔۔۔“

(إعراب القرآن للنحاس: 5/58، وسندہ صحیح، طبع دار الكتب العلمية، بیروت)

## صفات باری تعالیٰ اور سلف

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م: ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنْ أَحْبَبْتَ يَا عَبْدَ اللَّهِ الْإِنْصَافَ فَقِفْ مَعَ نُصُوصِ الْقُرْآنِ  
وَالسُّنَنِ ثُمَّ أَنْظِرْ مَا قَالَهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَأَئِمَّةُ التَّفْسِيرِ  
فِي هَذِهِ الْآيَاتِ وَمَا حَكَوْهُ مِنْ مَذَاهِبِ السَّلَفِ فَإِمَّا أَنْ تَنْطِقَ  
بِعِلْمٍ وَإِمَّا أَنْ تَسْكُتَ بِحِلْمٍ وَدَعْ الْمِرَاءَ وَالْجِدَالَ فَإِنَّ الْمِرَاءَ  
فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ كَمَا نَطَقَ بِذَلِكَ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ وَسَتَرُ  
أَقْوَالِ الْأَئِمَّةِ فِي ذَلِكَ عَلَى طَبَقَاتِهِمْ بَعْدَ سَرْدِ الْأَحَادِيثِ  
النَّبَوِيَّةِ جَمَعَ اللَّهُ قُلُوبَنَا عَلَى التَّقْوَى الْهَوَىٰ فَإِنَّا عَلَى أَصْلِ  
صَحِيحٍ وَعَقْدٍ مَّتِينٍ مِّنْ أَنَّ اللَّهَ تَقَدَّسَ اسْمُهُ لَا مِثْلَ لَهُ وَأَنَّ  
إِيمَانَنَا بِمَا ثَبَتَ مِنْ نُعُوتِهِ كإِيمَانِنَا بِذَاتِهِ الْمُقَدَّسَةِ إِذْ  
الْصِّفَاتُ تَابِعَةٌ لِلْمَوْصُوفِ فَتَعْقِلُ وَجُودَ الْبَارِي وَنُمِيزُ ذَاتَهُ  
الْمُقَدَّسَةَ عَنِ الْأَشْبَاهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ تَتَعَقَّلَ الْمَاهِيَةُ فَكَذَلِكَ  
الْقَوْلُ فِي صِفَاتِهِ نُؤْمِنُ بِهَا وَنَعْقِلُ وَجُودَهَا وَنَعْلَمُهَا فِي



الْجُمْلَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ نَتَعَقَّلَهَا أَوْ نُشَبِّهَهَا أَوْ نُكَيِّفَهَا أَوْ نُمَثِّلَهَا  
بِصِفَاتِ خَلْقِهِ تَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا.

”اللہ کے بندے! انصاف چاہتے ہو، تو نصوص قرآن و سنت پہ جم جائیے، پھر اقوال صحابہ و تابعین پہ نظر کیجئے اور ائمہ تفسیر کو دیکھئے کہ وہ اس بارہ میں سلف کا مذہب کیا نقل کرتے ہیں، علم ہو تو منہ کھولئے ورنہ خاموشی بھلی ہے، لڑائی جھگڑے سے مجتنب رہیے کہ قرآن کے بارے میں جھگڑا کفر ہے، صحیح حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے، احادیث میں تدبر کے بعد اگر آپ ائمہ کے اقوال دیکھیں گے تو وہ یہی بتاتے نظر آئیں گے، اللہ ہمارے دل تقویٰ پر مجتمع فرمائے، وہ تقویٰ جو اللہ کو محبوب ہو، اللہ کے بندے! ہم دین حنیف پر کار بند ہیں، ہم عقیدے کی پختگی پر ہیں، اللہ کے اسما مقدس ہیں۔ ان اسما کی کوئی مثال نہیں۔ قرآن و سنت سے ثابت صفات باری تعالیٰ پر ہمارا اسی طرح ایمان ہے، جس طرح خود ذات باری تعالیٰ پر، کیوں کہ صفات موصوف کے تابع ہوتی ہیں۔ ہم وجود باری تعالیٰ کو حق مانتے ہیں اور ماہیت میں غور نہیں کرتے، نہ ہی اسے مخلوقات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ہمارا یہی طریقہ اللہ کی صفات کے متعلق بھی ہے۔ ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں، ان کا وجود حق مانتے ہیں، ان میں دماغ آرائی نہیں کرتے۔ انہیں مخلوقات سے تشبیہ نہیں دیتے۔ ان کی کیفیت بیان نہیں کرتے اور صفات مخلوق سے ان کی مثال بیان نہیں کرتے ہیں، اللہ ان تمام چیزوں سے بلند ہیں۔“

(العلو للعلی العظیم: ۱/ ۲۴۶، ۲۴۷)

❀ شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وَطَرِيقَةُ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَيْمَتِهَا: أَنَّهُمْ يَصِفُونَ اللَّهَ بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ وَبِمَا وَصَفَهُ بِهِ رَسُولُهُ: مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ وَلَا تَعْطِيلٍ، وَلَا تَكْيِيفٍ وَلَا تَمْثِيلٍ: إِبْتِثَاتٌ بِلَا تَمْثِيلٍ، وَتَنْزِيَهُ بِلَا تَعْطِيلٍ، إِبْتِثَاتُ الصِّفَاتِ، وَنَفْيُ مُمَازَلَةِ الْمَخْلُوقَاتِ، قَالَ تَعَالَى: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ فَهَذَا رَدٌّ عَلَى الْمُمَثِّلَةِ ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (سُورَةُ الشُّورَى: 11) رَدٌّ عَلَى الْمُعْطَلَةِ. فَقَوْلُهُمْ فِي الصِّفَاتِ مَبْنِيٌّ عَلَى أَصْلَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مُنَزَّهٌ عَنْ صِفَاتِ النَّفْسِ مُطْلَقًا كَالسِّنَةِ وَالنَّوْمِ وَالْعَجْزِ وَالْجَهْلِ وَغَيْرِ ذَلِكَ.

وَالثَّانِي: أَنَّهُ مُتَّصِفٌ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ الَّتِي لَا نَقْصَ فِيهَا عَلَى وَجْهِ الْإِخْتِصَاصِ بِمَا لَهُ مِنَ الصِّفَاتِ، فَلَا يُمَازَلُهُ شَيْءٌ مِنَ الْمَخْلُوقَاتِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصِّفَاتِ وَلَكِنَّ نِفَاةَ الصِّفَاتِ يُسَمُّونَ كُلَّ مَنْ أَثَبَتَ شَيْئًا مِنَ الصِّفَاتِ مُشَبَّهًا، بَلِ الْمُعْطَلَةُ الْمُحْضَةُ الْبَاطِنِيَّةُ نِفَاةُ الْأَسْمَاءِ يُسَمُّونَ مَنْ سَمَّى اللَّهَ بِأَسْمَائِهِ الْحُسْنَى مُشَبَّهًا، فَيَقُولُونَ: إِذَا قُلْنَا حَيٌّ عَلِيمٌ فَقَدْ شَبَّهْنَاهُ بِغَيْرِهِ مِنَ الْأَحْيَاءِ الْعَالَمِينَ، وَكَذَلِكَ إِذَا



قُلْنَا: هُوَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ فَقَدْ شَبَّهْنَاهُ بِالْإِنْسَانِ السَّمِيعِ الْبَصِيرِ،  
وَإِذَا قُلْنَا: هُوَ رءُوفٌ رَحِيمٌ فَقَدْ شَبَّهْنَاهُ بِالنَّبِيِّ الرَّءُوفِ  
الرَّحِيمِ، بَلْ قَالُوا: إِذَا قُلْنَا: إِنَّهُ مَوْجُودٌ فَقَدْ شَبَّهْنَاهُ بِسَائِرِ  
الْمَوْجُودَاتِ لِاشْتِرَاكِهَمَا فِي مُسَمًى الْوُجُودِ. فَقِيلَ لَهُؤُلَاءِ  
فَقُولُوا لَيْسَ بِمَوْجُودٍ وَلَا حَيٌّ. فَقَالُوا: أَوْ مَنْ قَالَ مِنْهُمْ إِذَا  
قُلْنَا ذَلِكَ فَقَدْ شَبَّهْنَاهُ بِالْمَعْدُومِ. وَبَعْضُهُمْ قَالَ: لَيْسَ  
بِمَوْجُودٍ وَلَا مَعْدُومٍ وَلَا حَيٌّ وَلَا مَيِّتٌ. فَقِيلَ لَهُمْ: فَقَدْ  
شَبَّهْتُمُوهُ بِالْمُمْتَنِعِ، بَلْ جَعَلْتُمُوهُ نَفْسَهُ مُمْتَنِعًا، فَإِنَّهُ كَمَا  
يُمْتَنِعُ اجْتِمَاعُ النَّقِیْضِیْنِ يُمْتَنِعُ ارْتِفَاعُ النَّقِیْضِیْنِ، فَمَنْ  
قَالَ: إِنَّهُ مَوْجُودٌ مَعْدُومٌ فَقَدْ جَمَعَ بَيْنَ النَّقِیْضِیْنِ، وَمَنْ  
قَالَ: لَيْسَ بِمَوْجُودٍ وَلَا مَعْدُومٍ فَقَدْ رَفَعَ النَّقِیْضِیْنِ وَكِلَاهُمَا  
مُمْتَنِعٌ، فَكَيْفَ يَكُونُ الْوَاجِبُ الْوُجُودُ مُمْتَنِعَ الْوُجُودِ؟  
وَالَّذِينَ قَالُوا: لَا نَقُولُ هَذَا وَلَا هَذَا. قِيلَ لَهُمْ: عَدَمُ عِلْمِكُمْ  
وَقَوْلُكُمْ لَا يُبْطِلُ الْحَقَائِقَ فِي أَنْفُسِهَا، بَلْ هَذَا نَوْعٌ مِّنَ  
السَّفْسَطَةِ. فَإِنَّ السَّفْسَطَةَ ثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ: نَوْعٌ هُوَ جَحْدُ  
الْحَقَائِقِ وَالْعِلْمِ بِهَا. وَأَعْظَمُ مِنْ هَذَا قَوْلُ مَنْ يَقُولُ عَنِ  
الْمَوْجُودِ الْوَاجِبِ الْقَدِيمِ الْخَالِقِ: إِنَّهُ لَا مَوْجُودَ وَلَا

مَعْدُومٌ، وَهَؤُلَاءِ مُتَنَاقِضُونَ، فَإِنَّهُمْ جَزَمُوا بِعَدَمِ الْجَزْمِ .  
وَنَوْعٌ هُوَ قَوْلُ الْمُتَجَاهِلَةِ اللَّادِرِيَّةِ الْوَاقِفَةِ الَّذِينَ يَقُولُونَ :  
لَا نَدْرِي هَلْ تَمَّ حَقِيقَةٌ وَعِلْمٌ أَمْ لَا . وَأَعْظَمُ مِنْ هَذَا قَوْلُ مَنْ  
يَقُولُ : لَا أَعْلَمُ وَلَا أَقُولُ : هُوَ مَوْجُودٌ أَوْ مَعْدُومٌ أَوْ حَيٌّ أَوْ  
مَيِّتٌ . وَنَوْعٌ ثَالِثٌ قَوْلُ مَنْ يَجْعَلُ الْحَقَائِقَ تَتَّبِعُ الْعَقَائِدَ .  
فَالْأَوَّلُ نَافٍ لَهَا، وَالثَّانِي وَاقِفٌ فِيهَا، وَالثَّالِثُ يَجْعَلُهَا تَابِعَةً  
لِظُنُونِ النَّاسِ . وَقَدْ ذَكَرَ صِنْفٌ رَابِعٌ : وَهُوَ الَّذِي يَقُولُ : إِنَّ  
الْعَالَمَ فِي سَيَلَانٍ فَلَا يُثَبِّتُ لَهُ حَقِيقَةً . وَهَؤُلَاءِ مِنَ الْأَوَّلِ  
لَكِنَّ هَذَا يُوجِبُهُ قَوْلُهُمْ . وَالْمَقْصُودُ هُنَا أَنَّ إِمْسَاكَ الْإِنْسَانَ  
عَنِ النَّقِیْضَيْنِ لَا يَقْتَضِي رَفْعَهُمَا . وَحَاصِلُ هَذَا الْقَوْلِ مَنَعُ  
الْقُلُوبِ وَاللِّسَنِ وَالْجَوَارِحِ عَنْ مَعْرِفَةِ اللَّهِ وَذِكْرِهِ  
وَعِبَادَتِهِ، فَهُوَ تَعْطِيلٌ وَكُفْرٌ بِطَرِيقِ الْوَقْفِ وَالْإِمْسَاكِ، لَا  
بِطَرِيقِ النَّفْيِ وَالْإِنْكَارِ .

وَأَصْلُ ضَلَالِ هَؤُلَاءِ أَنَّ لَفْظَ التَّشْبِيهِ لَفْظٌ فِيهِ إِجْمَالٌ، فَمَا  
مِنْ شَيْئَيْنِ إِلَّا وَبَيْنَهُمَا قَدَرٌ مُشْتَرَكٌ يَتَّفَقُ فِيهِ الشَّيْئَانِ .  
وَلَكِنَّ ذَلِكَ الْمُشْتَرَكُ الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ لَا يَكُونُ فِي الْخَارِجِ بَلْ  
فِي الدَّهْنِ، وَلَا يَجِبُ تَمَاطُلُهُمَا فِيهِ، بَلِ الْغَالِبُ تَفَاضُلُ



الْأَشْيَاءِ فِي ذَلِكَ الْقَدْرِ الْمُشْتَرَكِ، فَأَنْتَ إِذَا قُلْتَ عَنْ  
 الْمَخْلُوقِينَ حَيٌّ وَحَيٌّ، وَعَلِيمٌ وَعَلِيمٌ، وَقَدِيرٌ وَقَدِيرٌ، لَمْ  
 يَلْزَمْ تَمَاطُلُ الشَّيْئَيْنِ فِي الْحَيَاةِ وَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ، وَلَا يَلْزَمْ أَنْ  
 تَكُونَ حَيَاةُ أَحَدِهِمَا وَعِلْمُهُ وَقُدْرَتُهُ نَفْسَ حَيَاةِ الْآخَرِ  
 وَعِلْمِهِ وَقُدْرَتِهِ، وَلَا أَنْ يَكُونَا مُشْتَرَكَيْنِ فِي مَوْجُودٍ فِي  
 الْخَارِجِ عَنِ الذَّهْنِ . وَمِنْ هُنَا ضَلَّ هَؤُلَاءِ الْجُهَّالُ بِمُسَمَّى  
 التَّشْبِيهِ الَّذِي يَجِبُ نَفْيُهُ عَنِ اللَّهِ، وَجَعَلُوا ذَلِكَ ذَرِيعَةً إِلَى  
 التَّعْطِيلِ الْمَحْضِ . وَالتَّعْطِيلُ شَرٌّ مِنَ التَّجْسِيمِ، وَالْمُشَبَّه  
 يَعْبُدُ صَنْمًا، وَالْمُعْطَلُ يَعْبُدُ عَدَمًا، وَالْمُمَثِّلُ أَعْشَى،  
 وَالْمُعْطَلُ أَعْمَى .

”ائمہ سلف کا طریق یہ تھا کہ وہ اللہ کی وہی صفات بیان کرتے جو اللہ اور رسول  
 اللہ ﷺ نے بیان کی ہیں، تعطیل، بیان کیفیت، تمثیل اور تحریف کے بغیر، وہ  
 ان صفات کا اثبات کرتے مگر تمثیل بیان نہیں کرتے تھے، وہ اللہ کو صفات مخلوق  
 سے منزہ تو مانتے تھے مگر صفات کے انکاری نہیں تھے، اسی طرح صفات باری  
 تعالیٰ کا اقرار تو تھا مگر صفات مخلوق سے تشبیہ نہیں بیان کرتے تھے، اللہ فرماتے  
 ہیں: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (کوئی اس کا مثل نہیں۔) مثلہ کا رد ہے اور  
 ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (وہ سمیع و بصیر ہے۔) معطلہ کا رد ہے۔

سلف کا منہج دو اصولوں پر مبنی ہے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ صفات نقص سے منزہ ہیں،

جیسے نیند، اونگھ، عجز اور جہالت وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ اللہ صفات کمال کے ساتھ متصف ہے۔ ان صفات میں کوئی نقص نہیں۔ مخلوق کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کے مشابہ نہیں، لیکن معطلہ (صفات کی نفی کرنے والے گمراہ) صفات کا اثبات کرنے والوں کو نام مشبہہ رکھتے ہیں، بل کہ غالی باطنی معطلہ، اللہ کے اسمائے حسنی کو ماننے والوں کو مشبہہ کہتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جب ہم اللہ کو، حی و علیم کہتے ہیں، تو گویا ہم نے ان صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دے دی ہے، اسی طرح اگر ہم نے اللہ کی صفت سمیع و بصیر کو مانا تو یہ بھی تشبیہ ہے کیوں کہ سننے اور دیکھنے کی صفت تو انسان میں بھی ہے، اگر صفت رؤوف و رحیم مانیں تو یہ بھی تشبیہ ہے کیوں کہ نبی میں بھی یہ صفات ہوتی ہیں، بل کہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ہم کہیں کہ اللہ موجود ہے تو یہ بھی تشبیہ ہے کیوں کہ مخلوق میں بھی وجود کی صفت پائی جاتی ہے۔ ان سے کہا جائے کہ پھر تم کہو کہ اللہ نہ موجود ہے نہ حی ہے۔ وہ کہتے ہیں اگر ہم یہ کہیں تو یہ معدوم کے ساتھ تشبیہ ہو جائے گی، ان میں سے بعض کہتے ہیں وہ نہ موجود ہے نہ معدوم، نہ حی نہ میت، ان سے کہا جائے کہ تم نے اللہ کو ایک ناممکن چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے، بل کہ تم نے تو ذات باری تعالیٰ کے وجود کا ہی انکار کر دیا ہے، کیوں کہ جس طرح اجتماع النقیضین ناممکن ہے۔ اسی طرح ارتفاع النقیضین بھی ناممکن ہے، کیوں کہ جس نے کہا اللہ موجود بھی ہے اور نہیں بھی، تو اس نے دو متضاد چیزوں کو جمع کر دیا ہے، اور جس نے کہا اللہ موجود بھی نہیں اور معدوم بھی نہیں، اس نے دو ضدوں کا انکار کیا، حال آں کہ یہ دونوں (اجتماع نقیضین و ارتفاع نقیضین)



صورتوں کا پیدا ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ پھر یہ کیسے سوچا جاسکتا ہے کہ جو اللہ دوسروں کے وجود کو قائم رکھتا ہے، خود اس کا کوئی وجود نہ ہو؟! ایسا باطل نظریہ رکھنے والوں سے کہا جائے گا کہ تمہاری بے ہودہ باتوں اور جہالت کی وجہ سے حقائق کا انکار نہیں ہو سکتا، بل کہ یہ وہمیات سے مرکب قیاس اور منطقی مغالطہ ہے، مغالطے کی تین قسمیں ہیں: ① حق بات کو جانتے ہوئے نہ ماننا۔ اس سے بھی سنگین ان کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ نہ موجود اور نہ ہی معدوم ہے، کیوں کہ یہ شک کی وجہ سے تناقضات کی دایوں میں سرگرداں ہیں۔ ② دوسری مغالطے کی قسم، متجاہلہ، لا ادریہ (ایک فرقے کا نام) کا قول کہ ہمیں کوئی علم نہیں کہ اللہ کی حقیقت بھی ہے یا نہیں، اس سے بھی خطرناک اس کا قول ہے جو کہتا ہے کہ نہ میں جانتا ہوں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ اللہ موجود ہے یا معدوم، زندہ ہے یا میت۔ ③ مغالطے کی تیسری قسم، اس فرقے کا قول جو کہتا ہے کہ حقائق عقائد کے تابع ہوتے ہیں۔ پہلی قسم حقائق کی منکر ہے، دوسری توقف کرنے والی اور تیسری جو کہتے ہیں کہ حقائق لوگوں کی عقلوں پر موقوف ہیں۔ ایک چوتھی قسم کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جو کہتے ہیں کہ کائنات کا نظام خود بخود چل رہا ہے لیکن وہ اس بات کا ثبوت پیش نہیں کرتے۔ یہ بھی پہلی قسم (حقائق کے منکر) سے ہیں لیکن یہاں ان کے باطل قول (نظام کائنات خود بخود چل رہا ہے) کی وضاحت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کا اجتماع نقیضین کے متعلق خاموشی اختیار کرنا، ان کے عدم کا متقاضی نہیں۔ اس قول کا نتیجہ یہ ہے کہ دلوں، زبانوں اور اعضاء کو باری تعالیٰ کی معرفت، ذکر اور

عبادت سے روکنا ہے۔ بطریق وقف و مساک یہ تعطیل اور کفر ہے، نہ کہ نفی و انکار کے اعتبار سے۔ اپنے گم راہ کن نظریے پر دلیل دیتے ہیں کہ تشبیہ کا لفظ مجمل ہے۔ ہر دو چیزیں کسی نہ کسی وصف میں مشترک ہوتی ہیں، لیکن یہ قدر مشترک خارج میں نہیں ہوتی، بل کہ ذہن میں ہوتی ہیں۔ دونوں چیزوں کا کسی صفت میں برابر ہونا ضروری نہیں ہوتا، بل کہ اکثر اوقات ان دو چیزوں میں سے ایک میں وہ وصف قدرے زائد ہوتا ہے۔ لہذا جب آپ مخلوق میں سے کسی دو کے متعلق کہیں، کہ یہ بھی 'حی' یعنی زندہ، ہے اور یہ بھی 'حی' ہے، یہ بھی 'علیم' یعنی جاننے والا، ہے اور یہ بھی 'علیم' ہے، اسی طرح یہ بھی 'قدر' یعنی قدرت والا، ہے اور یہ بھی 'قدر' ہے، تو اس سے دونوں کا صفت حیات، علم اور قدرت میں برابر ہونا لازم نہیں آتا اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ایک کی حیات، علم اور قدرت بعینہ دوسرے کی حیات، علم اور قدرت کے مماثل ہو۔ نیز یہ بھی لازم نہیں آتا ہے کہ دونوں خارج عن الذہن وجود میں مشترک ہوں۔ یوں یہ گم راہ تشبیہ، جس کی اللہ سے نفی کرنا ضروری تھی، کی وجہ سے جادہ مستقیم سے گم گشتہ ہو گئے اور اس تشبیہ کو 'تعطیل' کا ذریعہ بنا لیا۔ عقیدہ 'تعطیل'، عقیدہ تجسیم (اللہ تعالیٰ کو جسم قرار دینا) سے بھی خطرناک ہے۔ مُسَبِّہ (اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینے والا) بت کی عبادت کرتا ہے اور معطل (اللہ کو صفات سے عاری ماننے والا) عدم کی عبادت کرتا ہے۔ مثل (مشبہ) کی ضعیف البصر اور معطل سرے سے ہی اندھا ہے۔“

(مِنْهَاجُ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ فِي نَقْضِ كَلَامِ الشَّيْعَةِ وَالْقَدَرِيَّةِ: ۲/۵۲۳، ۵۲۶)

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَهُوَ إِمَامٌ وَقْتُهُ كُنَّا وَالتَّابِعُونَ مُتَوَافِرُونَ  
نَقُولُ : إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَوْقَ عَرْشِهِ، وَنُؤْمِنُ بِمَا وَرَدَتْ بِهِ  
السُّنَّةُ مِنْ صِفَاتِهِ، وَمَعْلُومٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الطَّوَائِفِ أَنَّ  
مَذْهَبَ السَّلَفِ إِمْرَارُ آيَاتِ الصِّفَاتِ وَأَحَادِيثِهَا كَمَا جَاءَتْ  
مِنْ غَيْرِ تَأْوِيلٍ وَلَا تَحْرِيفٍ، وَلَا تَشْبِيهِ وَلَا تَكْيِيفٍ، فَإِنَّ  
الْكَلَامَ فِي الصِّفَاتِ فَرُعٌ عَلَى الْكَلَامِ فِي الذَّاتِ الْمُقَدَّسَةِ .  
وَقَدْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ ذَاتَ الْبَارِي مَوْجُودَةٌ حَقِيقَةً، لَا مِثْلَ  
لَهَا، وَكَذَلِكَ صِفَاتُهُ تَعَالَى مَوْجُودَةٌ، لَا مِثْلَ لَهَا .

”امام زمانہ، اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اور بہت سارے تابعین کہا کرتے  
تھے کہ اللہ عرش پر ہے۔ ہم قرآن و سنت میں بیان ہونے والی صفات باری  
تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ سلف صالحین صفات باری  
تعالیٰ کے بارے میں یہ موقف رکھتے تھے کہ انہیں اسی طرح قبول کیا جائے  
جس طرح قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہیں، ان میں تمثیل، تاویل، تحریف یا  
بیان کیفیت کے چکر نہ چلائے جائیں۔ یاد رکھیے کہ صفات میں کلام کرنا ذات  
خداوندی میں کلام کی فرع ہے اور مسلمان اس مسلمہ حقیقت سے واقف ہیں کہ  
اللہ تعالیٰ حقیقی طور پر ازل سے موجود ہے جس کا مثل کوئی نہیں، جب اللہ تعالیٰ  
ابتدا سے موجود ہے تو اس کی صفات بھی ابتدا سے موجود ہیں، ان کی بھی مثال

نہیں ہے۔“

(سیر أعلام النبلاء: ۴۰۲/۸)

نیز فرماتے ہیں:

قَدْ فَسَّرَ عُلَمَاءُ السَّلَفِ الْمُهِمَّ مِنَ الْأَلْفَاظِ وَغَيْرَ الْمُهِمِّ، وَمَا أَبْقَوْا مُمَكِّنًا، وَآيَاتِ الصِّفَاتِ وَأَحَادِيثُهَا لَمْ يَتَعَرَّضُوا لِتَأْوِيلِهَا أَصْلًا، وَهِيَ أَهَمُّ الدِّينِ، فَلَوْ كَانَ تَأْوِيلُهَا سَائِغًا أَوْ حَتْمًا، لَبَادَرُوا إِلَيْهِ، فَعَلِمَ قَطْعًا أَنَّ قِرَاءَتَهَا وَإِمْرَارَهَا عَلَى مَا جَاءَتْ هُوَ الْحَقُّ، لَا تَفْسِيرَ لَهَا غَيْرُ ذَلِكَ، فَنُؤْمِنُ بِذَلِكَ، وَنَسَكْتُ افْتِدَاءً بِالسَّلَفِ، مُعْتَقِدِينَ أَنَّهَا صِفَاتُ اللَّهِ تَعَالَى اسْتَأْثَرَ اللَّهُ بِعِلْمِ حَقَائِقِهَا، وَأَنَّهَا لَا تُشَبِّهُ صِفَاتِ الْمَخْلُوقِينَ، كَمَا أَنَّ ذَاتَهُ الْمُقَدَّسَةَ لَا تُمَاتِلُ ذَوَاتِ الْمَخْلُوقِينَ، فَالْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ نَطَقَ بِهَا، وَالرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَّغَ، وَمَا تَعَرَّضَ لِتَأْوِيلٍ، مَعَ كَوْنِ الْبَارِي قَالَ: ﴿لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل: 44)، فَعَلَيْنَا الْإِيمَانُ وَالتَّسْلِيمُ لِلنُّصُوصِ، وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ.

”ائمہ سلف نے اہم اور غیر اہم ہر دو قسم کے الفاظ کی تفسیر جہاں تک ممکن ہو سکا بیان کر دی ہے، ان ائمہ کرام نے صفات کے متعلق احادیث و آیات کی تاویل



نہیں کی، یہ دین کا اہم مسئلہ ہے، اگر اس میں تاویل جائز ہوتی یا حتمی طور پر اس تاویل کا علم ہو یا تا تو ائمہ سلف ضرور کر گزرتے، تو قطعی رائے اس بارے میں یہی ہے کہ احادیث و آیات صفات جیسے قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں ویسے ہی رہنے دی جائیں اور ان کی تفسیر نہ کی جائے، ہم ان پر ایمان لاتے ہیں، اور سلف کی طرح اس باب میں خاموشی اختیار کرتے ہیں، ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کی صفات ہیں، جن کی حقیقت کا علم اللہ نے اپنے پاس رکھا ہے اور جس طرح اللہ کی ذات مخلوق سے مشابہہ نہیں اسی طرح اس کی صفات بھی مخلوق کے مشابہہ نہیں ہیں، یہ صفات کتاب اللہ نے بتلائیں اور رسول اللہ ﷺ نے بلا تاویل ہم تک پہنچا دی ہیں، قرآن کہتا ہے: ”پیغمبر (ﷺ)! آپ انسانیت کو وحی الہی کی تشریح سمجھا دیں۔“ تو ہم پر لازم ہے کہ ہم تسلیم و رضا کے پیکر بنیں اور ان چیزوں پر پختہ ایمان رکھیں، اللہ سے چاہے صراط مستقیم پر گامزن کر دیتا ہے۔“

(سیر أعلام النبلاء: ۵۰۶/۱۰)

❁ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَدْرَكْنَا إِسْمَاعِيلَ بْنَ أَبِي خَالِدٍ وَسُفْيَانَ وَمِسْعَرًا يُحَدِّثُونَ  
بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ وَلَا يُفَسِّرُونَ بِشَيْءٍ .

”اسماعیل بن ابی خالد، سفیان بن سعید ثوری اور مسعر رحمہم اللہ جیسے کبار ائمہ سے ہماری ملاقات رہی ہے، وہ یہ احادیث بیان کرتے تھے، مگر ان کی (گمراہ فرقوں والی) تفسیر نہیں کرتے تھے۔“

(تاریخ یحییٰ بن معین رواية الدُّورِي : ۵۲۰/۳، رقم : ۲۵۴۳، الأسماء والصفات)

للبیهقی: ۷۵۹، وسندہ صحیح

امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
 إِذَا سُئِلْنَا عَنْ تَفْسِيرِهَا لَا نَفْسِرُهَا وَمَا أَدْرَكْنَا أَحَدًا يُفْسِرُهَا.  
 ”ہم احادیث صفات کی تفسیر نہیں کرتے، نہ ہی ہم نے اہل سنت کو ایسا کرتے  
 دیکھا ہے۔“

(الأسماء والصفات للبيهقي: ۷۶۰، وسندہ صحیح)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) اس قول کی سند کو صحیح قرار  
 دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَدْ أَخْبَرَ أَنَّهُ مَا أَدْرَكَ أَحَدًا مِنَ الْعُلَمَاءِ يُفْسِرُهَا (أَي تَفْسِيرَ  
 الْجَهْمِيَّةِ).

”امام قاسم بن سلام یہ بتلا رہے ہیں کہ انہوں نے کوئی ایک عالم بھی نہیں دیکھا  
 جو ان احادیث کی تفسیر، جہمیہ کی طرح کرتا ہو۔“

(الفتاوى الحموية، ص: ۳۰، مجموع الفتاوى: ۵/۵)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:  
 فَالْحَاصِلُ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ يُوصَفَ اللَّهُ تَعَالَى بِمَا وَصَفَ  
 بِهِ نَفْسَهُ، وَبِمَا وَصَفَتْهُ بِهِ رُسُلُهُ نَفِيًا وَإِثْبَاتًا، فَيُثَبَّتُ لِلَّهِ مَا  
 أَثْبَتَهُ لِنَفْسِهِ، وَيُنْفَى عَنْهُ مَا نَفَاهُ عَنْ نَفْسِهِ.

”اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی وہی صفات بیان کی جائیں، جو اس نے  
 اپنے لئے بیان کی ہیں، یا جو انبیائے کرام نے نفیاً و اثباتاً اللہ کے لئے بیان کی

ہیں، تو اللہ کے لئے ان چیزوں کا اثبات کیا جائے جن کا اللہ نے اپنے لئے اثبات کیا، اور ان چیزوں کی اللہ سے نفی کی جائے جن کی اللہ نے اپنے لئے نفی کی۔“

(الرِّسَالَةُ التَّدْمُرِيَّةُ، ص: ٤)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۰۹-۲۷۹ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمَذْهَبُ فِي هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الْأَئِمَّةِ مِثْلَ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَابْنِ عُيَيْنَةَ، وَوَكَيْعٍ وَغَيْرِهِمْ أَنَّهُمْ رَوَوْا هَذِهِ الْأَشْيَاءَ، ثُمَّ قَالُوا: تُرَوَّى هَذِهِ الْأَحَادِيثُ وَتُؤْمَنُ بِهَا، وَلَا يُقَالُ: كَيْفَ؟ وَهَذَا الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْحَدِيثِ أَنْ يَرَوْا هَذِهِ الْأَشْيَاءَ كَمَا جَاءَتْ وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا تُفَسَّرُ وَلَا تُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ: كَيْفَ، وَهَذَا أَمْرُ أَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِي اخْتَارُوهُ وَذَهَبُوا إِلَيْهِ.

”اس بارے میں سفیان ثوری، مالک بن انس، عبد اللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ اور وکیع بن جراح وغیرہم رحمہم اللہ جیسے کبار ائمہ یہ احادیث بیان کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ احادیث ہمیں بیان کی گئی ہیں، ہم ان پر ایمان لاتے ہیں، یہ نہیں پوچھتے کہ ان کی کیفیت کیا ہے؟ اہل حدیث کا مختار مسلک یہی ہے کہ انہیں (بغیر تاویل کے) بیان کیا جائے۔“

(سُنَنِ التِّرْمِذِيِّ تَحْتَ الْحَدِيثِ: ۲۵۵۷)

❀ نیز فرماتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَمَا يُشَبِّهُ هَذَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنَ الصِّفَاتِ وَنُزُولِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلِّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالُوا : قَدْ تَثَبَّتِ الرِّوَايَاتُ فِي هَذَا وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا يُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ : كَيْفَ هَكَذَا رُوِيَ عَنْ مَالِكٍ، وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُمْ قَالُوا فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ : أَمَرُوهَا بِلَا كَيْفٍ، وَهَكَذَا قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَأَمَّا الْجَهْمِيَّةُ فَانْكَرَتْ هَذِهِ الرِّوَايَاتِ وَقَالُوا : هَذَا تَشْبِيهِ، وَقَدْ ذَكَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنْ كِتَابِهِ الْيَدَ وَالسَّمْعَ وَالْبَصَرَ، فَتَأَوَّلَتْ الْجَهْمِيَّةُ هَذِهِ الْآيَاتِ فَفَسَّرُوهَا عَلَى غَيْرِ مَا فَسَّرَ أَهْلُ الْعِلْمِ، وَقَالُوا : إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَخْلُقْ آدَمَ بِيَدِهِ، وَقَالُوا : إِنَّ مَعْنَى الْيَدِ هَاهُنَا الْقُوَّةُ، وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : إِنَّمَا يَكُونُ التَّشْبِيهُ إِذَا قَالَ : يَدٌ كَيْدٌ، أَوْ مِثْلُ يَدٍ، أَوْ سَمْعٌ كَسَمْعٍ، أَوْ مِثْلُ سَمْعٍ، فَإِذَا قَالَ : سَمْعٌ كَسَمْعٍ، أَوْ مِثْلُ سَمْعٍ، فَهَذَا التَّشْبِيهُ، وَأَمَّا إِذَا قَالَ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَدٌ، وَسَمْعٌ، وَبَصَرٌ، وَلَا يَقُولُ كَيْفَ، وَلَا يَقُولُ مِثْلُ سَمْعٍ، وَلَا كَسَمْعٍ، فَهَذَا لَا يَكُونُ تَشْبِيْهًا، وَهُوَ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي



كِتَابِهِ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشُّورَى: ١١) .  
 ”کئی اہل علم احادیث صفات اور نزولِ باری تعالیٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ روایات ثابت ہیں، ان پر ایمان لایا جائے، وہم پر مبنی باتیں نہ کی جائیں اور کیفیت کا سوال بھی نہ کیا جائے، امام مالک، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ اہل سنت فرمایا کرتے تھے کہ ان احادیث کو اسی طرح بیان کرتے رہیں جس طرح بیان ہوئی ہیں۔ جہم یہ ان روایات کے انکاری ہیں۔ وہ یہ سے قوت مراد لیتے ہیں۔ اسحاق بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کہیں اللہ کے لئے یہ ہے اور وہ ہمارے یہ کے مشابہہ یا مماثل ہے، اللہ کے لئے صفت سميع وبصر ثابت ہے اور وہ ہماری صفت سميع کے مماثل یا مشابہہ ہے، تو اسے تشبیہ کہا جائے گا۔ لیکن اگر آپ یوں کہتے ہیں: اللہ کا ”یہ“ ہے، کیفیت ہم نہیں جانتے اور اللہ کا ”یہ مخلوق کے یہ سے مشابہہ و مماثل نہیں ہے، اللہ کی صفت سميع وبصر ثابت ہے، مگر نہیں معلوم کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟ ہاں اتنا ہے کہ یہ صفات، مخلوق سے مشابہہ و مماثل نہیں ہیں، تو اسے تشبیہ نہیں کہا جاسکتا، اللہ کا قرآن یہی سمجھا رہا ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (کوئی چیز اس کی مثل نہیں، وہ سميع وبصر ہے۔)“

(سنن الترمذی تحت حدیث: ۶۶۲)

❁ امام محمد بن حسین ابوبکر آجری رحمہ اللہ (۳۶۰) لکھتے ہیں:

اعْلَمُوا وَفَقَّنَا اللَّهُ وَإِيَّاكُمْ لِلرَّشَادِ مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ أَنَّ أَهْلَ الْحَقِّ يَصِفُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ عَزَّ وَجَلَّ

وَبِمَا وَصَفَهُ بِهِ رَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا وَصَفَهُ بِهِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَهَذَا مَذْهَبُ الْعُلَمَاءِ مِمَّنِ اتَّبَعَ وَلَمْ يَتَدَعْ وَلَا يُقَالُ فِيهِ : كَيْفَ؟ بَلِ التَّسْلِيمُ لَهُ وَالْإِيمَانُ بِهِ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ كَذَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ صَحَابَتِهِ وَلَا يُنْكَرُ هَذَا إِلَّا مَنْ لَا يُحْمَدُ حَالَهُ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ وَسَنَذْكُرُ مِنْهُ مَا حَضَرَنَا ذِكْرُهُ وَاللَّهُ الْمُؤَفِّقُ لِلصَّوَابِ .

”یاد رکھیے! اہل حق اللہ کی وہی صفات بیان کرتے ہیں جو اس نے اپنے لئے بیان فرمائی ہیں، یا رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان فرمائی ہیں، اللہ ہمیں حق سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ بدعات سے کنارہ کش رہنے والے متبعین شریعت علماء کا یہی موقف ہے۔ ان صفات کی کیفیت کا سوال نہیں کیا جائے گا، بل کہ انہیں تسلیم کیا جائے گا اور اس بات پر ایمان لایا جائے گا کہ اللہ ہنستا ہے۔ یہ بات نبی کریم ﷺ اور اصحاب نبی ﷺ نے بیان کی ہے، اس کا انکار کوئی برا شخص ہی کر سکتا ہے۔ آئندہ ابواب میں چند ایسی شخصیات کا تذکرہ بھی موجود ہے اور اللہ ہی درست بات کی توفیق دینے والا ہے۔“

(الشَّرِيعَةُ لِلْأَجْرِيِّ : ۲/۱۰۵)

امام ابن خزمیہ رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:



فَنَحْنُ وَجَمِيعُ عُلَمَائِنَا مِنْ أَهْلِ الْحِجَازِ وَنَهَامَةَ وَالْيَمَنِ،  
وَالْعِرَاقِ وَالشَّامِ وَمِصْرَ، مَذْهَبُنَا : أَنَّا نُنْثِبُ لِلَّهِ مَا أَثْبَتَهُ اللَّهُ  
لِنَفْسِهِ، نَقِرُّ بِذَلِكَ بِالسِّنَتَيْنَا، وَنُصَدِّقُ ذَلِكَ بِقُلُوبِنَا، مِنْ غَيْرِ  
أَنْ نُشَبِّهَ وَجْهَ خَالِقِنَا بِوَجْهِ أَحَدٍ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ، عَزَّ رَبُّنَا  
عَنْ أَنْ يُشَبِّهَ الْمَخْلُوقِينَ، وَجَلَّ رَبُّنَا عَنْ مَقَالَةِ الْمُعْطَلِينَ،  
وَعَزَّ أَنْ يَكُونَ عَدَمًا كَمَا قَالَهُ الْمُبْطِلُونَ، لِأَنَّ مَا لَا صِفَةَ لَهُ  
عَدَمٌ، تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الْجَهْمِيُّونَ الَّذِينَ يُنْكِرُونَ  
صِفَاتِ خَالِقِنَا الَّذِي وَصَفَ بِهَا نَفْسَهُ فِي مُحْكَمِ تَنْزِيلِهِ،  
وَعَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ .

”ہمارا اور حجاز، تہامہ، یمن، عراق، شام اور مصر کے سب علماء کا یہی مسلک ہے  
کہ ہم اللہ کی ان صفات کا اثبات کرتے ہیں جن صفات کا اثبات اس نے  
اپنے لئے کیا ہے، ہماری زبانیں اس کی اقراری اور ہمارے دل اس کے  
مصدق ہیں، ہاں ہم اللہ کے چہرے کو مخلوق کے چہروں سے تشبیہ نہیں دیتے،  
ہمارا اللہ تشبیہ سے بلند ہے اور معطلین کی ہفوات سے بالا ہے، اہل باطل اللہ کو  
عدم مانتے ہیں، کیوں کہ وہ اس کی صفات کے انکار کرتے ہیں اور جس کی صفات نہ  
ہوں وہ عدم ہوتا ہے، حالاں کہ میرا اللہ عدم نہیں ہے، اللہ جمیہ کی باتوں سے  
بہت بلند ہے جو اللہ کی ان صفات کا انکار کرتے ہیں جن کا اللہ نے اپنے لئے  
اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے لئے اثبات کیا ہے۔“

(كتاب التوحيد وإثبات صفات الرب: ۲۶/۱)

❁ امام معمر بن احمد، ابو منصور اصبهانی رحمہ اللہ (م: ۳۱۸ھ) اسے اہل سنت کا اجماعی عقیدہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَمَا صَحَّ مِنْ أَحَادِيثِ الصِّفَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَمَعَ الْأَئِمَّةُ عَلَى أَنَّ تَفْسِيرَهَا قِرَاءَتُهَا، قَالُوا: أَمَرُوهَا كَمَا جَاءَتْ، وَمَا ذَكَرَ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ مِثْلَ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ﴾ وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ كُلُّ ذَلِكَ بِلَا كَيْفٍ وَلَا تَأْوِيلٍ نُّؤْمِنُ بِهَا. إِيْمَانُ أَهْلِ السَّلَامَةِ وَالتَّسْلِيمِ لِأَهْلِ السُّنَّةِ وَالسَّلَامَةِ وَاسِعَةٌ بِحَمْدِ اللَّهِ وَمِنْهُ، وَطَلَبُ السَّلَامَةِ فِي مَعْرِفَةِ صِفَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَوْجَبُ وَأَوْلَى، وَأَقْمَنُ وَأَخْرَى، فَإِنَّهُ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ فَلَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ يَنْفِي كُلَّ تَشْبِيهِ وَتَمَثِيلٍ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ، يَنْفِي كُلَّ تَعْطِيلٍ وَتَأْوِيلٍ، فَهَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالْأَثَرِ، فَمَنْ فَارَقَ مَذْهَبَهُمْ فَارَقَ السُّنَّةَ، وَمَنْ اقْتَدَى بِهِمْ وَافَقَ السُّنَّةَ، وَنَحْنُ بِحَمْدِ اللَّهِ مِنَ الْمُقْتَدِينَ بِهِمُ الْمُتَحِلِّينَ لِمَذْهَبِهِمُ الْقَائِلِينَ



بِفَضْلِهِمْ، جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فِي الدَّارَيْنِ، فَالْسُّنَّةُ طَرِيقَتُنَا، وَأَهْلُ الْأَثَرِ أَئِمَّتُنَا، فَأَحْيَا اللَّهُ عَلَيْهَا وَأَمَاتَنَا بِرَحْمَتِهِ إِنَّهُ قَرِيبٌ مُجِيبٌ.

”صفات کی تمام صحیح احادیث کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ ان کی تفسیر یہی ہے کہ انہیں بیان کیا جائے، ان کا کہنا ہے کہ ان احادیث کو ایسے ہی بیان کریں جیسے وہ وارد ہوئی ہیں، قرآن میں اللہ کا یہ فرمان: ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ﴾ ’کیا یہ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ بادلوں کی اوٹ سے ان کے پاس آئے۔‘ یا پھر یہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ ’تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف در صف آئیں گے۔‘ ہم اہل السنۃ والسلامہ ان تمام آیات پر بیان کیفیت اور تاویل کے بغیر ایمان رکھتے ہیں، صفات الہی کے بارے میں سلامتی کی طلب واجب، اولیٰ اور لائق علم ہے، کیوں کہ آیت قرآنی ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (اللہ جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سمیع و بصیر ہے۔) آیت کا پہلا حصہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ہر تشبیہ و تمثیل کی نفی کرتا ہے اور دوسرا حصہ ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ہر تعطیل و تاویل کی نفی کرتا ہے۔ یہ اہل سنت اہل حدیث کا مذہب ہے، جو ان کا مذہب چھوڑ دے اس نے سنت کو چھوڑ دیا ہے۔ جو اس مذہب پہ قائم رہا، وہ طریق سنت پر ہے، ہم اللہ کے فضل سے اقتدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے مسلک سلف کو مضبوطی سے تھام رکھا ہے، سلف کی فضیلت کے قائل ہیں۔ اللہ دنیا و آخرت میں ہمارا ساتھ قائم رکھے، سنت ہمارا

راستہ اور اہل حدیث ہمارے ائمہ ہیں، اللہ ہمیں اسی مسلک پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔ بلاشبہ وہ قریب ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے۔“

(الحُجَّةُ فِي بَيَانِ الْمَحَجَّةِ لِأَبِي الْقَاسِمِ الْأَصْبَهَانِيِّ: ٢٦٠/١، وسنده صحيح)

❀ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۳۹۲-۴۲۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْكَلَامُ فِي الصِّفَاتِ، فَإِنَّ مَا رُوِيَ مِنْهَا فِي السَّنَنِ الصَّحَاحِ، مَذْهَبُ السَّلَفِ إِبْتَاتُهَا وَإِجْرَاؤُهَا عَلَى ظَوَاهِرِهَا، وَنَفْيُ الْكَيْفِيَّةِ وَالتَّشْبِيهِ عَنْهَا، وَقَدْ نَفَاهَا قَوْمٌ، فَأَبْطَلُوا مَا أَثْبَتَهُ اللَّهُ، وَحَقَّقَهَا قَوْمٌ مِّنَ الْمُثْبِتِينَ، فَخَرَجُوا فِي ذَلِكَ إِلَى ضَرْبٍ مِّنَ التَّشْبِيهِ وَالتَّكْيِيفِ، وَالْقَصْدُ إِنَّمَا هُوَ سُلُوكُ الطَّرِيقَةِ الْمُتَوَسِّطَةِ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ، وَدَيْنُ اللَّهِ تَعَالَى بَيْنَ الْغَالِي فِيهِ وَالْمَقْصِرُ عَنْهُ.

وَالْأَصْلُ فِي هَذَا أَنَّ الْكَلَامَ فِي الصِّفَاتِ فَرُعُ الْكَلَامِ فِي الذَّاتِ، وَيُحْتَذَى فِي ذَلِكَ حَدُّهُ وَمِثَالُهُ، فَإِذَا كَانَ مَعْلُومًا أَنَّ إِبْتَاتَ رَبِّ الْعَالَمِينَ إِنَّمَا هُوَ إِبْتَاتٌ وَجُودٌ لَا إِبْتَاتٌ كَيْفِيَّةٌ، فَكَذَلِكَ إِبْتَاتُ صِفَاتِهِ إِنَّمَا هُوَ إِبْتَاتٌ وَجُودٌ لَا إِبْتَاتٌ تَحْدِيدٍ وَتَكْيِيفٍ فَإِذَا قُلْنَا: لِلَّهِ يَدٌ وَسَمْعٌ وَبَصَرٌ، فَإِنَّمَا هِيَ صِفَاتٌ أَثْبَتَهَا اللَّهُ لِنَفْسِهِ، وَلَا نَقُولُ: إِنَّ مَعْنَى الْيَدِ الْقُدْرَةُ، وَلَا إِنَّ مَعْنَى السَّمْعِ وَالْبَصَرِ: الْعِلْمُ، وَلَا نَقُولُ: إِنَّهَا

جَوَاحٍ، وَلَا نُشَبِّهُهَا بِالْأَيْدِي وَالْأَسْمَاعِ وَالْأَبْصَارِ الَّتِي هِيَ  
جَوَارِحُ وَادَّوَاتٌ لِلْفِعْلِ، وَنَقُولُ: إِنَّمَا وَجَبَ اثْبَاتُهَا لِأَنَّ  
التَّوْقِيفَ وَرَدَ بِهَا، وَوَجَبَ نَفْيُ التَّشْبِيهِ عَنْهَا لِقَوْلِهِ: ﴿لَيْسَ  
كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشورى: ١١) ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾  
(الإنحلاص: ٤)

”صفات باری کے مسئلے میں جو صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، سلف کا مذہب ان  
کے اثبات اور انہیں ظاہر پر محمول کرنے کا ہے، سلف کیفیت اور تشبیہ کے قائل  
نہیں ہیں، ایک گروہ اللہ کی ان صفات کا انکار ہی ہے، جن کا اس نے اثبات کیا  
ہے۔ ایک گروہ نے اثبات تو کیا، لیکن تشبیہ و تکلیف کی طرف نکل گئے۔ حق ان  
کے دو انتہاؤں کا درمیانی راستہ ہے، (کیوں کہ) اللہ تعالیٰ کا دین افراط و تفریط  
کے درمیان اعتدال پسندی کا نام ہے۔

در اصل صفات باری تعالیٰ میں گفتگو کرنا ذات باری تعالیٰ میں ہی گفتگو کرنا  
ہے۔ ان میں بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا، جو ذات باری تعالیٰ کے  
بارے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ تو بدیہی بات ہے کہ رب العالمین کا اثبات  
اس کی ذات کا اثبات ہے، نہ کہ اس کی کیفیت کا۔ اسی طرح صفات کا اثبات  
وجود کا اثبات ہے، نہ کہ کیفیت اور تحدید کا۔ لہذا جب ہم کہیں گے کہ صفت ید،  
سمع اور بصر اللہ کے لیے ثابت ہے، تو معنی یہ ہوگا کہ یہ صفات ہیں، جنہیں اللہ  
تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ ید (ہاتھ) کا معنی  
قدرت ہے اور سمع و بصر کا معنی علم ہے۔ نہ ہی انہیں جوارح (جسمانی اعضاء)

قرار دیں گے۔ اور نہ ہی انہیں ہاتھوں، کانوں اور آنکھوں، جو کہ جسمانی اعضاء ہیں اور کام کرنے کے آلہ کار ہیں، کے ساتھ تشبیہ دیں گے، بل کہ ہم کہیں گے کہ ان کا اثبات واجب ہے، کیوں کہ یہ شریعت سے ثابت ہیں اور تشبیہ کی نفی کرنا بھی از حد ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشُّورَى: ۱۱) 'اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔' نیز فرمایا: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الإِخْلَاص: ۳) 'اور اس کے ہم سر کوئی نہیں ہے۔'

(سیر أعلام النبلاء: ۱۸/۲۸۴، وسندہ صحیح)

❀ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (۳۶۸-۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ مُجْمِعُونَ عَلَى الْإِقْرَارِ بِالصِّفَاتِ الْوَارِدَةِ كُلِّهَا فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِيمَانِ بِهَا وَحَمْلِهَا عَلَى الْحَقِيقَةِ لَا عَلَى الْمَجَازِ إِلَّا أَنَّهُمْ لَا يُكَيِّفُونَ شَيْئًا مِّنْ ذَلِكَ وَلَا يَحْدُثُونَ فِيهِ صِفَةً مَّخْصُورَةً وَأَمَّا أَهْلُ الْبِدْعِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةُ كُلُّهَا وَالْخَوَارِجُ فَكُلُّهُمْ يُنْكِرُهَا وَلَا يَحْمِلُ شَيْئًا مِنْهَا عَلَى الْحَقِيقَةِ وَيَزْعُمُونَ أَنَّ مَنْ أَقَرَّ بِهَا مُشَبِّهٌ وَهُمْ عِنْدَ مَنْ أَثْبَتَهَا نَافُونَ لِلْمَعْبُودِ وَالْحَقِّ فِيمَا قَالَهُ الْقَائِلُونَ بِمَا نَطَقَ بِهِ كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ وَهُمْ أَيْمَةُ الْجَمَاعَةِ.

”اہل سنت کا اجماع ہے کہ قرآن و سنت میں وارد ہونے والی تمام صفات کا



اثبات کیا جائے، ان پر ایمان لایا جائے، انہیں حقیقت پر محمول کیا جائے، نہ کہ مجاز پر۔ اہل سنت نہ تو ان صفات کی کیفیت بیان کرتے ہیں نہ کسی صفت کو محدود و محصور سمجھتے ہیں، جب کہ اہل بدعت، جہمیہ، معتزلہ اور خوارج سبھی ان صفات کا انکار کرتے ہیں، کسی صفت کو حقیقت پر محمول نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ جو ان صفات کا اقرار کرتے ہیں وہ مشبہ ہیں، اہل سنت کا یہ کہنا ہے کہ منکرین صفات اصل میں ذات باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ حق وہی ہے، جو کتاب و سنت کے قائلین یعنی ائمہ اہل سنت نے بیان کر دیا ہے۔“

(التمہید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید: ۱۴۴/۷)

نیز فرماتے ہیں:

رَوَاهَا السَّلَفُ وَسَكَنُوا عَنْهَا وَهُمْ كَانُوا أَعَمَّقَ النَّاسِ عِلْمًا  
وَأَوْسَعَهُمْ فَهْمًا وَأَقْلَهُهُمْ تَكَلُّفًا وَلَمْ يَكُنْ سُكُوتُهُمْ عَنْ عِيٍّ  
فَمَنْ لَمْ يَسْعُهُ مَا وَسِعَهُمْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ .

”احادیث صفات، سلف نے بیان کی ہیں اور بیان کیفیت سے خاموش رہے ہیں۔ سلف صالحین کا علم سب سے گہرا، فہم سب سے زیادہ وسیع تھا۔ ان میں تکلف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ان کا صفات باری تعالیٰ کی بابت سکوت لاعلمی کی بنا پر ہرگز نہیں تھا۔ (سنیہ!) جو سلف کے علم پر اکتفاء نہیں کرتا وہ خساروں کا سوداگر اور ناکام زمانہ ہے۔“

(جامع بیان العلم وفضله: ۹۴۵/۲)

علامہ، مورخ و یارِ مصر، ابوالعباس، احمد بن علی، مقریزی (۶۶۱-۸۳۵ھ)

صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں ائمہ کا موقف یوں بیان فرماتے ہیں:

ذَكَرُ الْحَالِ فِي عَقَائِدِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ، مُنْذُ ابْتِدَاءِ الْمِلَّةِ  
الْإِسْلَامِيَّةِ إِلَى أَنْ انْتَشَرَ مَذْهَبُ الْأَشْعَرِيَّةِ .

”عقائد اہل اسلام ابتداء اسلام سے اشعری مذہب پھیلنے تک۔“

إِعْلَمَنَّ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا بَعَثَ مِنَ الْعَرَبِ نَبِيَّهٖ مُحَمَّدًا صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا إِلَى النَّاسِ جَمِيعًا، وَصَفَ لَهُمْ رَبُّهُمْ  
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى، بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ الْكَرِيمَةَ فِي كِتَابِهِ  
الْعَزِيزِ الَّذِي نَزَلَ بِهِ عَلَى قَلْبِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّوحُ  
الْأَمِينُ وَبِمَا أَوْحَى إِلَيْهِ رَبُّهُ تَعَالَى، فَلَمْ يَسْأَلْهُ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ بِأَسْرِهِمْ، قَرَوِيهِمْ وَبَدَوِيهِمْ عَنْ  
مَعْنَى شَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ كَمَا كَانُوا يَسْئَلُونَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصَّيَامِ وَالْحَجِّ وَغَيْرِ ذَلِكَ  
مِمَّا لِلَّهِ فِيهِ سُبْحَانَهُ أَمْرٌ وَنَهْيٌ، وَكَمَا سَأَلُوهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَنْ أَحْوَالِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ إِذْ لَوْ سَأَلَهُ إِنْسَانٌ  
مِّنْهُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنَ الصِّفَاتِ الْإِلَهِيَّةِ لَنُقِلَ كَمَا نُقِلَتْ  
الْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَحْكَامِ  
الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَفِي التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيْبِ، وَأَحْوَالِ الْقِيَامَةِ

وَالْمَلَأَحِمَّ وَالْفِتْنِ، وَنَحْوِ ذَلِكَ مِمَّا تَضَمَّنَتْهُ كُتُبُ الْحَدِيثِ،  
مَعَاجِمُهَا وَمَسَانِيدُهَا وَجَوَامِعُهَا وَمَنْ أَمَعَنَ النَّظَرَ فِي  
دَوَاوِينِ الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ، وَوَقَفَ عَلَى الْآثَارِ السَّلَفِيَّةِ، عَلِمَ  
أَنَّهُ لَمْ يَرِدْ قَطُّ مِنْ طَرِيقٍ صَحِيحٍ وَلَا سَقِيمٍ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ  
الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَعَلَى اخْتِلَافِ طَبَقَاتِهِمْ وَكَثْرَةِ  
عَدَدِهِمْ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ  
مَعْنَى شَيْءٍ مِّمَّا وَصَفَ الرَّبُّ، سُبْحَانَهُ بِهِ نَفْسَهُ الْكَرِيمَةَ فِي  
الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ، وَعَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ، بَلَّ كُلُّهُمْ فَهَمُوا مَعْنَى ذَلِكَ وَسَكَتُوا عَنِ الْكَلَامِ فِي  
الصِّفَاتِ نَعَمَ وَلَا فَرَقَ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَيْنَ كَوْنِهَا صِفَةً ذَاتٍ أَوْ  
صِفَةً فِعْلٍ، وَإِنَّمَا أَثْبَتُوا لَهُ تَعَالَى صِفَاتٍ أَرْزَلِيَّةً مِّنَ الْعِلْمِ  
وَالْقُدْرَةِ وَالْحَيَاةِ وَالْإِرَادَةِ وَالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالْكَلامِ وَالْجَلَالِ  
وَالْإِكْرَامِ وَالْجُودِ وَالْإِنْعَامِ وَالْعِزِّ وَالْعِظَمَةِ، وَسَاقُوا الْكَلَامَ  
سَوَاقًا وَاحِدًا وَهَكَذَا أَثْبَتُوا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مَا أَطْلَقَهُ اللَّهُ  
سُبْحَانَهُ عَلَى نَفْسِهِ الْكَرِيمَةِ مِنَ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَنَحْوِ ذَلِكَ،  
مَعَ نَفْيِ مُمَثَّلَةِ الْمَخْلُوقِينَ فَأَثْبَتُوا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بَلَا  
تَشْبِيهِ، وَنَزَّهُوا مِنْ غَيْرِ تَعْطِيلٍ، وَلَمْ يَتَعَرَّضْ مَعَ ذَلِكَ أَحَدٌ

مِّنْهُمْ إِلَى تَأْوِيلِ شَيْءٍ مِّنْ هَذَا، وَرَأَوْا بِأَجْمَعِهِمْ إِجْرَاءَ  
الْصِّفَاتِ كَمَا وَرَدَتْ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَا يُسْتَدَلُّ بِهِ  
عَلَى وَحْدَانِيَّةِ اللَّهِ تَعَالَى، وَعَلَى إِثْبَاتِ نُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سِوَى كِتَابِ اللَّهِ، وَلَا عَرَفَ أَحَدٌ مِّنْهُمْ شَيْئًا  
مِّنَ الطُّرُقِ الْكَلَامِيَّةِ وَلَا مَسَائِلِ الْفَلَسَفَةِ، فَمَضَى عَصْرُ  
الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى هَذَا إِلَى أَنْ حَدَثَ فِي  
زَمَنِهِمُ الْقَوْلُ بِالْقَدَرِ، وَأَنَّ الْأَمْرَ أَنْفَعُ، أَيْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ  
يُقَدِّرْ عَلَى خَلْقِهِ شَيْئًا مِّمَّا هُمْ عَلَيْهِ.

”جب اللہ نے محمد عربی ﷺ کو تمام انسانیت کی طرف رسول بنا کر بھیجا، تو اللہ ﷻ نے انہیں اپنی وہ صفات بیان کیں، جو صفات اللہ نے اپنے لئے قرآن حکیم، جو محمد ﷺ کے سینہ پاک پر جبریل امین لے کر اترے، میں بیان کی ہیں، تو عرب بدویوں یا حضرو یوں میں سے کسی نے بھی ان کے معنی کی بابت سوال نہیں کیا۔ ہاں! لوگ نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور اسی طرح دیگر مسائل، جن میں اللہ کی طرف سے کوئی امر و نہی وارد ہے، کے متعلق سوال کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح قیامت، جنت اور جہنم کے بارے میں سوال کرتے رہتے تھے۔ (لیکن صفات کے متعلق کوئی سوال نہ کرتا)، کیوں کہ اگر کوئی نبی کریم ﷺ سے صفات الہیہ کے بارے میں سوال کرتا، تو وہ بھی اسی طرح منقول ہوتیں، جس طرح دوسری چیزیں منقول ہوئی ہیں، مثلاً، حلال و حرام کے احکام، ترغیب و ترہیب، احوال قیامت، ملاحم و فتن اور اس طرح کی چیزیں

جو کتب حدیث، جوامع، معاجم اور مسانید میں موجود ہیں۔ دو اویں حدیث اور آثارِ سلف میں بنظر غور دیکھیں تو جان لیں گے کہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں بھی اس کا معنی وارد نہیں ہوا۔ اتنے صحابہ موجود ہیں مگر ایک بھی نظر نہیں آتا، جس نے نبی کریم ﷺ سے قرآن و حدیث میں وارد صفاتِ باری تعالیٰ کے معنی کے بارے میں سوال کیا ہو، بل کہ بھی اس کا معنی جانتے تھے اور صفاتِ باری تعالیٰ میں گفتگو نہیں کرتے تھے۔ جی ہاں، کسی ایک صحابی نے بھی صفاتِ ذاتیہ اور صفاتِ فعلیہ میں فرق نہیں کیا۔ انہوں نے اللہ کی صفاتِ ازلیہ مثلاً: علم، قدرت، حیات، ارادہ، سمع و بصر، کلام، جلال، اکرام، جود، انعام، عزت اور عظمت۔ اس بارے میں سلف ایک ہی بات پر متفق ہیں۔ اسی طرح جن صفات کا اطلاق اللہ نے اپنے لئے کیا ہے، اسلاف بھی ان چیزوں کا اطلاق اللہ کے لئے کرتے ہیں، مثلاً: وجہ، ید وغیرہ، البتہ مماثلت کی نفی کرتے ہیں۔ ائمہ سلف صالحین بلا تشبیہ صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں، بغیر تعطیل کے اللہ کی تنزیہ بیان کرتے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی ان کی تاویل نہیں کی۔ یہ اجماعی طور پر تمام صفات کو اسی طرح بیان کرتے ہیں، جس طرح وارد ہوئی ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور نبوتِ محمدی ﷺ کے اثبات کے لئے کتاب اللہ کے علاوہ کوئی ذریعہ استعمال نہیں کرتے۔ اہل کلام کے طریقوں اور فلسفیانہ مسائل سے ناواقف تھے، عصرِ صحابہ گزر گیا، تو ان کے بہت بعد تقدیر کے بارے میں سوالات اٹھائے جانے لگے، حالاں کہ سمجھ آنے والی بات تھی کہ اللہ نے اپنی تقدیر پر اپنے سوا کسی کو قدرت ہی نہیں دی۔“

(المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار: ۴/۱۸۸)

## دیدارِ الہی

اللہ تعالیٰ روزِ آخرت اپنے مومن بندوں کو اپنا دیدار دیں گے۔ یہ بہت بڑی غایت اور نہایت شان دار عنایت ہے۔ اس پر قرآن و حدیث کی نصوص اور مومنوں کا اجماع دلیل ہے۔ معطلہ، جہمیہ، معتزلہ، خوارج اور امامیہ شیعہ اس کے منکر ہیں۔

## اجماع امت

① مفسر شہیر، محدث کبیر، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِي رُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ رَبَّهُمْ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهُوَ دِينُنَا الَّذِي نَدِينُ اللَّهَ بِهِ، وَأَذَرَكْنَا عَلَيْهِ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَهُوَ: أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَرَوْنَهُ عَلَى مَا صَحَّحَ بِهِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”درست یہی ہے کہ مومن روزِ قیامت باری تعالیٰ کا دیدار کریں گے، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ہمارا دین ہے۔ ہم نے اسی پر اہل سنت والجماعت کو پایا کہ جنتی باری تعالیٰ کا دیدار کریں گے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں ثابت ہے۔“

(صریح السنة، ص ۲۰)



② امام ابو بکر محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ (م: ۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَلَّ ذِكْرُهُ وَتَقَدَّسَتْ أَسْمَاؤُهُ خَلَقَ خَلْقَهُ كَمَا  
أَرَادَ لِمَا أَرَادَ فَجَعَلَهُمْ شَقِيًّا وَسَعِيدًا فَأَمَّا أَهْلُ الشَّقْوَةِ فَكَفَرُوا  
بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَعَبَدُوا غَيْرَهُ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَجَحَدُوا كُتُبَهُ  
فَأَمَاتَهُمْ عَلَى ذَلِكَ فَهُمْ فِي قُبُورِهِمْ يُعَذَّبُونَ وَفِي الْقِيَامَةِ  
عَنِ النَّظَرِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مَحْجُوبُونَ وَإِلَى جَهَنَّمَ وَارِدُونَ  
وَفِي أَنْوَاعِ الْعَذَابِ يَتَقَلَّبُونَ وَلِلشَّيَاطِينِ مُقَارِبُونَ وَهُمْ فِيهَا  
أَبَدًا خَالِدُونَ، وَأَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَهُمْ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ  
اللَّهِ الْحُسْنَى فَاٰمَنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا  
وَصَدَّقُوا الْقَوْلَ بِالْفِعْلِ فَأَمَاتَهُمْ عَلَى ذَلِكَ فَهُمْ فِي قُبُورِهِمْ  
يُنَعَّمُونَ وَعِنْدَ الْمَحْشَرِ يُبَشَّرُونَ وَفِي الْمَوْقِفِ إِلَى اللَّهِ  
تَعَالَى بِأَعْيُنِهِمْ يَنْظُرُونَ وَإِلَى الْجَنَّةِ بَعْدَ ذَلِكَ وَافِدُونَ وَفِي  
نَعِيمِهَا يَتَفَكَّهُونَ وَلِلْحُورِ الْعِينِ مُعَانِقُونَ وَالْوِلْدَانُ لَهُمْ  
يَخْدُمُونَ وَفِي جِوَارِ مَوْلَاهُمْ الْكَرِيمِ أَبَدًا خَالِدُونَ وَلِرَبِّهِمْ  
تَعَالَى فِي دَارِهِ زَائِرُونَ، وَبِالنَّظَرِ إِلَى وَجْهِهِ الْكَرِيمِ يَتَلَدَّدُونَ  
وَلَهُ مُكَلِّمُونَ وَبِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَالسَّلَامُ مِنْهُ  
عَلَيْهِمْ يُكْرَمُونَ ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو

الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿الْحَدِيد: ٢١﴾ فَإِنْ اعْتَرَضَ جَاهِلٌ مِّمَّنْ لَا عِلْمَ  
مَعَهُ أَوْ بَعْضُ هَؤُلَاءِ الْجَهْمِيَّةِ الَّذِينَ لَمْ يُوفَّقُوا لِلرَّشَادِ  
وَلَعِبَ بِهِمُ الشَّيْطَانُ وَحَرَّمُوا التَّوْفِيقَ فَقَالَ: الْمُؤْمِنُونَ يَرَوْنَ  
اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قِيلَ لَهُ نَعَمْ؛ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى عَلَى ذَلِكَ  
فَإِنْ قَالَ الْجَهْمِيُّ: أَنَا لَا أُؤْمِنُ بِهَذَا. قِيلَ لَهُ: كَفَرْتَ بِاللَّهِ  
الْعَظِيمِ. فَإِنْ قَالَ: وَمَا الْحُجَّةُ. قِيلَ: لَأَنَّكَ رَدَدْتَ الْقُرْآنَ  
وَالسُّنَّةَ وَقَوْلَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَقَوْلَ عُلَمَاءِ  
الْمُسْلِمِينَ وَاتَّبَعْتَ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ.

”اللہ نے مخلوق پیدا کی، ان میں سعادت مند و بد بخت لکھ دیئے، بد بختوں نے  
اللہ کے ساتھ کفر کیا، غیر اللہ کی پوجا کی، اپنے رسولوں کی نافرمانی کی اور کتب  
وحی کو ٹھکرا دیا، انہیں اسی حالت میں موت آ گئی۔ یہ لوگ قبروں میں عذاب  
دیئے جاتے ہیں، روز قیامت دیدارِ الہی سے محروم کر دیئے جائیں گے، جہنم کا  
ایندھن ہوں گے، مختلف قسم کے عذابات میں الٹ پلٹ ہوں گے۔ شیطان  
کے ساتھی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور خوش بختوں کے لئے تو اللہ نے  
پہلے سے ہی جنت تیار کر رکھی ہے، یہ لوگ صرف اللہ پر ایمان لائے اس کے  
ساتھ شرک نہیں کیا، اپنے قول کو عملی جامہ پہنایا۔ وہ اسی حالت میں فوت ہو  
گئے، انہیں قبروں میں انعام ملیں گے، روزِ محشر ان کے لئے خوش خبریاں  
ہوں گی۔ میدانِ محشر میں آنکھوں کے ساتھ اللہ کا دیدار کریں گے۔ بعد ازاں

وفود کی صورت جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت کی نعمتوں سے محفوظ ہوں گے۔ اپنے اور حور عین سے معاف کریں گے، بچے ان کے خدمت گزار ہوں گے۔ اپنے مولیٰ کریم قرب میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کی زیارت کیا کریں گے، باری تعالیٰ کے چہرے کے دیدار سے محفوظ ہوں گے۔ اللہ سے کلام کریں گے، ان کے لئے اللہ کی طرف سے سلام اور تحائف کی تکریم ہوگی۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اگر کوئی جاہل، لاعلم شخص اعتراض کرے یا جہمیہ، جنہیں حق بولنے کی توفیق ہی نہیں ملی، شیطان اس سے کھیلتا ہے اور جو توفیق خاص سے محروم ہے، سوال کرے کہ کیا مومنین روز قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے؟ تو اس سے کہا جائے گا کہ جی ہاں الحمد للہ! اگر جہمی کہے کہ میں رویت باری تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا، تو ہم اسے کہیں گے کہ تو نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے، اگر دلیل کا مطالبہ کرے، تو ہمارا جواب ہوگا کہ تو نے قرآن و سنت، اقوال صحابہ اور تمام مسلمان علمائے کرام کے اقوال کی مخالفت کی ہے اور مومنین کے رستے کو چھوڑ کر کسی اور ڈگر پر چل نکلا ہے۔“

(الشريعة للأجري: ۹۷۶/۲)

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا . تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا﴾ (الأحزاب: ۴۳) .

”اللہ تعالیٰ مومنوں کے لئے رحیم ہے، جس روز مومنوں کی اللہ سے ملاقات ہو

گی، اس روز ان کا تحفہ سلام ہوگا، اللہ نے ان کے لئے اجرِ کریم تیار کر رکھا ہے۔“

امام ابوبکر، محمد بن حسین، آجری رحمہ اللہ (م: ۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

وَأَعْلَمَ رَحِمَكَ اللَّهُ أَنَّ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِاللُّغَةِ أَنَّ اللَّغِي هَاهُنَا لَا يَكُونُ إِلَّا مُعَايَنَةً يَرَاهُمُ اللَّهُ تَعَالَى وَيَرَوْنَهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَيُكَلِّمُهُمْ وَيُكَلِّمُونَهُ.

”اللہ آپ پر رحم کرے، ذہن نشین فرمائیں کہ ائمہ لغت کا فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار آمنے سامنے ہوگا، اللہ اہل جنت کو اور اہل جنت اللہ کو دیکھیں گے۔ اللہ ان پر سلام کرے گا۔ وہ اللہ کے ساتھ کلام کریں گے اور اللہ ان کے ساتھ کلام کرے گا۔“

(الشريعة: ۹۷۶/۲)

③ امام الائمہ، امام ابن خزيمة رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ أَعْلَمْتُ قَبْلُ أَنَّ الْعُلَمَاءَ لَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ جَمِيعَ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ خَالِقَهُمْ فِي الْآخِرَةِ لَا فِي الدُّنْيَا، وَمَنْ أَنْكَرَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ خَالِقَهُمْ يَوْمَ الْمَعَادِ، فَلَيْسُوا بِمُؤْمِنِينَ، عِنْدَ الْمُؤْمِنِينَ، بَلْ هُمْ أَسْوَأُ حَالًا فِي الدُّنْيَا عِنْدَ الْعُلَمَاءِ مِنَ الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى، وَالْمَجُوسِ.

”پہلے آگاہ کر چکا ہوں کہ کسی اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں (یعنی اجماعی

عقیدہ ہے) کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، نہ کہ دنیا میں۔ جو بھی روز قیامت مومنین کے دیدار الہی سے مشرف ہونے کے منکر ہوں، وہ اہل ایمان کے ہاں مومن نہیں ہو سکتے، بل کہ علمائے کرام کی نظر میں یہ لوگ دنیا میں یہود و نصاریٰ اور مجوس سے بھی برے ہیں۔“

(کتاب التوحید وإثبات صفات الرب عز وجل: ۵۸۵/۲)

④ محدث ہرارة، امام ابوسعید، دارمی رحمہ اللہ (۲۰۴-۲۸۰ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ صَحَّتِ الْآثَارُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ بَعْدَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَكَتَبُ اللَّهُ النَّاطِقُ بِهِ، فَإِذَا اجْتَمَعَ الْكِتَابُ وَقَوْلُ الرَّسُولِ وَإِجْمَاعُ الْأُمَّةِ لَمْ يَبْقَ لِمُتَأَوِّلٍ عِنْدَهَا تَأْوِيلٌ، إِلَّا لِمُكَابِرٍ أَوْ جَا حِدٍ .

”(رویت باری تعالیٰ) قرآن مجید، صحیح احادیث نبویہ اور آثار سلف سے ثابت ہے، جب کتاب اللہ، قول رسول ﷺ اور اجماع امت متفق ہو جائیں تو تاویل کی گنجائش ہی نہیں رہتی، البتہ متکبر یا منکر کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔“

(الرد على الجهمية، ص: ۱۲۱)

⑤ حافظ عبدالغنی، مقدسی رحمہ اللہ (۵۴۱-۶۰۰ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْحَقِّ وَاتَّفَقَ أَهْلُ التَّوْحِيدِ وَالصِّدْقِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُرَى فِي الْآخِرَةِ، كَمَا جَاءَ فِي كِتَابِهِ، وَصَحَّ عَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”اہل حق، اہل توحید و صدق کا اتفاق ہے کہ روزِ آخرت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا،

جیسا کہ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔“

(الاقتصاد في الاعتقاد، ص: ۱۲۵)

⑥ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَأَيُّمَةُ الْإِسْلَامِ الْمَعْرُوفُونَ بِالْإِمَامَةِ فِي الدِّينِ، كَمَالِكٍ وَالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَأَمْثَالِ هَؤُلَاءِ، وَسَائِرِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ وَالطَّوَائِفِ الْمُتَنَسِّبِينَ إِلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ كَالْكَلَابِيِّ وَالْأَشْعَرِيَّةِ وَالسَّالِمِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ، فَهَؤُلَاءِ كُلُّهُمْ مُتَّفِقُونَ عَلَى إِثْبَاتِ الرُّوْيَةِ لِلَّهِ تَعَالَى، وَالْأَحَادِيثِ بِهَا مُتَوَاتِرَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِحَدِيثِهِ. وَكَذَلِكَ الْآثَارُ بِهَا مُتَوَاتِرَةٌ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَقَدْ ذَكَرَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَيُّمَةِ الْعَالِمِينَ بِأَقْوَالِ السَّلَفِ أَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ مُتَّفِقُونَ عَلَى أَنَّ اللَّهَ يُرَى فِي الْآخِرَةِ بِالْبَصَارِ، وَمُتَّفِقُونَ عَلَى أَنَّهُ لَا يَرَاهُ أَحَدٌ فِي الدُّنْيَا بِعَيْنِهِ.

”صحابہ کرام، تابعین عظام، معروف ائمہ اسلام، مثلاً مالک، ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق، ابو حنیفہ، ابو یوسف اور ان جیسے دوسرے ائمہ



کرام رحمہ اللہ، تمام اہل سنت والحدیث اور وہ جماعتیں، جو خود کو اہل سنت کی طرف منسوب کرتی ہیں، مثلاً کلابیہ، اشعریہ، سالمیہ وغیرہ، ان تمام کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ محدثین کرام کے ہاں اس پر متواتر احادیث نبویہ ہیں، اسی طرح آثار صحابہ و تابعین بھی بہ کثرت موجود ہیں۔ امام احمد اور آثار سلف کو جاننے والے دیگر ائمہ کرام کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کا اتفاق ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار آنکھوں سے ہوگا۔ نیز یہ بھی اتفاقی بات ہے کہ اللہ کو دنیاوی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔“

(منهاج السنة النبوية في نفض كلام الشيعة والفدرية: ۳۱۶/۲)

④ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وَلَمْ يَأْتِنَا نَصٌّ جَلِيٌّ بِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى اللَّهَ تَعَالَى بِعَيْنَيْهِ، وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ مِمَّا يَسْعُ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ فِي دِينِهِ السُّكُوتُ عَنْهَا . فَأَمَّا رُؤْيُ الْمَنَامِ فَجَاءَتْ مِنْ وَجْهِ مُتَعَدِّدَةٍ مُسْتَفِيضَةٍ . وَأَمَّا رُؤْيُ اللَّهِ عَيْنَانًا فِي الْآخِرَةِ فَأَمْرٌ مُتَيَقِّنٌ، تَوَاتَرَتْ بِهِ النُّصُوصُ، جَمَعَ أَحَادِيثُهَا الدَّارِقُطْنِيُّ، وَالْبَيْهَقِيُّ، وَغَيْرُهُمَا .

”ہمیں کوئی ایسی واضح نص نہیں ملی، جس میں ہو کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس مسئلہ میں ایک مسلمان کے لیے سکوت ہی بہتر ہے۔ رہا (نبی کریم ﷺ) کا اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا، تو یہ کئی ایک مشہور اسانید سے ثابت ہے۔ آخرت میں دیدار باری تعالیٰ یقینی مسئلہ ہے، جو کہ

متواتر نصوص سے ثابت ہے۔ امام دارقطنی اور بیہقی وغیرہما رحمہما اللہ نے روایت باری تعالیٰ کے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔“

(سیر أعلام النبلاء: ۲/۲۶۷)

نیز لکھتے ہیں:

بَلَى نَعْنِفُ وَبُدِّعُ مَنْ أَنْكَرَ الرُّؤْيِيَةَ فِي الْآخِرَةِ، إِذْ رُؤْيَةُ اللَّهِ فِي الْآخِرَةِ ثَبَتَ بِنُصُوصٍ مُتَوَافِرَةٍ.

”کیوں نہیں، ہم اس کی سرزنش کریں گے اور اسے بدعتی قرار دیں گے، جو آخرت میں دیدار الہی کا منکر ہو، کیوں کہ آخرت میں رویت باری تعالیٰ متواتر نصوص سے ثابت ہے۔“

(سیر أعلام النبلاء: ۱۰/۱۱۴)

## قرآنی دلائل

دلیل نمبر ①:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ. إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القيامة: ۲۲، ۲۳)

”اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، دیدار الہی سے مشرف ہوں گے۔“

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَإِضَافَةُ النَّظَرِ إِلَى الْوَجْهِ الَّذِي هُوَ مَحَلُّهُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ  
وَتَعْدِيَّتُهُ بِأَدَاةِ «إِلَى» الصَّرِيحَةِ فِي نَظَرِ الْعَيْنِ، وَإِخْلَاءُ  
الْكَلَامِ مِنْ قَرِينَةٍ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّظَرِ الْمُضَافِ إِلَى  
الْوَجْهِ الْمُعْدَى بِإِلَى خِلَافُ حَقِيقَتِهِ، وَمَوْضُوعُهُ صَرِيحٌ فِي  
أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَرَادَ بِذَلِكَ نَظَرَ الْعَيْنِ الَّتِي فِي الْوَجْهِ  
إِلَى نَفْسِ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهُ.

”لفظ ’نظر‘ (دیکھنا) کی لفظ ’وجہ‘ (چہرہ)، جو کہ نظر کا محل ہے کی طرف اضافت  
کرنا، حرف ’جر‘ الی، جو آنکھ سے دیکھنے میں صریح ہے، سے متعدی ہونا اور لفظ  
نظر کا کسی ایسے قرینہ، جو اسے حقیقی معنی سے مجازی معنی کی طرف پھیر دے،  
سے خالی ہونا، اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے  
کہ (مومنین) رب تعالیٰ کو حقیقی آنکھ سے دیکھیں گے۔“

(حادی الأرواح إلى بلاد الأفراح، ص: ۲۹۶، وفي نسخة، ص: ۲۱۱، وفي نسخة :

(۶۲۳/۲)

امام عکرمہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يَنْظُرُونَ إِلَى اللَّهِ نَظْرًا.

”اللہ تعالیٰ کو حقیقی نظر سے دیکھیں گے۔“

(الرد على الجهمية للدارمي: ۲۰۰، وسنده صحيح)

امام عکرمہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ اور بہت سے اہل کوفہ کے مشائخ نے یہی تفسیر

کی ہے۔



(تفسیر الطبری: ۲۳/۵۰۷، وسندہ صحیح)

تنبیہ:

تابعی امام، مجاہد بن جبرؓ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:  
تَنْتَظِرُ الثَّوَابَ مِنْ رَبِّهَا .  
”اللہ سے ثواب کے منتظر ہوں گے۔“

(تفسیر الطبری: ۲۳/۵۰۸، وسندہ صحیح)

امام دارمیؓ فرماتے ہیں:

وَاحْتَجَّ مُحْتَجٌّ مِنْهُمْ بِقَوْلِ مُجَاهِدٍ : ﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ  
إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (الْقِيَامَةُ: ۲۳) قَالَ : تَنْتَظِرُ ثَوَابَ رَبِّهَا . قُلْنَا :  
نَعَمْ، تَنْتَظِرُ ثَوَابَ رَبِّهَا، وَلَا ثَوَابَ أَعْظَمَ مِنَ النَّظَرِ إِلَىٰ  
وَجْهِهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ .

”قرآن کی آیت ہے ﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ . إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (اس  
روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے  
ہوں گے۔) امام مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یوں ہوگا کہ اہل جنت  
اپنے رب سے ثواب کے منتظر ہوں گے، تو اہل بدعت کے ایک صاحب نے  
یہ قول دیدارِ الہی کے خلاف بطور دلیل پیش کرنے لگا، ہم کہتے ہیں یہ ان کی  
دلیل نہیں بن سکتا، کیوں کہ اللہ کے چہرے کی طرف دیکھنے سے بڑا ثواب کیا  
ہو سکتا ہے۔ اہل جنت اسی ثواب کے منتظر ہوں گے۔“

(الرد علی الجہمیۃ، ص: ۱۲۴)

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روزِ قیامت مومن اپنے رب کے دیدار سے محفوظ ہوں گے اور کفار اس سے محروم ہوں گے۔

## دلیل نمبر ۲:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ (يُونُس: ۲۶)

”اہل احسان مومنین کا مقدور جنت اور اس سے بھی زیادہ (دیدار الہی) ہے۔“

نبی کریم ﷺ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی:

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ، وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ.

”جب اہل جنت، جنت میں چلے جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کسی اور چیز کی طلب ہے، جو میں آپ کو زیادہ دوں؟ اہل جنت عرض کریں گے، مالک! کیا آپ نے ہمارے چہروں پہ نورانیت نہیں بکھیری؟ ہمیں جنت میں داخلہ نہیں دیا؟ ہمیں جہنم سے بچا نہیں لیا؟ (اس سے بڑا بھی کوئی احسان ہو گا؟)، تو اللہ پردے ہٹا دیں گے کہ اہل جنت کو ایسی نعمت ملی ہی نہیں، جو انہیں دیدار الہی سے زیادہ محبوب ہو۔“

(صحیح مسلم: ۱۸۱)

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

النَّظَرُ إِلَى الرَّبِّ .

”اللہ کو دیکھنا۔“

(تفسیر الطبري: ۱۶۰/۱۲، الاعتقاد للبيهقي، ص: ۱۲۵)

سنی مفسر، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۰۰-۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ ﴿وَزِيَادَةٌ﴾ هِيَ تَضْعِيفُ ثَوَابِ الْأَعْمَالِ بِالْحَسَنَةِ عَشْرَ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةٍ ضِعْفٍ، وَزِيَادَةٌ عَلَى ذَلِكَ أَيْضًا وَيَشْمَلُ مَا يُعْطِيهِمُ اللَّهُ فِي الْجَنَانِ مِنَ الْقُصُورِ وَالْحُورِ وَالرِّضَا عَنْهُمْ، وَمَا أَخْفَاهُ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ، وَأَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ وَأَعْلَاهُ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِهِ الْكَرِيمِ، فَإِنَّهُ زِيَادَةٌ أَعْظَمُ مِنْ جَمِيعِ مَا أُعْطُوهُ، لَا يَسْتَحِقُّونَهَا بِعَمَلِهِمْ، بَلْ بِفَضْلِهِ وَرَحْمَتِهِ .

”زیادہ“ سے مراد، ایک نیکی کو دس سے ستر درجے تک بڑھا دینا ہے، اس سے بھی بڑھ کر جنت کے محل، حور، رضائے الہی اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہے، جو اللہ نے اہل جنت کے لئے چھپا رکھا ہے، اس سے بھی افضل و اعلیٰ اللہ کے کریم چہرے کا دیدار ہے۔ یہی وہ انعام ہے جو اللہ کی انہیں عطا کردہ تمام نعمتوں سے افضل ہوگا۔ کوئی یہ نعمت اپنے اعمال کے بل بوتے پر حاصل نہیں کر



سکتا، بل کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ہی نصیب ہوگی۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۶۲، ت: سلامة)

نیز فرماتے ہیں:

وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ صُهَيْبِ بْنِ سِنَانِ الرُّومِيِّ  
أَنَّهَا النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ اللَّهِ الْكَرِيمِ .

”صحیح مسلم میں سیدنا صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے کہ اس سے مراد اللہ کریم کے چہرے کا دیدار ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۷/۴۰۷)

### دلیل نمبر ③:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾ (المطففين: ۱۵)

”خبردار! یہ لوگ روزِ قیامت دیدارِ الہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔“

سنی مفسر، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۰۰-۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَالَ الْإِمَامُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الشَّافِعِيُّ: فَهَذِهِ الْآيَةُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ  
الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَئِذٍ . وَهَذَا الَّذِي قَالَهُ الْإِمَامُ  
الشَّافِعِيُّ، رَحِمَهُ اللَّهُ، فِي غَايَةِ الْحُسْنِ، وَهُوَ اسْتِدْلَالٌ  
بِمَفْهُومِ هَذِهِ الْآيَةِ، كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ مَنْطُوقُ قَوْلِهِ: ﴿وُجُوهٌ

يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ. إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿الْقِيَامَةِ ٢٢، ٢٣﴾. وَكَمَا دَلَّتْ عَلَىٰ ذَٰلِكَ الْأَحَادِيثُ الصَّحَاحُ الْمُتَوَاتِرَةُ فِي رُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ رَبَّهُمْ عَزَّ وَجَلَّ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ، رُؤْيَا بِالْأَبْصَارِ فِي عَرَصَاتِ الْقِيَامَةِ، وَفِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ الْفَاخِرَةِ.

”ابو عبد اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیت دلالت کناں ہے کہ روز قیامت مومن اللہ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول حسن استدلال کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے، جو کہ اس آیت کا مفہوم ہے، جب کہ اسی مفہوم کا منطوق یہ قرآنی آیت ہے: ﴿وَجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ. إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و باروق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔) صحیح متواتر احادیث بھی اسی مفہوم کو بیان کرتی ہیں کہ روز آخرت مومن اللہ کا دیدار کریں گے، نیز یہ دیدار قیامت کی ہولناکیوں اور جنت کے شاندار باغیچوں میں آنکھوں کے ساتھ ہوگا۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۳۵۱/۸)

امام ابوبکر، عبد اللہ بن زبیر حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قِيلَ لِسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ: إِنَّ بَشَرًا الْمَرِيَّيَّ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يُرَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ الدُّوَيْبَةَ أَلَمْ تَسْمَعْ إِلَى قَوْلِهِ ﴿كَأَلَا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾ (المطففين: ۱۵) فَإِذَا احْتَجَبَ عَنِ الْأَوْلِيَاءِ، وَالْأَعْدَاءِ، فَأَيُّ

فَضْلٍ لِلْأَوْلِيَاءِ عَلَى الْأَعْدَاءِ؟

”سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ بشر مریسی کہتا کہ روز قیامت باری تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا، فرمایا: اللہ دویبہ کو تباہ و برباد کرے، کیا اس نے اللہ کا فرمان نہیں پڑھا؟ ﴿كَلاَّ إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمْ حُجُّوْا﴾ (خبردار! روز قیامت یہ لوگ دیدارِ الہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) اگر اولیائے الہی بھی محروم ہوں گے، تو دشمنوں پر ان کی فضیلت کیسی؟“

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء لأبی نعیم الأصبہانی : ۲۹۷/۷، تاریخ بغداد للخطیب : ۶/۶۵، وسندہ صحیح)

ایک شخص روز قیامت دیدارِ الہی کا منکر تھا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو اس کا علم ہوا، تو شدید غصے میں آگئے اور فرمانے لگے:

مَنْ قَالَ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يُرَى فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ كَفَرَ، عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَغَضَبُهُ مَنْ كَانَ مِنَ النَّاسِ أَلَيْسَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ﴾ (القیامۃ : ۲۳) وَقَالَ تَعَالَى : ﴿كَلاَّ إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمْ حُجُّوْا﴾ (المطففين : ۱۵)، هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللَّهَ تَعَالَى .

”جو قیامت کے دن اللہ کے دیدار کا منکر ہو، وہ کوئی بھی ہو، (پکا) کافر ہے۔ اس پر اللہ کی لعنت اور غضب ہو۔ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا؟ ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ﴾ اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و باروق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔“ (نیز فرمایا:) ﴿كَلاَّ إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمْ حُجُّوْا﴾

رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿﴾ (خبردار! روز قیامت یہ لوگ دیدارِ الہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) یہ دلیل ہے کہ مومنوں کو دیدارِ الہی نصیب ہوگا۔“  
(الشریعة للأجری: ۹۸۶/۲، وسندہ صحیح)

عمر بن ابی سلمہ، تمیمی، ابو حفص، دمشقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ يَقُولُ: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ﴾ (القيامة: ۲۳) قَوْمٌ يَقُولُونَ إِلَىٰ ثَوَابِهِ. قَالَ مَالِكٌ: كَذَبُوا فَأَيْنَ هُمْ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (المُطَفِّفِينَ: ۱۵).

”ایک گروہ کہا کرتا تھا کہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ﴾. إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ ﴿﴾ اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و باروق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔، سے صرف ثواب مراد ہے، میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ یہ جھوٹے اللہ کے اس فرمان کا کیا جواب دیں گے؟ ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (خبردار! روز قیامت یہ لوگ دیدارِ الہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔)“

(حِلْيَةُ الْأَوْلِيَاءِ لِأَبِي نَعِيمِ الْأَصْبَهَانِيِّ: ۳۲۶/۶، وسندہ صحیح)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (م: ۳۵۴ھ) لکھتے ہیں:

هَذِهِ الْأَخْبَارُ فِي الرُّؤْيَةِ يَدْفَعُهَا مَنْ لَيْسَ الْعِلْمُ صِنَاعَتَهُ، وَغَيْرُ مُسْتَحِيلٍ أَنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَلَا يُمَكِّنُ الْمُؤْمِنِينَ الْمُخْتَارِينَ مِنْ عِبَادِهِ مِنَ النَّظَرِ إِلَىٰ رُؤْيَيْهِ، جَعَلَنَا اللَّهُ مِنْهُمْ

بِفَضْلِهِ حَتَّى يَكُونَ فَرْقًا بَيْنَ الْكُفَّارِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْكِتَابِ  
يَنْطِقُ بِمِثْلِ السُّنَنِ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا سَوَاءً قَوْلُهُ جَلَّ وَعَلَا ﴿كَلَّا  
إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾ (المطففين: ١٥) فَلَمَّا أَثَبَتَ  
الْحِجَابَ عَنْهُ لِلْكَفَّارِ دَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ غَيْرَ الْكُفَّارِ لَا  
يُحْجَبُونَ عَنْهُ، فَأَمَّا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَلَا خَلَقَ  
الْخَلْقَ فِيهَا لِلْفَنَاءِ فَمُسْتَحِيلٌ أَنْ يُرَى بِالْعَيْنِ الْفَانِيَةِ الشَّيْءَ  
الْبَاقِيَّ، فَإِذَا أَنْشَأَ اللَّهُ الْخَلْقَ، وَبَعَثَهُمْ مِّنْ قُبُورِهِمْ لِلْبَقَاءِ فِي  
إِحْدَى الدَّارَيْنِ غَيْرُ مُسْتَحِيلٍ حِينَئِذٍ أَنْ يُرَى بِالْعَيْنِ الَّتِي  
خُلِقَتْ لِلْبَقَاءِ فِي الدَّارِ الْبَاقِيَةِ الشَّيْءَ الْبَاقِيَّ لَا يُنْكَرُ هَذَا  
الْأَمْرَ إِلَّا مَنْ جَهَلَ صِنَاعَةَ الْعِلْمِ، وَمَنْعَ بِالرَّأْيِ الْمُنْكَوسِ  
وَالْفَيَّاسِ الْمُنْحُوسِ .

”رُؤیت الہی کی بابت مروی روایات کا وہی منکر ہو سکتا ہے، جس کا علم نام کی  
چیز سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مختار مومن بندوں کو اپنی  
طرف دیکھنے کی طاقت عطا فرمادیں، اللہ ہمیں بھی ان میں شامل فرمادے۔  
یوں کفار اور مومنین کے درمیان فرق ہو جائے، جس طرح احادیث مالک  
ذوالجلال کے دیدار پر دلالت کناں ہیں اسی طرح قرآن میں بھی ہے: ﴿كَلَّا  
إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾ (خبردار! روز قیامت یہ لوگ دیدار  
الہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) قرآن کہہ رہا ہے کہ کفار دیدار خداوندی

سے محروم ہوں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کفار نہیں، وہ دیدار الہی سے محروم نہیں ہوں گے، جہاں تک دنیا میں رویت باری تعالیٰ کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مخلوق کو فنا ہونے کے لیے پیدا کیا، لہذا محال ہے کہ فانی آنکھ ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والی ذات (اللہ) کو دیکھ لے، البتہ جس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ پیدا کرے گا اور جنت یا جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لئے انسانوں کو قبروں سے اٹھائے گا تو ممکن ہوگا کہ ہمیشہ رہنے والی آنکھ ہمیشہ رہنے والے خدا کو دیکھ پائے اور یہ عین ممکن ہے، اس کا انکار تو علم سے محروم لوگ ہی کر سکتے ہیں اور وہی کر سکتے ہیں، جو مردود رائے اور مخوس قیاس کی بنیاد پر علم جی کو ٹھکرا دیتے ہوں۔“

(صحیح ابن حبان: ۴۷۷/۱۶، ۴۷۸)

امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ الْبَيَانِ أَنَّ رُؤْيَا اللَّهِ الَّتِي يَخْتَصُّ بِهَا أَوْلِيَائُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هِيَ الَّتِي ذَكَرَ فِي قَوْلِهِ: ﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ. إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القيامة: ۲۳) وَيُفَضَّلُ بِهَذِهِ الْفَضِيلَةِ أَوْلِيَائُهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيُحْجَبُ جَمِيعُ أَعْدَائِهِ عَنِ النَّظَرِ إِلَيْهِ مِنْ مُشْرِكٍ وَمُتَهَوِّدٍ وَمُنَاصِرٍ وَمُتَمَجِّسٍ وَمُنَافِقٍ، كَمَا أَعْلَمَ فِي قَوْلِهِ ﴿كَلاَّ إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾ (المطففين: ۱۵) وَهَذَا نَظَرُ أَوْلِيَائِ اللَّهِ إِلَى خَالِقِهِمْ جَلَّ ثَنَاؤُهُ بَعْدَ دُخُولِ أَهْلِ



الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلِ النَّارِ النَّارَ، فَيَزِيدُ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ كَرَامَةً  
وَأِحْسَانًا إِلَى إِحْسَانِهِ تَفَضُّلاً مِنْهُ، وَجُودًا بِإِذْنِهِ إِيَّاهُمْ النَّظَرَ  
إِلَيْهِ وَيُحَجِّبُ عَنْ ذَلِكَ جَمِيعُ أَعْدَائِهِ.

”اس بات کا بیان کہ روز قیامت اولیاء اللہ کے لئے رویت الہی کا انتظام کیا  
گیا ہے، قرآن کہتا ہے: ﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ. إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ اس  
روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے  
ہوں گے۔ یہ فضیلت اللہ کے مومن دوستوں کے لئے ہے، اللہ کے دشمن مثلاً  
یہودی، نصرانی، مجوسی اور منافق اس سے محروم کر دیئے جائیں گے، جیسا کہ  
قرآن کہتا ہے: ﴿كَأَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّحْجُوبُونَ﴾ (خبردار!  
روز قیامت یہ لوگ دیدار الہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) یہ دیدار تب ہو  
گا، جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو  
اپنے خاص فضل و کرم اور جود و سخا کرتے ہوئے اپنا دیدار عطا فرمائیں گے،  
جس سے تمام دشمنان الہی محروم کر دیئے جائیں گے۔“

(کتاب التوحید وإثبات صفات الرب عز وجل: ۴۱/۲)

شیخ الاسلام، المجاہد، الامام، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (م: ۱۸۱ھ) اللہ تعالیٰ کے فرمان  
﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا﴾ (سورة الكهف: ۱۱۰) کی تفسیر  
میں فرماتے ہیں:

مَنْ أَرَادَ النَّظَرَ إِلَىٰ وَجْهِ خَالِقِهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا، وَلَا  
يُخْبِرُ بِهِ أَحَدًا.

”جو اپنے خالق کے چہرے کا دیدار چاہتا ہے، وہ عمل صالح کرے اور کسی کو اس کی خبر نہ دے۔“

(الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب السلف وأصحاب الحديث للبيهقي، ص: ۱۲۷، وسنده حسن)

## حدیثی دلائل

### دلیل نمبر ①:

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيَكَلِّمُهُ رَبُّهُ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمانٌ، وَلَا حِجَابٌ يَحْجُبُهُ.

”آپ سب سے عن قریب اللہ تعالیٰ ہم کلام ہونے والے ہیں، اس طرح کہ آپ کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان یا حجاب نہیں ہوگا۔“

(صحیح البخاری: ۷۴۴۳، صحیح مسلم: ۱۰۱۶)

### دلیل نمبر ②:

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تَضَامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَغْلِبُوا

عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوبِ  
الشَّمْسِ، فَافْعَلُوا.

”ہم نبی کریم ﷺ کی محفل میں بیٹھے تھے کہ اچانک آپ نے چودھویں کے  
چاند کی جانب دیکھا اور فرمایا: آپ اپنے رب کو اسی طرح دیکھیں گے، جس  
طرح یہ چاند دیکھ رہے ہیں اور رب تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی،  
اگر آپ نماز عصر اور نماز فجر کو وقت پر ادا کرنے کی استطاعت پاتے ہیں، تو ایسا  
کرتے رہیں۔“

(صحیح البخاری: ۷۴۳۴، صحیح مسلم: ۶۳۳)

صحیح بخاری (۷۴۳۵) میں روایت ہے:

إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا.

”آپ اپنے رب کو رو برو دیکھیں گے۔“

روایت کی تشبیہ روایت کے ساتھ ہے۔ یعنی جس طرح حقیقت میں اپنی آنکھوں سے  
چاند دیکھتے ہیں، اسی طرح مومن روز قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گا۔

دلیل نمبر ③:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ أَنَسٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ :

هَلْ تُضَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا : لَا يَا

رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ : هَلْ تُضَارُونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ

دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوا: لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ.

”صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا روز قیامت ہم اللہ کو دیکھیں گے؟ فرمایا: مطلع صاف ہو، تو کیا آپ کو سورج دیکھنے میں کوئی دقت محسوس ہوتی ہے؟ عرض کیا: نہیں، اللہ کے رسول!، فرمایا: مطلع صاف ہو، تو کیا آپ چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی مشقت اٹھاتے ہیں؟ عرض کیا: جی نہیں، اللہ کے رسول! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپ اللہ کو روز قیامت اسی طرح دیکھیں گے۔“

(صحیح البخاری: ۶۵۷۳، صحیح مسلم: ۱۸۲)

امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام رضی اللہ عنہ (۱۵۰-۲۲۳ھ) فرماتے ہیں:

وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ فِي الرُّؤْيَةِ هِيَ عِنْدَنَا حَقٌّ، حَمَلَهَا الثَّقَاتُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ، غَيْرَ أَنَّا إِذَا سُئِلْنَا عَنْ تَفْسِيرِهَا لَا نَفْسِرُهَا وَمَا أَذْرَكْنَا أَحَدًا يُفْسِرُهَا.

”ہم روایت باری تعالیٰ کی ان احادیث کو حق مانتے ہیں، یہ فرامین ثقہ راویوں کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں، البتہ ہم ان کی تفسیر نہیں کرتے، نہ ہی ہم نے کسی کو ان کی تفسیر کرتے دیکھا ہے۔“

(الأسماء والصفات للبيهقي: ۱۹۶/۲، وسندہ صحیح)

امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ (۱۰۷-۱۹۸ھ) روز قیامت دیدار الہی کی احادیث بارے فرماتے ہیں:

حَقُّ عَلَى مَا سَمِعْنَاهَا مِمَّنْ نَثِقُ بِهِ .

”ثقہ رواۃ کی بیان کردہ یہ احادیث حق ہیں۔“

(التصديق بالنظر إلى الله تعالى في الآخرة للآجري، ص : ٤٢، ٤٣، الشريعة للآجري : ٩٨٤/٢، سير أعلام النبلاء للذهبي : ٤٦٦/٨، وسنده صحيح)

ثقہ امام عابد، زاہد، اسود بن سالم، ابو محمد، بغدادی رحمہ اللہ (م: ٢١٣ھ) روایت باری تعالیٰ کے متعلق احادیث کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هَذِهِ الْأَثَارُ الَّتِي تُرَوَّى فِي مَعَانِي النَّظَرِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى  
وَنَحْوِهَا مِنَ الْأَخْبَارِ؟ فَقَالَ : نَحْلِفُ عَلَيْهَا بِالطَّلَاقِ  
وَالْمَشْيِ .

”روایت باری تعالیٰ کی یہ احادیث و آثار اگر درست نہ ہوں، تو قسم سے ہماری بیویوں کو طلاق ہے، وہ چلتی نہیں۔“

(الشريعة للآجري : ٩٨٤/٢، وسنده صحيح)

شارح صحیح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (١٣١-١٤٢ھ) لکھتے ہیں:

إِعْلَمَنَّ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ بِأَجْمَعِهِمْ أَنَّ رُؤْيَا اللَّهِ تَعَالَى  
مُمْكِنَةٌ غَيْرُ مُسْتَحِيلَةٍ عَقْلًا وَأَجْمَعُوا أَيْضًا عَلَى وَقُوعِهَا فِي  
الْآخِرَةِ وَأَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللَّهَ تَعَالَى دُونَ الْكَافِرِينَ  
وَزَعَمَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْبِدْعِ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْخَوَارِجِ وَبَعْضُ  
الْمُرْجِنَةِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِهِ وَأَنَّ رُؤْيَاهُ

مُسْتَحِيلَةً عَقْلًا وَهَذَا الَّذِي قَالُوهُ خَطَأً صَرِيحٌ وَجَهْلٌ قَبِيحٌ  
وَقَدْ تَطَاهَرَتْ أَدِلَّةُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ فَمَنْ  
بَعْدَهُمْ مِّنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ عَلَى إِبْتِثَاتِ رُؤْيَا اللَّهِ تَعَالَى فِي  
الْآخِرَةِ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَوَاهَا نَحْوُ مِائَةِ عَشْرِينَ صَحَابِيًّا عَنْ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيَّاتُ الْقُرْآنِ فِيهَا  
مَشْهُورَةٌ.

”یادر ہے! اہل سنت کا مذہب ہے کہ اللہ کا دیدار عقلاً ممکن ہے، ناممکن نہیں۔  
اہل سنت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ دیدار روز قیامت ہی ہوگا اور مومنوں ہی کو  
ہوگا، نہ کہ کافروں کو۔ اہل بدعت (یعنی) معتزلہ، خوارج اور بعض مرجیہ کا کہنا  
ہے کہ مخلوق میں کوئی بھی اللہ کو دیکھ نہیں سکتا، اللہ کی رویت عقلاً محال ہے۔ یہ  
واضح خطا اور قبیح جہالت ہے۔ کتاب و سنت اور اجماع صحابہ و تابعین سے  
روایت باری تعالیٰ کا اثبات ہوتا ہے۔ اس مضمون کو رسول اللہ ﷺ سے تقریباً  
بیس صحابہ نے بیان کیا ہے اور اس بارہ میں آیات قرآنیہ تو مشہور ہیں۔“

(شرح صحیح مسلم: ۱۵/۳)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا رُؤْيَا اللَّهِ عَيْنَانَا فِي الْآخِرَةِ : فَأَمْرٌ مُّتَقَيَّنٌّ، تَوَاتَرَتْ بِهِ  
النُّصُوصُ.

”آخرت میں اللہ کا دیدار، وہ بھی اس کے رو برو ایک یقینی امر ہے، متواتر

نصوص اس پر دلالت کتناں ہیں۔

(سیر أعلام النبلاء: ۱۶۷/۲)

نیز فرماتے ہیں:

وَالْمُعْتَزِلَةُ تَقُولُ: لَوْ أَنَّ الْمُحَدِّثِينَ تَرَكَوا أَلْفَ حَدِيثٍ فِي الصِّفَاتِ وَالْأَسْمَاءِ وَالرُّؤْيَا وَالنُّزُولِ، لَأَصَابُوا.

”معتزلہ کا زعم باطل ہے کہ محدثین اسماء و صفات، رویت باری تعالیٰ اور نزول باری تعالیٰ کی ہزار احادیث چھوڑ دیتے، تو راہ صواب پا جاتے۔“

(سیر أعلام النبلاء: ۴۵۵/۱۰)

امام ابو بکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (م: ۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل: ۴۴) وَكَانَ مِمَّا بَيَّنَّهَ لِأُمَّتِهِ فِي هَذِهِ الْآيَاتِ: أَنَّهُ أَعْلَمَهُمْ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ: إِنَّكُمْ تَرَوْنَ رَبَّكُمْ تَعَالَى رَوَى عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِّنْ صَحَابَتِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَقَبِلَهَا الْعُلَمَاءُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ الْقَبُولِ كَمَا قَبِلُوا عَنْهُمْ عِلْمَ الطَّهَارَةِ وَالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ وَالْحَجِّ وَالْجِهَادِ وَعِلْمَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ كَذَا قَبِلُوا مِنْهُمْ الْأَخْبَارَ: أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَشْكُونَ فِي ذَلِكَ ثُمَّ قَالُوا: مَنْ رَدَّ هَذِهِ الْأَخْبَارَ فَقَدْ كَفَرَ.

”اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ سے فرماتے ہیں: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (ہم نے آپ پر ذکر (حدیث) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وحی الہی کے مفہیم و مطالب سمجھا دیں، شاید یہ لوگ تفکر کی عادت اپنالیں۔) نبی کریم ﷺ نے امت کو قرآن کے جو مفہیم و مطالب سمجھائے ہیں، ان میں بہت سی احادیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو باخبر کیا کہ آپ اپنے رب کو دیکھیں گے۔ یہ تفسیر نبی مکرم ﷺ سے کئی صحابہ نے بیان کی ہے۔ صحابہ سے علماء اہل سنت جیسے حاصل کرنے کا حق تھا، حاصل کیا۔ جیسے مسلمانوں نے صحابہ سے طہارت، نماز، حج، روزہ، زکوٰۃ، جہاد اور حلال و حرام کا علم حاصل کیا، ایسے ہی انہوں نے یہ احادیث بھی صحابہ سے حاصل کیں ہیں کہ مومنین روز قیامت اللہ کا دیدار کریں گے۔ اہل سنت اس میں ذرہ برابر شک نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ ان احادیث کا انکار کرنے والا کافر ہے۔“

(الشریعة: ۹۷۶/۲)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

النَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَعْيُنِهِمْ .  
 ”روز قیامت (مومن) لوگ اللہ تعالیٰ کا دیدار چشم خود کریں گے۔“

(الشریعة للآجری: ۵۷۴، وسندہ صحیح)

## شبہات اور ان کا ازالہ

رویت باری تعالیٰ کے منکرین، اپنی اس ضلالت و جہالت کو ثابت کرنے کے لیے





کچھ شبہات پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں ان شبہات کا ذکر اور ان کے طریقہ استدلال کا ضعف و جہالت پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہوں:

### شبہ نمبر ①:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ﴾ (سورة الأنعام: ۱۰۳)  
 ”آنکھ اس (اللہ) کا ادراک نہیں کر سکتی، جب کہ وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔“

امام الائمہ، ابوبکر ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فَاسْمَعُوا الْآنَ خَبْرًا ثَابِتًا صَحِيحًا مِّنْ جِهَةِ النِّقْلِ يَدُلُّ عَلَى  
 أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ خَالِقَهُمْ جَلَّ ثَنَاؤُهُ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَنَّهُمْ لَا  
 يَرَوْنَهُ قَبْلَ الْمَمَاتِ .

”چلئے، اب باسند صحیح ثابت حدیث سنئے، جو دلالت کتاں ہے کہ مومنین مرنے  
 کے بعد ہی اپنے خالق کو دیکھیں گے، موت سے پہلے نہیں دیکھ سکتے۔“

(کتاب التوحید وإثبات صفات الرب عز وجل: ۴۵۸/۲)

نبی کریم ﷺ نے خطبہ میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ وَهُوَ أَعْوَرُ، وَرَبُّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرُ، وَلَنْ تَرَوْا  
 رَبَّكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا .

”دجال مومن سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، حالاں کہ وہ کانٹا ہوگا، یاد

رکھے گا کہ آپ کا رب کا نام نہیں ہے اور آپ قیامت سے پہلے اللہ کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔“

(السنة لابن أبي عاصم: ٤٨، كتاب التوحيد لابن خزيمة: ٤٥٩/٢، وسنده حسن)

الامام، العلامة، الحافظ، الثبت، اسماعيل بن عليہ رحمہ اللہ (م: ١٩٣ھ) اس آیت کی تفسیر

میں لکھتے ہیں:

هَذَا فِي الدُّنْيَا.

”یہ دنیا کی بابت کہا جا رہا ہے۔“

(تفسیر ابن أبي حاتم: ١٣٦٣/٤، وسنده صحيح)

سنی مفسر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٤٠٠-٤٤٢ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ آخَرُونَ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ أَيُّ : جَمِيعُهَا، وَهَذَا

مُخَصَّصٌ بِمَا ثَبَتَ مِنْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ لَهُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ

وَقَالَ آخَرُونَ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ بِمُقْتَضَى مَا فَهَمُوهُ مِنَ الْآيَةِ :

إِنَّهُ لَا يُرَى فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ فَخَالَفُوا أَهْلَ السُّنَّةِ

وَالْجَمَاعَةَ فِي ذَلِكَ، مَعَ مَا ارْتَكَبُوهُ مِنَ الْجَهْلِ بِمَا ذَلَّ عَلَيْهِ

كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ . أَمَّا الْكِتَابُ، فَقَوْلُهُ تَعَالَى : ﴿وُجُوهُ

يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ . إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (الْقِيَامَةِ : ٢٢-٢٣) وَقَالَ تَعَالَى

عَنِ الْكَافِرِينَ : ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾

(المُطَفِّفِينَ : ۱۵)

”ایک گروہ کہتا ہے کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ کا مطلب ہے کہ کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکتا، حالاں کہ اس آیت کی تخصیص ہو جاتی ہے، جیسا کہ روز قیامت مومنوں کا دیدار الہی سے محفوظ ہونا ثابت ہے۔ معزلہ کا ایک گروہ اس آیت سے یہ مفہوم اخذ کرتا ہے کہ دنیا و آخرت کہیں بھی اللہ کا دیدار نہیں ہوگا۔ انہوں نے قرآن و سنت کی نصوص سے جہالت کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ، اہل سنت کی بھی مخالفت کی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ۖ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و باروق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کافروں سے فرماتے ہیں: ﴿كَأَلَا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَّحْجُوبُونَ﴾ خبردار! یہ لوگ روز قیامت دیدار الہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۰۹)

ادراک کی نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی، ہم سورج کو دیکھتے ہیں، ادراک کے اعتبار سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

امام اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمہ رحمہ اللہ، صدی کوئی (م: ۱۲۷ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَا يَرَاهُ شَيْءٌ وَهُوَ يَرَى الْخَلَائِقَ .

”اے کوئی چیز نہیں دیکھ سکتی، جب کہ وہ تمام مخلوقات کو دیکھتا ہے۔“

(تفسیر الطبری: ۹/۴۶۲، وسندہ حسن)

## شبہ نمبر ۲:

قرآن مجید میں ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کی درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَنْ تَرَانِي﴾ (سورة الأعراف: ۱۴۳)

”موسیٰ! آپ مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔“

احادیث میں دیدارِ الہی کا ثبوت ہے اور قرآن کی اس آیت میں نفی ہو رہی ہے۔ منکرینِ حدیث اس تعارض کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ احادیث صحیح نہیں، بالفرض انہیں صحیح مان لیا جائے تو اس سے مراد علم ہے، نہ کہ دیدارِ الہی، بطور دلیل وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (سورة النور: ۲۴)

”آپ کے علم میں نہیں کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔“

ہمارا جوابی بیانیہ یہ ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں، ان کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ قرآن نے جس دیدارِ الہی کی نفی کی ہے، اس کا تعلق دنیا سے ہے۔ حدیث میں جس کا اثبات ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے، یعنی دنیا میں کوئی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنا دیدار کرائے گا۔ تعارض ختم ہوا۔ یہاں روایت کی تعبیر علم سے کرنا قرآن و

حدیث اور صحابہ و تابعین کے متفقہ فہم کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ. إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (سورة القيامة ۲۲-۲۳)  
 ”اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و باروق ہوں گے، اپنے رب کی طرف  
 دیکھتے ہوں گے۔“

نظر کی نسبت چہرے کی طرف کی گئی ہے، جو کہ آنکھوں کا محل ہے، اس کو ”الی“ کے  
 ساتھ متعدی کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ رویت بصری ہوگی، نہ کہ قلبی۔ یہ اہل جنت پر اللہ  
 تعالیٰ کا احسان عظیم ہوگا اور جو منکر ہوگا، وہ اس سے محروم رہے گا۔  
 علامہ ابن قتیبہ دینوری رحمہ اللہ (۲۱۳-۲۷۶ھ) لکھتے ہیں:

فِي قَوْلِ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ﴾ أَيْبُنُ  
 الدَّلَالَةِ عَلَىٰ أَنَّهُ يُرَىٰ فِي الْقِيَامَةِ. وَلَوْ كَانَ اللَّهُ تَعَالَىٰ لَا يُرَىٰ  
 فِي حَالٍ مِّنَ الْأَحْوَالِ، وَلَا يَجُوزُ عَلَيْهِ النَّظَرُ لَكَانَ مُوسَىٰ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ خَفِيَ عَلَيْهِ مِنْ وَصْفِ اللَّهِ تَعَالَىٰ مَا عَلِمُوهُ.  
 ”سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اس بات ﴿رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ﴾ (اللہ میں آپ کو  
 دیکھنا چاہتا ہوں۔) میں واضح دلالت موجود ہے کہ روز قیامت اللہ کا دیدار  
 ہوگا۔ اگر اللہ کا دیدار کسی صورت بھی ممکن نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنا بھی ممکن  
 نہیں تھا، تو لازم آتا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کا وہ وصف مخفی رہ گیا، جو ان جہانوں

نے جان لیا ہے۔“

(تاویل مختلف الحدیث، ص: ۲۹۹)

شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۶۹۱-۷۷۱ھ) لکھتے ہیں:

الَّذِي عَلَيْهِ جُمُهورُ السَّلَفِ أَنَّ مَنْ جَحَدَ رُؤْيَا اللَّهِ فِي الدَّارِ  
الْآخِرَةِ فَهُوَ كَافِرٌ.

”جمہور سلف یہی کہتے ہیں کہ آخرت میں رویتِ باری تعالیٰ کا منکر کافر ہے۔“

(مجموع الفتاویٰ: ۶/۴۸۶)

شیخ الاسلام، ثانی عالم ربانی، علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (۶۹۱-۷۷۱ھ) لکھتے ہیں:

وَهِيَ الْغَايَةُ الَّتِي شَمَّرَ إِلَيْهَا الْمُشْمِرُونَ وَتَنَافَسَ فِيهَا  
الْمُتَنَافِسُونَ وَتَسَابَقَ إِلَيْهَا الْمُتَسَابِقُونَ وَلِمِثْلِهَا فَلْيَعْمَلِ  
الْعَامِلُونَ، إِذَا نَالَ أَهْلُ الْجَنَّةِ نُسُومًا هُمْ فِيهِ مِنَ  
النَّعِيمِ، وَحَرْمَانُهُ وَالْحِجَابُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْجَحِيمِ أَشَدُّ عَلَيْهِمْ  
مِّنْ عَذَابِ الْجَحِيمِ، اتَّفَقَ عَلَيْهَا الْأَنْبِيَاءُ وَالْمُرْسَلُونَ  
وَجَمِيعُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعُونَ وَائِمَّةُ الْإِسْلَامِ عَلَى تَنَابُعِ  
الْقُرُونِ وَأَنْكَرَهَا أَهْلُ الْبِدْعِ الْمَارِقُونَ وَالْجَهْمِيَّةُ الْمُتَهَوِّكُونَ  
وَالْفِرْعَوْنِيَّةُ الْمَعْطِلُونَ وَالْبَاطِنِيَّةُ الَّذِينَ هُمْ مِنْ جَمِيعِ  
الَّذِينَ مُنْسَلِحُونَ وَالرَّافِضَةُ الَّذِينَ هُمْ بِحَبَائِلِ الشَّيْطَانِ

مُتَمَسِّكُونَ وَمِنْ حَبْلِ اللَّهِ مَنَقَطْعُونَ وَعَلَى مَسْبَةِ أَصْحَابِ  
رَسُولِ اللَّهِ عَاكِفُونَ وَلِلْسَنَةِ وَأَهْلِهَا مُحَارِبُونَ وَلِكُلِّ عَدُوٍّ لِلَّهِ  
وَرَسُولِهِ وَدِينِهِ مُسَالِمُونَ، وَكُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ رَبِّهِمْ مَحْجُوبُونَ  
وَعَنْ بَابِهِ مَطْرُودُونَ أُولَئِكَ أَحْزَابُ الضَّالِّينَ وَشِيعَةُ اللَّعِينِ  
وَأَعْدَاءُ الرَّسُولِ.

”دیدار الہی وہ مقصود ہے، جس کے لئے مستعد لوگ مستعد رہتے ہیں، ایک  
دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اعمال کا مقابلہ کرتے ہیں، نیکی کرنے والوں کو ایسے  
ہی نیکیاں کرنی چاہیے۔ جب یہ مقصود اہل جنت کو حاصل ہو جائے گا، تو وہ  
جنت کی تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ اہل جہنم کی اس سے محرومی ان پر جہنم  
کی سختیوں سے بھی گراں ہوگی۔ اس پر انبیائے کرام، صحابہ، تابعین اور ہر دور  
کے ائمہ اسلام کا اجماع ہے۔ اس کا انکار اہل بدعت مارقہ، حیرت زدہ جمہیہ،  
فرعونیہ معطلہ، تمام ادیان سے بیزار باطنیہ اور شیطان کی رسی میں تھامے  
ہوئے، اللہ کی رسی کو چھوڑے ہوئے، اصحاب رسول کو سب و شتم کا نشانہ بنانے  
والے، سنت اور اہل سنت کی عداوت و دشمنی مول لینے والے اور اللہ و رسول اور  
دین اسلام کے دشمنوں سے مصالحت کرنے والے رافضیوں نے کیا ہے۔  
(مذکورہ) یہ سب لوگ دیدار الہی سے محروم کر دئے جائیں گے اور اس کے در  
سے دھتکار دیئے جائیں گے۔ یہ گم راہی کی فوجیں ہیں۔ ملعون (شیطان)  
کے ساتھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں۔“

(حادی الأرواح إلى بلاد الأفراح، ص: ۲۸۵)

## تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان ان چھ ارکان میں سے ہے، جن کے بغیر آدمی مومن نہیں ہو سکتا، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ،  
وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ.

”اللہ، فرشتوں، کتب سماوی، رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لائیں اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائیں۔“

(صحیح مسلم: ۱)

تقدیر پر ایمان واجب ہے، اس پر دلائل ملاحظہ ہوں:  
فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (القمر: ۴۹)

”ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کے پاس تقدیر کے بارے بحث کرنے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُقُوا مَسَّ سَقَرٍ.



إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٨﴾ (القمر ٤٩)

”اس روزیہ لوگ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے اور (ان سے کہا جائے گا کہ) جہنم کا مزہ چکھو! ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔“

(صحیح مسلم: ۲۶۵۶)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَلِهَذَا يَسْتَدِلُّ بِهَذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ أَئِمَّةُ السُّنَّةِ عَلَى إِثْبَاتِ قَدْرِ اللَّهِ السَّابِقِ لِخَلْقِهِ، وَهُوَ عِلْمُهُ الْأَشْيَاءَ قَبْلَ كَوْنِهَا وَكَتَابَتُهُ لَهَا قَبْلَ بُرْئِهَا، وَرَدُّوا بِهَذِهِ الْآيَةِ وَبِمَا شَاكَلَهَا مِنَ الْآيَاتِ وَمَا وَرَدَ فِي مَعْنَاهَا مِنَ الْأَحَادِيثِ الثَّابِتَاتِ عَلَى الْفُرْقَةِ الْقَدَرِيَّةِ الَّذِينَ نَبَغُوا فِي أَوَاخِرِ عَصْرِ الصَّحَابَةِ.

”اسی لئے ائمہ سنت اس آیت سے اللہ کی تقدیر ثابت کرتے ہیں، جو کہ مخلوق کی تخلیق سے پہلے (ہی لکھی جا چکی) ہے۔ تقدیر نام ہے، تخلیق اور وجودِ اشیاء سے قبل ان کے بارے اللہ کے علم اور اسے لکھنے کا۔ ائمہ سنت اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات و احادیث کو فرقہ قدریہ کے خلاف دلیل بناتے ہیں، یہ فرقہ عہد صحابہ کے آخر میں معرض وجود میں آیا تھا۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۷/ ۴۵۷، ۴۵۸)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ

وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ.

’زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی، نیز فرمایا: اللہ کا عرش (ابھی) پانی پر تھا۔‘

(صحیح مسلم: ۲۶۵۳)

ابورجاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَدِيَّ بْنَ أَرْطَاةَ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ: إِنَّ قَبْلَنَا قَوْمًا يَقُولُونَ: لَا قَدَرَ، فَكُتِبَ إِلَيَّ بِرَأْيِكَ، وَكُتِبَ إِلَيَّ بِالْحُكْمِ فِيهِمْ فَكُتِبَ إِلَيْهِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عُمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى عَدِيَّ بْنِ أَرْطَاةَ أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالْإِقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ، وَاتَّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحَدِّثُونَ مِمَّا قَدْ جَرَتْ سُنَّتُهُ، وَكُفُّوا مُؤَنَّتَهُ، فَعَلَيْكُمْ بِزُيُومِ السُّنَّةِ، فَإِنَّ السُّنَّةَ إِنَّمَا سَنَّهَا مَنْ قَدْ عَرَفَ مَا فِي خِلَافِهَا مِنَ الْخَطَا وَالزَّلَلِ، وَالْحُمُقِ وَالتَّعَمُّقِ، فَارْضَ لِنَفْسِكَ مَا رَضِيَ بِهِ الْقَوْمُ لَأَنْفُسِهِمْ، فَإِنَّهُمْ عَنْ عِلْمٍ وَقَفُوا، وَبِصَرٍّ نَافِذٍ قَدْ كَفُّوا، وَلَهُمْ كَانُوا عَلَى كَشْفِ الْأُمُورِ أَقْوَى وَبِفَضْلِ لَوْ كَانَ فِيهِ أُخْرَى فَلَنْ قُلْتُمْ: أَمْرٌ حَدَثَ بَعْدَهُمْ، مَا أَحْدَثَهُ بَعْدَهُمْ إِلَّا

مَنْ اتَّبَعَ غَيْرَ سُنَّتِهِمْ، وَرَغِبَ بِنَفْسِهِ عَنْهُمْ، إِنَّهُمْ لَهُمُ  
السَّابِقُونَ، فَقَدْ تَكَلَّمُوا مِنْهُ بِمَا يَكْفِي، وَوَصَفُوا مِنْهُ مَا  
يَشْفِي، فَمَا دُونَهُمْ مُقَصِّرٌ، وَمَا فَوْقَهُمْ مُخْسِرٌ، لَقَدْ قَصَرَ  
عَنْهُمْ آخَرُونَ فَضَلُّوا وَإِنَّهُمْ بَيْنَ ذَلِكَ لَعَلَى هُدًى مُسْتَقِيمٍ  
كَتَبْتُ تَسْأَلُنِي عَنِ الْقَدْرِ؟ عَلَى الْخَيْرِ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى  
سَقَطَتْ، مَا أَحْدَثَ الْمُسْلِمُونَ مُحَدَّثَةً، وَلَا ابْتَدَعُوا بِدْعَةً  
هِيَ أَبْيَنُ أَمْرًا، وَلَا أَثَبْتُ مِنْ أَمْرِ الْقَدْرِ، وَلَقَدْ كَانَ ذِكْرُهُ فِي  
الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلَاءُ يَتَكَلَّمُونَ بِهِ فِي كَلَامِهِمْ، وَيَقُولُونَ بِهِ فِي  
أَشْعَارِهِمْ، يُعْزُونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ عَنْ مَصَائِبِهِمْ، ثُمَّ جَاءَ الْإِسْلَامُ  
فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا شِدَّةَ وَقُوعٍ، ثُمَّ ذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلَا حَدِيثَيْنِ وَلَا ثَلَاثَةٍ، فَسَمِعَهُ الْمُسْلِمُونَ  
مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكَلَّمُوا فِي حَيَاةِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبَعْدَ وَفَاتِهِ، يَقِينًا  
وَتَصَدِيقًا وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ وَتَضَعِيفًا لَأَنْفُسِهِمْ : أَنْ يَكُونَ  
شَيْءٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ لَمْ يُحِطْ بِهِ عِلْمُهُ، وَلَمْ يُحْصَ كِتَابُهُ وَلَمْ  
يَنْفُذْ فِيهِ قَدْرُهُ، فَلَيْتَ قُلْتُمْ : قَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ كَذَا  
وَكَذَا، وَلَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ كَذَا وَكَذَا؟ لَقَدْ قرأَ مِنْهُ مَا

قَدْ قَرَأْتُمْ، وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ، ثُمَّ قَالُوا بَعْدَ ذَلِكَ :  
 كُلُّهُ كِتَابٌ وَقَدَرٌ، وَكَتَبَ الشُّفُوعَ، وَمَا يُقَدَّرُ يَكُنْ، وَمَا شَاءَ  
 كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، وَلَا نَمْلِكُ لِأَنْفُسِنَا ضَرًّا وَلَا نَفْعًا،  
 ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذَلِكَ وَرَهَبُوا، كَتَبْتَ إِلَيَّ تَسْأَلُنِي الْحُكْمَ  
 فِيهِمْ، فَمَنْ أَوْتَيْتَ بِهِ مِنْهُمْ فَأَوْجَعُهُ ضَرْبًا، وَاسْتَوْدَعُهُ  
 الْحَبْسَ، فَإِنْ تَابَ مِنْ رَأْيِهِ السُّوءِ، وَإِلَّا فَاضْرِبْ عُنُقَهُ،  
 وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ .

”عدی بن ارطاة نے امام عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ہمارے ہاں  
 ایک گروہ تقدیر کا انکار کرتا ہے، آپ اپنی رائے اور ان کے متعلق حکم لکھ بھیجیں۔  
 امام عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جواباً خط لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المؤمنین  
 بندہ غریب، عمر کی طرف سے عدی بن ارطاة کی خدمت میں۔ اما بعد: جملہ قسم  
 کی تعریفات اللہ ہی کا خاصہ ہے، جس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ اما بعد! میں آپ کو  
 نصیحت کرتا ہوں کہ تقویٰ اختیار کیجئے، میانہ روی اختیار کیجئے، سنت نبوی کا  
 اتباع کیجئے، لوگوں نے بدعات گھڑ رکھی ہیں، حالاں کہ سنت کے ہوتے انہیں  
 بدعات کا بوجھ اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں تھی، آپ ان بدعات کو چھوڑ دیجیے۔  
 سنت کو سینے سے لگائیے، کیوں کہ انہیں اس ہستی (اللہ تعالیٰ یا محمد ﷺ) نے  
 جاری کیا ہے، جو جانتی تھی کہ اس کے علاوہ دوسرے راستے میں غلطی و خطا اور  
 حماقت اور تکلف ہی ہے۔ اپنے لیے وہی پسند کر لیں، جو سلف نے پسند کیا ہے،

کیوں کہ وہ علم پر مطلع ہوئے ہیں اور بصیرت کے ساتھ ہی کسی کام سے رکے ہیں۔ دینی امور کی حقیقت شناسی میں وہ زیادہ قوی تھے اور ہر فضیلت والے کام کے زیادہ لائق وہی تھے۔ اگر آپ کہیں کہ ان کے بعد کوئی نیا کام جاری ہو گیا ہے، تو ایسی حرکت وہی کر سکتا ہے، جو ان کے طریقے سے منحرف ہو جائے اور خود کو ان سے بے نیاز کر لے، جب کہ وہ سبقت والے ہیں، انہوں نے وہی بات کی ہے، جو کافی تھی اور اتنا ہی بیان کیا ہے، جتنا شافی تھا، لہذا جو عمل ان سے کم ہے، وہ تقصیر ہے اور جو بڑھا ہوا ہے، وہ گھٹا اور خسارہ ہے۔ بعد والوں نے ان کے عمل سے بے رخی بھرتی، تو گم راہی ان کا مقدر بن گئی، جب کہ صحابہ کرام جادہ مستقیم پر گامزن تھے۔ آپ نے تقدیر کی بابت سوال لکھا ہے، اللہ کے حکم سے آپ نے کسی باخبر آدمی سے پوچھا ہے۔ تقدیر کے مسئلے میں مسلمانوں نے کوئی نئی بات نہیں کی، نہ ہی یہ کوئی بدعت ہے، یہ تو واضح سی بات ہے اور تقدیر سے بڑھ واضح مسئلہ ہے ہی نہیں، اس کا ذکر تو جاہلیت کے لوگ بھی کیا کرتے تھے، وہ اپنی عام کلام اور شعری کلام میں اس کا ذکر کرتے رہے، نیز مصائب کے خلاف خود کو تسلی دیتے رہے۔ اسلام نے آکر مسئلہ تقدیر کو مزید مستحکم کر دیا، نبی کریم ﷺ نے صرف ایک دو باتیں نہیں، بل کہ بے شمار احادیث میں اس کا ذکر کیا۔ مسلمانوں (صحابہ کرام) نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی زبانی سنا اور خود بھی اس کا ذکر حیات نبوی اور بعد میں تصدیق کرتے ہوئے، رب تعالیٰ کی فرماں برداری میں اور خود کو کمزوری سمجھتے ہوئے کرتے رہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جن کا احاطہ ہمارا علم اور کتابت نہیں

کر سکتی اور نہ ہی وہ بساط میں ہے۔ اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں (نفی تقدیر پر) یہ یہ فرمایا ہے، تو (میں کہوں گا کہ) یہی آیات تم سے پہلے لوگوں (صحابہ) نے بھی پڑھی تھی، وہ ان کا درست مفہوم جان گئے، لیکن تم جاہل کے جاہل رہ گئے، ان سب آیات کے بعد وہ اسی کے قائل رہے کہ سب کچھ لوح محفوظ اور تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شقاوت لکھ دی ہے، جو تقدیر میں لکھا، وہ ہو کر رہے گا۔ جو اللہ چاہے، ہو جاتا ہے، جو نہ چاہے، نہیں ہوتا۔ ہم اپنے لیے نفع نقصان کے مالک نہیں۔ ان سب کے باوجود صحابہ کرام اعمال میں رغبت رکھتے تھے اور عذابات سے بچتے تھے۔ آپ نے پوچھا ہے کہ ان کے متعلق کیا حکم ہے؟ ان منکرین تقدیر میں سے آپ کو جو بھی ملے، اس کی کوڑھوں سے سیوہ کریں، پابند سلاسل کر دیں، اپنی بری رائے سے تائب ہو جائے، تو ٹھیک ہے، ورنہ سر قلم کر دیں۔ والسلام علیکم!“ چیک ترجمہ

(سنن أبي داود: ٤٦١٢، الشريعة للأجري: ٥٢٩، وسنده صحيح)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الدَّلِيلَةُ الْقَطْعِيَّاتُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَأَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلْفِ عَلَى إِبْطَالِ قَدَرِ اللَّهِ.

”کتاب وسنت اور صحابہ و فقہائے سلف و خلف کا اجماع تقدیر کے اثبات پر واضح دلالت کرتے ہیں۔“

(شرح صحيح مسلم: ١٥٥/٢)

حافظ ابن القيم رحمہ اللہ صحابہ و تابعین کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُمْ يُشْتَبُونَ قُدْرَةَ اللَّهِ عَلَى جَمِيعِ الْمَوْجُودَاتِ مِنَ الْأَعْيَانِ  
وَالْأَفْعَالِ وَمَشِيئَتِهِ الْعَامَّةِ وَيَنْزَهُونَهُ أَنْ يَكُونَ فِي مُلْكِهِ مَا لَا  
يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَلَا هُوَ وَاقِعٌ تَحْتَ مَشِيئَتِهِ وَيُشْتَبُونَ الْقَدَرَ السَّابِقَ  
وَأَنَّ الْعِبَادَ يَعْمَلُونَ عَلَى مَا قَدَرَهُ اللَّهُ وَقَضَاهُ وَفَرَغَ مِنْهُ وَأَنَّهُ  
لَا يَشَاوُنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَا يَفْعَلُونَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَشِيئَتِهِ  
وَأَنَّهُ مَا شَاءَ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا تَخْصِيصَ عِنْدَهُمْ  
فِي هَاتَيْنِ الْقَضِيَّتَيْنِ بَوَاجِهُ مِنَ الْوُجُوهِ، وَالْقَدَرُ عِنْدَهُمْ قُدْرَةُ  
اللَّهِ تَعَالَى وَعِلْمُهُ وَمَشِيئَتُهُ وَخَلْقُهُ، فَلَا يَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ فَمَا  
فَوْقَهَا إِلَّا بِمَشِيئَتِهِ وَعِلْمِهِ وَقُدْرَتِهِ .

”اہل سنت کے نزدیک تمام موجودات، اعیان یا افعال، سب پر اللہ کی  
تقدیر کا اثبات کرتے ہیں، نیز اللہ کی مشیت عامہ بھی ثابت مانتے ہیں۔ اس  
سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہیں کہ اس کی بادشاہت میں کوئی ایسی چیز ہو، جس  
پر اس کی مکمل قدرت نہ ہو اور اس کی مشیت کے تحت نہ ہو۔ اہل سنت سابقہ  
تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں، یہ بھی مانتے ہیں کہ بندے اللہ کی تقدیر کے موافق  
عمل کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں، جو اللہ کی مشیت میں ہو، وہی کرتے ہیں، جو  
اس کی مشیت میں ہو۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے، جسے وہ نہ چاہے، وہ  
نہیں ہو سکتا۔ یہ دو باتیں ایسی ہیں کہ اہل سنت کے ہاں ان میں کوئی اختلاف

نہیں ہو سکتا۔ اہل سنت کے ہاں تقدیر اللہ کی قدرت، مشیت اور اس کی تخلیق کا نام ہے۔ کوئی ذرہ یا اس سے بھی چھوٹی چیز اس کی مشیت، علم اور قدرت کے بغیر حرکت نہیں کر سکتی ہے۔“

(شفاء العلیل: ۱/۱۵۰، ۱۵۱)

## تقدیر پر ایمان کا اثبات:

① شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي أَوَاخِرِ عَصْرِ الصَّحَابَةِ حَدَّثَتْ بِدْعَةُ الْقَدَرِيَّةِ وَالْمُرْجِئَةِ، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَوَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ .

”عہد صحابہ کے آخر میں قدریہ اور مرجیہ کی بدعت ظہور پذیر ہوئی۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا جابر بن عبد اللہ اور سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم سمیت بہت سے کبار صحابہ کرام اور تابعین عظام نے ان کا رد کیا۔“

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية: ۱/۳۰۹)

② امام مطرف بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ الْخَيْرُ فِي كَفِّ أَحَدِنَا مَا اسْتَطَاعَ أَنْ يُفْرِغَهُ فِي قَلْبِهِ حَتَّى يَكُونَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي يُفْرِغُهُ فِي قَلْبِهِ .

”اگر ہم میں سے کسی کی مٹھی میں خیر ہو، تب بھی وہ اس وقت تک اپنے دل میں نہ ڈال پاتا، جب تک اللہ اس کے دل میں بھلائی نہ ڈال دیتا۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ۱۳/۴۸۰، وسنده صحيح)



نیز فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ فِي بَدْءِ هَذَا الْأَمْرِ مِمَّنْ كَانَ فَإِذَا هُوَ مِنَ اللَّهِ وَنَظَرْتُ عَلَى مَنْ تَمَامُهُ فَإِذَا تَمَامُهُ عَلَى اللَّهِ وَنَظَرْتُ مَا مَلَكَهُ فَإِذَا مَلَكَهُ الدُّعَاءُ .

”میں نے تدبر کیا کہ اس کائنات کی ابتدا کس سے ہے؟ تو جان گیا کہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کی تکمیل بھی اللہ کی جانب سے ہوئی اور اس کا سہارا دعا تھی۔“

ترجمہ چیک (مصنف ابن أبي شيبة: ٤٨٠/١٣، وسنده صحيح)

حماد بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِدَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ: مَا قُلْتَ فِي الْقَدَرِ؟ قَالَ: أَقُولُ مَا قَالَ مُطَرِّفٌ: لَمْ نُكَلِّ إِلَى الْقَدَرِ وَإِلَيْهِ نَصِيرٌ .

”میں نے داود بن ابی ہند سے کہا آپ کا تقدیر کے بارے میں کیا موقف ہے، فرمایا وہی جو مطرف رضی اللہ عنہ کا ہے کہ ہمیں تقدیر پر نہیں چھوڑا گیا لیکن ہوتا وہی ہے جو تقدیر میں لکھا ہو۔“ ترجمہ چیک

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء لأبی نعیم الأصبہانی: ٩٢/٣، وسنده صحيح)

③ عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائیوں سے فرمایا:

فَوْضَا أَمْرُكُمْ إِلَى اللَّهِ تَسْتَرِيحَا .

”اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دیجئے، راحت پاو گے۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ٤٨٣/١٣، الطبقات لابن سعد: ١٠٦/٧، وسنده صحيح)

④ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ ﴿مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ . إِلَّا مَنْ هُوَ صَالٍ﴾

الْجَحِيمِ ﴿الْصَّافَّاتِ: ۱۶۲-۱۶۳﴾ ”تم صرف اسے گم راہ کر سکو گے جس کا مقدور جہنم ہو۔“  
کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إِلَّا مَنْ أَوْجَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَنَّهُ يَصْلَى الْجَحِيمَ .

”صرف اسے گم راہ کر سکو گے، جس پر اللہ تعالیٰ نے جہنم واجب کر دی ہے۔“

(سنن أبي داود: ۴۶۱۵، المعرفة والتاريخ للفسوي: ۳۹/۲، وسنده صحيح)

نیز خالد حذاق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”میں نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آدم علیہ السلام آسمانوں کے لئے پیدا کئے گئے تھے یا زمین کیلئے؟ فرمایا: زمین کے لئے، میں نے کہا اگر وہ ثابت قدم رہتے اور درخت کا پھل نہ کھاتے؟ فرمایا: اس کے بغیر چارہ ہی نہ تھا؟ عرض کیا: مجھے اس آیت کے بارے میں بتائیں؟ فرمایا: شیاطین اسے ہی گم راہی میں لے جاسکتے ہیں جس پر جہنم واجب ہو چکی ہو۔“

(سنن أبي داود: ۴۶۱۴، المعرفة والتاريخ للفسوي: ۴۱/۲، وسنده حسن)

نیز فرماتے ہیں:

مَنْ كَفَرَ بِالْقَدَرِ، فَقَدْ كَفَرَ بِالْإِسْلَامِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ خَلْقًا فَخَلَقَهُمْ بِقَدَرٍ، وَقَسَمَ الْآجَالَ بِقَدَرٍ، وَقَسَمَ أَرْزَاقَهُمْ بِقَدَرٍ، وَالْبَلَاءُ بِقَدَرٍ، وَالْعَافِيَةُ بِقَدَرٍ .

”تقدیر کا منکر اسلام کا منکر ہے۔ اللہ نے مخلوق پیدا کی، تو انہیں تقدیر کے ساتھ پیدا کیا، انہیں زندگیاں تقسیم کیں، ان کے رزق تقسیم کئے اور ان کی تقدیر میں آزمائش و عافیت لکھی۔“

(القدر للفريابي: ٢٩٠، الشريعة للأجري: ٤٦٢، وسنده صحيح)

ایک شخص نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے؟  
فرمایا:

نَعَمْ وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، إِنَّهَا لَفِي كُلِّ رَمَضَانَ، وَإِنَّهَا  
الَلَّيْلَةُ الَّتِي يُفَرَّقُ فِيهَا كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ، يَقْضِي اللَّهُ كُلَّ أَجَلٍ  
وَوَخَّلَتْ وَرَزَقَ إِلَى مِثْلِهَا.

”جی ہاں! اس اللہ کی قسم، جس کے سوا کوئی الہ نہیں! یہ ہر رمضان میں ہوتی  
ہے۔ اس رات ہر حکمت کا کام تقسیم کیا جاتا ہے، ہر ایک کے لیے موت، تخلیق  
اور رزق کے فیصلے ہوتے ہیں۔“

(تفسیر الطبري: ٣١٠، ٣٠، وسنده حسن)

نیز فرماتے ہیں:

”فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ﴾ (سَبَأ: ٥٤) ’ان کی  
خواہشوں میں رکاوٹ ڈال دی جائے گی۔‘ سے مراد ہے:  
حِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْإِيمَانِ.

’ان کے اور ایمان کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی۔‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٥٢٧/١٣، المعرفة والتاريخ للفسوي : ٤٠/٢، وسنده

صحيح)

قَرَأْتُ الْقُرْآنَ كُلَّهُ عَلَى الْحَسَنِ فِي بَيْتِ أَبِي خَلِيفَةَ، فَفَسَّرَهُ  
لِي أَجْمَعَ عَلَى الْإِثْبَاتِ . فَسَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِهِ ﴿كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ

فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱﴾ قَالَ: الشِّرْكُ سَلَكَهُ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ. وَسَأَلَتْهُ عَنْ قَوْلِهِ ﴿وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُونَ﴾ قَالَ: أَعْمَالٌ سَيَعْمَلُونَهَا لَمْ يَعْمَلُوهَا.

چیک ”میں نے حسن بصری کو ابوخلیفہ کے گھر پورا قرآن سنایا، میں نے انہیں مکمل قرآن کی تفسیر سنائی، انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ میں نے قرآن مجید کی آیت: ﴿كَذَلِكَ سَلَكَهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ﴾ (اسی طرح ہم نے اسے مجرمین کے دلوں میں داخل کر دیا۔) کی تفسیر پوچھی، فرمایا: ان کے دلوں میں شرک داخل کر دیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُونَ﴾ (اس کے علاوہ بھی ان کے کھاتے میں کچھ ایسے اعمال ہیں، جنہیں وہ سرانجام دیں گے۔) کی تفسیر چاہی، فرمایا: ایسے اعمال، جو انہوں نے ابھی تک نہیں کیے، عن قریب کر لیں گے۔“

(المعرفة والتاريخ للفسوي: ۴۰/۲، وسنده صحيح)

امام قتادہ بن دعامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ﴾ (طہ: ۵۰) قَالَ: أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ مَا يُصْلِحُهُ. ثُمَّ هَدَاهُ لَهُ.

”آیت ﴿أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ﴾ کی تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو ایسی چیز عطا کی، جو اس کے لیے بہتر تھی، پھر اس کے حصول کے لیے رہنمائی بھی فرمائی۔“

(تفسير الطبري: ۸۱/۱۶، وسنده حسن)

طلحہ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ  
الْأَعْلَى بْنُ هِلَالٍ، فَقَالَ: أَبْقَاكَ اللَّهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامَ  
الْبَقَاءُ خَيْرًا لَكَ، قَالَ: قَدْ فُرِغَ مِنْ ذَلِكَ يَا أَبَا النَّضْرِ، وَلَكِنْ  
قُلْ: أَحْيَاكَ اللَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً، وَتَوَفَّاكَ مَعَ الْأَبْرَارِ.

”میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹھا ہوا تھا کہ عبدالاعلیٰ بن ہلال  
تشریف لائے اور دعادی، امیر المؤمنین! جب تک آپ کا زندہ رہنا بہتر ہے  
اللہ آپ کو زندہ رکھے، فرمایا: ابونضر! یہ تو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے، ایسے دعا  
دیجئے: اللہ آپ کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائے اور حشر صالحین کے ساتھ کرے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١٧٥/٧ ، حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني : ٣٢٤/٥ ،

وسندہ حسن)

⑤ ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ آیت کریمہ ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (الدخان :

۴) ”اس رات ہر حکمت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يُدَبَّرُ أَمْرُ السَّنَةِ فِي لَيْلَةِ الْقَدَرِ .

”لیلۃ القدر میں پورے سال کے معاملات کی تدبیر کی جاتی ہے۔“

(تفسیر الطبري : ۳۱، ۳۴، شعب الإيمان للبيهقي : ۳۶۲۳ ، وسندہ صحیح)

مجاہد رضی اللہ عنہ، عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں:

﴿كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ (الرَّحْمَنُ : ۲۹)، قَالَ : مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يُفُكَّ

عَانِيًا، وَيُجِيبَ عَبْدًا، وَيَشْفِي مَرِيضًا، أَوْ يُعْطِيَ سَائِلًا .

”آیت ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ (وہ ہر روز کسی کام میں ہوتا ہے۔) کی تفسیر ہے کہ اللہ کے شَأْن (کاموں) میں پابند سلاسل کو رہائی دلانا، اپنے بندے کی دعا قبول کرنا، مریض کو شفا دینا اور سوائی کو نوازنا بھی شامل ہے۔“

(المعرفة والتاريخ للفوسوي: ۳/۱۴۷، ۱۴۸، وسنده صحيح)

⑥ امام شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حُبَّ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكَ، وَلَا تَكُنْ رَافِضِيًّا، وَاعْمَلْ بِالْقُرْآنِ، وَلَا تَكُنْ حَرُورِيًّا، وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَتَاكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ، وَمَا أَتَاكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ، وَلَا تَكُنْ قَدْرِيًّا، وَأَطِعِ الْإِمَامَ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا.

”اہل بیت رسول سے محبت کیجئے، رافضی نہ ہو جانا۔ قرآن پر عمل کیجئے، خارجی نہ ہوئیے۔ یاد رکھئے کہ آپ کی ہر نیکی اللہ کی طرف سے ہے اور ہر برائی آپ کی طرف سے ہے۔ منکر تقدیر نہ ہوئیے اور حاکم وقت کی اطاعت کیجئے، بھلے وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو!“

(السنة للخلال، ۸: وسنده حسن)

④ یحییٰ بن عتیق کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے پاس آیا اور دینی معاملے میں چند سوالات پوچھنے لگا، آپ اسے جواب دینے لگے، وہاں سلم بن قتیبہ بھی تھا۔ آدمی نے کہا اس سے تقدیر کی بابت پوچھئے گا، آپ نے فرمایا: ابو بکر! (سلم کی کنیت) تقدیر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کہنے لگا: آپ سے یہ سوال کرنے کا کس نے کہا؟ پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا، تو امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيْسَ لَهُ عَلَى أَحَدٍ سُلْطَانٌ، وَلَكِنْ مَنْ أَطَاعَهُ أَهْلَكَهُ.

”شیطان کے پاس کسی کو گمراہ کرنے کی طاقت نہیں، ہاں جو اس کی اطاعت کرے گا، ہلاک ہو جائے گا۔“

(طبقات ابن سعد: ۱۹۷/۷، وسندہ صحیح)

امام مجاہد رحمہ اللہ ﴿يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ﴾ (الرعد: ۳۹) ”اللہ جسے چاہے مٹا دیتا ہے، جسے چاہے قائم رکھتا ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يُنْزِلُ اللَّهُ كُلَّ شَيْءٍ فِي السَّنَةِ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَيَمْحُو مَا يَشَاءُ مِنْ الْأَجَالِ وَالْأَرْزَاقِ وَالْمَقَادِيرِ، إِلَّا الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ، فَإِنَّهُمَا ثَابِتَانِ.

”اللہ تعالیٰ سال بھر میں وقوع پذیر ہونے والی تمام چیزیں کو لیلۃ القدر میں نازل کرتا ہے۔ جتنی زندگیاں، رزق یا تقادیر چاہتا ہے، ختم کر دیتا ہے، سوائے بدبختی اور خوش بختی کے، یہ ثابت ہی رہتی ہیں۔“

(تفسیر الطبري: ۲۰۴۷۱، وسندہ حسن)

نیز ﴿وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ﴾ (الإسراء: ۱۳) ”ہم نے ہر انسان کا عمل اس کی گردن میں لٹکا رکھا ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”طائرہ سے مراد اس کا عمل ہے۔“

(الزهد لوكيع بن الجراح: ۳۷، وسندہ صحیح)

ابونضرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُفَرِّقُ أَمْرُ السَّنَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ بَلَاؤُهَا وَرَخَاؤُهَا وَمَعَاشُهَا إِلَى مِثْلِهَا مِنَ السَّنَةِ .

”ہر سال کی لیلۃ (القدر) میں اگلے سال تک کی بد حالی، خوش حالی اور رزق وغیرہ تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔“

(شعب الإيمان للبيهقي: ۳۶۶۵، وسندہ حسن)

نضر بن شميل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب بصرہ سے کوئی امام، سلیمان تیمی رحمہ اللہ کے پاس آتا، تو آپ اسے فرماتے:

أَشْهَدُ أَنَّ الشَّقِيَّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَأَنَّ السَّعِيدَ مَنْ وَعِظَ بِغَيْرِهِ .

”میرا عقیدہ ہے کہ بد بخت وہی ہے، جسے ماں کے پیٹ میں بد بخت لکھ دیا گیا اور خوش بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔“

(الْقَدَرُ لِلْفَرِيَّابِيِّ: ۳۳۲، وسندہ صحیح)

مطلب بن زیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی امام زید بن علی رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے زید! کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی کئے جانے کا ارادہ کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا اس سے زبردستی نافرمانی کی جاتی ہے؟

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة لِلْإِسْكَانِيِّ: ۱۲۶۴، وسندہ حسن)

ابو مالک رحمہ اللہ ﴿فِيهَا يُفَرَّقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (الدخان: ۴) ”اس رات حکمت کے تمام معاملات ترتیب دیئے جاتے ہیں۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أَمْرُ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ مَا كَانَ مِنْ خَلْقٍ أَوْ رِزْقٍ أَوْ أَجَلٍ أَوْ



مُصِيبَةٍ، أَوْ نَحْوِ هَذَا .

”اس برس سے آئندہ سال تک کی تخلیق، رزق، موت اور مصیبت کے تمام معاملات طے پاتے ہیں۔“

(تفسیر الطبری: ۳۱، ۳۲، وسندہ صحیح)

امام قتادہ بن دعامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

هِيَ لَيْلَةُ الْقَدَرِ فِيهَا يُقْضَى مَا يَكُونُ مِنَ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ .

”لیلۃ القدر میں اس سال سے آئندہ سال کے تمام فیصلے کر دیے جاتے ہیں۔“

(تفسیر الطبری: ۹/۲۱، وسندہ صحیح)

نیز فرماتے ہیں:

طَائِرَةٌ : عَمَلُهُ .

”طائرہ سے مراد اعمال (کارِ یکارڈ) ہے۔“

(تفسیر الطبری: ۵۲۴/۱۴، وسندہ صحیح)

ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْقَدَرِ ضَعَفَاؤُهُمْ، يَقُولُ : إِنَّ كُلَّ مَنْ لَمْ يَدْخُلْ

فِي خُصُومَةِ الْقَدَرِ كَانَ مِنْ قَوْلِهِ : كَانَ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ كَذَا

وَكَذَا .

”کمزور (غریب) لوگ تقدیر کو زیادہ جانتے ہیں۔ جو مسئلہ تقدیر میں جھگڑا

نہیں کرتا، وہ کہتا ہے: اللہ کی تقدیر میں ایسا ہی تھا۔“

(السُّنَّةُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ : ۸۸۴، وسندہ حسن)

نیز فرماتے ہیں:

مَا كَلَّمْتُ أَحَدًا مِّنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ بِعَقْلِي كُلِّهِ إِلَّا الْقَدَرِيَّةَ فَإِنِّي قُلْتُ لَهُمْ : مَا الظُّلْمُ فِيكُمْ؟ فَقَالُوا : أَنْ يَأْخُذَ الْإِنْسَانُ مَا لَيْسَ لَهُ، فَقُلْتُ لَهُمْ : فَإِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .

”بدعتیوں سے جب بھی میرا مناظرہ ہوا، تو میں نے کلی طور پر عقلی دلائل پر انحصار نہیں کیا، سوائے قدریہ کے۔ میں نے ان سے کہا: تمہارے نزدیک ظلم کسے کہتے ہیں؟ کہنے لگے: (ظلم یہ ہے کہ) انسان اس چیز کے درپے ہو، جو اس کی نہیں، میں نے کہا کہ اللہ تو ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے۔“

(السنة لعبد الله بن أحمد : ٩٤٦، القدر للفريابي : ٤٣٥، الشريعة للأجري : ٤٧٨،

وسندہ صحیح)

امام ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ هَاهُنَا وَكَلاَمُهُمْ : وَإِنْ قُضِيَ وَإِنْ قُدِرَ .

”میں نے یہاں لوگوں کو ایسی باتیں کرتے سنا ہے: اگر تقدیر میں لکھا ہوا تو۔“

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي : ١٣٨٩، وسندہ حسن)

داود بن ابی ہند رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

أَتَيْتُ الشَّامَ فَلَقِينِي غَيْلَانُ فَقَالَ : يَا دَاوُدُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ

عَنْ مَسَائِلَ، قُلْتُ : سَلْنِي عَنْ خَمْسِينَ مَسْأَلَةً وَأَسْأَلَكَ عَنْ

مَسْأَلَتَيْنِ، قَالَ : سَلْ يَا دَاوُدُ، قُلْتُ : أَخْبِرْنِي مَا أَفْضَلُ مَا

أُعْطِيَ ابْنُ آدَمَ؟ قَالَ : الْعَقْلُ، قُلْتُ : فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْعَقْلِ هُوَ

شَيْءٌ مُّبَاحٌ لِلنَّاسِ، مَنْ شَاءَ أَخَذَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ؟ أَوْ هُوَ مَقْسُومٌ بَيْنَهُمْ؟ قَالَ فَمَضَى وَلَمْ يُجِبْنِي .

”شام میں میری ملاقات غیلان سے ہوئی، مجھے کہنے لگا، داود! میں آپ سے کچھ مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: پچاس سوال پوچھئے! مگر میں آپ سے دو سوال کروں گا۔ کہنے لگا: داود پوچھئے! میں نے سوال کیا کہ ابن آدم کو سب سے بہتر چیز کیا دی گئی ہے؟ کہنے لگا: عقل۔ اچھا! عقل سب سے بہتر ہے، تو کیا اس میں اختیار ہے کہ جو چاہے اسے لے جائے اور جو چاہے چھوڑ دے؟ یا جتنی نصیب میں لکھی ہے اتنی لے سکتا ہے؟ وہ جواب دیئے بغیر بھاگ گیا۔“

(حلیۃ الأولیاء: ۹۲/۳، ۹۳، وسندہ حسن)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ﴿مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ . إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ﴾ (الصفات: ۱۶۲-۱۶۳) ”تم صرف اسے گم راہ کر سکو گے جس کا جہنمی ہونا لکھا جا چکا ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إِلَّا مَنْ قَدَّرَ عَلَيْهِ أَنَّهُ يَصْلَى الْجَحِيمَ .

”صرف اسے، جس کے مقدر میں جہنمی ہونا لکھ دیا گیا۔“

(تفسیر الطبری: ۶۴۸/۱۹، الشریعة للآجری: ۴۸۹، وسندہ صحیح)

انس بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ربیعہ بن ابی عبد الرحمن رحمہ اللہ ایسے لوگوں کے پاس رکے، جو تقدیر کے بارے میں مذاکرہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا:

لَيْنَ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تَكُونُوا صَادِقِينَ، لَمَا فِي

أَيْدِيكُمْ أَعْظَمُ مِمَّا فِي يَدَي رَّبِّكُمْ إِنْ كَانَ الْخَيْرُ وَالشَّرُّ  
بِأَيْدِيكُمْ .

”اللہ کی پناہ! آپ کیسے سچے ہو سکتے ہیں؟ لیکن اگر آپ سچے ہیں کہ خیر و شر  
آپ کے ہاتھوں میں ہے، تو لازماً آپ کے ہاتھوں میں اللہ کے ہاتھوں سے  
بڑی چیز ہے۔“

(حلیۃ الأولیاء: ۲۶۰/۳، وسندہ حسن)

ابوضمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غیلان، امام ربیعہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرا اور کہنے  
لگا: ربیعہ! وہ شخص کہاں ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ اپنی نافرمانی پسند کرتا ہے، تو ربیعہ نے  
فرمایا:

وَيْلَكَ يَا غَيْلَانُ! أَوْ يُعْصِي اللَّهَ قَسْرًا .

”غیلان! تباہ ہو جاؤ! کیا اللہ کی زبردستی نافرمانی کی جاتی ہے؟“

(القدر للفریابی: ۵۱۷، وسندہ صحیح)

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

لَمَّا اسْتَنْقَذَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ كُلَّ  
مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ قَالَ : يَا نُوحُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ  
آمَنَ .

”چون کہ اللہ نے عورتوں کی کوکھ اور مردوں کے نطفے سے تمام مومنین و  
مومنات کو کشید لیا تھا، اس لیے تو فرمایا: نوح! آپ کی قوم سے جس نے ایمان  
لا لیا تھا، لاکچھے، اب مزید کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۲۰۲۴، وسندہ حسن)

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ﴿فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ﴾ (القمر: ۱۲)  
 ”پس اس کام پر، جو مقدر کیا گیا تھا پانی خوب جمع ہو گیا۔“ سے ثابت ہوا کہ  
 كَانَ الْقَدْرُ قَبْلَ الْبَلَاءِ .

”مصیبت پہلے سے ہی تقدیر میں لکھی جا چکی تھی۔“

(مکارم الأخلاق للخرائطي: ۱۰۶۷، وسندہ حسن)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (الدُّخَانُ : ۴)  
 قَالَ : أَمْرُ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ إِلَّا الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ وَالشَّقَاءَ  
 وَالسَّعَادَةَ .

”اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (اسی رات ہر پُر  
 حکمت کام کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔) اس سال سے آئندہ سال تک تمام  
 معاملات کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، سوائے موت و حیات، بدبختی اور خوش بختی  
 کے۔“

(السنة لعبدالله بن أحمد: ۸۸۶، وسندہ حسن)

ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (الدُّخَانُ : ۴) قَالَ : هِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ  
 يُجَاءُ بِالْدِّيَّانِ الْأَعْظَمِ السَّنَةَ إِلَى السَّنَةِ، فَيَغْفِرُ اللَّهُ عَزَّ  
 وَجَلَّ لِمَنْ شَاءَ إِلَّا تَرَى أَنَّهُ قَالَ : ﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ﴾ .

”آیت ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ اس رات ہر پر حکمت کام کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ میں رات سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ سال بھر کے اعمال پر مشتمل ایک بڑا رجسٹر لایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں، معاف کر دیتے ہیں۔ کیا آپ نے قرآن میں اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا: ﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ﴾ (رحمت کرتے ہوئے آپ کے رب کی طرف سے۔)“

(شُعَبُ الْإِيمَانِ لِلْبَيْهَقِيِّ: ٤٦٦٤، وسندہ حسن)

## تقدیر پر ایمان کے مراتب:

تقدیر کے چار مراتب ہیں، ان سب کو جمع کئے بغیر ایمان بالقدر مکمل نہیں ہوتا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے نزدیک یہ مراتب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَالْإِيمَانُ بِالْقَدَرِ عَلَى دَرَجَتَيْنِ، كُلُّ دَرَجَةٍ تَتَضَمَّنُ شَيْئَيْنِ: فَالدَّرَجَةُ الْأُولَى: الْإِيمَانُ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَلِيمٌ بِمَا الْخَلْقُ عَامِلُونَ بِعِلْمِهِ الْقَدِيمِ الَّذِي هُوَ مَوْصُوفٌ بِهِ أَزَلًا وَأَبَدًا، وَعَلِمَ جَمِيعَ أَحْوَالِهِمْ مِنَ الطَّاعَاتِ وَالْمَعَاصِي وَالْأَرْزَاقِ وَالْأَجَالِ ثُمَّ كَتَبَ اللَّهُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ مَقَادِيرَ الْخَلْقِ. وَأَمَّا الدَّرَجَةُ الثَّانِيَةُ: فَهِيَ مَشِيئَةُ اللَّهِ النَّافِذَةُ وَقُدْرَتُهُ الشَّامِلَةُ وَهُوَ الْإِيمَانُ بِأَنَّ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، وَأَنَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ حَرَكَةٍ وَلَا سُكُونٍ إِلَّا بِمَشِيئَةِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ، لَا يَكُونُ فِي مُلْكِهِ مَا لَا يُرِيدُ، وَأَنَّهُ

سُبْحَانَهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ مِّنَ الْمَوْجُودَاتِ  
وَالْمَعْدُومَاتِ، فَمَا مِنْ مَخْلُوقٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ  
إِلَّا اللَّهُ خَالِقُهُ سُبْحَانَهُ لَا خَالِقَ غَيْرُهُ وَلَا رَبَّ سِوَاهُ. وَمَعَ  
ذَلِكَ فَقَدْ أَمَرَ الْعِبَادَ بِطَاعَتِهِ وَطَاعَةِ رُسُلِهِ وَنَهَاهُمْ عَنْ  
مَعْصِيَتِهِ .... وَالْعِبَادُ فَاعِلُونَ حَقِيقَةً وَاللَّهُ خَالِقُ أَفْعَالِهِمْ،  
وَالْعَبْدُ هُوَ الْمُؤْمِنُ وَالْكَافِرُ، وَالْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، وَالْمُصَلِّي  
وَالصَّائِمُ. وَلِلْعِبَادِ الْقُدْرَةُ عَلَى أَعْمَالِهِمْ وَلَهُمْ إِرَادَةُ وَاللَّهُ  
خَالِقُهُمْ وَخَالِقُ قُدْرَتِهِمْ وَإِرَادَتِهِمْ.

”تقدیر پر ایمان کے دو درجات ہیں۔ ہر درجہ کے ضمن میں دو چیزیں ہیں۔  
پہلا درجہ: اللہ ازل سے جانتا ہے کہ مخلوق کیا کرنے والی ہے، مخلوق کے نیک و  
بد اعمال، رزق و حیات بھی جانتا ہے، پھر اللہ نے اسے لوح محفوظ میں لکھ دیا۔  
دوسرا درجہ: اللہ کی مشیت و قدرت پر ایمان رکھا جائے، یعنی یہ عقیدہ ہو کہ جو اللہ  
چاہے، ہوتا ہے، جو نہ چاہے، نہیں ہوتا اور زمین و آسمان میں ہر حرکت اور سکون  
اسی کی مشیت کے تحت ہے۔ اس کی بادشاہت میں اس کی چاہت بنا کچھ نہیں  
ہوتا، وہ تمام موجودات و معلومات پر قادر، زمین و آسمان کی ہر مخلوق کا خالق  
ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ رازق۔ اس نے بندوں کو اپنی اور اپنے  
رسولوں کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے، اپنی نافرمانی سے منع کیا ہے..... بندے  
حقیقی فاعل اور خدا ان کے افعال کا خالق ہے۔ بندہ ہی مومن و کافر، نیک و بد

اور نماز روزہ کا پابند ہوتا ہے۔ بندوں کی اپنے اعمال پر طاقت ہے اور ارادہ ہے، جب کہ اللہ ان کا بھی خالق ہے اور ان کی طاقت و ارادہ کا بھی۔“

(العقيدة الواسطية: ۴۴-۴۷)

اب ہر مرتبہ کی تفصیل ملاحظہ ہو:

مرتبہ علم:

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اجمالی و تفصیلی طور پر جانتا ہے، خواہ وہ اس کے اپنے افعال کے متعلق ہو یا بندوں کے افعال کے متعلق، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق: ۱۲)

”آپ جان لیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے علمی طور پر ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔“

امام ابورجاء رحمہ اللہ، فرمان باری تعالیٰ ﴿سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخَفٌّ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (الرعد: ۱۰) ”بات کو چھپائیں یا اعلانیہ کریں، رات کے اندھیرے میں نکلیں یا دن میں برابر ہے، (اللہ سب جانتا ہے)۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمَ بِهِمْ، سَوَاءٌ مَّنْ أَسَرَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخَفٌّ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ.

”یہ بات کو چھپائیں یا اعلانیہ کریں، رات کے اندھیرے میں نکلیں یا دن میں،



اللہ پر یکساں ہے، نیز وہ ان سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔“

(تفسیر الطبری: ۲۰۲۰۴، وسندہ صحیح)

امام حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کریمہ ﴿وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ (الرعد: ۴۳) کے پاس کتاب کا علم ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مِنْ عِنْدِ اللَّهِ.

”اللہ کی طرف سے۔“

(تفسیر الطبری: ۲۰۵۵، وسندہ صحیح)

محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّ رَجُلًا لِلَّهِ لَعَدِلَ ظَهَرَ مِنْهُ وَهُوَ فِي عِلْمِ اللَّهِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ آجَرَهُ اللَّهُ عَلَى حُبِّهِ إِيَّاهُ كَمَا لَوْ كَانَ أَحَبَّ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ أَبْغَضَ رَجُلًا لِلَّهِ لَجَوْرَ ظَهَرَ مِنْهُ هُوَ فِي عِلْمِ اللَّهِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ آجَرَهُ اللَّهُ عَلَى بُغْضِهِ إِيَّاهُ كَمَا لَوْ كَانَ أَبْغَضَ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ النَّارِ.

”جو کسی کا عدل دیکھ کر اللہ کے لئے اس سے محبت کرے، اگرچہ اللہ کے علم کے مطابق محبوب جہنمی ہے، لیکن پھر بھی محبت کرنے والے کو یوں ہی اجر ملے گا، جیسے اس نے جنتی سے محبت کی ہے۔ جو کسی کا ظلم دیکھ کر اس سے اللہ کے لئے نفرت کرے، گو اللہ کے علم میں مغضوب جنتی ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی نفرت کرنے والے کو یوں ہی اجر ملے گا، جیسے اس نے جہنمی سے نفرت کی ہو۔“

(طَبَقَات ابْنِ سَعْد: ۹۷/۵، وسندہ حسن)

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى﴾ (طہ: ۷) قَالَ: يَعْلَمُ أَسْرَارَ الْعِبَادِ،  
وَأَخْفَى سِرَّهُ فَلَا يُعْلَمُ.

”﴿يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى﴾ کا مطلب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے رازوں کو جانتا ہے، اور کبھی اس طرح مخفی رکھتا ہے کہ (کوئی باوجود کوشش کے) ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔“

(العَظْمَةُ لِأَبِي الشَّيْخِ الْأَصْبَهَانِيِّ: ۵۱۶/۲، وسندہ صحیح)

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا يُنْكِرُ قَوْمٌ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلِمَ كُلَّ شَيْءٍ فَكَتَبَهُ.  
”اس کا انکار کسی قوم نے نہیں کیا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی اور اس نے اسے لکھ دیا ہے۔“

(الْقَدَرُ لِلْفَرَايِصِيِّ: ۱۰۳، السَّنَةُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَحْمَدَ: ۹۰۳، الشَّرِيعَةُ لِلْأَجْرِيِّ: ۴۷۰،

وسندہ صحیح)

ربیع بن ابی صالح بیان کرتے ہیں:

”جب امام سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو حجاج کے پاس لایا گیا، تو ایک آدمی رو پڑا۔  
امام صاحب نے اس سے پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا: آپ کی مصیبت کی وجہ سے، فرمایا:

فَلَا تَبْكُ كَأَنَّ فِي عِلْمِ اللَّهِ أَنْ يَكُونَ هَذَا.

’مت روئیں! ایسا ہونا اللہ کے علم میں تھا۔‘ پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلُ أَنْ نَّبَرَّأَهَا﴾ (الحديد: ۲۲) (زمین میں آنے والی یا آپ کی زندگیوں میں پہنچنے والی ہر رونما ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے۔)“

(طبقات ابن سعد: ۲/۲۶۴، وسندہ صحیح)

امام عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَقْرَبَ بِالْعِلْمِ فَقَدْ خَصَمَ .

”جس منکر تقدیر نے اللہ کے علم کا اقرار کر لیا، گویا وہ میدان ہار گیا۔“

(الرد على الجهميه للدارمي: ۲۴۴، وسندہ حسن)

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ ﴿يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى﴾ (طہ: ۷۴) ”پوشیدہ اور مخفی اشیاء کو جانتا

ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مَنْ السِّرِّ مَا حَدَّثَتْ بِهِ نَفْسَكَ وَمَا لَمْ تُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَكَ أَيْضًا مِّمَّا هُوَ كَائِنٌ .

”آپ کے دل میں آنے والی اور وہ جو آپ کے دل میں بھی نہیں آئی ’سر‘

کہلاتی ہے۔ اسی طرح وہ چیز بھی ’سر‘ ہے، جسے ابھی ہونا ہے۔“

(تفسیر عبد الرزاق: ۱۵/۳، وسندہ صحیح)

نیز فرمان الہی: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ، وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ﴾

(الحجر: ۲۴) ”ہم آپ کے پہلوں کو بھی جانتے ہیں اور انہیں بھی جانتے ہیں جو بعد میں

آئیں گے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

كُلُّ أُولَئِكَ قَدْ عَلِمَ اللَّهُ .

”یہ سبھی اللہ کے علم میں ہیں۔“

(تفسیر الطبري: ۲۱۱۴۲، وسندہ صحیح)

مزید فرماتے ہیں:

﴿طَائِرُكُمْ﴾ (النمل: ۴۷) أَي: عَمَلُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ .

”﴿طَائِرُكُمْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ تم مشرکین کا عمل (مومنین کو منحوس سمجھنا) اللہ

کے ہاں (تقدیر میں لکھ دیا گیا) ہے۔“

(تفسیر ابن أبي حاتم: ۲۸۹۹/۹)

سدی ﷺ فرمان باری تعالیٰ: ﴿إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا﴾ (الأعراف: ۸۹) ”البتہ

اگر ہمارا رب اللہ چاہے تو۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فَاللَّهُ لَا يَشَاءُ الشِّرْكَ وَلَكِنْ نَقُولُ: إِلَّا أَنْ يَكُونَ اللَّهُ قَدْ عَلِمَ

شَيْئًا فَإِنَّهُ قَدْ وَسَّعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا .

”اللہ شرک نہیں چاہتے، لیکن اتنا ہے کہ اللہ کو اس کا علم ہے، کیوں کہ وہ علمی طور

پر ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“

(تفسیر ابن أبي حاتم: ۱۵۲۳/۵، وسندہ حسن)

مرتبہ کتابت:

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھ دی ہے،

جو لکھا ہے وہی ہوگا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ﴾ (یس: ۱۲)

”ہم نے تمام اشیاء واضح کتاب میں لکھ رکھی ہیں۔“

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَجْمَعَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَجَمِيعُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ

أَنَّ كُلَّ كَائِنٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَهُوَ مَكْتُوبٌ فِي أُمِّ الْكِتَابِ .

”تمام اہل سنت، اہل حدیث، صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ قیامت تک

رو نما ہونے والی ہر چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔“

(شفاء العلیل: ۱۲۰/۱)

بعض لوگوں کو اشکال ہوتا ہے کہ جب لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی گئی، تو اس فرمان

الہی کا کیا مطلب؟

﴿يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ (الرعد: ۳۹)

”اللہ جسے چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں ثابت رکھتے ہیں اللہ کے

پاس لوح محفوظ ہے۔“

اس کا حل یہ ہے کہ رزق و عمر وغیرہ دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو لوح محفوظ میں

لکھے جاتے ہیں، وہ تو نہیں بدلتے، دوسرے وہ جو اللہ نے فرشتوں کو بتائے ہیں، ان میں کمی

بیشی ہو جاتی ہے۔ آیت مذکورہ کا یہی مطلب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ابن ابی العز

رحمہ اللہ اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اسی قول کو رائج قرار دیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْأَجَلُ أَجَلَانِ: أَجَلٌ مُّطْلَقٌ يَعْلَمُهُ اللَّهُ، وَأَجَلٌ مُّقَيَّدٌ، وَبِهَذَا

يَتَبَيَّنُ مَعْنَى قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ). فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمَلِكَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُ أَجَلًا وَقَالَ: إِنْ وَصَلَ رَحِمَهُ زِدْتُهُ كَذَا وَكَذَا وَالْمَلِكُ لَا يَعْلَمُ أَيَّزِدَادُ أَمْ لَا؛ لَكِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَسْتَقِرُّ عَلَيْهِ الْأَمْرُ فَإِذَا جَاءَ ذَلِكَ لَا يَتَقَدَّمُ وَلَا يَتَأَخَّرُ.

”عمر دوسم کی ہے۔ ایک مطلق، جسے اللہ ہی جانتا ہے، دوسری مقید، یوں نبی کریم ﷺ کے فرمان کی وضاحت ہو جاتی ہے: (جو اپنے رزق اور عمر میں کشادگی چاہتا ہے، وہ صلہ رحمی کرے۔)، اللہ تعالیٰ فرشتے کو عمر رکھنے کا کہتے ہیں کہ اگر یہ صلہ رحمی کرے، تو میں اسے اتنا اتنا بڑھا دوں گا۔ فرشتہ نہیں جانتا کہ اس رزق و عمر میں زیادتی کی جائے گی یا نہیں؟، البتہ اللہ کو معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ کہاں جاٹھرے گا، جب اجل آ جاتی ہے، تو آگے پیچھے نہیں ہوتی۔“

(مجموع الفتاویٰ: ۵۱۷/۸، شرح العقيدة الطحاویة، ص: ۱۳۱، ۱۳۲، فتح الباری:

(۴۱۶/۱۰)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالصَّحِيحُ أَنَّ نَصِيْبَهُمْ مِّنَ الْكِتَابِ يَتَنَاوَلُ الْأَمْرَيْنِ فَهُوَ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الشَّقَاوَةِ وَنَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْأَعْمَالِ الَّتِي هِيَ أَسْبَابُهَا وَنَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْأَعْمَارِ الَّتِي هِيَ مُدَّةُ اكْتِسَابِهَا وَنَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْأَرْزَاقِ الَّتِي اسْتَعَانُوا بِهَا عَلَى ذَلِكَ فَعَمَّتْ

الْآيَةُ هَذَا النَّصِيبَ كُلَّهُ وَذَكَرَ هُؤُلَاءِ بَعْضَهُ وَهُؤُلَاءِ بَعْضَهُ  
هَذَا عَلَى الْقَوْلِ الصَّحِيحِ وَأَنَّ الْمُرَادَ مَا سَبَقَ لَهُمْ فِي أُمِّ  
الْكِتَابِ .

”درست بات یہی ہے کہ تقدیر میں ان (ظالموں) کا نصیب دو چیزوں پر  
مشتمل ہے۔ پہلا بد بختی والا حصہ، وہ اسباب جو بد بختی کا موجب بنتے ہیں،  
نصیب میں لکھی عمر کا وہ حصہ، جو ان بد بخت اعمال کی مدت ہے اور نصیب میں  
لکھا وہ رزق، جو ان بد بخت اعمال کے لیے مؤید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ آیت  
(الاعراف: ۳۷) اس سارے نصیب کو شامل ہے، جب کہ کچھ مفسرین نے  
نصیب کا بعض حصہ ذکر کیا اور بعض مفسرین نے کچھ حصہ ذکر کیا ہے۔ صحیح قول  
یہی ہے۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ لوح محفوظ میں جو کچھ ان (ظالموں)  
کے حق میں لکھ دیا گیا۔“

(شفاء العلیل: ۱۲۱، ۱۲۲)

مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے تقدیر کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا:

وَأَدِيَانِ عَمِيقَانِ قِفْ عِنْدَ أَذْنَاهُمَا .

”دو گہری وادیاں ہیں، آپ قریب ترین پر ٹھہر جائیے۔“

(مُعْجَم ابن الأعرابي: ۷۱۵، وسنده صحيح)

بلال بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رُبَّ مَسْرُورٍ مَّغْبُورٌ وَلَا يَشْعُرُ، يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ وَيَضْحَكُ وَقَدْ  
حَقَّ لَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ أَنَّهُ مِنْ وَقُودِ النَّارِ .

”کتے خوش فہمیوں میں مبتلا غافل، جنہیں شعور نہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں، ہنستے ہیں، لیکن اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔“

(الزوائد لعبد اللہ بن أحمد بن حنبل علی الزهد لأبيه: ۲۲۸۶، المعروفة والتاریخ للفسوی: ۴۰۷/۲، حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم الأصبهانی: ۲۲۳/۵، وسندہ حسن)  
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا﴾ (الحديد: ۲۲) قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَمَنْ يَشْكُ فِي هَذَا، كُلُّ مُصِيبَةٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَفِي كِتَابِ اللَّهِ قَبْلَ أَنْ يَبْرَأَ النَّسَمَةَ.

”﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا﴾ (الحديد: ۲۲) (نہ کوئی آفت زمین میں آتی ہے نہ تمہاری جانوں میں مگر اس سے قبل کہ ہم اسے پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں درج شدہ ہے)، سبحان اللہ! اس میں کون شک کر سکتا ہے؟ ہر زمینی و آسمانی آفت مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل لوح محفوظ میں لکھ دی گئی تھی۔“

(القدر للفریابی: ۱۲۲، السنة لعبد اللہ بن أحمد: ۹۶۱، تفسیر الطبری: ۴۱۹/۲۲، شعب الإيمان للبيهقي: ۹۷۷۰، وسندہ صحیح)

ابوادریس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ الْقَلَمَ ، فَكَتَبَ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .



”اللہ نے قلم کی تخلیق کی اور وہ سب کچھ لکھ دیا، جو روز قیامت تک ہونے والا تھا۔“

(القدر للفريابي: ۱۲۰، وسندہ حسن)

ضمرة بن حبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، وَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ، وَخَلَقَ الْقَلَمَ، فَكَتَبَ بِهِ مَا هُوَ خَالِقٌ وَمَا هُوَ كَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهِ، ثُمَّ إِنَّ ذَلِكَ الْكِتَابَ سَبَّحَ لِلَّهِ وَمَجَّدَهُ أَلْفَ عَامٍ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ شَيْئًا مِّنَ الْخَلْقِ.

”اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا کہ زمین و آسمان کو پیدا کیا، پھر قلم کو پیدا کیا اور اس سے ہر وہ کچھ، جو کچھ پیدا کرنا تھا اور جو کچھ رونما ہونا تھا، سب کچھ لکھ دیا۔ پھر اس کتاب نے کچھ پیدا ہونے سے پہلے ایک ہزار سال تک اللہ کی تسبیح و تمجید کی۔“

(تفسير الطبري: ۳۳۴/۱۲، وسندہ حسن)

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرمان الہی ﴿أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ﴾ (الأعراف: ۳۷) ”انہیں لوح محفوظ سے اپنا حصہ مل جائے گا۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

رِزْقُهُ وَأَجَلُهُ وَعِلْمُهُ.

”اس کا رزق، علم اور عمر۔“

(تفسير ابن أبي حاتم: ۱۴۷۴/۵، وسندہ حسن)

عبدالرحمن بن سابط رحمہ اللہ بھی بیان کرتے ہیں:

يُدَبِّرُ أَمْرَ الدُّنْيَا أَرْبَعَةً : جِبْرَائِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَإِسْرَافِيلُ وَمَلَكُ  
الْمَوْتِ، فَأَمَّا جِبْرَائِيلُ، فَصَاحِبُ الْجُنُودِ وَالرِّيحِ، وَأَمَّا  
مِيكَائِيلُ فَصَاحِبُ الْقَطْرِ وَالنَّبَاتِ، وَأَمَّا مَلَكُ الْمَوْتِ  
فَمُوكَلٌّ بِقَبْضِ الْأَنْفُسِ، وَأَمَّا إِسْرَافِيلُ فَهُوَ يَنْزِلُ بِالْأَمْرِ  
عَلَيْهِمْ بِمَا يُؤْمَرُونَ.

”دنیا کے معاملات چار فرشتوں کے سپرد ہیں۔ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل  
اور ملک الموت۔ جبرائیل لشکروں اور ہواؤں والے ہیں، میکائیل کے ذمہ  
بارش اور ان سے انگنے والی انگوریوں کے معاملات ہیں، ملک الموت کی ڈیوٹی  
روحیں قبض کرنے پر ہے اور اسرافیل انسانوں پر وہ معاملات نازل کرتے ہیں،  
جن کا ان کے متعلق حکم دیا جاتا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٤٣٠/١٣، وسنّده صحيح)

امام مجاہد رحمہ اللہ سورۃ بروج (۲۲) میں ”لوح“ سے مراد ”ام الكتاب“ اور سورۃ  
یٰسین (۱۲) میں ”امام مبین“ سے مراد بھی ام الكتاب لیتے ہیں۔

(تفسير الطبري : ٣٦٨٩٣، ٧٩، ٢٩ فضائل القرآن لابن الضريس : ١٥٢، وسنّدهما

صحيح)

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ ﴿كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ﴾ (الأعراف :

۲۹) ”تخلیق اول کی طرح آپ کی تخلیق ثانی بھی ہوگی۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

كَمَا كَتَبَ لَكُمْ، تَكُونُونَ.

”جیسے اللہ نے آپ کے لئے لکھا، آپ ویسے ہی ہوئے۔“



(تفسیر الطبری: ۱۴۴۸۶، وسندہ صحیح)

نیز فرماتے ہیں:

﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ﴾ (الأنفال: ۶۸) ”اگر اللہ کی طرف سے پہلے لکھا ہوا نہ

ہوتا۔“ سے مراد ہے:

مَا سَبَقَ لِأَهْلِ بَدْرٍ مِّنَ السَّعَادَةِ .

”سعادت، جو اہل بدر کے مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۷۳۵/۵، وسندہ حسن)

نیز ﴿أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِّنَ الْكِتَابِ﴾ (الأعراف: ۳۷) ”یہ لوح محفوظ سے

اپنا حصہ پالیں گے۔“ سے مراد یہ لیتے ہیں:

مَا قُدِّرَ لَهُمْ مِّنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَالشَّقَاوَةِ وَالسَّعَادَةِ .

”بدبختی، خوش بختی، خیر و شر، جو اللہ نے ان کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔“

(مُسْنَدُ ابْنِ الْجَعْدِ اللَّبْغَوِيِّ: ۲۱۶۴، وسندہ حسن)

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا يُنْكِرُ قَوْمٌ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلِمَ كُلَّ شَيْءٍ فَكَتَبَهُ .

”کسی قوم نے اس کا انکار نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور اسے لوح

محفوظ میں لکھ دیا ہے۔“

(السُّنَّةُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَحْمَدَ: ۹۰۳، القدر للفريابي: ۱۰۳، وسندہ صحیح)

ابو مالک رحمہ اللہ ﴿وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ﴾

(فاطر: ۱۱) ”کسی کی عمر بڑھائی جاتی ہے یا کم کی جاتی ہے، وہ کتاب میں ضرور لکھی جا چکی

ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مَا يَقْضِي مِنْ أَيَّامِهِ الَّتِي عَدَدْتُ لَهُ إِلَّا فِي كِتَابٍ .  
 ”اس کے نصیب کے ایام کا فیصلہ لوح محفوظ ہی میں ہوتا ہے۔“

(تفسیر الطبري: ۲۹۹۵۲، وسندہ صحیح)

امام عکرمہ رحمہ اللہ ﴿وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌّ﴾ (القمر: ۵۳) ”ہر چھوٹی بڑی چیز لکھ دی گئی ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مَكْتُوبٌ فِي سَطْرِ .  
 ”سطر میں لکھی ہوئی ہے۔“

(الزهد لأبي داود: ۴۶۱، وسندہ صحیح)

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرمان باری تعالیٰ ﴿كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ...﴾ (الحج: ۴) ”اس (شیطان) کے بارے لکھ دیا گیا کہ جس نے اس سے دوستی کی.....۔“ سے مراد ہے:

كُتِبَ عَلَى الشَّيْطَانِ .  
 ”شیطان کے بارے میں لکھ دیا گیا۔“

(تفسیر عبد الرزاق: ۳۲/۲، وسندہ صحیح)

### مرتبہ ارادہ مشیت:

اس سے مراد یہ ہے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت چلتی ہے۔ جو اللہ چاہے، وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾ (الحج: ۱۸)

”اللہ جو چاہتے ہیں، کئے دیتے ہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿وَمَا تَشَاءُ وَنِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

(الدھر: ۳۰)

”آپ وہی چاہتے کرتے ہیں، جو اللہ چاہتا ہے، اللہ خوب جاننے والا اور

کمال حکمت والا ہے۔“

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذِهِ الْمَرْتَبَةُ قَدْ دَلَّ عَلَيْهَا إِجْمَاعُ الرُّسُلِ مِنْ أَوَّلِهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ وَجَمِيعُ الْكُتُبِ الْمُنَزَّلَةِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَالْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ عَلَيْهَا خَلْقَهُ وَأَدَلَّةُ الْعُقُولِ وَالْعِيَانِ .

”اس مرتبہ کی دلیل اول تا آخر تمام رسولوں کے اجماع، تمام کتب الہیہ، فطرت انسانی اور عقل و مشاہدہ سے ملتی ہے۔“

(شفاء العلیل: ۱۲۵/۱)

عطیہ بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ کعب احبار رحمہ اللہ کی عیادت کرنے آئے، انہوں نے کہا: ابواسحق! آپ خود کو کیسا سمجھتے ہیں، فرمایا:

بَخِيرٍ . عَبْدٌ أَخَذَ بِذَنْبِهِ فَإِنْ قَبَضَهُ إِلَيْهِ رَبُّهُ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ رَحِمَهُ وَإِنْ شَاءَ يَنْشِيهِ نَظِيفًا .

”اللہ کا کرم! انسان پر جب گناہوں کی شامت آتی ہے، تو اللہ چاہیں، تو اسے عذاب دیں، چاہیں تو اس پر رحم کریں اور اگر چاہیں، تو اسے پاک صاف کر

دیں۔“

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي: ۱۲۵۹، وسنده صحيح)

مطرف بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ فَإِذَا ابْنُ آدَمَ مُلْقًى بَيْنَ يَدَيْ رَبِّهِ تَعَالَى وَبَيْنَ يَدَيْ  
إِبْلِيسَ، فَإِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَعْصِمَهُ عَصَمَهُ وَإِنْ تَرَكَهُ  
ذَهَبَ بِهِ إِبْلِيسُ .

”میں نے غور کیا (تو معلوم ہوا کہ) ابن آدم اللہ اور ابلیس کے سامنے پھینکا ہوا  
ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اس کو ابلیس سے بچالے اور چاہے تو ابلیس کے لیے چھوڑ  
دے اور وہ اسے لے جائے۔“

(الشریعة للآجری: ۴۷۵، وسنده حسن)

ثابتؓ کہتے ہیں کہ ہم مطرف بن عبد اللہؓ کے پاس تھے، ہم نے اللہ کا ذکر  
کیا اور دعا مانگی، پھر آپ نے فرمایا:

وَلَئِنْ كَانَ هَذَا مِمَّا سَبَقَ لَكُمْ فِي الذِّكْرِ، لَقَدْ أَرَادَ اللَّهُ بِكُمْ  
خَيْرًا، وَإِنْ كَانَ مِمَّا يَحْدُثُ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَقَدْ أَرَادَ اللَّهُ  
بِكُمْ خَيْرًا، فَأَيُّ ذَلِكَ مَا كَانَ فَاحْمَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ .

”اگر یہ کام لوح محفوظ میں تمہارے لئے لکھا جا چکا ہے تو اللہ نے آپ کے لئے  
بھلائی کا ارادہ کیا ہے، اور اگر یہ اسی دن رات میں پیدا ہونے والا ہے، تو بھی  
اللہ نے تمہارے لئے بھلائی کا ارادہ کیا ہے، جو بھی ہو اس پر اللہ کا شکر ادا  
کرو۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٤٨٠/١٣، الزهد لأحمد بن حنبل: ٢٩٢، وسنده صحيح)  
 امام حسن بصری رضی اللہ عنہ ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ  
 فَأَنَّى يُبْصِرُونَ﴾ (یس: ٦٦) ”ہم چاہتے، تو ان کی آنکھیں مسخ کر دیتے، پھر وہ راستے کی  
 طرف بڑھتے، تو کہاں دیکھ پاتے!“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَوْ يَشَاءُ لَطَمَسَ عَلَى أَعْيُنِهِمْ فَتَرَكَهُمْ عُمِيًّا يَتَرَدَّدُونَ .

”اللہ چاہتا تو ان کی آنکھیں مسخ کر دیتا، انہیں اندھا کر کے بھٹکتا چھوڑ دیتا۔“

(تفسیر الطبري: ٢٩٢١٧، وسنده صحيح)

ربیع بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے جعفر نے امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس  
 فرمان باری تعالیٰ کی تفسیر پوچھی: ﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ (الفجر: ٢٧) ”اے  
 مطمئن روح!“ تو آپ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَرَادَ قَبْضَ رُوحِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ اِطْمَأَنَّتِ النَّفُوسُ  
 إِلَى اللَّهِ وَاطْمَأَنَّ اللَّهُ إِلَيْهَا .

”اللہ مومن بندے کی روح قبض کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، تو اس کی جان اللہ  
 کی طرف سے مطمئن ہو جاتی ہے اور اللہ اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔“

(تفسیر ابن أبي حاتم: ٣٤٣٠/١٠، وسنده حسن)

وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يُوزَنُ مِنَ الْأَعْمَالِ خَوَاتِيمُهَا، فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا  
 خَتَمَ لَهُ بِخَيْرِ عَمَلِهِ، وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ سُوءًا خَتَمَ لَهُ بِشَرِّ  
 عَمَلِهِ .

”وزن انسان کے آخری (کیے گئے) اعمال کا ہوگا۔ اللہ کسی سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں، تو اس کا خاتمہ عمل خیر پر فرماتے ہیں اور کسی سے برائی کا ارادہ کرتے ہیں، تو اس کا خاتمہ شر کے عمل پر کرتے ہیں۔“

(تفسیر عبد الرزاق: ۳/۲۴، وسندہ حسن)

نیز فرمایا:

خَلَقَ اللَّهُ ابْنَ آدَمَ كَمَا شَاءَ وَمِمَّا شَاءَ فَكَانَ كَذَلِكَ ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾

”اللہ نے جیسے چاہا ابن آدم کی تخلیق کی، جس چیز سے چاہا تخلیق کی، اسی لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ (اللہ بہترین پیدا کرنے والا ہے۔)“

(تفسیر ابن أبي حاتم: ۹/۳۰۴۵، وسندہ حسن)

عثمان البتی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے پاس آیا، آپ نے پوچھا: تقدیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ مجھے کوئی جواب نہ سوجھا، آپ نے ایک چیز زمین سے اٹھائی اور فرمایا:

مَا أُرِيدُ عَلَى مَا أَقُولُ مِثْلَ هَذَا، إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْرًا وَفَقَّهَ لِمَحَابِّهِ وَطَاعَتِهِ وَمَا يَرْضَى بِهِ عَنْهُ، وَمَنْ أَرَادَ بِهِ غَيْرَ ذَلِكَ اتَّخَذَ عَلَيْهِ الْحُجَّةَ ثُمَّ عَذَّبَهُ غَيْرَ ظَالِمٍ لَهُ.

”میں اپنے کہنے پر اتنا بھی ارادہ نہیں رکھتا۔ اللہ جب بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، تو اسے محبوب اور نیک کاموں پہ لگا دیتے ہیں اور جس سے



کچھ اور ارادہ کرتے ہیں، اس پر حجت قائم کرتے ہیں، پھر اسے عذاب دیتے ہیں، اس طرح کہ اللہ ظلم نہیں کر رہے ہوتے۔“

(القدر للفريابي: ٤١١، وسنده حسن)

نیز آپ نے فرمایا:

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بَعْدَ خَيْرٍ جَعَلَ لَهُ مِنْ قَلْبِهِ وَاعِظًا يَأْمُرُهُ وَيَنْهَاهُ  
قَالَ: وَيُجْرِي اللَّهُ الْخَيْرَ عَلَى يَدَيَّ مَنْ يَشَاءُ أَوْ الشَّرَّ عَلَى  
يَدَيَّ مَنْ يَشَاءُ.

”اللہ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں، تو اس کا دل اس کے لئے واعظ بن جاتا ہے، جو اسے نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے۔ جس کے لئے اللہ چاہتا ہے، خیر جاری کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے، شر جاری کر دیتا ہے۔“

(الزهد لهناد بن السري: ٥٠٦، الزهد لأحمد بن حنبل: ١٧٧٣، وسنده حسن)

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

مَا أَعْلَمَ قَوْمًا أَبْعَدَ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يُخْرِجُونَهُ مِنْ  
مَشِيئَتِهِ وَيَتْلِفُونَهُ عَمَّا لَمْ يَتْلَفَ.

”میرے علم کے مطابق ان لوگوں سے بڑھ کر اللہ سے زیادہ دور کوئی نہیں، جو اللہ کو اس کی مشیت سے خارج کر دیتے ہیں اور اللہ کو اس چیز سے عاری کر دیتے ہیں جس سے وہ خود عاری نہیں۔“

(القدر للفريابي: ٢٠٨، وسنده حسن)

امام شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا اخْتَلَفَ عَلَيْكَ أَمْرَانِ فَانْظُرْ أَيَسَرَهُمَا فَإِنَّهُ أَقْرَبُ إِلَى الْحَقِّ، إِنَّ اللَّهَ أَرَادَ بِهَذِهِ الْأُمَّةِ الْيُسْرَ، وَلَمْ يُرِدْ بِهِمُ الْعُسْرَ.  
”دو معاملوں میں اختلاف ہو جائے، تو آسان کی طرف دیکھئے، کیوں کہ آسانی حق کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ اس امت پر آسانی چاہتے ہیں، مشکل نہیں۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۳۱۲/۱، وسندہ حسن)

ابونضرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

يَنْتَهِي الْقُرْآنُ كُلُّهُ إِلَى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ (هُود: ۱۰۷)

”سارا قرآن اس قول پر ختم ہے ”اللہ جو چاہتا ہے، بخوبی کرنے والا ہے۔“

(الاعتقاد للبيهقي، ص: ۳۵، وسندہ حسن)

عمرو بن مہاجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو پتہ چلا کہ غیلان تقدیر کا انکار کرتا ہے، آپ نے اسے بلا بھیجا، کئی دن اسے قید رکھا، پھر اسے آپ کے پاس لایا گیا، آپ نے فرمایا: غیلان! کیا بات ہے جو مجھے تمہارے بارے میں معلوم ہوئی؟ عمرو بن مہاجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا، اس نے کہا امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا . إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا . إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿الدھر: ۱-۳﴾ 'کیا انسان پر وہ وقت نہیں آیا، جب وہ حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا، ہم نے انسان کو ٹپکنے والے نطفے سے پیدا کیا اور اسے سمیع و بصیر بنایا، ہم نے اسے سیدھے راستے کی رہنمائی کی، چاہے تو شکر کرے، چاہے تو ناشکری۔' امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: اب سورت کے آخر سے پڑھ: ﴿وَمَا تَشَاءُ وَاِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا .

يُذْخِلُ مَنْ يَّشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمِينَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (الدھر: ۳۰-۳۱) 'آپ وہی ارادہ کر سکتے ہیں جو اللہ کی مشیت میں ہو اللہ علم و حکمت والا ہے، جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے اور ظالموں کے لئے اللہ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔' پھر آپ نے فرمایا: غیلان! تو اب کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں کہتا ہوں کہ میں اندھا تھا، آپ نے مجھے آنکھیں دے دیں، میں بہرہ تھا آپ نے مجھے کان دے دیے اور میں گم راہ تھا، آپ نے مجھے راہ ہدایت پہ ڈال دیا۔ امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے دعا فرمائی، اے اللہ! اگر غیلان سچا ہے تو ٹھیک، ورنہ اسے پھانسی پر چڑھا دے، وہ تقدیر کے انکار سے رک گیا، آپ نے اسے دار الضرب دمشق کا گورنر بنایا۔ جب آپ فوت ہو گئے، امور خلافت ہشام کے پاس آ گئے، تو اس نے پھر تقدیر کا انکار کر دیا، ہشام نے اسے طلب کر کے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ ایک آدمی گزرا، تو اس کے ہاتھ پہ لکھیاں بیٹھی تھیں، اس نے کہا: غیلان! یہی تقدیر ہے، اس نے کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے اللہ کی قسم یہ تقدیر نہیں ہے، ہشام نے اسے پکڑوا کر پھانسی پر

چڑھا دیا۔“

(القدر للفريابي: ۲۷۹، وسنده حسن)

امام اوزاعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو خط لکھا، جس کے شروع میں یہ الفاظ تھے:

إِنِّي أَسْأَلُ اللَّهَ الَّذِي بِيَدِهِ الْقُلُوبُ يَصْنَعُ فِيهَا مَا شَاءَ مِنْ هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ .

”میں اللہ سے سوال کرتا ہوں، جس کے ہاتھ میں دل ہیں۔ ان میں ہدایت یا گمراہی میں سے جو چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔“

(القدر للفريابي: ۴۱۰، وسنده حسن)

عمر بن ذر رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو یہ آیات پڑھتے ہوئے سنا: ﴿مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ﴾ (الصفات: ۱۶۲-۱۶۳) ”تم صرف اسے گمراہ کر سکو گے جس کا جہنم مقدور ہو چکی ہے۔“ پھر آپ نے فرمایا:

لَوْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ لَا يُعْصَى لَمْ يَخْلُقْ إِبْلِيسَ، وَقَدْ بَيَّنَّ اللَّهُ ذَلِكَ فِي آيَةٍ مِّنْ كِتَابِهِ عَقَلَهَا مَنْ عَقَلَهَا وَجَهَلَهَا مَنْ جَهَلَهَا .

”اگر اللہ چاہتے کہ میری نافرمانی نہ کی جائے، تو ابلیس کو پیدا ہی نہ کرتا۔ یہ بات اللہ نے کتاب اللہ کی ایک آیت میں سمجھا دی۔ جو سمجھ گیا، وہ سمجھ گیا، جو نہ سمجھا، وہ نہ سمجھا۔“

(تفسير عبد الرزاق: ۱۵۷/۳، وسنده صحيح)

خالد بن معدان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

مَا مِنْ عَبْدٍ إِلَّا وَلَهُ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ، عَيْنَانِ فِي وَجْهِهِ يُبْصِرُ بِهِمَا أَمْرَ دُنْيَاهُ، وَعَيْنَانِ فِي قَلْبِهِ يُبْصِرُ بِهِمَا مَا وَعَدَ اللَّهُ بِالْغَيْبِ، فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَتَحَ عَيْنَيْهِ اللَّتَيْنِ فِي قَلْبِهِ فَأَبْصَرَ بِهِمَا مَا وَعَدَ اللَّهُ بِالْغَيْبِ، وَهُمَا عَيْبٌ، فَأَبْصَرَ الْغَيْبَ بِالْغَيْبِ، وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ سِوَى ذَلِكَ تَرَكَ الْقُلُوبَ عَلَى مَا فِيهِ، وَقَرَأَ: ﴿أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ٢٤)، وَمَا مِنْ إِنْسَانٍ إِلَّا لَهُ شَيْطَانٌ مُتَبَطَّنٌ فَقَارَ ظَهْرَهُ، لَا وِيَّ عُنُقَهُ عَلَى عَاتِقِهِ، فَاغْرَفَاهُ عَلَى قَلْبِهِ.

”ہر آدمی کی چار آنکھیں ہوتی ہیں۔ دو چہرے پر، جن سے وہ دنیاوی معاملات دیکھتا ہے، اور دو دل میں، جن سے اللہ کے نبی وعدے دیکھتا ہے۔ جب اللہ کسی سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کے دل والی آنکھیں کھول دیتا ہے اور وہ ان سے اللہ کے نبی وعدے دیکھ لیتا ہے۔ وہ آنکھیں چوں کہ خود غائب ہوتی ہیں، اس لئے وہ بندہ غائب کے ذریعے غیب کی تصدیق کرتا ہے۔ جب اللہ اس سے کوئی اور ارادہ کرے، تو اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ٢٤) ’کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں‘، پھر فرمایا: انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے، جو اس کی کمر کی ہڈی میں چھپا ہوتا ہے، گردن اس کے کندھوں پر رکھے

ہوئے ہوتا ہے اور اپنا منہ اس کے دل پر رکھے ہوئے ہوتا ہے۔“

(الزُّهْدُ لِأَبِي دَاوُدَ : ۵۰۹، وسندہ حسن)

امام قتادہ رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَإِنْ يَشَاءِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَى قَلْبِكَ﴾ (الشُّورَى : ۲۴) ”اللہ چاہیں، تو آپ کے دل پر مہر لگا دیں۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إِنْ يَشَاءُ أَنْسَاكَ مَا قَدْ أَتَاكَ .

”اللہ چاہیں تو تجھے دیا ہوا (علم) بھلا دیں۔“

(تفسیر عبد الرزاق : ۱۹۱/۲، وسندہ صحیح)

نیز فرماتے ہیں کہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿...يُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ﴾ (الأحزاب : ۲۴) ”اللہ چاہے، تو منافقین کو سزا دے اور اگر چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق عطا کر دے۔“ سے مراد یہ ہے:

يُعَذِّبُهُمْ إِنْ شَاءَ أَوْ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ النِّفَاقِ إِلَى الْإِيمَانِ .

”اگر چاہے، تو انہیں عذاب دے یا انہیں نفاق سے نکال کر ایمان میں داخل کر دے۔“

(تفسیر عبد الرزاق : ۱۱۵/۳، وسندہ صحیح)

جویریہ بن اسماء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن زید رحمہ اللہ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: ﴿فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ﴾ (الأنعام : ۱۴۹) ”اللہ ہی کے لئے حجت بالغہ ہے، اگر چاہے، تو آپ سب کو ہدایت عطا کر دے۔“ پھر آپ نے فرمایا:

إِنْ قَطَعَ وَاللَّهِ هَاهُنَا أَهْلُ الْقَدْرِ .

”اللہ کی قسم! یہاں منکرین تقدیر پھنس جاتے ہیں۔“

(القدر للفریابی: ۲۲۳، وسندہ حسن)

حبیب بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کے وقت نماز کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا:

يُصَلِّي الرَّجُلُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ، وَذَلِكَ مِنْ تَيْسِيرِ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ، أَنَّهُ يُرِيدُ بِهِمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِهِمُ الْعُسْرَ.

”آدمی سواری پر یا چلتے ہوئے نماز پڑھ لے۔ یہ اللہ کی اپنے بندوں کے لئے آسانیاں ہیں، اللہ ان سے آسانی کا ارادہ کرتا ہے، تنگی کا نہیں۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۳۱۳/۱، وسندہ حسن)

سدی رضی اللہ عنہ ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ﴾ (الأنفال: ۲۴) ”اللہ تعالیٰ، انسان اور اس کے دل کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يَحُولُ بَيْنَ الْإِنْسَانِ وَقَلْبِهِ، فَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُؤْمِنَ وَلَا يَكْفُرُ إِلَّا بِإِذْنِهِ.

”اللہ تعالیٰ، انسان اور اس کے دل کے مابین حائل ہو جاتا ہے، تو وہ اس کے اذن کے بغیر مومن یا کافر بننے کی طاقت نہیں رکھتا۔“

(تفسیر الطبري: ۱۵۹۰۱، وسندہ حسن)

نیز: ﴿يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (المائدة: ۵۴) ”جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔“ کا معنی بیان کرتے ہیں:

يَخْتَصُّ بِهِ مَنْ يَشَاءُ.

”اس فضل کے ساتھ جسے چاہتا ہے، خاص کرتا ہے۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۱۴۲/۴، وسندہ حسن)

نیز ﴿يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ﴾ (المائدة: ۱۸) ”جسے چاہے معاف کرے جسے چاہے عذاب دے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يَهْدِي مِنْكُمْ مَن يَشَاءُ فِي الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لَهُ، وَيُمِيتُ مَن يَشَاءُ مِنْكُمْ عَلَى كُفْرِهِ فَيُعَذِّبُهُ.

”آپ میں سے جسے چاہتا ہے، دنیا میں ہدایت دے کر معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، کفر پر موت دے کر عذاب دیتا ہے۔“

(تفسیر الطبري: ۱۱۶۱۸، وسندہ حسن)

## مرتبہ تخلیق و ایجاد:

اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہر چیز کے خالق حتیٰ کہ بندوں کے افعال کے بھی خالق ہونے کا اعتراف کرنا۔ کائنات میں جو بھی چیز رونما ہوتی ہے، اللہ ہی اس کا خالق ہوتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (الزمر: ۲۶)

”اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ (الصافات: ۹۲)

”اللہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق ہے۔“

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:



هَذَا أَمْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الرُّسُلِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِمْ  
وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ اتَّفَقَتِ الْكُتُبُ الْإِلَهِيَّةُ وَالْفِطْرُ وَالْعُقُولُ  
وَالْإِعْتِبَارُ.

”یہ رسولوں کے درمیان متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اسی پر کتب سماویہ، فطرتِ انسانی  
اور عقل و مشاہدہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔“

(شفاء العلیل: ۱/۱۴۵)

حمید اللہ کہتے ہیں:

”امام حسن بصری رحمہ اللہ ہمارے پاس مکہ آئے، فقہائے مکہ نے مجھ سے بات کی  
کہ میں امام صاحب سے ایک دن وعظ و نصیحت کے لئے اپنے پاس مجلس  
لگانے کی درخواست کروں، آپ نے ہاں کر دی۔ جو فقہاء آپ کے پاس جمع  
تھے، آپ نے انہیں خطاب کیا، میں نے آپ سے بڑھ کر خطیب نہ دیکھا تھا،  
ایک آدمی آیا کہنے لگا: ابوسعید! شیطان کو کس نے پیدا کیا؟ فرمایا: سبحان اللہ، کیا  
اللہ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے؟ اللہ ہی نے شیطان کو بھی پیدا کیا اور خیر و شر بھی  
اسی کی مخلوق ہے۔ آدمی کہنے لگا: اللہ ان (منکرین تقدیر) کو ہلاک کرے، کیسے  
شیخ پر جھوٹ بولتے ہیں، (ان پر منکر تقدیر ہونے کا الزام لگاتے ہیں)۔“

(سنن أبي داود: ۴۶۱۸، وسنده صحيح)

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرمان الہی ﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ . إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ  
وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ﴾ (ہود: ۱۱۸-۱۱۹) ”اللہ کسی پر رحم کرے، تو درست، ورنہ یہ اختلاف  
کرتے ہی رہیں گے، اسی (رحمت کے) لئے ان کی تخلیق ہوئی۔“ کی تفسیر میں فرماتے

ہیں:

خَلَقَهُمْ لِلرَّحْمَةِ .

”اللہ نے انہیں رحمت کرنے کے لئے پیدا کیا۔“

(سنن سعید بن منصور: ۱۱۰۴، وسندہ صحیح)

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ فرمان الہی ﴿ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ﴾ (عبس: ۲۰) ”پھر خیر و شر کا راستہ اس کے لیے آسان کیا“ اسی فرمان کی طرح ہے: ﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ (الدھر: ۳) ”ہم نے راستہ دکھا دیا اب چاہے شکر گزار بنے چاہے ناشکرا۔“

(تفسیر الطبري: ۲۶۳۴۲، وسندہ صحیح)

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فرمان الہی: ﴿يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ (الرعد: ۳۹) ”جسے چاہتا ہے، مٹا دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے، قائم رکھتا ہے۔ اسی کے پاس لوح محفوظ کا علم ہے۔“ سے زندگی و موت اور سعادت و شقاوت مستثنیٰ ہیں، یہ تبدیل نہیں ہوتیں۔“

(تفسیر الطبري: ۲۰۴۶۷، وسندہ صحیح)

نیز آپ رحمہ اللہ ﴿وَنُقَلِّبُ أَفْعَدَتَهُمْ﴾ (الأنعام: ۱۱۰) ”ہم ان کے دل پھرتے ہیں۔“

سے مراد لیتے ہے:

نَحُولُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْإِيمَانِ لَوْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ كَمَا حُلْنَا بَيْنَهُمْ

وَبَيَّنَهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

”ہم ان کے دلوں اور ایمان کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی نشانی ان کے پاس آئی جیسے ہم پہلی بار، ان کے اور ایمان کے درمیان حائل ہوئے تھے۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۳۶۹/۴، وسندہ حسن)

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِسْتَحُوْذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ اِذْ اَطَاعُوْهُ، فَخَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ، وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةً، فَهَمْ لَا يُبْصِرُوْنَ هُدًى، وَلَا يَسْمَعُوْنَ وَلَا يَفْقَهُوْنَ، وَلَا يَعْقِلُوْنَ.

”جب انہوں نے شیطان کی بات مانی، تو شیطان نے ان پر غلبہ پالیا۔ اللہ نے ان کے دلوں اور سماعتوں پر مہر ثبت کر دی، ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ یہ ہدایت نہیں دیکھ پاتے، نہ اسے سنتے ہیں، نہ جانتے ہیں اور نہ اس بارے شعور رکھتے ہیں۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۱/۴۱، وسندہ صحیح)

نیز فرماتے ہیں:

﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ (الشُّعَرَاءُ: ۲۰۱) ’اس پر ایمان نہیں لاتے۔‘ کا مطلب یہ ہے:

اِذَا كَذَبُوا سَلَكَ اللّٰهُ فِي قُلُوْبِهِمُ الْاَيُّوْمِنُوْا بِهٖ .

”جب اللہ کی تکذیب کرتے ہیں، تو اللہ ان کے دلوں میں لکھ دیتے ہیں کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۲۸۲۲/۹، وسندہ صحیح)

مزید فرماتے ہیں:

﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ (الصفات: ۹۶) قَالَ: خَلَقَكُمْ  
وَخَلَقَ مَا تَعْمَلُونَ بِأَيْدِيكُمْ.

”﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ (الصفات: ۹۶) ’اللہ تعالیٰ تمہارا اور  
تمہارے اعمال کا خالق ہے۔‘ کا مطلب ہے کہ اللہ نے اسے بھی پیدا کیا، جو تم  
نے اپنے ہاتھوں سے کمایا ہے۔“

(الاعتقاد للبيهقي، ص: ۷۹، القضاء والقدر للبيهقي: ۱۲۵، وسندہ صحیح)

ابوحازم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿فَالْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ (الشمس: ۸) قَالَ: الْفَاجِرَةُ  
الْهَمَهَا اللَّهُ تَعَالَى الْفُجُورَ، وَالتَّقِيَّةُ الْهَمَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
التَّقْوَى.

”﴿فَالْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ (الشمس: ۸) ’اس (نفس) کو برائی  
اور نیکی کا الہام کیا۔‘ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بد (نفس) کو برائی کا اور  
متقی و پرہیزگار کو تقویٰ کا الہام کیا۔“

(السنة لعبد الله بن أحمد: ۸۹۰، القدر للفریابی: ۳۲۷، وسندہ صحیح)

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ﴿أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ  
فِي النَّاسِ﴾ (الأنعام: ۱۲۲) ’کیا جو مردہ تھا، تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے نور بنایا  
جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے۔‘ کا مطلب یہ ہے:

مَنْ كَانَ كَافِرًا فَجَعَلْنَاهُ مُسْلِمًا، وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ، وَهُوَ الْإِسْلَامُ، يَقُولُ: هَذَا كَمَنْ هُوَ فِي الظُّلُمَاتِ، يَعْنِي: الشِّرْكَ.

”کافر کو مسلمان بنایا، ہم نے اس کے لئے نور بنایا جس کے ذریعے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ وہ نور اسلام ہے۔ کیا یہ شخص اندھیروں یعنی شرک میں چلنے والے جیسا ہو سکتا ہے؟“

(تفسیر الطبری: ۱۳۸۴۵، وسندہ حسن)

نیز فرمان الہی:

﴿كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ﴾ (الأعراف: ۲۹-۳۰)

”تم کو اللہ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا، اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے، ایک فریق کو اللہ نے ہدایت دی، اور دوسرے کے نام گم راہی رہی۔“  
کا مطلب بیان کرتے ہیں:

كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ، كَمَا خَلَقْنَاكُمْ، فَرِيقٌ مُّهْتَدُونَ، وَفَرِيقٌ ضَالٌّ، كَذَلِكَ تَعُودُونَ وَتُخْرَجُونَ مِنْ بَطُونٍ أُمَّهَاتِكُمْ.

”جیسے ہم نے آپ کو پیدا کیا، ایک فریق ہدایت یافتہ تھا، دوسرا گم راہ، اسی طرح تم لوٹو گے اور اپنی ماؤں کے بطنوں سے نکالے جاؤ گے۔“

(تفسیر الطبری: ۱۴۴۹۴، وسندہ حسن)

نیز اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا﴾ (النساء: ۸۸) ”اللہ نے



ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں گم راہ کیا۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أَضَلَّهُمْ بِمَا كَسَبُوا.

”کرتوتوں کی وجہ سے گم راہ کیا۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۰۲۵/۳، وسندہ حسن)

## تقدیر کو حجت بنانا:

تقدیر کے مسائل میں سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب پر تقدیر کو دلیل بنانا کیسا ہے؟ مشرکین اور بدعتی ہمیشہ سے اسے وراثت میں منتقل کرتے رہے ہیں، کیوں کہ ان کے امام اہلبیس نے ہی سب سے پہلے اللہ کے حکم کی نافرمانی پر تقدیر کو دلیل بناتے ہوئے کہا تھا:

﴿رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي﴾ (الحجر: ۳۹)

”رب! چوں کہ تو نے مجھے گم راہ کیا۔“

پھر اہلبیس کے پیروکار مشرکین مکہ نے بھی یہی بات دہرائی:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ

فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النحل: ۳۵)

”مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا، تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے علاوہ

کسی کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہی اس کے فرمان کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار

دیتے، یہی فعل ان سے قبل لوگوں کا رہا۔“

ایسے لوگ منکرین تقدیر سے بھی بدتر ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

فَهَؤُلَاءِ يَتَوَلَّوْا أَمْرَهُمْ إِلَى تَعْطِيلِ الشَّرَائِعِ وَالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ مَعَ  
الاعْتِرَافِ بِالرَّبُوبِيَّةِ الْعَامَّةِ لِكُلِّ مَخْلُوقٍ وَأَنَّهُ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا  
رَبِّي أَخَذَ بِنَاصِيَتِهَا، وَهُوَ الَّذِي يَبْتَلِي بِهِ كَثِيرًا إِمَّا اعْتِقَادًا  
وَإِمَّا حَالًا طَوَائِفُ مِنَ الصُّوفِيَّةِ وَالْفُقَرَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ مَنْ  
يَخْرُجُ مِنْهُمْ إِلَى الْإِبَاحَةِ لِلْمَحْرَمَاتِ وَإِسْقَاطِ الْوَاجِبَاتِ  
وَرَفْعِ الْعُقُوبَاتِ .

”ایسے لوگ آخر کار شریعت اور احکام الہی کو معطل کر دیتے ہیں، حالاں کہ ہر مخلوق پر اس کی کامل ربوبیت کو بھی مانتے ہوتے ہیں۔ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہر جاندار کی پیشانی میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔ اعتقادی یا عملی طور پر صوفیا اور فقرا کا بڑا حصہ اسی خرابی میں مبتلا ہے، حتیٰ کہ بعض تو محرمات کے جواز، واجبات کے اسقاط اور سزاؤں کے خاتمے تک پہنچ جاتے ہیں۔“

(مجموع الفتاوی: ۲۵۶/۸: ۲۵۷)

نیز فرماتے ہیں:

وَسَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَثَمَتُهَا مُتَّفِقُونَ أَيْضًا عَلَى أَنَّ الْعِبَادَ مَأْمُورُونَ  
بِمَا أَمَرَهُمُ اللَّهُ بِهِ مَنَهِيُونَ عَمَّا نَهَاَهُمُ اللَّهُ عَنْهُ وَمُتَّفِقُونَ  
عَلَى الْإِيمَانِ بِوَعْدِهِ وَوَعِيدِهِ الَّذِي نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ  
وَمُتَّفِقُونَ أَنَّهُ لَا حُجَّةَ لِأَحَدٍ عَلَى اللَّهِ فِي وَاجِبٍ تَرَكَهُ وَلَا

مُحَرَّمٍ فَعَلَهُ بَلْ لِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ عَلَى عِبَادِهِ وَمَنْ أَحْتَجَّ  
بِالْقَدَرِ عَلَى تَرْكِ مَأْمُورٍ أَوْ فِعْلِ مَحْظُورٍ أَوْ دَفْعِ مَا جَاءَتْ بِهِ  
النُّصُوصُ فِي الْوَعْدِ وَالْوَعِيدِ فَهُوَ أَعْظَمُ ضَلَالًا وَافْتِرَاءً  
عَلَى اللَّهِ وَمُخَالَفَةً لِلدِّينِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيكَ الْقَدَرِيَّةِ فَإِنَّ أَوْلِيكَ  
مُشَبَّهُونَ بِالْمَجُوسِ وَقَدْ جَاءَتْ الْآثَارُ فِيهِمْ أَنَّهُمْ مَجُوسٌ  
هَذِهِ الْأُمَّةُ .... فَهَؤُلَاءِ الْمُحْتَجُّونَ بِالْقَدَرِ عَلَى سُقُوطِ الْأَمْرِ  
وَالنَّهْيِ مِنْ جَنْسِ الْمُشْرِكِينَ الْمُكَذِّبِينَ لِلرُّسُلِ وَهُمْ أَسْوَأُ  
حَالًا مِنَ الْمَجُوسِ وَهَؤُلَاءِ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ  
وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ .

”اسلاف امت اور ائمہ دین متفق ہیں کہ بندے اللہ کے احکام و نواہی کے  
پابند ہیں۔ کتاب و سنت میں موجود اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں پر ایمان  
بھی اتفاقی ہے۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ کسی واجب کو ترک کرنے اور حرام کا  
ارتکاب کرنے کے بارے میں اللہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں قائم کی جاسکتی،  
بلکہ اللہ ہی دلیل زبردست ہے، جس نے کسی ممنوع و حرام کام پر دلیل لی یا  
وعدہ و وعید پر مشتمل نصوص کا انکار کیا وہ منکرین تقدیر سے بڑھ کر گمراہ، اللہ پر  
جھوٹ باندھنے والا اور دین کا مخالف ہے۔ یہ لوگ مجوسیوں کے مشابہ ہیں۔  
بعض آثار میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ منکرین تقدیر اس امت کے مجوسی ہیں ....  
اللہ کے اوامر و نواہی کی پامالی پر تقدیر کو دلیل بنانے والے لوگ رسولوں کو



جھٹلانے والے مشرکین کی قبیل سے ہیں، بل کہ مجوسیوں سے برے ہیں۔ ان کی دلیل ان کے رب کے ہاں نکمی ہے، ان پر اللہ کے غضب کا کوڑا برے گا اور دردناک عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔“

(مجموع الفتاوی: ۴۵۲/۸-۴۵۳)

مزید فرماتے ہیں:

فَالْقَدَرُ يُؤْمِنُ بِهِ وَلَا يَحْتَجُّ بِهِ فَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِالْقَدَرِ ضَارَعَ  
الْمَجُوسَ وَمَنِ احْتَجَّ بِهِ ضَارَعَ الْمُشْرِكِينَ وَمَنْ أَقْرَبَ بِالْأَمْرِ  
وَالْقَدَرِ وَطَعَنَ فِي عَدْلِ اللَّهِ وَحِكْمَتِهِ كَانَ شَيْهًا بِإِبْلِيسَ .  
”تقدیر پر ایمان لایا جائے گا، اسے دلیل نہیں بنایا جائے گا۔ جو تقدیر کو نہیں  
مانتا، وہ مجوسیوں کے مشابہہ ہے، جو اس سے دلیل پکڑتا ہے، وہ مشرکین کے  
مشابہہ ہے اور جو تقدیر کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کے عدل و حکمت میں طعن کرتا  
ہے، وہ ابلیس کے مشابہہ ہے۔“

(مجموع الفتاوی: ۱۱۴/۸)

مطرف بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَصْعَدَ فَيُلْقِيَ نَفْسَهُ مِنْ فَوْقِ الْبُيُوتِ وَيَقُولُ :  
قُدِّرَ لِي وَلَكِنْ يَحْذَرُ وَيَجْتَهِدُ وَيَتَّقِي فَإِنْ أَصَابَهُ شَيْءٌ عِلِمَ  
أَنَّهُ لَمْ يُصِبْهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ .

”کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ کنویں کی منڈیر پر چڑ کر خود کو اندر پھینک دیے اور  
کہے: یہ میری تقدیر میں لکھ دیا گیا تھا، بل کہ اپنا پورا بچاؤ کرے اور کوشش

کرے۔ اگر کوئی مصیبت پہنچ ہی جائے، تو سمجھے کہ وہی پہنچی ہے، جو تقدیر میں لکھی تھی۔“

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء لأبی نعیم الأصبہانی: ۲/۲۰۲، وسندہ حسن)  
امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (النساء: ۱۱۳) ”اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل کی اور آپ کو وہ سب سکھایا، جو آپ نہیں جانتے تھے۔“ کا مطلب ہے:

عَلَّمَهُ اللَّهُ بَيَانَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ بَيْنَ حَالِهِ وَحَرَامِهِ لِيَحْتَجَّ بِذَلِكَ عَلَى خَلْقِهِ .

”اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا و آخرت کا بیان سکھلایا، حلال و حرام کو بیان کیا تاکہ اس کے ذریعے مخلوق پر حجت قائم کرے۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۳/۱۰۶۴، وسندہ صحیح)

## افعالِ باری تعالیٰ کی حکمت:

کسی کام کا انجام صالح، حکمت کہلاتا ہے۔ عقل، نقل، فطرت اور اجماع سب دلائل اللہ تعالیٰ کے افعال کے حکمت ہونے پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاتَّقَانَهُ وَإِحْسَانُهُ لِيَخْلُقَهُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَهُ حِكْمَةٌ فِي ذَلِكَ .  
”اللہ کی تخلیق میں حسن و پختگی کا وجود بتاتا ہے کہ اس میں اللہ کی حکمت بھی موجود ہے۔“

(مجموع الفتاوی: ۸/۳۴، ۳۵)

حافظ ابن القيم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَنَّهُ سُبْحَانَهُ حَكِيمٌ لَا يَفْعَلُ شَيْئًا عَبَثًا وَلَا لِغَيْرِ مَعْنَى  
وَمَصْلَحَةٍ وَحِكْمُهُ هِيَ الْغَايَةُ الْمَقْصُودَةُ بِالْفِعْلِ بَلْ أَفْعَالُهُ  
سُبْحَانَهُ صَادِرَةٌ عَنْ حِكْمَةٍ بِالْغَةِ لِأَجْلِهَا فِعْلٌ كَمَا هِيَ  
نَاشِئَةٌ عَنْ أَسْبَابٍ بِهَا فِعْلٌ وَقَدْ دَلَّ كَلَامُهُ وَكَلامُ رَسُولِهِ  
عَلَى هَذَا وَهَذَا فِي مَوَاضِعَ لَا تَكَادُ تُحْصَى .

”اللہ سبحانہ و تعالیٰ حکیم ہے، کوئی کام عبث و لایعنی اور بغیر مصلحت کے نہیں کرتا۔ ہر کام میں حکمت ہی مقصود ہوتی ہے۔ اللہ کا ہر فعل بلیغ حکمت سے سرشار ہوتا ہے۔ اس کے اسباب بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کلام بے شمار مواقع پر اس کی وضاحت کرتی ہے۔“

(شفاء العلیل: ۹۷/۲)

امام قتادہ رحمہ اللہ فرمان الہی ﴿وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ﴾ (سبأ: ۱) ”اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حَكِيمٌ فِي أَمْرِهِ، خَبِيرٌ بِخَلْقِهِ .

”اللہ اپنے کام میں حکیم اور مخلوق سے باخبر ہے۔“

(تفسیر عبد الرزاق: ۱۲۶/۳، وسندہ صحیح)

تکلیف مالا یطاق:

وہ نئے مسائل جن میں تابعین رحمہ اللہ نے کوئی بات نہیں کی، ان میں سے ایک

”تکلیف مالا یطاق“ کا مسئلہ ہے۔ یہ بعد کی بدعت ہے، اسلاف امت نے اس طرح کی عبادات کا انکار کیا ہے۔ ان کا فرمان ہے کہ احسن عبارات یعنی جو قرآن و سنت کی نصوص پر مشتمل، ان کا استعمال کرنا چاہئے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَكِنْ أَحْسَنَ اللَّفَظِ وَالْإِعْتِبَارَاتِ مَا يُطَابِقُ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ  
وَاتِّفَاقَ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَثَمَتِهَا، وَالْوَاجِبُ أَنْ يَجْعَلَ نُصُوصَ  
الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ هِيَ الْأَصْلَ الْمُعْتَمَدَ الَّذِي يَجِبُ اتِّبَاعُهُ  
وَيَسُوغُ إِطْلَاقُهُ وَيَجْعَلَ اللَّفَظَ الَّذِي تَنَازَعَ فِيهَا النَّاسُ نَفْيًا  
أَوْ إِثْبَاتًا مَوْقُوفَةً عَلَى الْإِسْتِفْسَارِ وَالتَّفْصِيلِ وَيَمْنَعُ مَنْ  
إِطْلَاقِ نَفْيٍ مَا أَثَبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَإِطْلَاقِ إِثْبَاتٍ مَا نَفَى اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ.

”بلکہ کتاب اور اجماع اسلاف وائمہ کے مطابق احسن الفاظ و عبارات کا استعمال کرنا چاہیے، کتاب و سنت کی نصوص کو ہی بنیاد بنانا واجب ہے۔ اسی کی اتباع واجب اور اسی کا اطلاق جائز ہے، جن الفاظ کی نفی یا اثبات میں لوگوں کا اختلاف ہے، وہ تفصیل و بحث پر موقوف ہیں، نیز اللہ و رسول کے اثبات پر نفی اور اللہ و رسول ﷺ کی نفی پر اثبات کے اطلاق سے روکنا واجب ہے۔“

(مجموع الفتاویٰ: ۳۰۱/۸)

تکلیف مالا یطاق کے بارے میں لکھتے ہیں:

فَإِطْلَاقُ الْقَوْلِ بِتَكْلِيفٍ مَا لَا يُطَاقُ مِنَ الْبِدْعِ الْحَادِثَةِ فِي

الْإِسْلَامَ، كإِطْلَاقِ الْقَوْلِ : بِأَنَّ النَّاسَ مَجْبُورُونَ عَلَى أَفْعَالِهِمْ وَقَدْ اتَّفَقَ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَثَمَتُهَا عَلَى إِنْكَارِ ذَلِكَ وَدَمَّ مَنْ يُطْلِقُهُ .

”تکلیف مالا یطاق کے الفاظ کا استعمال اسلام میں بدعت ہے، جیسے یہ کہنا بدعت ہے کہ بندے اپنے افعال میں مجبور محض ہیں۔ اسلاف وائمہ ملت کا اجماع ہے کہ ایسی عبارات ممنوع اور ان کو استعمال کرنے والا مذموم ہے۔“

(دَرُّ تَعَارُضِ الْعَقْلِ وَالنَّقْلِ : ۱/۶۵)

اہل سنت کے نزدیک مالا یطاق دو طرح کا ہے:

① مکلف کا کسی کام سے عاجز ہونا، مثلاً اندھے آدمی کو لکھنے اور کتاب پر نقطے لگانے کا کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی تکلیف کسی کو نہیں دی۔

② دوسرے کام میں مشغولیت کی وجہ سے اس کام کو نہ کرنا۔ یہ ناممکن نہیں، نہ ہی آدمی اس سے عاجز ہوتا ہے۔ اس میں تکلیف دی گئی ہے، جیسے کافر کو حالت کفر میں اسلام قبول کرنے کا مکلف ٹھہرانا، ان دونوں معاملات میں فرق روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

تقدیر میں گہرائی تک جانا مذموم کام ہے:

بہت سی احادیث میں تقدیر میں زیادہ غور و خوض سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ اللہ کا راز ہے۔ جس کو اللہ نے اپنے علم میں خاص کیا ہوا ہے اور بندوں سے چھپایا ہے، اس کو کریدنا اسلام کی شاہراہ سے انحراف کا سبب ہے۔ علامہ آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَا يَحْسُنُ بِالْمُسْلِمِينَ التَّنْقِيرُ وَالْبَحْثُ عَنِ الْقَدَرِ؛ لِأَنَّ

الْقَدَرِ سِرٍّ مِّنْ سِرِّ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ .

”مسلمانوں کے لئے کیلئے تقدیر کے بارے میں بحث و کرید مناسب نہیں، کیوں کہ یہ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔“

(الشريعة للأجري: ٦٩٧/٢)

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْقَدَرُ سِرُّ اللَّهِ لَا يُدْرِكُ بَجِدَالٍ وَلَا يَشْفِي مِنْهُ مَقَالٌ  
وَالْحِجَابُ فِيهِ مَرْتَجَةٌ لَا يُفْتَحُ شَيْءٌ مِنْهَا إِلَّا بِكُسْرِ شَيْءٍ  
وَعَلَقِهِ .

”تقدیر اللہ کا راز ہے، جو بحث و تمحیص سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے، نہ ہی کوئی بات اس کیلئے شافی حل ہو سکتی ہے۔ اس میں زیادہ غور کرنے والا اختلاط کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کا ذرا سا حصہ بھی کسی چیز کو توڑنے یا بند کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔“

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: ١٤/٦)

امام قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے تقدیر میں بحث کرنے والوں سے فرمایا:

كُفُّوا عَمَّا كَفَّ اللَّهُ عَنْهُ .

”اس سے رک جاؤ، جس (کو بتانے) سے اللہ رک گیا۔“

(طبقات ابن سعد: ١٨٨/٥، وسنده حسن)

امام طاووس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اجْتَنِبُوا الْكَلَامَ فِي الْقَدَرِ فَإِنَّ الْمُتَكَلِّمِينَ فِيهِ يَقُولُونَ بِغَيْرِ

عِلْمِ .

”تقدیر کے بارے میں بات چیت سے بچو! کیوں کہ اس بارے میں بات کرنے والے لوگ بغیر علم بحث کرتے ہیں۔“

(مصنّف عبد الرزّاق : ۲۰۰۷۵، وسندہ صحیح)

امام میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ أَرْفُضُوهُنَّ : سَبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّظَرُ فِي النُّجُومِ، وَالنَّظَرُ فِي الْقَدَرِ .

”تین کام چھوڑ دیجئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا کہنا، ستاروں میں غور و فکر اور تقدیر میں غور و خوض۔“

(فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل : ۱۹، وسندہ حسن)

نیز فرماتے ہیں:

أَرْبَعٌ لَا تَتَكَلَّمُ فِيْهِنَّ : عَلِيٌّ، وَعُثْمَانُ، وَالنُّجُومُ، وَالْقَدَرُ .

”چار چیزوں میں بات نہ کیجئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، نجوم اور تقدیر۔“

(مساوي الأخلاق للخطاطي : ۷۴۸، وسندہ حسن)

حبیب بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں عبد اللہ بن طاوس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے ہو؟ ہم نے کہا: بصرہ سے۔ آپ نے فرمایا: شاید تم قدری فرقے سے ہو، ہم نے کہا ہم تو ایوب سختیانی کے شاگرد ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ ایوب پر رحم کرے! وہ تو قدری نہیں تھے، میں نے عرض کی: قدریوں کے بارے میں آپ کے باپ (طاوس) کا کیا خیال تھا؟ آپ نے کہا ان کا فرمان تھا:

هُوَ أَمْرٌ مَّنْ تَكَلَّمَ فِيهِ سُئِلَ عَنْهُ وَمَنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ لَمْ يَسْأَلْ عَنْهُ، مَا تُرِيدُونَ إِلَيْهِ؟

”یہ ایسی چیز ہے کہ جس نے اس بارے میں بات کی، اس سے حساب ہوگا، جس نے اس بارے میں بات نہ کی اس سے حساب نہ ہوگا۔ (اب) آپ کیا چاہتے ہیں؟“

(العِلَلُ ومعرفة الرجال لأحمد بن حنبل رواية ابنه : ٣٥٩٨، وسنده حسن)

### منکرین تقدیر کی مذمت:

صحابہ و تابعین اپنے بعد والے لوگوں کے عقیدے کی سلامتی پر بہت حریص تھے، اس لئے انہوں نے پیدا ہونے والی ہر بدعت و خرافت کو زبان و طاقت ہر طرح سے دبا یا، علامہ آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَوْلَا أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ لَمَّا بَلَغَهُمْ عَنْ قَوْمٍ ضَلَالٍ شَرَدُوا عَنْ طَرِيقِ الْحَقِّ، وَكَذَّبُوا بِالْقَدَرِ، فَرَدُّوا عَلَيْهِمْ قَوْلَهُمْ، وَسَبُّهُمْ وَكَفَرُوا بِهِمْ، وَكَذَلِكَ التَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ سَبُّوا مَنْ تَكَلَّمَ بِالْقَدَرِ وَكَذَّبَ بِهِ وَلَعَنُوهُمْ وَنَهَوْا عَنْ مُجَالَسَتِهِمْ، وَكَذَلِكَ أَيْمَةُ الْمُسْلِمِينَ يَنْهَوْنَ عَنْ مُجَالَسَةِ الْقَدَرِيَّةِ وَعَنْ مُنَاطَرَتِهِمْ وَبَيْنُوا لِلْمُسْلِمِينَ قَبِيحَ مَذَاهِبِهِمْ فَلَوْلَا أَنَّ هَؤُلَاءِ رَدُّوا عَلَى الْقَدَرِيَّةِ لَمْ يَسَعْ مَنْ بَعْدَهُمُ الْكَلَامُ عَلَى الْقَدَرِ.



”جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک قوم کے متعلق خبر ملی کہ وہ راہ حق سے منحرف ہو گئے ہیں اور تقدیر کا انکار کر چکے ہیں، تو انہوں نے ان (منکرین تقدیر) کے موقف کا رد کیا، انہیں برا کہا اور تکفیر کی۔ اسی طرح تابعین عظام نے بھی منکرین تقدیر کو برا کہا، ان کی تکفیر کی، لعن طعن کی اور ان کی مجلس اختیار کرنے سے منع کیا۔ ائمہ مسلمین نے بھی قدریہ کی مجلس اختیار کرنے اور ان سے بحث و مباحثہ کرنے سے منع کیا۔ مسلمانوں پر قدریہ کے مذہب کی قباحت آشکارا کر دی۔ اگر ہمارے اسلاف ان کے گندے عقیدے کا رد نہ کرتے، تو بعد والے تقدیر ثابت نہ کر پاتے۔“

(الشریعة: ۶۹۸/۲-۶۹۹)

اثبات تقدیر کے بیان کے بعد فرماتے ہیں:

هَذِهِ حُجَّتُنَا عَلَى الْقَدَرِيَّةِ: كِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى، وَسُنَّةُ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُنَّةُ أَصْحَابِهِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَقَوْلُ أئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، مَعَ تَرْكِنا لِلْجِدَالِ وَالْمِرَاءِ، وَالْبَحْثِ عَنِ الْقَدْرِ فَإِنَّا قَدْ نُهِنَا عَنْهُ، وَأَمَرْنَا بِتَرْكِ مُجَالَسَةِ الْقَدَرِيَّةِ، وَأَنْ لَا نُنَاطِرَهُمْ، وَلَا نَفَاتِحَهُمْ عَلَى سَبِيلِ الْجَدَلِ، بَلْ يُهَجَرُونَ وَيُهَانُونَ وَيُدْلَوْنَ، وَلَا يُصَلَّى خَلْفَ وَاحِدٍ مِنْهُمْ، وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ وَلَا يُزَوَّجُ، وَإِنْ مَرِضَ لَمْ يُعَدَّ وَإِنْ مَاتَ لَمْ يُحْضَرْ جَنَازَتُهُ، وَلَمْ تُجَبْ دَعْوَتُهُ فِي وَلِيمَةٍ إِنْ

كَانَتْ لَهُ، فَإِنْ جَاءَ مُسْتَرْشِدًا أُرْشِدَ عَلَى مَعْنَى النَّصِيحَةِ لَهُ،  
فَإِنْ رَجَعَ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَإِنْ عَادَ إِلَى بَابِ الْجَدَلِ وَالْمِرَاءِ لَمْ  
نَلْتَفِتْ عَلَيْهِ، وَطُرِدَ وَحُذِرَ مِنْهُ، وَلَمْ يُكَلَّمْ وَلَمْ يُسَلَّمْ عَلَيْهِ.

”کتاب وسنت، طریق اصحاب رسول و تابعین اور اقوال ائمہ، قدریہ کے  
خلاف ہمارے دلائل ہیں۔ ہم تقدیر کے بارے بحث و تمحیص نہیں کرتے،  
کیوں کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے اور قدریہ کے پاس بیٹھے سے منع کیا گیا  
ہے۔ ان سے مناظرہ اور انہیں چیلنج سے بھی روکا گیا ہے۔ ائمہ کہتے ہیں کہ  
انہیں چھوڑ دیں، ان کی بے عزتی کریں، ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، گواہی  
قبول نہ کریں، ان سے شادی بیاہ کے معاملات نہ کریں، بیمار ہوں، تو مزاج  
پر سی نہ کریں، مرجائیں، تو جنازہ میں شرکت نہ کریں، دعوت و لیمہ دیں، تو  
قبول نہ کریں، رہنمائی لینے آئیں، تو ان کی رہنمائی کریں، تو بہ کر لیں تو الحمد للہ،  
بحث و مناظرہ پر اتر آئیں تو بات نہ سنیں، بھگادیں ان سے بچیں، کلام نہ کریں  
اور نہ انہیں سلام کہیں۔“

(الشریعة: ۲/۹۳۴)

عکرمہ بن عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امام قاسم بن محمد اور امام سالم بن عبد  
اللہ رضی اللہ عنہ کو منکرین تقدیر پر لعنت کرتے دیکھا۔

(طبقات ابن سعد: ۵/۱۸۸، وسندہ صحیح)

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تُجَالِسُوا مَعْبَدًا، فَإِنَّهُ ضَالٌّ مُضِلٌّ.

”معبد جہنی (منکر تقدیر) کے پاس نہ بیٹھیں، کیوں کہ یہ خود بھی گم راہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔“

(شرح علل الترمذی لابن رجب: ۴۷/۱، وسندہ صحیح)

عبداللہ بن عون رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ أَبْغَضَ أَوْ أَكْرَهَ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ مِنْ هَؤُلَاءِ الْقَدَرِيَّةِ .

”محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ قدریہ سے زیادہ کسی سے نفرت نہیں کرتے تھے۔“

(القدر للفريابي: ۳۲۹، وسندہ صحیح)

عبداللہ بن عون مزید بیان کرتے ہیں:

”ایک آدمی امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور تقدیر کے بارے بات کی آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (النحل: ۹۰) اللہ عدل و احسان کا حکم دیتے ہیں، قرابت داروں سے محبت کا حکم دیتے ہیں، فحاشی منکرات اور زنا سے منع کرتے ہیں۔ آپ کو وعظ کرتے ہیں، شاید آپ وعظ قبول کر لیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور فرمایا: یا تو میرے پاس سے چلا جا، یا میں چلا جاتا ہوں، وہ آدمی چلا گیا، تو آپ نے فرمایا:

إِنَّ قَلْبِي لَيْسَ بِيَدِي، وَإِنِّي خِفْتُ أَنْ يَنْفُثَ فِي قَلْبِي شَيْئًا، فَلَا أَقْدِرُ عَلَى أَنْ أُخْرِجَهُ مِنْهُ، فَكَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ لَا أَسْمَعَ

كَأَلَمَهُ .

”میرادل میرے ہاتھ میں نہیں ہے، مجھے ڈرتھا کہ یہ کوئی ایسی بات کرتا، جو

مجھے منکر تقدیر بنا دیتی، تو میں نے بہتر سمجھا کہ ان کی بات نہ ہی سنوں۔“

(طبقات ابن سعد: ۷/۱۹۷، وسندہ صحیح)

محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں یہ آیت پڑھا کرتا تھا: ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ﴾ (القمر:

۴۷) ”مجرم گم راہی اور جہنم میں ہوں گے۔“ لیکن مجھے سمجھ نہ آتا کہ یہ کون لوگ

ہیں، پھر مجھے پتہ چلا کہ یہ یہاں منکرین تقدیر مراد ہیں۔“

(تفسیر عبدالرزاق: ۳/۲۶۱، وسندہ صحیح)

ابومودود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا تُخَاصِمُوا هَؤُلَاءِ الْقَدَرِيَّةَ وَلَا تُجَالِسُوهُمْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي

بِيَدِهِ لَا يُجَالِسُهُمْ رَجُلٌ ثُمَّ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ فِقْهًا فِي دِينِهِ

وَعِلْمًا فِي كِتَابِهِ إِلَّا أَمْرُضُوهُ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ،

لَوَدِدْتُ أَنَّ يَمِينِي هَذِهِ تُقَطَّعُ عَلَى كِبَرِ سِنِّي، وَأَنَّهُمْ أَتَوْا مِنْ

كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ آيَةً، وَلَكِنَّهُمْ يَأْخُذُونَ بِآخِرِهَا وَيَتْرُكُونَ

أَوَّلَهَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لِإِبْلِيسَ لَعَنَهُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِاللَّهِ

مِنْهُمْ، إِنَّ إِبْلِيسَ لَعَنَهُ اللَّهُ يَعْلَمُ مَنْ أَغْوَاهُ، وَهُمْ يَزْعُمُونَ

أَنَّهُمْ يَغْوُونَ أَنْفُسَهُمْ وَيُرْشِدُونَهَا .

”اہل قدر سے مت الجبیں، ان کی مجلس میں نہ بیٹھیں، اللہ کی قسم! جو بھی کتاب و سنت کے علم و آگہی سے نا آشنا ہو اور ان کے ساتھ بیٹھے، وہ اسے بھی اپنی (انکار تقدیری کی) بیماری لگا دیں گے، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں مجھ (محمد ﷺ) کی جان ہے! اگر یہ لوگ قرآن کی مکمل آیت لے آئیں، تو کبر سنی کے باوجود میرا یہ دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے، لیکن (ایسا نہیں کر سکتے، کیوں کہ) یہ آیت کا آخری حصہ پڑھتے ہیں اور اول حصہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ابلیس اللہ کے بارے میں ان سے زیادہ جانتا ہے، ابلیس لعین اس حقیقت سے واقف ہے، جس سے یہ گم راہ ہو چکے ہیں، وہ تو جانتا تھا کہ اسے گم راہ کس نے کیا، جب کہ ان کا نظریہ ہے کہ خود ہی گم راہ ہوتے ہیں اور خود ہی راہ راست پر آتے ہیں۔“

(القدر للغریابی: ۲۵۱، وسندہ صحیح)

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾ (القمر: ۴۸) ’اس روز چہرے کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا جہنم کا مزہ چکھو۔‘ سے مراد منکرین تقدیر ہیں۔“

(حلیۃ الأولیاء: ۲۹۸/۳، ۲۹۹، وسندہ صحیح)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہمارے پاس منکر تقدیر غیلان آیا، یہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت کی بات ہے، اس نے بات کی جب وہ فارغ ہوا تو اس نے حسان سے کہا: میری بات

سے تو کیا سمجھا؟ حسان نے فرمایا:

إِنْ يَكُنْ لِّسَانِي يَكِلُ عَنْ جَوَابِكَ فَإِنَّ قَلْبِي يُنْكِرُ مَا تَقُولُ.  
 ”اگر چہ میری زبان تیرے جواب سے عاجز ہے، لیکن میرا دل تیری بات کا انکار کرتا ہے۔“

(حلیۃ الأولیاء: ۷۲/۶، وسندہ صحیح)

ابراہیم بن ابی علیہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں:

”میں عبارہ بن نسی رحمۃ اللہ کے پاس تھا، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور بتایا کہ امیر المؤمنین نے غیلان کا ہاتھ اور زبان کاٹ کر اسے سولی پر چڑھا دیا، آپ نے فرمایا: کیا تو سچ کہتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا:  
 أَصَابَ وَاللَّهِ السُّنَّةَ وَالْقَضِيَّةَ، وَلَآتَيْنَ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ،  
 فَلَأُحْسِنَنَّ لَهُ مَا صَنَعَ.  
 ”اللہ کی قسم! انہوں نے سنت کے مطابق درست فیصلہ کیا۔ میں ان کے پاس جا کر انہیں اس کام پر دادرور دوں گا۔“

(القدر للفریابی: ۲۵۶، وسندہ حسن)

امام مالک رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں:

”ان کے چچا ابواسہیل ابن ابی مالک رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں امام عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ نے فرمایا: ان منکرین تقدیر کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ ان سے توبہ کروائی جائے، اگر کر لیں تو اچھا ہے، ورنہ آپ ان کو قتل کروادیں، آپ فرمانے لگے، میری بھی یہی رائے

ہے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میری بھی یہی رائے ہے۔“

(مَوْطَأُ الْإِمَامِ مَالِكُ : ۲/۲۴۰)

محمد بن زیاد مہانی کہتے ہیں:

”ہم حمص کی مسجد میں بیٹھے تھے کہ لوگ اکٹھے ہو گئے، ہم نے کہا یہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ معبد الجہنی کو انکار تقدیر کے سلسلے میں امیر المؤمنین، ہشام بن عبد الملک کے پاس لیجا جا رہا ہے، ایک آدمی نے کہا، یہ تو بڑی آزمائش ہے، اس پر خالد بن معدان فرمانے لگے:

إِنَّمَا الْبَلَاءُ كُلُّ الْبَلَاءِ إِذَا كَانَتْ الْأَئِمَّةُ مِنْهُمْ .

”آزمائش تو تب ہوگی، جب حکمران وقت ان میں سے ہوں۔“

(القدر للفريابي : ۳۵۰، وسندہ حسن)

امام معمر بن سلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنِّي أُصَلِّي خَلْفَ صَاحِبِ السَّيْفِ، وَلَا أُصَلِّي خَلْفَ الْقَدَرِيِّ؛ لِأَنَّ أَصْحَابَ السَّيْفِ مُخْلِصُونَ .

”میں خوارج کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں، لیکن قدریوں کے پیچھے نہیں پڑھتا کیوں کہ خوارج مخلص ہوتے ہیں۔“

(حلیۃ الأولیاء : ۳۳/۳، وسندہ حسن)

حرب بن سرتج رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”میں نے امام ابو جعفر محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ سے سوال کیا، تو آپ نے پوچھا: کیا تو شامی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ لوگوں نے کہا: یہ آپ کا ہے، آپ نے

خوش آمدید کہا اور چڑے کا ایک تکیہ میرے لئے رکھ دیا، میں نے عرض کیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اچھی تقدیر ہے، بری نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہر اچھی و بری چیز جو ہونے والی تھی اس کے بارے میں قلم لکھ چکی تھی، آپ نے فرمایا:

بَلَّغْنِي أَنَّ قَبْلَكُمْ أَيْمَةً يُضِلُّونَ النَّاسَ، مَقَالَتْهُمْ الْمَقَالَتَانِ الْوَلَيَانِ فَمَنْ رَأَيْتُمْ إِمَامًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَلَا تُصَلُّوا وَرَاءَهُ. ”مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے ہاں کچھ ائمہ ہیں، جو لوگوں کو گم راہ کرتے ہیں۔ پہلی دو باتیں ان کی ہیں، ایسے شخص کو نماز پڑھاتے دیکھو، تو اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھو۔“

پھر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا:

فَمَنْ مَاتَ مِنْهُمْ، فَلَا تُصَلُّوا عَلَيْهِ، قَاتَلَهُمُ اللَّهُ إِخْوَانَ الْيَهُودِ.

”ان میں سے کوئی مر جائے تو ان کا جنازہ نہ پڑھیں اللہ ان یہودیوں کے بھائیوں کو قتل کرے۔“

میں نے عرض کی میں نے تو ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے، فرمایا:

مَنْ صَلَّى خَلْفَ أَوْلِيكَ فَلْيُعِدِ الصَّلَاةَ.

”جو ان کے پیچھے پڑھ چکا ہو، وہ اعادہ کرے۔“

(القدر للفريابي: ۲۹۴، وسنده حسن)

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:



”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر منکر تقدیر کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿الَّذِينَ قَالُوا لِلْإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا﴾ (آل

عمران: ۱۶۸)

”انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگر ہماری بات مان لیتے، تو مقتول نہ ہوتے۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۸۱۱/۳، وسندہ صحیح)

امام ربیعہ الرائے رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

أَخَافُ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ : الْعَصَبِيَّةَ ، وَالْقَدَرِيَّةَ  
وَالرِّوَايَةَ .

”اس امت پر تین چیزوں کا خوف محسوس کرتا ہوں۔ عصبیت، انکار تقدیر اور روایت پرستی۔“

(القدر للفريابي: ۳۸۹، وسندہ صحیح)

ہشام بن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”امام نافع رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ فلاں آدمی تقدیر سے انکار کرتا ہے، تو آپ نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اس کے چہرے پر ماری۔“

(القدر للفريابي: ۲۷۲، وسندہ حسن)

رجاء بن حیوہ کہتے ہیں کہ امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے امام مکحول رحمہ اللہ سے فرمایا:

إِيَّاكَ أَنْ تَقُولَ فِي الْقَدَرِ مَا يَقُولُ هَؤُلَاءِ، يَعْني غَيْلَانٌ  
وَأَصْحَابَهُ .

”تقدیر کے مسئلے میں ایسی بات مت کہیے، جو غیلان اور اس کے اصحاب کہتے ہیں۔“

(طبقات ابن سعد: ۳۸۶/۵، وسندہ حسن)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سِتَّةٌ لَعْنَتْهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ كَانَ: الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَالْمُكَذِّبُ بِقَدْرِ اللَّهِ ...

”چھ قسم کے لوگوں پر میں لعنت کرتا ہوں، اللہ بھی ان پر لعنت کرے۔ (یاد رہے کہ) ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ ان چھ میں ایک کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا اور دوسرا تقدیر کو جھٹلانے والا....“

(سنن الترمذی: ۲۱۵۴، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان (۵۷۴۹) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ (۵۲۵/۲) نے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

ابن دہلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَتَيْتُ أَبِي بْنَ كَعْبٍ، فَقُلْتُ لَهُ: وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِّنَ الْقَدَرِ، فَحَدَّثَنِي بِشَيْءٍ لَّعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُذْهِبَهُ مِنِّي قَلْبِي، قَالَ: لَوْ أَنَّ اللَّهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَابَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ، وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِّنْ أَعْمَالِهِمْ، وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أَحَدٍ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ

لِيُخْطِئَكَ، وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبِكَ، وَلَوْ مِتَّ عَلَى  
غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ، قَالَ : ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ  
فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ، قَالَ : ثُمَّ أَتَيْتُ حَدِيفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، فَقَالَ مِثْلَ  
ذَلِكَ، قَالَ : ثُمَّ أَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ .

”میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور گوش گزار ہوا: مسئلہ تقدیر کی بابت  
میرے دل میں کچھ شبہات ہیں، کوئی حدیث بیان فرما دیں تاکہ اللہ تعالیٰ  
میرے شبہات کا فوراً فرما دے، فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو عذاب دے تو یہ  
ظلم نہ ہوگا، اگر ان سے رحمت والا معاملہ فرمائے، تو یہ ان کے لئے ان کے  
اعمال سے کہیں بہتر ہوگا، اگر آپ (تقدیر پر ایمان لائے بغیر) احد پہاڑ کے  
برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں، تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کریں گے، تا  
آنکہ آپ تقدیر پر ایمان لے آئیں اور جان لیں کہ جو آپ کو پہنچ چکا ہے، وہ  
چوک نہیں سکتا اور جو چوک چکا، وہ پہنچنے والا نہیں تھا۔ اگر اس عقیدے پر موت  
نہ آئی، تو جہنم ٹھکانا ہوگا، فرمایا: میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا حدیفہ  
بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس یکے بعد دیگرے آیا، انہوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں  
سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، تو انہوں نے مجھے اسی طرح نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان سنایا۔“

(مسند أحمد : ۱۸۲/۵، سنن أبي داود : ۴۶۹۹، سنن ابن ماجه : ۷۷، وسنده

صحیح)

اس حدیث کو امام ابن حبان (۷۲۷) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

## عذابِ قبر حق ہے

عذابِ قبر حق ہے۔ قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع امت کی دلیل ہے، جب کہ ائمہ سلف کی تصریحات اس پر شاہد ہیں، ہدایت قرآن و حدیث کی پیروی کا نام ہے۔ ائمہ سلف اسی پر گامزن تھے۔ سلف کی مخالفت درحقیقت ہوائے نفس کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ . (الْقَصَص: ۵۰)  
 ”جو اللہ کی نازل کردہ ہدایت چھوڑ کر ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے، اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا۔“

شیخ الاسلام، امام اہل سنت، محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۲۵ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ اللَّهِ الْعِلْمُ وَعَلَى الرَّسُولِ الْبَلَاغُ .  
 ”علم اللہ کی طرف سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تبلیغ ہے۔“

(الجامع لأخلاق الراوي للخطيب: ۱۱/۱ ح: ۱۳۳۳، وسندہ صحیح)

علامہ ابن ابی العزخنی رحمۃ اللہ علیہ (۷۳۱-۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

وَهَذَا كَلَامٌ جَامِعٌ نَافِعٌ .

”یہ انتہائی جامع اور نفع مند کلام ہے۔“

(شرح عقيدہ الطحاوی: ۲۱۹)

① امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (۱۵۰-۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

وَأَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ وَمَسْأَلَةُ أَهْلِ الْقُبُورِ حَقٌّ.

”عذاب قبر حق ہے، قبر میں سوال و جواب بھی حق ہے۔“

(مناقب الشافعی للبيهقي: ۴۱۵/۱)

② شیخ الاسلام امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۱۶۴-۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ لَا يُنْكِرُهُ إِلَّا ضَالٌّ أَوْ مُضِلٌّ.

”عذاب قبر حق ہے۔ اس کا انکار کوئی گمراہ اور گمراہ گر ہی کر سکتا ہے۔“

(الروح لابن القيم الجوزية، ص: ۵۷)

③ علامہ ابوبکر بن مجاہد رحمہ اللہ (م: ۳۶۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ، وَأَنَّ النَّاسَ يُفْتَنُونَ فِي

قُبُورِهِمْ بَعْدَ أَنْ يُحْيَوْا فِيهَا وَيُسْأَلُوا فِيهَا، وَيُثَبِّتُ اللَّهُ مَنْ

أَحَبَّ تَثْبِيتهَ مِنْهُمْ.

”اہل سنت کا اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔ انسان قبروں میں زندہ کئے

جانے کے بعد، سوال و جواب کی آزمائش سے گزارے جائیں گے، پھر اللہ

جسے اللہ چاہیں گے، ثابت قدم رکھیں گے۔“

(شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۱۵۴/۱۰)

امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (م: ۲۸۷ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي الْمَسْأَلَةِ أَخْبَارٌ ثَابِتَةٌ، وَالْأَخْبَارُ الَّتِي فِي الْمَسْأَلَةِ فِي

الْقَبْرِ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ أَخْبَارٌ ثَابِتَةٌ تُوجِبُ الْعِلْمَ.

”قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے متعلق صحیح احادیث موجود ہیں۔ یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔“

(السنة: ۲/۳۹۵)

مورخ اسلام، محدث کبیر الشان، امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ (۲۲۴-۳۱۰) لکھتے ہیں:  
...تَظَاهَرُ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ،  
مَعَ جَوَازِهِ فِي الْعَقْلِ وَصِحَّتِهِ فِيهِ، وَذَلِكَ أَنَّ الْحَيَاةَ مَعْنَى  
وَالْأَلَامَ وَاللَّذَاتِ وَالْمَعْلُومَ مَعَانَ غَيْرُهُ وَغَيْرُ مُسْتَحِيلٍ وَجُودُ  
الْحَيَاةِ مَعَ فَقْدِ هَذِهِ الْمَعَانِي، وَوُجُودُ هَذِهِ الْمَعَانِي مَعَ فَقْدِ  
الْحَيَاةِ، لَا فَرْقَ بَيْنَ ذَلِكَ.

”عذاب قبر کی وضاحت احادیث سے ہوتی ہے، عقل بھی اسے درست تسلیم کرتی ہے، یہ زندگی معنوی چیز ہے اور تکالیف و لذات اور معلومات وغیرہ بھی معنوی چیزیں ہیں، جو زندگی کے علاوہ ہیں۔ ان کے بغیر زندگی کا اور زندگی کے بغیر ان کا وجود ناممکن نہیں۔“

(التبصير في معالم الدين، ص: ۲۱۳)

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ (م: ۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:

فَكَانَ هَذَا الْحَدِيثُ فِيهِ إِبْطَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَأْسَ بَاسْتِعَاذَتِهِ مِنْهُ

مُتَوَاتِرَةٌ.

”اس حدیث سے عذاب قبر کا اثبات ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر سے پناہ کے بارے متواتر احادیث آئی ہیں۔“

(شرح مشکل الآثار: ۹۸/۱۳)

④ ابو عثمان بن حداد رضی اللہ عنہ (۲۱۹-۳۰۲ھ) فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا أَنْكَرَ عَذَابَ الْقَبْرِ بِشَرِّ الْمَرِيئِيِّ وَالْأَصَمِّ وَضِرَارٍ.

”عذاب قبر کا انکار بشر مرلیسی، اصم اور ضرار نے کیا ہے۔“

(شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۱۵۴/۱۰)

⑤ قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۴۰۳ھ) وغیرہ کہتے ہیں:

قَدْ وَرَدَ الْقُرْآنُ بِتَصْدِيقِ الْأَخْبَارِ الْوَارِدَةِ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ،

قَالَ تَعَالَى: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ (غافر: ۴۶)

وَقَدْ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ لَا غُدْوَةَ وَلَا عَشِيَّةَ فِي الْآخِرَةِ،

وَإِنَّمَا هُمَا فِي الدُّنْيَا، فَهُمْ يُعْرَضُونَ مَمَاتِهِمْ عَلَى النَّارِ قَبْلَ

يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَدْخُلُونَ أَشَدَّ الْعَذَابِ، قَالَ تَعَالَى:

﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾

(غافر: ۴۶)

”قرآن میں عذاب قبر سے متعلق روایات کی تصدیق موجود ہے، اللہ فرماتے

ہیں: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ یہ لوگ صبح شام آگ پر پیش

کئے جاتے ہیں۔ مسلمان متفق ہیں کہ آخرت میں دن ہوگا نہ رات، تو اس سے

ثابت ہوا کہ دن رات جو عذاب ان پر پیش کئے جاتے ہیں، وہ آخرت سے پہلے کی دنیا ہے، آخرت کے بارے تو یہ حکم ہے: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ 'روز قیامت حکم ہوگا فرعونوں کو، سخت ترین عذاب سے دوچار کر دو۔'

(شرح صحیح البخاری لابن بطال: ۱۵۴، ۱۵۵)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۰۵-۳۷۰) لکھتے ہیں:

وَهَذَا يُبَيِّنُ قَوْلَ مَنْ يُنْكِرُ عَذَابَ الْقَبْرِ .

”اس سے ثابت ہوا کہ منکرین عذاب قبر کا مذہب باطل ہے۔“

(أحكام القرآن للجصاص: ۱۱۳/۱)

⑥ علامہ ابومطرف قازمی رحمہ اللہ (۳۴۱-۴۱۳ھ) فرماتے ہیں:

ثُمَّ يُضْرَبُ ضَرْبَةً تَفْتَرِقُ أَوْصَالَهُ، وَهَذَا أَصْلُ صَحِيحٍ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ لَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ، وَمَنْ قَالَ بِخِلَافِهِ فَهُوَ كَاذِبٌ مُفْتَرٍ .

”پھر فرشتہ اس زور سے مارے گا کہ اس کے جوڑ کھل جائیں گے۔ یہ حدیث باجماع اہل سنت ”صحیح“ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ جھوٹا بہتان باز ہے۔“

(تفسیر الموطأ، ص: ۲۳۳)

علامہ ابوعمر ودانی (۳۷۱-۴۴۴ھ) کہتے ہیں:

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ نَصِّ التَّنْزِيلِ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ :



﴿سُعِدْبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾، يَعْنِي عَذَابَ الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ، وَقَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ﴾ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَسَانِيدِ الصَّحِيحَةِ أَنَّهُ قَالَ: نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ.

”قرآن کی یہ آیت: ﴿سُعِدْبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ ہم انہیں دو ہر عذاب دیں گے، پھر بڑے عذاب سے دو چار کر دیں گے۔ مراد دنیا میں قتل وغیرہ کا عذاب اور عذاب قبر ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ﴾ اللہ ایمان والوں کو دنیا و آخرت میں کلمہ توحید پر قائم رکھے گا اور ظالموں کو پھسلا دے گا۔ نبی کریم ﷺ سے صحیح اسناد سے ثابت ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے ثبوت میں نازل ہوئی۔“

(الرسالة الوافية لمذهب أهل السنة في الاعتقادات وأصول الديانات: ۱/۱۹۹)

⑥ حافظ مغرب، ابن عبد البر رحمہ اللہ (۳۶۸-۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ الْإِفْرَارُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ وَلَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي جَوَازِ تَصْحِيحِهِ وَاعْتِقَادِ ذَلِكَ وَالْإِيمَانِ بِهِ.

”اس حدیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے۔ اہل سنت متفق ہیں کہ یہ حدیث صحیح

ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔“

(التمهید لِمَا فِي الْمَوْطَأِ مِنَ الْمَعَانِي وَالْأَسَانِيد: ۱۸۶/۱۲)

نیز فرماتے ہیں:

وَأَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مُصَدِّقُونَ بِفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ  
لِتَوَافُرِ الْأَخْبَارِ بِذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”اہل سنت فتنہ عذاب قبر کو تسلیم کرتے ہیں، کیوں کہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں۔“

(الاستِذْكَار: ۳۳۹/۲)

مزید فرماتے ہیں:

فَرَدُّوا الْأَحَادِيثَ الْمُتَوَاتِرَةَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَتِهِ.

”گمراہوں نے عذاب قبر اور فتنہ قبر کی متواتر احادیث رد کر دی ہیں۔“

(جامع بيان العلم وفضله: ۱۰۵۲/۲)

علامہ سرحسی حنفی (م: ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں:

دَلِيلٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلَى أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ.

”یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔“

(شرح السیر الکبیر، ص: ۸)

① علامہ مازری رحمہ اللہ (۴۵۳-۵۳۶ھ) لکھتے ہیں:

عَذَابُ الْقَبْرِ ثَابِتٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَقَدْ وَرَدَتْ بِهِ الْآثَارُ وَقَالَ

تَعَالَى: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ

السَّاعَةِ ﴿ وَقَالَ ﴾ : ﴿ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتْنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ وَلَا يَبْعُدُ فِي الْعَقْلِ أَنْ يُعِيدَ الْبَارِي الْحَيَاةَ فِي بَعْضِ أَجْزَاءِ الْجَسَدِ وَلَا يُدْفَعُ هَذَا بِالْإِسْتِبْعَادِ لِمَا بَيْنَهُ وَلَا بِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى ﴾ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يُرِيدَ الْمَوْتَةَ الَّتِي فِيهَا جُرْعٌ وَغُصَصٌ، وَمَوْتَةُ الْقَبْرِ لَيْسَتْ كَذَلِكَ وَيَحْتَمِلُ أَيْضًا أَنْ يُرِيدَ جِنْسَ الْمَوْتِ وَلَمْ يُرِدْ مَوْتَةً وَاحِدَةً وَإِذَا احْتَمَلَ لَمْ يُرَدَّ بِهِ مَا قَدَّمَاهُ مِنَ الظُّوَاهِرِ وَالْأَخْبَارِ .

”اہل سنت کا مذہب ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے۔ بے شمار احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ (غافر: ۲۵) ”وہ صبح و شام جہنم پر پیش کئے جاتے ہیں۔“ اسی طرح فرمان ہے: ﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمَتْنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ ”کہیں گے: ہمارے رب تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دیں۔“ یہ بات عقلاً بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ بدن کے بعض اجزاء میں زندگی لوٹا دے، اسے ناممکن کہہ کر ٹھکرایا نہیں جاسکتا، نہ ہی قرآن کی یہ آیت: ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى﴾ ”انہیں صرف ایک ہی موت آئے گی۔“ منکرین عذاب قبر کی دلیل بن سکتی ہے، کیوں کہ اس میں احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ قبر میں وہ موت نہیں آئے گی، جس میں تکلیف اور غصہ شامل ہوتا ہے۔ اس موت

سے جنس موت بھی مراد ہو سکتی ہے، لہذا اس محتمل دلیل کی بنا پر واضح احادیث ٹھکرائی نہیں جاسکتیں۔“

(المعلم بفوائد مسلم: ۳/۳۶۵)

⑨ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۳۸۴-۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

ذَهَبَ ضِرَارُ بْنُ عَمْرِو الْعَطَفَانِيِّ أَحَدُ شُيُوخِ الْمُعْتَزِلَةِ إِلَى  
إِنْكَارِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَهُوَ قَوْلُ مَنْ لَقِينَا مِنَ الْخَوَارِجِ وَذَهَبَ  
أَهْلُ السُّنَّةِ وَبَشَّرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ وَالْجُبَائِيُّ وَسَائِرُ الْمُعْتَزِلَةِ إِلَى  
الْقَوْلِ بِهِ وَبِهِ نَقُولُ لِصَحَّةِ الْآثَارِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ .

”معتزلی عالم ضرار بن عمرو و عطفانی نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے، خوارج بھی  
یہی کہتے ہیں۔ اہل سنت، بشر بن معتمر، جبائی معتزلی اور معتزلہ عذاب قبر کے  
قائل ہیں۔ صحیح احادیث نبویہ کی وجہ سے ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔“

(الفصل في الملل والأهواء والنحل: ۴/۵۴-۵۵)

⑩ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۴۷۶-۵۴۶ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَرَى مِنْ هَذَا فِي عَذَابِ الْقَبْرِ، وَفِيهِ أَنَّ الْأَرْوَاحَ بَاقِيَةً  
لَا تَفْنَى، فَيَنْعَمُ الْمُحْسِنُ وَيُعَذِّبُ الْمُسِيءُ كَمَا جَاءَ فِي  
الْقُرْآنِ وَالْآثَارِ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، خِلَافًا لِغَيْرِهِمْ مَنْ  
أَهْلُ الْبِدْعِ الْقَائِلِينَ بِفَنَائِهَا .

”یہاں عذاب قبر کے بارے میں روایات بھی موجود ہیں۔ انہی روایات میں ہے کہ روح باقی رہتی ہے، کبھی فنا نہیں ہوتی۔ نیکو کار کو نعمتیں اور گنہگار کو عذاب دیا جاتا ہے۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے، جب کہ اہل بدعت اس کے مخالف ہیں، وہ روح کے فنا کے قائل ہیں۔“

(إكمال المعلم بفوائد مسلم: ۳۰۶/۶)

نیز فرماتے ہیں:

وَأَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ تَصْحِيحُ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ وَإِمْرَارُهَا عَلَى وَجْهِهَا لِصِحَّةِ طُرُقِهَا وَقَبُولِ السَّلَفِ لَهَا خِلَافًا لِجَمِيعِ الْخَوَارِجِ، وَمُعْظَمِ الْمُعْتَزِلَةِ، وَبَعْضِ الْمُرْجِيَّةِ؛ إِذْ لَا اسْتِحَالَةَ فِيهَا وَلَا رَدًّا لِلْعَقْلِ.

”اہل سنت ان احادیث کو صحیح مانتے ہیں اور جس طرح وارد ہوئی ہے، اسی طرح قبول کرتے ہیں، کیوں کہ اس کی اسانید صحیح ہیں اور سلف نے انہیں قبول کیا ہے۔ خوارج، اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ عذاب قبر کے قائل نہیں، حالانکہ اس میں کوئی عقلی بعد نہیں۔“

(إكمال المعلم بفوائد مسلم: ۴۰/۸)

قوام السنۃ، ابوقاسم، اسماعیل بن محمد اصہبانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۵۷-۵۳۵ھ) لکھتے ہیں:

وَأَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ، وَضَعْفَةُ الْقَبْرِ حَقٌّ.

”عذاب قبر حق ہے اور قبر کا جھٹکا بھی حق ہے۔“

(الحجة في بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السنة: ۲۴۹/۱)

⑪ علامہ ابوبکر بن العربی (۴۶۸-۵۴۳ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ فِتْنَةَ الْقَبْرِ حَقٌّ لَا رَيْبَ فِيهِ، وَقَدْ اصْطَفَقْتُ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالِدَّلِيلُ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ وَالْقُرْآنُ الْفَصِيحُ أَمَّا الْأَحَادِيثُ، فَهِيَ كَثِيرَةٌ لَا تُحْصَى، وَأَبِينُ وَأَشْهَرُ مَنْ أَنَّ تُسْتَقْصَى.

”اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فتنہ قبر بلا شک و شبہ حق ہے، اہل سنت و الجماعت کا اس پر اجماع ہے۔ ان کے دلائل بے شمار احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ ہیں۔ احادیث تو لاتعداد، واضح اور مشہور ہیں۔“

(المسالك في شرح الموطأ: ۲۹۷/۳)

علامہ حسین بن حسین جلیسی رحمہ اللہ (۳۳۸-۴۰۳ھ) لکھتے ہیں:

وَلَمْ يُعْلَمْ أَهْلُ السُّنَّةِ خِلَافًا أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ.

”عذاب قبر کو حق ماننے میں اہل سنت کے ہاں کوئی اختلاف معلوم نہیں۔“

(المنهاج في شعب الإيمان: ۴۸۹/۱)

محمد بن حسین، ابوعبدالرحمن السلمي رحمہ اللہ (م: ۴۱۲ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا الْأَخْبَارُ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ فَبَالِغَةٌ مَبْلَغَ الْإِسْتِفَاضَةِ.

”عذاب قبر کے متعلق روایات حدیثیہ اترو کو پہنچی ہوئی ہیں۔“

(فيض القدير للمناوي: ۳۳۲/۵)

شراح صحیح بخاری، علامہ ابن بطال (م: ۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ، يَجِبُ الْإِيمَانُ بِهِ وَالتَّسْلِيمُ لَهُ، وَهُوَ

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ .

”عذاب قبر حق ہے۔ اس پر ایمان لانا اور اسے درست تسلیم کرنا واجب ہے۔ اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔“

(شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۳۲۴/۱)

نیز فرماتے ہیں:

وَفِيهِ : أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ، وَأَهْلُ السُّنَّةِ مُجْمِعُونَ عَلَى الْإِيمَانِ بِهِ وَالتَّصَدِيقِ، وَلَا يُنْكِرُهُ إِلَّا مُبْتَدِعٌ .  
”اس حدیث کا مستفاد ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔ اہل سنت اس پر ایمان لائے اور تصدیق کرنے پر متفق ہیں۔ اس کا منکر بدعتی ہی ہو سکتا ہے۔“

(شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۳۸/۳)

علامہ، ابوالمظفر اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۴۷۱ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي عَذَابِ الْقَبْرِ قَدْ بَلَغَتْ الْأَخْبَارُ حَدَّ التَّوَاتُرِ فِي الْمَعْنَى وَإِنْ كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ فِي اللَّفْظِ فَأَنْكَرُوا مَا فِي ذَلِكَ مِنْ نُّصُوصِ الْقُرْآنِ .  
”عذاب قبر کی احادیث لفظی تو نہیں، البتہ معنوی تواتر کو ضرور پہنچتی ہیں۔ اہل بدعت نے تو اس بارے نصوص قرآنیہ بھی ٹھکرا دی ہیں۔“

(التبصير في الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين، ص: ۶۷)

نیز فرماتے ہیں:

وَلَا يُنْكِرُ مَا اسْتَفَاضَ بِهِ الْأَخْبَارُ وَنَطَقَتْ بِهِ الْآيَاتُ مِنْ

الْأَحْيَاءَ فِي الْقَبْرِ إِلَّا مَنْ يُنَكِّرُ عُمُومَ قُدْرَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَمَنْ  
أُنْكَرَ عُمُومَ قُدْرَتِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى كَانَ خَارِجًا عَنْ زُمْرَةِ  
أَهْلِ الْإِسْلَامِ.

”قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پڑھنے والا قبر میں زندگی دیئے جانے کا انکار  
نہیں کر سکتا۔ اس کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے، جو اللہ کو ہر چیز پر قادر نہ مانتا ہو  
اور جو اللہ کو قادر نہیں مانتا، وہ زمرہ مسلمانوں سے خارج ہے۔“

(التبصیر فی الدین وتمییز الفرقة الناجية عن الفرق الهالکین، ص: ۱۷۷)

علامہ ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۲۶-۴۸۹) لکھتے ہیں:

نَحْنُ إِذَا تَدَبَّرْنَا عَامَّةَ مَا جَاءَ فِي أَمْرِ الدِّينِ مِنْ ذِكْرِ صِفَاتِ  
اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا تَعَبَّدَ النَّاسُ بِهِ مِنْ اعْتِقَادِهِ وَكَذَلِكَ مَا ظَهَرَ  
بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَتَدَاوَلُوهُ بَيْنَهُمْ وَنَقَلُوهُ عَنْ سَلَفِهِمْ إِلَى أَنْ  
أَسْنَدُوهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِكْرِ  
عَذَابِ الْقَبْرِ وَسُؤَالِ الْمَلَائِكَةِ وَالْحَوْضِ وَالْمِيزَانِ وَالصِّرَاطِ  
وَصِفَاتِ الْجَنَّةِ وَصِفَاتِ النَّارِ وَتَخْلِيدِ الْفَرِيقَيْنِ فِيهِمَا أُمُورٌ  
لَا نَذْرُكَ حَقَائِقَهَا بِعُقُولِنَا وَإِنَّمَا وَرَدَ الْأَمْرُ بِقَبُولِهَا وَالْإِيمَانِ  
بِهَا . فَإِذَا سَمِعْنَا شَيْئًا مِنْ أُمُورِ الدِّينِ وَعَقَلْنَاهُ وَفَهَمْنَاهُ فَلِلَّهِ  
الْحَمْدُ فِي ذَلِكَ وَالشُّكْرُ وَمِنْهُ التَّوْفِيقُ وَمَا لَمْ يُمْكِنَّا إِذْرَاكَه  
وَفَهَمَهُ وَلَمْ تَبْلُغْهُ عُقُولُنَا آمَنَّا بِهِ وَصَدَّقْنَا وَاعْتَقَدْنَا أَنَّ هَذَا



مِنْ قَبْلِ رَبُّوبِيَّتِهِ وَقُدْرَتِهِ وَاکْتَفَيْنَا فِي ذَلِكَ بِعِلْمِهِ وَمَشِيَّتِهِ  
 وَقَالَ تَعَالَى فِي مِثْلِ هَذَا ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ  
 مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
 ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ ثُمَّ نَقُولُ لِهَذَا  
 الْقَائِلِ الَّذِي يَقُولُ بُنِيَ دِينُنَا عَلَى الْعَقْلِ وَأَمَرْنَا بِاتِّبَاعِهِ  
 أَخْبَرْنَا إِذَا أَتَاكَ أَمْرٌ مِّنَ اللَّهِ تَعَالَى يُخَالِفُ عَقْلَكَ فَبِأَيِّهِمَا  
 تَأْخُذُ بِالَّذِي تَعْقِلُ أَوْ بِالَّذِي تُؤْمَرُ فَإِنْ قَالَ بِالَّذِي أَعْقِلُ فَقَدْ  
 أَخْطَأَ وَتَرَكَ سَبِيلَ الْإِسْلَامِ وَإِنْ قَالَ إِنَّمَا آخُذُ بِالَّذِي جَاءَ مِنْ  
 عِنْدِ اللَّهِ فَقَدْ تَرَكَ قَوْلَهُ وَإِنَّمَا عَلَيْنَا أَنْ نَقْبَلَ مَا عَقَلْنَاهُ إِيْمَانًا  
 وَتَصَدِيقًا وَمَا لَمْ نَعْقِلْهُ قَبْلُنَا وَتَسْلِيمًا وَاسْتِسْلَامًا . وَهَذَا  
 مَعْنَى قَوْلِ الْقَائِلِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ إِنَّ الْإِسْلَامَ قَنْطَرَةٌ لَا تُعْبَرُ  
 إِلَّا بِالتَّسْلِيمِ فَنَسْأَلُ اللَّهَ التَّوْفِيقَ فِيهِ وَالثَّبَاتَ عَلَيْهِ وَأَنْ  
 يَتَّوَفَّاَنَا عَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْهِ  
 وَفَضْلِهِ .

”جب ہم اللہ کی صفات یا اعتقادات میں غور و فکر کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی متفقہ نقل اور متواتر سند سے منقول مسئلہ عذاب قبر، سوالات منکر نکیر، حوض، میزان، پل صراط، جنت و جہنم کی صفات اور فریقین کا جنت و

جہنم میں ہمیشہ رہنا، ایسے امور ہیں کہ عقل ان کے حقائق کے ادراک سے قاصر ہے، قرآنی حکیم انہیں قبول کرنے اور ان پر ایمان لانے کا کہتا ہے۔ اگر ہم کسی دینی حکم کو سمجھ لیتے ہیں تو الحمد للہ، اگر نہ سمجھ پائیں، ہماری عقل قاصر رہ جائے، تو بھی اس پر ایمان و اعتقاد لازم ہے۔ ہم تسلیم کریں گے کہ یہ اس کی شان ربوبیت اور اس کی قدرت ہے، ہمیں اس کا علم ہوا اتنا ہی کافی ہے، اللہ فرماتے ہیں: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ 'میرے محبوب! لوگ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے! کہ روح میرے رب کا امر ہے، تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔' اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ 'یہ صرف اتنا علم رکھتے ہیں، جتنا اللہ نے انہیں دیا ہے۔' جو کہتا ہے کہ دین کا ہر معاملہ عقل میں آنے والا ہے، ہمیں عقل ہی کے اتباع کا حکم ہے، ہم اس سے سوال کریں گے کہ اگر قرآن و سنت میں کوئی چیز آپ کی عقل کے خلاف آئے تو کیا کریں گے آپ؟ قرآن و سنت مانیں گے یا عقل؟ اگر تو اس نے کہا کہ عقل کی مانوں گا تو یہ اس کی خطا ہوگی، گویا اسلام کے راستے کو چھوڑ چکا اور اگر اس نے کہا کہ قرآن و سنت کی مانوں گا تو عرض کریں گے کہ آپ تو کہتے تھے کہ عقل ہی میزان ہے، اب عقل کو چھوڑا کیوں؟ ہم پر لازم ہے کہ ہم وہ حکم بھی مانیں، جسے عقل تسلیم کرتی ہے، وہ بھی مانیں، جسے تسلیم نہیں کرتی۔ اہل سنت کا کہنا ہے کہ اسلام پل ہے، اسے عبور کرنا ہے تو تسلیم و رضا کا پیکر بننا ہوگا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل و احسان سے ملت رسول

عربی پر موت نصیب کرے۔“

(الانتصار لأصحاب الحديث: ۸۱-۸۳)

علامہ غزالی (۴۵۰-۵۰۵) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا عَذَابُ الْقَبْرِ فَقَدْ دَلَّتْ عَلَيْهِ قَوَاطِعُ الشَّرْعِ إِذْ تَوَاتَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بِالِاسْتِعَاذَةِ مِنْهُ فِي الدَّعِيَةِ، وَاشْتَهَرَ قَوْلُهُ عِنْدَ الْمُرُورِ بِقَبْرَيْنِ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَدَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ . النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا أَلِيَّةٌ، وَهُوَ مُمَكِّنٌ، فَيَجِبُ التَّصَدِيقُ بِهِ وَوَجْهُ إِمْكَانِهِ ظَاهِرٌ، وَإِنَّمَا تُنَكِّرُهُ الْمُعْتَزِلَةُ مِنْ حَيْثُ يَقُولُونَ إِنَّا نَرَى شَخْصَ الْمَيِّتِ مُشَاهِدَةً وَهُوَ غَيْرُ مُعَذَّبٍ وَإِنَّ الْمَيِّتَ رَبَّمَا تَفْتَرِسُهُ السِّبَاعُ وَتَأْكُلُهُ، وَهَذَا هَوَسٌ؛ أَمَّا مُشَاهِدَةُ الشَّخْصِ فَهُوَ مُشَاهِدَةٌ لِظَوَاهِرِ الْجِسْمِ، وَالْمُدْرِكُ لِلْعِقَابِ جُزْءٌ مِّنَ الْقَلْبِ أَوْ مِّنَ الْبَاطِنِ كَيْفَ كَانَ وَلَيْسَ مِنْ ضَرُورَةِ الْعَذَابِ ظُهُورُ حَرَكَةٍ فِي ظَاهِرِ الْبَدَنِ، بَلِ النَّاطِرُ إِلَى ظَاهِرِ النَّائِمِ لَا يُشَاهِدُ مَا يَدْرِكُهُ النَّائِمُ مِنَ اللَّذَّةِ عِنْدَ الْإِحْتِلَامِ وَمِنَ الْأَلَمِ عِنْدَ تَخِيلِ الضَّرْبِ وَغَيْرِهِ، وَلَوْ انْتَبَهَ النَّائِمُ وَأَخْبَرَ عَنْ

مُشَاهَدَاتِهِ وَالْأَمَةِ وَلَذَاتِهِ مَنْ لَمْ يَجْرِ لَهُ عَهْدٌ بِالنَّوْمِ لِبَادَرٍ  
إِلَى الْإِنْكَارِ اغْتِرَارًا بِسُكُونِ ظَاهِرِ جِسْمِهِ، كَمُشَاهَدَةِ إِنْكَارِ  
الْمُعْتَزَلَةِ لِعَذَابِ الْقَبْرِ وَأَمَّا الَّذِي تَأْكُلُهُ السَّبَاعُ فَعَايَةُ مَا فِي  
الْبَابِ أَنْ يَكُونَ بَطْنُ السَّبْعِ قَبْرًا، فِعَادَةُ الْحَيَاةِ إِلَى جُزْءٍ  
يُذْرِكُ الْعَذَابَ مُمَكِّنٌ، فَمَا كُلُّ مُتَالِمٍ يُذْرِكُ الْآلَمَ مِنْ جَمِيعِ  
بَدَنِهِ، وَأَمَّا سُؤَالُ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ فَحَقٌّ، وَالتَّصْدِيقُ بِهِ وَاجِبٌ  
لِوُرُودِ الشَّرْعِ بِهِ وَإِمْكَانِهِ .

”عذاب قبر پر شریعت کے قطعی دلائل موجود ہیں، کیوں کہ نبی کریم ﷺ اور  
اصحاب رسول ﷺ سے عذاب قبر سے پناہ کی دعائیں متواتر منقول ہیں۔ نبی  
کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، تو فرمایا: انہیں عذاب دیا جا رہا  
ہے۔ یہ حدیث مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ  
سُوءُ الْعَذَابِ، النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ آل فرعون کو  
برے عذاب نے گھیر لیا، وہ صبح شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ایسا ہونا  
ممکن ہے اور اس پر ایمان واجب ہے۔ معتزلہ عذاب قبر کے منکر ہیں، کہتے  
ہیں: ہم میت کو دیکھتے ہیں، ہم نے آج تک مشاہدہ نہیں کیا کہ کسی کو قبر میں  
عذاب دیا جا رہا ہو، میت کو درندے نوچ لیتے ہیں۔ یہ معتزلہ کا پاگل پن ہے۔  
حالاں کہ یہ لوگ سمجھتے نہیں کہ جس کا آپ مشاہدہ کرتے ہیں، وہ ظاہری جسم  
ہے۔ جب کہ عذاب کا تعلق دل اور جسم کے باطنی حصہ سے ہے، تو آپ کیسے

دیکھ سکتے ہیں؟ جسم کے اندر عذاب ہو رہا ہو، تو جسم کو حرکت دینے کی حاجت ہی نہیں۔ آپ ظاہری آنکھ سے وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے، جو سونے والا خواب میں دیکھتا ہے۔ معتزلہ کو چاہئے کہ جب سونے والا اپنے نیند کے مشاہدے میں احتلام یا تکلیف وغیرہ کی خبر دے، تو انکار کر دیجئے گا کہ ہم نے تو نہیں دیکھا۔ قبر میں مشاہدہ نہیں ہوتا یا درندے کھا لیتے ہیں تو کوئی بڑی بات نہیں اللہ اس کے ہر جزو میں زندگی بھر کر اسے عذاب دے سکتا ہے، منکر نکیر کے سوال و جواب حق ہیں اور ان پر ایمان واجب ہے۔“

(الاقتصاد في الاعتقاد، ص: ۱۱۷، ۱۱۸)

علامہ ابو یعلیٰ رحمہ اللہ (م: ۵۲۱ھ) لکھتے ہیں:

ثُمَّ الْإِيمَانُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ، وَبِمُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ (طہ: ۲۴) قَالَ أَصْحَابُ التَّفْسِيرِ عَذَابُ الْقَبْرِ..... مَنْ أَنْكَرَ ذَلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ.

”پھر عذاب قبر اور منکر نکیر پر ایمان بھی واجب ہے، اللہ فرماتے ہیں: ﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی۔ مفسرین کہتے ہیں: اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے، وہ کافر ہے۔“

(الاعتقاد: ۳۲)

ابو الحسین، یحییٰ بن ابی الخیر یمنی شافعی رحمہ اللہ (م: ۵۵۸ھ) لکھتے ہیں:

وَأَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ، وَأَنَّ مَسْأَلَةَ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ فِي الْقَبْرِ حَقٌّ.

”عذاب قبر حق ہے اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب بھی حق ہیں۔“

(الانتصار في الرد على المعتزلة القدرية الأشرار: ١٠٠/١)

⑬ شارح مسلم حافظ نووي رحمته الله (٢٣١-٦٤٦ هـ) لکھتے ہیں:

أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ دَلَائِلُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ الْآيَةُ، تَظَاهَرَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رِوَايَةِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَلَا يَمْتَنِعُ فِي الْعَقْلِ أَنْ يُعِيدَ اللَّهُ تَعَالَى الْحَيَاةَ فِي جُزْءٍ مِنَ الْجَسَدِ وَيُعَذِّبَهُ وَإِذَا لَمْ يَمْنَعَهُ الْعَقْلُ وَوَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ وَجَبَ قَبُولُهُ وَاعْتِقَادُهُ وَقَدْ ذَكَرَ مُسْلِمٌ هُنَا أَحَادِيثَ كَثِيرَةً فِي إِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَسَمَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتٍ مَنْ يُعَذَّبُ فِيهِ وَسَمَاعِ الْمَوْتَى قَرَعَ نِعَالٍ دَافِنِيهِمْ وَكَلَامِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْقَلْبِ وَقَوْلُهُ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَسُؤَالِ الْمَلَائِكِينَ الْمَيِّتَ وَإِقْعَادِهِمَا إِيَّاهُ وَجَوَابِهِ لَهُمَا وَالْفَسْحَ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَعَرْضِ مَقْعَدِهِ عَلَيْهِ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ وَسَبَقَ مُعْظَمُ شَرْحِ هَذَا فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ وَكِتَابِ الْجَنَائِزِ وَالْمَقْصُودُ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ كَمَا ذَكَرْنَا خِلَافًا

لِلْخَوَارِجِ وَمُعْظَمِ الْمُعْتَزِلَةِ وَبَعْضِ الْمُرْجِيَّةِ .

”اہل سنت عذاب قبر کا اثبات کرتے ہیں۔ اس پر کتاب و سنت سے واضح دلائل موجود ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ ’وہ صبح و شام جہنم پر پیش کئے جاتے ہیں‘ اثبات عذاب قبر کی روایات بہت سی کتابوں میں بہت سے علاقوں میں موجود صحابہ سے مروی ہیں۔ اللہ بدن کے کسی جزء میں زندگی لٹانے پہ قادر ہے، اس میں کوئی عقلی بعد نہیں، جب بعد نہیں اور نصوص شریعت بھی اس کی موید ہیں تو واجب ہوا کہ اثبات عذاب قبر کا عقیدہ رکھا جائے۔ امام مسلم رحمہ اللہ عذاب قبر کے بارے میں بہت سی روایات لائے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب قبر کی آواز سننا، جب اسے عذاب دیا جا رہا تھا، مردوں کا دفنانے والوں کے قدموں کی چاپ سننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل قلب سے گفتگو کرنا اور فرمانا کہ اب یہ آپ سے زیادہ سن رہے ہیں، فرشتوں کا مرنے والے سے سوال کرنا، اسے بٹھانا، میت کا سوالات کے جوابات دینا، قبر کا کشادہ ہونا، صبح و شام اس کا ٹھکانہ دکھایا جانا، یہ سب کچھ شریعت میں موجود ہے۔ جن پر تفصیلی بحث کتاب الصلاة اور کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عذاب قبر کا اثبات اہل سنت کا مذہب ہے، جب کہ خوارج، اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ اس کے منکر ہیں۔“

(شرح صحیح مسلم ۱۷/۲۰۰، ۲۰۱)

⑮ علامہ ابن قدامہ مقدسی (۵۴۱-۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

وَعَذَابُ الْقَبْرِ وَنَعِيمُهُ حَقٌّ وَقَدْ اسْتَعَاذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مِنْهُ، وَأَمَرَ بِهِ فِي كُلِّ صَلَاةٍ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ حَقٌّ، وَسُؤَالٌ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ حَقٌّ.

”عذاب قبر اور اس کی نعمتیں حق ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے قبر سے پناہ مانگی ہے اور ہر نماز میں پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ فتنہ قبر حق ہے۔ منکر و نکیر کا سوال جواب کرنا حق ہے۔“

(لمعة الاعتقاد، ص: ۳۱)

①۶ علامہ مفسر ابو حیان، اندلسی (۶۵۴-۷۴۵ھ) لکھتے ہیں:

وَأَهْلُ السُّنَّةِ وَالْكَرَامِيَّةُ أَثْبَتُوهُ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَهُمْ، إِلَّا أَنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ يَقُولُونَ يَحْيَا الْمَيِّتُ الْكَافِرُ فَيُعَذَّبُ فِي قَبْرِهٖ، وَالْفَاسِقُ يَجُوزُ أَنْ يُعَذَّبَ فِي قَبْرِهٖ، وَالْكَرَامِيَّةُ تَقُولُ يُعَذَّبُ وَهُوَ مَيِّتٌ وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ قَدْ اسْتَفَاضَتْ بِعَذَابِ الْقَبْرِ، فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِهِ وَاعْتِقَادُهُ.

”اہل سنت اور کرامیہ بلا اختلاف عذاب قبر کا اثبات کرتے ہیں، ہاں! اہل سنت کہتے ہیں کہ کافر کی میت زندہ ہوگی، اسے عذاب دیا جائے گا۔ فاسق کو بھی عذاب ہو سکتا ہے اور کرامیہ کہتے ہیں کہ اسے مردہ حالت ہی میں عذاب دیا جائے گا۔ احادیث صحیحہ سے عذاب قبر کا اثبات ہوتا ہے، اس کا اقرار و اعتقاد واجب ہے۔“

(البحر المحيط في التفسير: ۲۱۱/۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:



فَاعْلَمْ أَنَّ مَذْهَبَ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَثَمَتِهَا أَنَّ الْمَيِّتَ إِذَا مَاتَ  
يَكُونُ فِي نَعِيمٍ أَوْ عَذَابٍ، وَأَنَّ ذَلِكَ يَحْصُلُ لِرُوحِهِ وَلِبَدَنِهِ .  
”جان لیجے! سلف اور ائمہ کا مذہب ہے کہ انسان مرنے کے بعد نعمتوں میں  
ہوتا ہے یا عذاب میں اور یہ عذاب و نعم روح و بدن دونوں کے ساتھ ہوتے  
ہیں۔“

(مجموع الفتاویٰ: ۴/۲۶۶)

⑭ شیخ الاسلام ثانی علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:  
وَهَذَا كَمَا أَنَّهُ مُقْتَضَى السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ فَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَيْنَ  
أَهْلِ السُّنَّةِ .  
”صحیح احادیث اسی کا تقاضہ کرتی ہیں۔ یہ اہل سنت کا اجماعی مذہب ہے۔“

(الروح، ص: ۵۷)

نیز لکھتے ہیں:

فَالْأَخْبَارُ الْوَارِدَةُ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَالشَّفَاعَةِ وَالْحَوْضِ  
وَرُؤْيَا الرَّبِّ تَعَالَى وَتَكْلِيمِهِ عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَحَادِيثُ  
عُلُوِّهِ فَوْقَ سَمَاوَاتِهِ عَلَى عَرْشِهِ، وَأَحَادِيثُ إِبْطَاتِ الْعَرْشِ،  
وَالْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ فِي إِبْطَاتِ الْمَعَادِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ نَحْوُ  
ذَلِكَ مِمَّا يُعْلَمُ بِالِاضْطِرَارِّ أَنَّ الرَّسُولَ جَاءَ بِهَا كَمَا يُعْلَمُ  
بِالِاضْطِرَارِّ أَنَّهُ جَاءَ بِالتَّوْحِيدِ وَفَرَائِضِ الْإِسْلَامِ وَأَرْكَانِهِ،

وَجَاءَ بِإِثْبَاتِ الصِّفَاتِ لِلرَّبِّ تَعَالَى، فَإِنَّهُ مَا مِنْ بَابٍ مِنْ هَذِهِ الْأَبْوَابِ إِلَّا وَقَدْ تَوَاتَرَ فِيهِ الْمَعْنَى الْمَقْصُودُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَاتُرًا مَعْنَوِيًّا لِنَقْلِ ذَلِكَ عَنْهُ بِعِبَارَاتٍ مُتَنَوِّعَةٍ مِنْ وُجُوهِ مُتَعَدِّدَةٍ يَمْتَنِعُ فِي مِثْلِهَا فِي الْعَادَةِ التَّوَاطُّؤُ عَلَى الْكَذِبِ عَمْدًا أَوْ سَهْوًا، وَإِذَا كَانَتِ الْعَادَةُ الْعَامَّةُ وَالْخَاصَّةُ الْمَعْهُودَةُ مِنْ حَالِ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَخَلَفِهَا تَمْنَعُ التَّوَاطُّؤَ عَلَى الْإِتِّفَاقِ عَلَى الْكَذِبِ فِي هَذِهِ الْأَخْبَارِ، وَيَمْتَنِعُ فِي الْعَادَةِ وَقُوعُ الْغَلَطِ فِيهَا، أَفَادَتِ الْعِلْمُ وَالْيَقِينُ.

”عذاب قبر، حوض، شفاعت، جنت میں رویت خداوندی، اللہ کا بندوں سے کلام کرنا، احادیث علو، اللہ کا آسمانوں پر بلند ہونا، اثبات عرش اور جنت و جہنم وغیرہ کی احادیث، ان احادیث میں سے ہیں، جن کے متعلق یہ یقین ہو کہ یہ نبی کریم ﷺ کے فرامین عالیہ ہیں، جیسا کہ یہ مانے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ توحید، فرائض اسلام، ارکان اسلام اور اثبات صفات کرنے کے لیے تشریف لائے۔ ان میں سے ہر مسئلہ میں مروی احادیث متواتر معنوی کے درجہ کی ہیں، کیوں کہ یہ مختلف متون اور متنوع اسانید و طرق سے وارد ہوئی ہیں۔ ایسی صورت میں جان بوجھ کر یا بھولے سے جھوٹ پر متفق ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ جب ایک چیز اتنی عام ہے کہ سلف سے اب تک مسلسل اس پر گفتگو ہو رہی ہے، تو اس صورت میں جھوٹ پر سب کا اتفاق کیسے ہو سکتا ہے؟ اس میں

غلطی کا وقوع عادتاً محال ہوگا، لہذا یہ احادیث علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔“

(مختصر الصواعق المرسلۃ علی الجہمیۃ و المعطلۃ، ص: ۵۴۸)

علامہ ابن ابی العزیز رحمہ اللہ (۷۷۱-۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثُبُوتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعِيمِهِ لِمَنْ كَانَ لِذَلِكَ أَهْلًا، وَسُؤَالِ الْمَلَائِكِينَ، فَيَجِبُ اعْتِقَادُ ثُبُوتِ ذَلِكَ وَالْإِيمَانُ بِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ فِي كَيْفِيَّتِهِ، إِذْ لَيْسَ لِلْعَقْلِ وَقُوفٌ عَلَى كَيْفِيَّتِهِ، لِكُونِهِ لَا عَهْدَ لَهُ بِهِ فِي هَذِهِ الدَّارِ، وَالشَّرْعُ لَا يَأْتِي بِمَا تُحِيلُهُ الْعُقُولُ، وَلَكِنَّهُ قَدْ يَأْتِي بِمَا تَحَارُّ فِيهِ الْعُقُولُ: فَإِنَّ عَوْدَ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ لَيْسَ عَلَى الْوَجْهِ الْمَعْهُودِ فِي الدُّنْيَا، بَلْ تَعَادُ الرُّوحُ إِلَيْهِ إِعَادَةً غَيْرَ الْإِعَادَةِ الْمَأْلُوفَةِ فِي الدُّنْيَا.

”قبر میں عذاب و ثواب اور فرشتوں کے سوال و جواب کے ثبوت پر متواتر احادیث موجود ہیں۔ انہیں ثابت سمجھنا اور ایمان لانا واجب ہے۔ اس کی کیفیت نہیں پوچھی جائے گی۔ عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے، کیوں کہ یہ عقل کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ شریعت کا کوئی حکم خلاف عقل نہیں، لیکن شریعت بعض ایسی چیزیں ضرور بیان کرتی ہے، جن سے عقل حیران ہو جاتی ہے۔ قبر میں روح لوٹائے جانے کی کیفیت دنیا جیسی نہیں، بل کہ اس کی اپنی ایک خاص ہیئت ہے۔“



(شرح العقيدة الطحاوية، ص: ۳۹۹)

نیز فرماتے ہیں:

وَذَهَبَ إِلَى مُوجِبِ هَذَا الْحَدِيثِ جَمِيعُ أَهْلِ السُّنَّةِ  
وَالْحَدِيثِ، وَلَهُ شَوَاهِدٌ مِنَ الصَّحِيحِ .

”اس حدیث (اثبات عذاب قبر) کو تمام اہل سنت والحدیث مانتے ہیں۔ صحیح  
احادیث میں اس کے شواہد بھی موجود ہیں۔“

(شرح العقيدة الطحاوية، ص: ۳۹۸)

نیز لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ السُّؤَالُ فِي الْقَبْرِ لِلرُّوحِ وَحْدَهَا، كَمَا قَالَ ابْنُ حَزْمٍ  
وَعِيزَةُ، وَأَفْسَدُ مِنْهُ قَوْلُ مَنْ قَالَ إِنَّهُ لِلْبَدَنِ بِلا رُوحٍ  
وَأَلْحَادِيثُ الصَّحِيحَةِ تَرُدُّ الْقَوْلَيْنِ وَكَذَلِكَ عَذَابُ الْقَبْرِ  
يَكُونُ لِلنَّفْسِ وَالْبَدَنِ جَمِيعًا، بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ،  
تَنَعَّمَ النَّفْسُ وَتُعَذَّبُ مُفْرَدَةً عَنِ الْبَدَنِ وَمُتَّصِلَةً بِهِ . وَاعْلَمْ أَنَّ  
عَذَابَ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ، فَكُلُّ مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُسْتَحِقٌّ  
لِلْعَذَابِ نَالَهُ نَصِيبُهُ مِنْهُ، قَبْرًا أَوْ لَمْ يُقْبَرْ، أَكَلَتْهُ السِّبَاعُ أَوْ  
اخْتَرَقَ حَتَّى صَارَ رَمَادًا وَنُسِفَ فِي الْهَوَاءِ، أَوْ صُلِبَ أَوْ  
غَرِقَ فِي الْبَحْرِ وَصَلَ إِلَى رُوحِهِ وَبَدَنِهِ مِنَ الْعَذَابِ مَا يَصِلُ  
إِلَى الْمَقْبُورِ وَمَا وَرَدَ مِنْ إَجْلَاسِهِ وَاخْتِلَافِ أَضْلَاعِهِ وَنَحْوِ

ذَلِكَ فَيَجِبُ أَنْ يُفْهَمَ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 مُرَادُهُ مِنْ غَيْرِ غُلُوٍّ وَلَا تَقْصِيرٍ، فَلَا يُحْمَلُ كَلَامُهُ مَا لَا  
 يَحْتَمِلُهُ، وَلَا يُقَصَّرُ بِهِ عَنْ مُرَادِهِ وَمَا قَصَدَهُ مِنَ الْهُدَى  
 وَالْبَيَانِ، فَكَمْ حَصَلَ بِإِهْمَالِ ذَلِكَ وَالْعُدُولِ عَنْهُ مِنَ الضَّلَالِ  
 وَالْعُدُولِ عَنِ الصَّوَابِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ بَلْ سُوءُ الْفَهْمِ  
 عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَضَلُّ كُلِّ بِدْعَةٍ وَضَلَالَةٍ نَشَأَتْ فِي  
 الْإِسْلَامِ، وَهُوَ أَضَلُّ كُلِّ خَطَا فِي الْفُرُوعِ وَالْأَصُولِ، وَلَا  
 سِيَّمَا إِنْ أُضِيفَ إِلَيْهِ سُوءُ الْقَصْدِ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ .  
 فَالْحَاصِلُ أَنَّ الدُّورَ ثَلَاثَ، دَارُ الدُّنْيَا، وَدَارُ الْبَرْزَخِ، وَدَارُ  
 الْقَرَارِ، وَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ دَارٍ أَحْكَامًا تَخْصُهَا، وَرَكَّبَ هَذَا  
 الْإِنْسَانَ مِنْ بَدَنٍ وَنَفْسٍ، وَجَعَلَ أَحْكَامَ الدُّنْيَا عَلَى الْبَدَنِ،  
 وَالْأَرْوَاحِ تَبَعَ لَهَا، وَجَعَلَ أَحْكَامَ الْبَرْزَخِ عَلَى الْأَرْوَاحِ،  
 وَالْأَبْدَانِ تَبَعَ لَهَا، فَإِذَا جَاءَ يَوْمُ حَشْرِ الْأَجْسَادِ وَقِيَامِ النَّاسِ  
 مِنْ قُبُورِهِمْ صَارَ الْحُكْمُ وَالنَّعِيمُ وَالْعَذَابُ عَلَى الْأَرْوَاحِ  
 وَالْأَجْسَادِ جَمِيعًا فَإِذَا تَأَمَّلْتَ هَذَا الْمَعْنَى حَقَّ التَّأَمُّلِ، ظَهَرَ  
 لَكَ أَنَّ كَوْنَ الْقَبْرِ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةً مِنْ حُفَرِ  
 النَّارِ مُطَابِقٌ لِلْعَقْلِ، وَأَنَّهُ حَقٌّ لَا مَرِيَةَ فِيهِ، وَبِذَلِكَ يَتَمَيَّزُ

الْمُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ غَيْرِهِمْ وَيَجِبُ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ النَّارَ الَّتِي  
 فِي الْقَبْرِ وَالنَّعِيمَ، لَيْسَ مِنْ جِنْسِ نَارِ الدُّنْيَا وَلَا نَعِيمِهَا، وَإِنْ  
 كَانَ اللَّهُ تَعَالَى يَحْمِي عَلَيْهِ التُّرَابَ وَالْحِجَارَةَ الَّتِي فَوْقَهُ  
 وَتَحْتَهُ حَتَّى يَكُونَ أَعْظَمَ حَرًّا مِنْ جَمْرِ الدُّنْيَا، وَلَوْ مَسَّهَا  
 أَهْلُ الدُّنْيَا لَمْ يُحْسُوا بِهَا بَلْ أَعْجَبُ مِنْ هَذَا أَنَّ الرَّجُلَيْنِ  
 يُدْفَنُ أَحَدُهُمَا إِلَى جَنْبِ صَاحِبِهِ، وَهَذَا فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ،  
 وَهَذَا فِي رَوْضَةٍ مِنَ رِيَاضِ الْجَنَّةِ . لَا يَصِلُ مِنْ هَذَا إِلَى  
 جَارِهِ شَيْءٌ مِنْ حَرِّ نَارِهِ، وَلَا مِنْ هَذَا إِلَى جَارِهِ شَيْءٌ مِنْ  
 نَعِيمِهِ، وَقُدْرَةُ اللَّهِ أَوْسَعُ مِنْ ذَلِكَ وَأَعْجَبُ، وَلَكِنَّ النَّفُوسَ  
 مُوَلَّعَةً بِالتَّكْذِيبِ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ عِلْمًا وَقَدْ آرَانَا اللَّهُ فِي  
 هَذِهِ الدَّارِ مِنْ عَجَائِبِ قُدْرَتِهِ مَا هُوَ أَبْلَغُ مِنْ هَذَا بِكَثِيرٍ وَإِذَا  
 شَاءَ اللَّهُ أَنْ يُطْلَعَ عَلَى ذَلِكَ بَعْضَ عِبَادِهِ أَطْلَعَهُ وَغَيْبَهُ عَنْ  
 غَيْرِهِ، وَلَوْ أَطْلَعَ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ لَزَالَتْ حِكْمَةُ  
 التَّكْلِيفِ وَالْإِيمَانِ بِالْغَيْبِ، وَلَمَا تَدَافَنَ النَّاسُ، كَمَا فِي  
 الصَّحِيحِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنَّ لَا تَدَافِنُوا  
 لَدَعَوْتُ اللَّهُ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَا أَسْمَعُ .  
 ”ابن حزم رحمته الله وغيره كايه نظريه كه قبر ميں صرف روح كو سوال هوگا، درست

نہیں۔ ان کا نظریہ تو اور بھی برا ہے، جو کہتے ہیں کہ عذاب صرف جسم کو ہوگا روح کو نہیں۔ احادیث صحیحہ سے دونوں نظریات کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوگا، جزا و سزا روح کو الگ سے بھی ملے گی اور جب بدن کے ساتھ ہوگی تب بھی۔ یاد رکھئے! کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے، ہر مستحق عذاب مرنے کے بعد اپنی سزا پالے گا، اسے قبر میں دفنایا جائے، درندوں کی خوراک بن جائے، جل جائے، مٹی بن جائے، ہوا میں بکھر جائے یا پانیوں میں غرق ہو جائے، اس کی روح اور بدن کو وہ عذاب پہنچتا رہے گا جو قبر میں ہونا تھا، نبی کریم ﷺ کی حدیث پر بلا کمی بیشی ایمان لے آئیے، آپ کی حدیث میں بے وجہ احتمالات نہ پیدا کیجئے، اس کے ہدایت پر مبنی مفہوم میں جھول نہ لائیے، اللہ ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد کیا ہے، جو حدیث نبی ﷺ کے ساتھ اس طرح کارویہ اپنا کر جادہ حق سے بھٹک گئے، یاد رکھئے! اللہ انہم ہی ہر بدعت و ضلالت کی ماں ہے، یہ ہر خطا کی اصل اصول ہے، گو کہ برا ارادہ بھی ان برائیوں کا موجب ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جہان تین ہیں، دنیا، جہان برزخ اور جہان قرار، ہر جہان کے احکام اس کے ساتھ ہی خاص ہیں، انسان بدن و روح کا مرکب ہے، تو احکام دنیا، بدن و روح پر لاگو ہوں گے، احکام برزخ بھی بدن و روح پر لاگو ہیں، جب حشر کا دن ہوگا، تو عذاب و ثواب بدن اور روح دونوں پر ہوگا، آپ جان چکے ہیں کہ قبر کا باغیچہ جنت ہونا یا پاتال جہنم ہونا عقل کے عین موافق ہے، حق ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں، اسی سے مومن و غیر مومن کی تمیز ہوتی ہے،

لا زما جان لیجئے! کہ قبر کی جزاء و سزاء دنیا کی جزاء و سزاء سے الگ ہیں، ممکن ہے کہ اللہ قبر کی مٹی اور پتھروں ہی کو مرنے والے کے لئے اتنا گرم کر دے کہ وہ انگارے سے زیادہ تکلیف دہ ہو، جب کہ زندہ اسے ہاتھ لگائیں تو انہیں محسوس بھی نہ ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ساتھ لیٹے دو شخص ایک نار جہنم میں ہو دوسرا باغ جنت میں۔ اس کو پڑوس سے جہنم کی آگ نہ لپیٹے، جہنم والے کو پڑوسی کی جنت سے مس نہ ہو، اللہ کی قدرت اس سے بھی بلند اور بالا ہے، لیکن مصیبت ہے کہ انسان ان چیزوں کا انکاری ہو جاتا ہے جو اس کی عقل میں سامانہ پائیں، حالاں کہ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں ہی ایسے عجائب دکھا رکھے ہیں جو عذاب قبر سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں، جب اللہ چاہتا ہے اپنے بندوں پر بعض چیزیں ظاہر کر دیتا ہے، اگر اللہ ہر بندے پر یہ چیزیں ظاہر کر دے تو مکلف بنانے اور ایمان بالغیب کی حکمت باقی نہ رہتی، لوگ مردوں کو دفنانا چھوڑ دیتے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر مجھے ڈرنہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ آپ کو قبر میں عذاب دیئے جانے والوں کی آواز سنا دیتا۔“

(شرح العقيدة الطحاوية : ۴۰۰، ۴۰۱)

①۹ مفسر قرآن، مورخ اسلام، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، (۷/۷۷۷) لکھتے ہیں:

وَهَذِهِ الْآيَةُ أَصْلُ كَبِيرٍ فِي اسْتِدْلَالِ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلَى عَذَابِ  
الْبَرْزَخِ فِي الْقُبُورِ، وَهِيَ قَوْلُهُ: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا  
وَعَشِيًّا﴾.



”قبر میں برزخی عذاب کے اثبات پر یہ آیت اہل سنت کی عظیم دلیل ہے:  
﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ (وہ صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔)“

(تفسیر ابن کثیر: ۱۴۶/۶)

② علامہ مفسر قرطبی رحمہ اللہ (۶۰۰-۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

فَتَضَمَّنَتِ السُّورَةُ الْقَوْلَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَدْ ذَكَّرْنَا فِي  
كِتَابِ التَّذْكَرَةِ أَنَّ الْإِيمَانَ بِهِ وَاجِبٌ، وَالتَّصَدِيقَ بِهِ لَازِمٌ،  
حَسْبَمَا أَخْبَرَ بِهِ الصَّادِقُ، وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحْيِي الْعَبْدَ  
الْمُكَلَّفَ فِي قَبْرِهِ، بَرْدَ الْحَيَاةِ إِلَيْهِ، وَيَجْعَلُ لَهُ مِنَ الْعَقْلِ فِي  
مِثْلِ الْوَصْفِ الَّذِي عَاشَ عَلَيْهِ، لِيَعْقِلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ، وَمَا  
يُجِيبُ بِهِ، وَيَفْهَمَ مَا آتَاهُ مِنْ رَبِّهِ، وَمَا أَعَدَّ لَهُ فِي قَبْرِهِ، مِنْ  
كَرَامَةٍ وَهَوَانٍ، وَهَذَا هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالَّذِي عَلَيْهِ  
الْجَمَاعَةُ مِنَ أَهْلِ الْمِلَّةِ.

”سورۃ عذاب قبر پر دال ہے۔ ہم اپنی کتاب ”التذکرۃ“ میں بیان کر چکے ہیں  
کہ اس پر ایمان واجب اور اس کی تصدیق لازم ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ  
نے بیان فرمایا کہ اللہ مکلف بندے کو قبر میں زندہ کرے گا، اس کی طرف زندگی  
لوٹائے گا۔ اسے دنیا جیسی عقل دی جائے گی، تاکہ سوال و جواب سمجھ پائے،  
اللہ کی عطاؤں کا شعور ہو، اس کی تکریم یا عذاب، جو قبر میں اس کے لئے رکھا گیا

ہے، سمجھ سکے، یہ اہل سنت کا مذہب ہے، اسی موقف پر اہل ملت کی ایک جماعت ہے۔“

(تفسیر قرطبی: ۱۷۳/۲۰)

نیز فرماتے ہیں:

أُنْكَرَتِ الْمُلْحِدَةُ مَنْ تَمَذَّهَبَ مِنَ الْإِسْلَامِيِّينَ بِمَذْهَبِ  
الْفَلَّاسِيفَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ حَقِيقَةٌ.

”بے دین ملحد فلسفیوں نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔“

(التذكرة بأحوال المَوْتَى وأُمُورِ الآخِرَةِ، ص: ۳۷۱)

(۲۱) علامہ ابن دین العید رحمہ اللہ (۶۳۵-۷۰۲ھ) لکھتے ہیں:

تَصْرِيحُهُ بِإِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ عَلَى مَا هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ  
وَأَشْتَهَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ.

”انہوں نے مذہب اہل سنت کے مطابق عذاب قبر کے اثبات کی تصریح کی ہے۔ اس بارے میں احادیث مشہور ہیں۔“

(أحكام الأفهام شرح عمدة الأحكام: ۲۳۲/۱)

(۲۲) علامہ فاکہانی (۶۵۴-۷۳۴ھ) لکھتے ہیں:

نَصُّ صَرِيحٍ عَلَى إِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ أَجَارَنَا اللَّهُ مِنْهُ كَمَا هُوَ  
مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَقَدْ أَشْتَهَرَتْ الْأَخْبَارُ بِذَلِكَ.

”عذاب قبر کے اثبات پر صریح نص موجود ہے۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔“

کھے۔ یہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اس بارے احادیث بہت مشہور ہیں۔“

(ریاض الأفہام شرح عمدة الأحکام: ۱/۲۳۲)

(۲۳) علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۶۵۴-۷۲۳ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلَىٰ إِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ؛ وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُوَ مِمَّا يَجِبُ اعْتِقَادُ حَقِيقَتِهِ، وَهُوَ مِمَّا نَقَلَتْهُ الْأُمَّةُ مُتَوَاتِرًا؛ فَمَنْ أَنْكَرَ عَذَابَ الْقَبْرِ، أَوْ نَعِيمَهُ، فَهُوَ كَافِرٌ؛ لِأَنَّهُ كَذَّبَ اللَّهَ تَعَالَى، وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فِي خَبَرِهِمَا.

”یہ عذاب قبر کے اثبات پر دلیل ہے۔ یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ اس پر اعتقاد واجب ہے۔ اسے امت نے تواتر کے ساتھ بیان کیا ہے، جس نے عذاب قبر کا انکار کیا، وہ کافر ہے کیوں کہ اس نے اللہ اور رسول کو جھٹلادیا ہے۔“

(العدة في شرح العمدة في أحاديث الأحکام: ۱/۱۳۹، ۱۴۰)

(۲۴) علامہ ابن سید الناس رحمہ اللہ (۶۷۱-۷۳۴ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ التَّصْرِيحُ بِإِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ عَلَى مَا هُوَ الْمَعْرُوفُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَاشْتَهَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ، مِنْهَا قَوْلُهُ: عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْلَا أَنْ تُدَافِنُوا لَدَعَوْتُ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

”اس میں تصریح ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے، اہل سنت کے ہاں یہی معروف ہے، اس کے بارے میں احادیث مشہور ہیں، ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے: اگر مجھے ڈرنہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے، تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ آپ کو ان کی آواز سنائے، جنہیں قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔“

(النَّفْحُ الشَّدِيدِي شرح جامع الترمذي: ١٨٢/٢)

(۲۵) شارح بخاری علامہ کرمانی (۷۱۷-۷۸۶ھ) لکھتے ہیں:

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ، لِأَنَّ الْعَقْلَ لَا يَمْنَعُهُ  
وَالشَّرْعُ وَرَدَ بِهِ فَوَجَبَ قُبُولُهُ وَلَا يَمْنَعُ مِنْهُ تَفَرُّقُ الْأَجْزَاءِ  
فَإِنْ قِيلَ نَحْنُ نُشَاهِدُ الْمَيِّتَ عَلَى حَالِهِ فَكَيْفَ يُسْأَلُ وَيُقْعَدُ  
وَيُضْرَبُ؟ فَالْجَوَابُ أَنَّهُ غَيْرُ مُمْتَنِعٍ كَالنَّائِمِ فَإِنَّهُ يَجِدُ الْمَاءَ  
وَاللَّذَّةَ، وَنَحْنُ لَا نُحِسُّهُ وَكَذَا كَانَ جَبْرِيلُ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ الْحَاضِرُونَ.

”اہل سنت کا مذہب عذاب قبر کا اثبات ہے۔ اس پر شریعت کی نصوص موجود ہیں اور یہ عقلاً محال بھی نہیں، سوا سے قبول کرنا واجب ہے، اعضائے جسمانی کا مختلف ٹکڑوں میں ہونا بھی عذاب قبر کو مانع نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ میت ویسے ہی پڑی رہتی ہے، اسے کب بٹھایا جاتا ہے، سوال کیا جاتا ہے یا مارا جاتا ہے، کبھی مشاہدہ نہیں ہوا؟ تو جواب یہ ہے کہ مشاہدے کے بغیر ایسا ہو جانا ممکن ہے۔ آپ سوئے ہوئے شخص کو نہیں دیکھتے، وہ تکلیف بھی محسوس کرتا ہے، لذت محسوس کرتا ہے، مگر ہم نہیں دیکھ پاتے، اسی طرح جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ سے گفتگو کیا کرتے تھے، مگر حاضرین سن یا دیکھ نہیں پاتے تھے۔“

(الکوکب الدراري في شرح صحيح البخاري: ١١٨/٧)

(۲۶) علامہ مغطائی حنفی (۶۸۹-۷۶۲ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ وَغَيْرِهَا إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ عَلَى مَا هُوَ

الْمَعْرُوفُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَاشْتَهَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ.

”ان اور دیگر احادیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے، جیسا کہ اہل سنت کے ہاں معروف ہے اور اس کے بارے میں روایات مشہور ہیں۔“

(شرح ابن ماجہ: ۱/۱۵۹)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م: ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

مَسْأَلَةُ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَهِيَ أَسْهَلُ وَلَا بُعْدَ وَلَا نَكِيرَ فِي كَوْنِ  
الْمَيِّتِ يُعَذَّبُ بِرَدِّ الرُّوحِ إِلَيْهِ عَارِيَةً ثُمَّ تَعْذِيبُهُ عَلَى وَجْهِ لَا  
يَقْدِرُ الْبَشَرُ عَلَى رُؤْيَيْهِ كَذَلِكَ وَلَا سَمَاعِهِ، فَنَحْنُ نَرَى  
الْمَيِّتَ يُعَالِجُ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَيُخْبِرُ بِالْآلَمِ لَا مَزِيدَ عَلَيْهَا  
وَلَا نَرَى عَلَيْهِ مِنْ ذَلِكَ أَثَرًا وَكَذَلِكَ أَهْلُ الْأَمْرَاضِ الْمُؤَلِّمَةِ،  
وَأَشْبَاهُ ذَلِكَ مِمَّا نَحْنُ فِيهِ مِثْلُهَا، فَلَمَّاذَا يُجْعَلُ اسْتِيعَادُ  
الْعَقْلِ صَادًّا فِي وَجْهِ التَّصَدِيقِ بِأَقْوَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

”عذاب قبر کا مسئلہ عام فہم ہے، بعد از عقل نہیں ہے۔ اس میں کوئی نکارت نہیں کہ عاریۃ روح لوٹا کر ایسی صورت میں عذاب دیا جائے کہ انسان اسے دیکھنے، سننے پر قادر نہ ہوئے۔ ہم قریب المرگ لوگوں کو دیکھتے ہیں، سکرَاتِ موت کی حالت میں ہوتا ہے، وہ صرف تکلیف کی خبر دیتا ہے، نہ ہم اس کا اثر اس پر دیکھتے ہیں۔ یہی صورت حال تکلیف میں مبتلا مریضوں کی ہے، ہم دیکھ

نہیں پاتے، تو پھر کیوں عقل کو اخبار رسول ﷺ ٹھکرانے کا ذریعہ بنائیں؟“

(الاعتصام: ۸۴۲/۲-۸۴۳)

(۲۷) علامہ عراقی رحمہ اللہ (۷۲۵-۸۰۶ھ) لکھتے ہیں:

وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ أَدِلَّةُ الْكِتَابِ  
وَالسُّنَّةِ وَلَا يَمْتَنِعُ فِي الْعَقْلِ أَنْ يُعِيدَ اللَّهُ تَعَالَى الْحَيَاةَ فِي  
جُزْءٍ مِّنَ الْجَسَدِ وَيُعَذِّبَهُ، وَإِذَا لَمْ يَمْنَعُهُ الْعَقْلُ وَوَرَدَ بِهِ  
الشَّرْعُ وَجَبَ قَبُولُهُ، وَقَدْ خَالَفَ فِي ذَلِكَ الْخَوَارِجُ وَمُعْظَمُ  
الْمُعْتَزِلَةِ وَبَعْضُ الْمُرْجِيَّةِ وَنَفَوْا ذَلِكَ.

”یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ اس بارے میں قرآن و سنت کے دلائل واضح  
ہیں۔ عقل اس بات کا انکار نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ جسم کے کسی جزو میں زندگی لوٹا  
دے اور اسے عذاب دے۔ اس پر قرآن و سنت کے دلائل اور عقل کی موافقت  
موجود ہے، لہذا اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔ خوارج، اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ  
اس کا انکار کرتے ہیں۔“

(طُرْحُ التَّقْرِيبِ فِي شَرْحِ التَّشْرِيبِ: ۳۰۶/۳)

(۲۸) علامہ طیبی (م: ۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

اعْلَمْ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ،  
وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ الدَّلَائِلُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، قَالَ اللَّهُ  
تَعَالَى: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ الْآيَةُ، وَأَمَّا

الْحَادِيثُ فَلَا تُحْصَى كَثْرَةً، وَلَا مَانِعٌ فِي الْعَقْلِ أَنْ يَخْلُقَ  
 اللَّهُ تَعَالَى الْحَيَوَةَ فِي جُزْءٍ مِّنَ الْجَسَدِ أَوْ فِي جَمِيعِهِ عَلَى  
 الْخِلَافِ بَيْنَ الْأَصْحَابِ فَيُثْبِتُهُ وَيُعَذِّبُهُ، وَإِذَا لَمْ يَمْنَعُهُ  
 الْعَقْلُ وَوَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ وَجَبَ قَبُولُهُ وَاعْتِقَادُهُ وَلَا يَمْنَعُ مِنْ  
 ذَلِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ تَفَرَّقَتْ أَجْزَاؤُهُ، كَمَا يُشَاهَدُ فِي الْعَادَةِ،  
 أَوْ أَكَلَتْهُ السَّبَاعُ وَالطُّيُورُ وَحَيْثَانُ الْبَحْرِ، كَمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى  
 يُعِيدُهُ لِلْمَحْشَرِ، وَهُوَ سُبْحَانَهُ قَادِرٌ عَلَى ذَلِكَ.

”اہل سنت کا مذہب عذاب قبر کا اثبات ہے۔ اس پر کتاب و سنت کے دلائل واضح ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ (وہ صبح و شام جہنم پر پیش کئے جاتے ہیں۔) اس پر احادیث تو بے شمار ہیں۔ عقل اس کی انکاری نہیں کہ اللہ جسم کے جزو یا کل جسم میں زندگی پیدا کر کے اسے جزا و سزا دے۔ عقل مانع نہیں اور شرعی دلائل موجود ہیں، سو یہ بات ماننا اور اس کے مطابق اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ میت کے اجزا بکھرے ہوں، درند، پرند، چرند اسے کھا گئے ہوں، پھر بھی اللہ اسے اسی طرح واپس لائے گا، جس طرح روزِ محشر لائے گا اور اللہ اس پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے۔“

(شرح الطَّبِيبِي: ۵۸۹/۲)

علامہ محمد بن ابی بکر دماینی (م: ۸۲۸ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ كَثُرَتِ الْحَادِيثُ فِيهِ حَتَّى قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ إِنَّهَا مُتَوَاتِرَةٌ

لَا يَصِحُّ عَلَيْهَا التَّوَاتُؤُ وَإِنْ لَّمْ يَصِحَّ مِثْلُهَا لَمْ يَصِحَّ شَيْءٌ  
مِّنْ أَمْرِ الدِّينِ .

”اس کے بارے میں بکثرت احادیث موجود ہیں، کئی علماء نے ان کے متواتر ہونے کی صراحت کی ہے، جن میں جھوٹ پر متفق ہونا محال ہے۔ اگر ایسی مسائل ثابت نہیں، تو دین کا کوئی مسئلہ صحیح نہیں ہو سکتا۔“

(فيض القدير للمناوي: ۳۹۷/۲)

(۲۹) علامہ ابن وزیر (۷۷۵-۸۴۰ھ) لکھتے ہیں:

وَذَكَرَ إِجْمَاعُ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّهُ يَجُوزُ وُقُوعُ الْإِمْتِحَانِ فِي  
الْبَرْزَخِ كَمَا يَقَعُ فِي الدُّنْيَا .

”اہل سنت کا اجماع ہے کہ برزخ میں اسی طرح امتحان ہو سکتا ہے، جس طرح دنیا میں ہوتا ہے۔“

(العواصم والقواصم في الذب عن سنة أبي القاسم: ۳۴۷/۵)

(۳۰) علامہ برمادی (۷۶۳-۸۳۱ھ) لکھتے ہیں:

ثُبُوتُ عَذَابِ الْقَبْرِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ .

”عذاب قبر کا ثبوت اہل سنت کا مذہب ہے۔“

(اللامع الصبيح بشرح الجامع الصبيح: ۲۴۷/۵)

(۳۱) علامہ محمد بن خلیفہ (م: ۸۲۷ھ) لکھتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ الْأَحَادِيثُ بِإِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ .

”عذاب قبر کے اثبات پر احادیث متواتر ہیں۔“



(إكمال إكمال المعلم شرح صحيح مسلم: ۳/۳۲۵)

(۳۲) شارح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وَاکْتَفَى بِإِبْثَاتِ وُجُودِهِ خِلَافًا لِمَنْ نَفَاهُ مُطْلَقًا مِّنَ الْخَوَارِجِ  
وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ كَضَرَّارِ بْنِ عَمْرٍو وَبِشْرِ الْمَرِيسِيِّ وَمَنْ  
وَأَفْقَهُمَا وَخَالَفَهُمْ فِي ذَلِكَ أَكْثَرُ الْمُعْتَزِلَةِ وَجَمِيعُ أَهْلِ  
السُّنَّةِ وَغَيْرِهِمْ .

”عذاب قبر کا وجود کا اثبات موجود ہے، خوارج، بعض ضرار بن عمرو اور بشر  
مریسی جیسے معتزلہ اور ان کے موافقین نے اس کا انکار کیا ہے، جب کہ اکثر  
معتزلہ اور جمیع اہل سنت اثبات کے قائل ہیں۔“

(فتح الباری شرح صحيح البخاري: ۳/۲۳۳)

شارح صحیح بخاری علامہ عینی حنفی (۷۲۶-۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْمُلْحِدَةَ وَمَنْ يَذْهَبُ مَذْهَبَ الْفَلَّاسِفَةِ أَنْكَرُوهُ أَيُّضًا،  
وَالْإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ لَّازِمٌ حَسَبَ مَا أَخْبَرَ بِهِ الصَّادِقُ، صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْعَبْدَ وَيَرُدُّ الْحَيَاةَ وَالْعَقْلَ،  
وَهَذَا نَطَقَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ،  
وَكَذَلِكَ يُكْمِلُ الْعَقْلَ لِلصِّغَارِ لِيَعْلَمُوا مَنْزِلَتَهُمْ وَسَعَادَتَهُمْ،  
وَقَدْ جَاءَ أَنَّ الْقَبْرَ يَنْضَمُّ عَلَيْهِ كَالْكَبِيرِ .

”ملحدین اور فلاسفہ نے بھی اس کا انکار کیا ہے۔ اس پر ایمان واجب اور لازم

ہے، جیسے نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے۔ اللہ بندے کو زندہ کرے گا، اس کی عقل واپس لائے گا۔ احادیث یہی بتاتی ہیں، یہ اہل سنت کا مذہب ہے، اسی طرح بچوں کو اتنی عقل دی جائے گی کہ اپنی منزل و سعادت پہچان لیں، یہ بھی آیا ہے کہ قبر اسے بڑے کی طرح جھٹکا دے گی۔“

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۱۱۸/۳)

نیز فرماتے ہیں:

فِيهِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَأَنْكَرَ ذَلِكَ ضِرَارُ بْنُ عَمْرٍو وَبِشْرُ الْمَرِيسِيِّ وَأَكْثَرُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنَ الْمُعْتَزَلَةِ.

”اس میں عذاب قبر کا اثبات ہے۔ یہ اہل سنت کا مذہب ہے، ضرار بن عمرو اور بشر مریسی نے اس کا انکار کیا ہے۔“

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۱۴۵/۸)

(۳۴) شارح صحیح بخاری، علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۸۵۱-۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ تَظَاهَرَتِ الدَّلَائِلُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلَى ثُبُوتِهِ، وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ، وَلَا مَانِعَ فِي الْعَقْلِ أَنْ يُعِيدَ اللَّهُ الْحَيَاةَ فِي جُزْءٍ مِّنَ الْجَسَدِ، أَوْ فِي جَمِيعِهِ عَلَى الْخِلَافِ الْمَعْرُوفِ، فَيُثَبِّتُهُ وَيُعَذِّبُهُ وَإِذَا لَمْ يَمْنَعْهُ الْعَقْلُ وَوَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ وَجَبَ قَبُولُهُ وَاعْتِقَادُهُ وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذَلِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ تَفَرَّقَتْ

أَجْزَاؤُهُ، كَمَا يُشَاهَدُ فِي الْعَادَةِ، أَوْ أَكَلَتْهُ السَّبَاعُ وَالطَّيُورُ  
وَحَيْثَانُ الْبَحْرِ كَمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعِيدُهُ لِلْحَشْرِ، وَهُوَ  
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى، قَادِرٌ عَلَى ذَلِكَ، فَلَا يُسْتَبَعَدُ تَعَلُّقُ رُوحِ  
الشَّخْصِ الْوَاحِدِ فِي آنٍ وَوَاحِدٍ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ أَجْزَائِهِ  
الْمُتَفَرِّقَةِ فِي الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ فَإِنَّ تَعَلُّقَهُ لَيْسَ عَلَى  
سَبِيلِ الْحُلُولِ حَتَّى يَمْنَعَهُ الْحُلُولُ فِي جُزْءٍ مِّنَ الْحُلُولِ فِي  
غَيْرِهِ، قَالَ فِي مَصَابِيحِ الْجَامِعِ وَقَدْ كَثُرَتِ الْأَحَادِيثُ فِي  
عَذَابِ الْقَبْرِ .

”کتاب وسنت کے دلائل عذاب قبر کے ثبوت پر واضح ہیں، اہل سنت کا اس پر  
اجماع ہے، عقل اس بات کا بالکل انکار نہیں کرتی کہ اللہ جسم کے حصے میں یا  
تمام جسم میں زندگی پیدا کر کے عذاب و ثواب کا معاملہ کرے، عقل اس کو قبول  
کرتی اور شریعت کی نصوص اسے بیان کرتی ہیں، لہذا عذاب قبر کا اثبات  
واجب ہے، میت کے اجزاء بکھر جائیں، درندے کھالیں، یا پرندے کھالیں  
اللہ اسی طرح زندہ کر سکتا ہے، جس طرح حشر میں زندہ کرے گا، ایک ہی شخص  
کی روح کا اس کے مشرق و مغرب میں بکرے اجزاء سے تعلق ناممکن نہیں، ہاں  
روح جسم میں حلول نہیں کرے گی، صاحب مصابیح الجامع کہتے ہیں: عذاب قبر  
کی احادیث بہت زیادہ ہیں، بہت سے علماء نے ان کے متواتر ہونے کا دعویٰ  
کیا ہے۔“

(إرشاد الساري شرح صحيح البخاري: ٤٦٠/٢)

(٣٥) شارح صحيح بخاری، علامہ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ (٨٢٣-٨٠٢ھ) لکھتے ہیں:

وَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى إِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ  
السُّنَّةِ، وَفِيهِ الْمَسْئَلَةُ فِي الْقَبْرِ قَالَ أَبُو الْمَعَالِي: تَوَاتَرَتْ  
الْأَخْبَارُ وَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ مُسْتَفِضًّا قَبْلَ ظُهُورِ أَهْلِ الْبِدْعِ،  
وَالسُّؤَالُ يَقَعُ عَلَى أَجْزَاءِ يَعْلَمُهَا اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْقَلْبِ  
وَعَيْرِهِ يُحْيِيهَا اللَّهُ تَعَالَى وَيُوجِّهُ السُّؤَالَ عَلَيْهَا.

”اس میں عذاب قبر کے اثبات کی دلیل ہے۔ یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ قبر  
میں سوال جواب کا ثبوت بھی ہے۔ علامہ ابو المعالی کہتے ہیں: اس مسئلے میں  
متواتر احادیث موجود ہیں۔ اہل بدعت کے ظہور سے پہلے اس میں کوئی شک و  
شبہ نہیں کرتا تھا۔ سوال کے لئے دل کو یا جسے اللہ چاہے گا، اس عضو کو زندہ کیا  
جائے گا اور اس سے سوال ہوں گے۔“

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح: ٤٣٤/٣)

(٣٦) علامہ ابویحییٰ زکریا انصاری (٨٢٣-٩٢٦ھ) لکھتے ہیں:

بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ أَيَّ مِنَ الْآيَاتِ وَالْأَحَادِيثِ، وَلَا  
مَانِعَ مِنْ أَنْ يُعِيدَ اللَّهُ الْحَيَاةَ فِي جُزْءٍ مِّنَ الْجَسَدِ، أَوْ فِي  
جَمِيعِهِ فَيُثَبِّتَهُ، أَوْ يُعَذِّبُهُ، وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذَلِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ  
تَفَرَّقَتْ أَجْزَاؤُهُ، أَوْ أَكَلَتْهُ السَّبَاعُ وَالطُّيُورُ وَحِثَانُ الْبَحْرِ،

كَمَا أَنَّهُ يُعِيدُهُ لِلْحَشْرِ، وَهُوَ تَعَالَى قَادِرٌ عَلَى ذَلِكَ، فَلَا يُسْتَبَعَدُ تَعَلُّقُ رُوحِ الشَّخْصِ الْوَاحِدِ فِي آنٍ وَاحِدٍ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ أَجْزَائِهِ الْمُتَفَرِّقَةِ فِي الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ، فَإِنَّ تَعَلُّقَهُ لَيْسَ عَلَى سَبِيلِ الْحُلُولِ حَتَّى يَمْنَعَهُ الْحُلُولُ فِي جُزْءٍ آخَرَ، بَلْ هُوَ عَلَى سَبِيلِ التَّدْبِيرِ .

”عذاب قبر کے بارے میں احادیث و آیات کا بیان، یہ بات عقلاً محال نہیں کہ اللہ جسم کے ایک جزء یا تمام جسم میں زندگی پیدا کر کے اسے عذاب و ثواب دے، میت کے اجزاء بکھر چکے ہوں، درند، پرند اور سمندر کی مچھلیاں کھا چکی ہوں، اللہ اسے زندہ کر کے عذاب دینے پر قادر ہے، ایک ہی شخص کی روح کا اس کے تمام مشارق و مغارب میں بکھرے اجزاء سے تعلق ناممکن نہیں، روح اجزاء جسم میں حلول نہیں کرتی بل کہ یہ تعلق اللہ کی طرف سے ایک خاص ہیئت میں ہوتا ہے۔“

(مِنْحَةُ الْبَارِي بِشْرَحِ صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ: ٤٩٩/٣)

(٣٤) علامہ، ابن المبرد (٨٢٠-٩٠٩ھ) کہتے ہیں:

وَجَحَدُوا عَذَابَ الْقَبْرِ، وَأَنَّ الْكُفَّارَ فِي قُبُورِهِمْ يُعَذَّبُونَ، وَقَدْ أَجْمَعَ عَلَى ذَلِكَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ .

”اہل بدعت نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ کفار اپنی قبروں میں عذاب دیئے جائیں گے، اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے۔“

(جمع الجیوش، ص: ١٤٤)

(۳۸) علامہ ابن حجر مکی (۹۰۹-۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

ذَهَبَ أَهْلُ السُّنَّةِ إِلَى أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْمُكَلَّفَ فِي قَبْرِهِ وَيَجْعَلُ لَهُ مِنَ الْعَقْلِ مِثْلَ مَا عَاشَ عَلَيْهِ لِيَعْقِلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ وَيُجِيبَ عَنْهُ وَمَا يَفْهَمُ بِهِ مَا آتَاهُ مِنْ رَبِّهِ وَمَا أُعِدَّ لَهُ فِي قَبْرِهِ مِنْ كَرَامَةٍ وَهُوَ أَنْ وَبِهَذَا نَطَقَتِ الْأَخْبَارُ وَالْأَصْحَحُ أَنَّ الْعَذَابَ عَلَى الرُّوحِ وَالْجَسَدِ.

”اہل سنت کا مذہب ہے کہ اللہ، مکلف کو قبر میں زندہ کر کے اسے دنیا کی عقل جیسی عقل عطا کرے گا تا کہ سوالات سمجھ کر ان کے جوابات دے سکے۔ جو اللہ اسے دے اسے سمجھ سکے۔ اس کی قبر میں کی جانے والی تعظیم یا رسوائی کی پہچان ہو۔ احادیث یہی بتاتی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوگا۔“

(الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ: ۹/۲)

(۳۹) علامہ عبدالرؤف مناوی (۹۵۲-۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

فَعَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَهُوَ مَا نُقِلَ مُتَوَاتِرًا فَيَجِبُ اعْتِقَادُهُ وَيُكْفَرُ مُنْكَرُهُ.

”اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر حق ہے۔ اس کے متعلق روایات متواتر ہیں۔ اس پر اعتقاد واجب اور اس کا منکر کافر ہے۔“

(فیض القدیر: ۸۰/۲)

نیز فرماتے ہیں:

وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الدَّلَائِلُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلَى ثُبُوتِ  
عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ .

”کتاب و سنت کے دلائل ظاہر ہیں کہ عذاب قبر ثابت ہے۔ اس پر اہل سنت کا  
اجماع ہے۔“

(فیض القدیر: ۳۹۷/۲)

(۴۰) حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۸۴۹-۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : عَذَابُ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ أُضِيفَ إِلَى  
الْقَبْرِ لِأَنَّهُ الْغَالِبُ وَالْأَفْكَلُ مَيِّتٌ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى تَعْذِيبَهُ  
نَالَهُ مَا أَرَادَ بِهِ قَبْرًا أَوْ لَمْ يَقْبُرْ وَلَوْ صُلِبَ أَوْ غُرِقَ فِي الْبَحْرِ أَوْ  
أَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ أَوْ حُرِّقَ حَتَّى صَارَ رَمَادًا أَوْ ذُرِّيَّ فِي الرِّيحِ  
وَمَحَلُّهُ الرُّوحُ وَالْبَدَنُ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذَا الْقَوْلُ  
فِي النَّعِيمِ .

”علماء کہتے ہیں کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے۔ اس کی نسبت قبر کی طرف  
اس لئے کی گئی ہے کہ یہ اکثر قبر ہی میں ہوتا ہے۔ میت قبر میں ہو یا نہ ہو، غرق  
ہو جائے، درندے کھالیں، جل کر راکھ ہو جائے یا ہوا میں اڑا دیا جائے، جب  
اللہ چاہے گا اسے عذاب دے گا۔ عذاب روح اور بدن دونوں کو دیا جائے گا۔  
اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، یہی معاملہ نعمتوں کا ہے۔“

(شرح الصدور بشرح حال الموتی، ص: ۸۱)

(۴۱) ملا علی قاری حنفی (۱۰۱۹ھ) لکھتے ہیں:

وَالْحَادِيثُ فِي ذَلِكَ كَثِيرَةٌ فِي الْمَبْنَى، وَقَدْ تَوَاتَرَتْ بِحَسْبِ الْمَعْنَى، وَأَجْمَعُوا عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ، خِلَافًا لِبَعْضِ أَهْلِ الْبِدْعَةِ.

”اس کے بارے میں بہت ساری احادیث موجود ہیں، جو تواتر معنوی کے درجے کی ہیں۔ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، جب کہ اہل بدعت اس کے منکر ہیں۔“

(شرح مسند أبي حنيفة، ص: ۳۶۸)

(۴۲) علامہ ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸-۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ وَسُّؤَالٌ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ وَضَغْطَةُ الْقَبْرِ حَقٌّ لَكِنْ إِنْ كَانَ كَافِرًا فَعَذَابُهُ يَدُومُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيُرْفَعُ عَنْهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَشَهْرَ رَمَضَانَ فَيُعَذَّبُ اللَّحْمُ مُتَّصِلًا بِالرُّوحِ وَالرُّوحُ مُتَّصِلًا بِالْجِسْمِ فَيَتَلَّامُ الرُّوحُ مَعَ الْجَسَدِ، وَإِنْ كَانَ خَارِجًا عَنْهُ، وَالْمُؤْمِنُ الْمُطِيعُ لَا يُعَذَّبُ بَلْ لَهُ ضَغْطَةٌ يَجِدُ هَوْلَ ذَلِكَ وَخَوْفَهُ وَالْعَاصِي يُعَذَّبُ.

”اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال اور قبر کا جھٹکا حق ہے، لیکن کافر کو دائمی عذاب ہوگا۔ جمعہ اور رمضان میں بہر حال اٹھایا جاتا ہے (یہ بے



دلیل بات ہے ازناقل، جسم اور روح دونوں کو عذاب دیا جاتا ہے۔ جسم کے ساتھ ساتھ روح بھی تکلیف محسوس کرتی ہے، اگرچہ روح جسم میں موجود نہ ہو۔ فرمانبردار مومن کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اسے صرف جھٹکا دیا جائے گا، اس کا ڈر اور خوف اسے رہے گا، جب کہ گنہگار عذاب دیا جائے گا۔“

(رد المحتار علی در المختار المعروف بہ فتاویٰ شامی: ۱۶۵/۲)

یہ عبارت علامہ ابوالمعتین نسفی حنفی (۳۱۸-۵۰۸ھ) کی ہے، جسے علامہ طحاوی نے ”حاشیۃ الطحاوی علی مرقی الفلاح: ۱/۵۲۴) اور علامہ حموی حنفی نے ”غزعیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر“ میں ذکر کیا ہے۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب، جسے پانچ سو حنفی علماء نے مرتب کیا ہے، میں ہے:

كُفِرَ بِإِنكَارِ رُؤْيَةِ اللَّهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ بَعْدَ دُخُولِ الْجَنَّةِ  
وَبِإِنكَارِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَبِإِنكَارِ حَشْرِ بَنِي آدَمَ لَا غَيْرُهُمْ وَلَا  
بِقَوْلِهِ أَنَّ الْمُثَابَّ وَالْمُعَاقَبَ الرُّوحُ فَقَطْ كَذَا فِي الْبَحْرِ  
الرَّائِقِ .

”جنت میں رویت الہی، عذاب قبر اور حشر کا منکر کافر ہے، لیکن جو کہتا ہے کہ عذاب ثواب صرف روح کو ہوگا وہ کافر نہیں۔ بحر الرائق میں اسی طرح لکھا ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری: ۲۷۴/۲)

(۴۳) علامہ صنع اللہ حنفی (۱۱۲۰ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنْ قِيلَ : عَذَابُ الْقَبْرِ وَثَوَابُهُ ثَابِتٌ لِلرُّوحِ وَالْبَدَنِ، فَيَلْزَمُ

الْإِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا بَعْدَ الْمَوْتِ؟ قُلْنَا: ذَلِكَ حَقٌّ، وَالْإِيمَانُ بِهِ  
وَأَجِبٌ، وَهُوَ مِنَ الْعَيْبِ، وَاتِّصَالُ ذَلِكَ لَا يَعْلَمُ كَيْفِيَّتَهُ إِلَّا  
الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ. وَمَنْ تَأَمَّلَ قُدْرَةَ اللَّهِ وَعَجَائِبَ تَدْبِيرِهِ،  
وَعَرَائِبَ صُنْعِهِ لَمْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ قَبُولِ الْإِيمَانِ بِهِ.

”کوئی کہے کہ عذاب قبر کا روح اور جسم کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ موت کے  
بعد بھی ان میں اتصال ہوتا ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ یہ حق ہے۔ اس پر  
ایمان واجب ہے۔ یہ غیبی امور میں سے ہے اور اس کے اتصال کی کیفیت علیم  
اور خبیر ذات ہی جانتی ہے۔ جو اللہ کی قدرت، اس کے تدبیری عجائبات اور  
قدرت کے کرشموں میں تدبر کرے، وہ اس پر ایمان لانے سے انکار نہیں کر  
سکتا۔“

(سیف اللہ علی من کذب علی أولیاء اللہ، ص ۴۵)

(۴۴) حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۷۹ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ دَلَّ هَذَا الْحَدِيثُ عَلَى عَذَابِ الْقَبْرِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْإِيمَانَ  
بِعَذَابِ الْقَبْرِ وَاجِبٌ لِلْحَادِيثِ الْوَارِدَةِ فِيهِ، وَهُوَ مَذْكُورٌ فِي  
الصَّحِيحِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَيُّوبَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَابْنِ  
عَبَّاسٍ، وَجَابِرٍ، وَعَائِشَةَ، وَأُمَّ خَالِدٍ.

”یہ حدیث عذاب قبر پر دلالت کرتی ہے۔ ذہن نشین رکھئے کہ عذاب قبر پر  
احادیث نبویہ کی بنا پر ایمان واجب ہے، اس بارہ میں سیدنا ابوالیوب انصاری،

سیدنا زید بن ثابت، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا جابر، سیدہ عائشہ اور سیدہ ام خالد رضی اللہ عنہم سے احادیث بیان ہوئی ہیں۔“

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین: ۸۵/۲)

(۴۵) ابو الوفا بن عقیل (۴۳۱-۵۱۳ھ) منکرین عذاب قبر کے شبہات کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الْإِيمَانُ وَاجِبٌ بِالتَّعْذِيبِ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ .  
”عذاب قبر پر بغیر تفصیل پوچھے ایمان واجب ہے۔“

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین لابن الجوزی: ۸۵/۲)

(۴۶) کورانی حنفی (۸۱۳-۸۹۳ھ) کہتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ صَرِيحَةٌ عَلَى عَذَابِ الْقَبْرِ وَالرُّوحِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ .  
”اس حدیث میں عذاب قبر اور روح پر صریح دلالت ہے۔“

(الکوثر الجاری إلی ریاض أحادیث البخاری: ۳۴۸/۳)

(۴۷) حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۱۹-۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

وَفِيهِ إِبْتَاتٌ عَذَابُ الْقَبْرِ .  
”اس حدیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے۔“

(معالم السنن: ۱۹/۱)

(۴۸) امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۲۶۰-۳۲۴ھ) اہل بدعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَجَحَدُوا عَذَابَ الْقَبْرِ، وَأَنَّ الْكُفَّارَ فِي قُبُورِهِمْ يُعَذَّبُونَ، وَقَدْ  
أَجْمَعَ عَلَى ذَلِكَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ  
أَجْمَعِينَ.

”گمراہوں نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے، نیز کہ کفار اپنی قبروں میں عذاب  
دیئے جائیں گے، جب کہ اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔“

(الإبانة عن أصول الديانة، ص: ۱۵)

نیز فرماتے ہیں:

وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ، وَإِنَّ النَّاسَ يُقْتَنُونَ فِي  
قُبُورِهِمْ بَعْدَ أَنْ يُحْيَوْنَ فِيهَا وَيُسْأَلُونَ، فَيُثَبِّتُ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ  
تَثْبِيتهً.

”اہل سنت کا اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔ لوگوں کو قبروں میں زندہ کیا  
جائے گا اور آزمایا جائے گا، اللہ جسے چاہے گا ثابت قدم رکھے گا۔“

(رسالة إلى أهل الثغر، ص: ۶۲)

(۴۹) علامہ شاطبی (م: ۷۹۰) لکھتے ہیں:

فَرَدُّوا الْأَحَادِيثَ الْمُتَوَاتِرَةَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَفَتَنَتِهِ.

”اہل بدعت نے عذاب قبر اور فتنہ قبر کے بارے میں متواتر احادیث کا انکار کر  
دیا ہے۔“

(الاعتصام: ۸۴۹/۲)

(۵۰) امام اہل سنت ابو بکر بن ابی داؤد (م: ۳۱۶ھ) اپنے قصیدہ میں فرماتے

ہیں:

وَقُلْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ حَقٌّ مُّوَضَّحٌ .  
 ”یہ عقیدہ رکھیں کہ عذاب قبر واضح حق ہے۔“

(الشریعة للآجری: ۲۵۶۲/۵، وسندہ صحیح)

اس قصیدہ کے بارے میں امام ابو بکر بن ابی دوا فرماتے ہیں:

هَذَا قَوْلِي وَقَوْلُ أَبِي وَقَوْلُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَقَوْلُ مَنْ أَدْرَكْنَا  
 مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَمَنْ لَمْ نُدْرِكْ مِمَّنْ بَلَّغْنَا عَنْهُ، فَمَنْ قَالَ عَلَى  
 غَيْرِ هَذَا، فَهُوَ كَذَّابٌ .

”میرا، میرے والد محترم امام ابو داؤد، امام احمد بن حنبل، ان اہل علم کا ہے، جن سے ہماری ملاقات ہوئی اور جن سے ملاقات نہیں ہو سکی، صرف ان کے عقیدے پر اطلاع ملی ان سب کا یہی عقیدہ ہے۔ جو اس کے خلاف کوئی عقیدہ میرے متعلق بیان کرے، وہ جھوٹا ہے۔“

(الشریعة للآجری: ۲۵۶۲/۵، وسندہ صحیح)

(۵۱) امام ابو الحسن آجری رحمہ اللہ (م: ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَسْوَأَ حَالٍ مَنْ كَذَّبَ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ لَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا  
 بَعِيدًا وَخَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا .

”ان احادیث کا انکاری کتنا برا شخص ہے۔ وہ گمراہی کی گہری کھائی میں جا گرا ہے اور واضح خسارے کا سودا کر رہا ہے۔“

(الشریعة للآجری: ۱۲۸۵/۳)

مسئلہ عذاب قبر اہل سنت کے عقائد میں سے ہے، جس پر بہت ساری قرآنی آیات اور احادیث متواترہ دلالت کرتی ہیں۔ اس کے حق ہونے پر اہل حدیث کا اجماع و اتفاق ہے، جس نے اہل سنت کا اتفاقی فہم نظر انداز کیا وہ ذلیل اور گمراہ ہے، اس کی رائے بدعت اور گمراہی ہے، فہم و منہج سلف صالحین کو ترک کرنا درحقیقت قرآن و حدیث سے دشمنی ہے، جس نے قرآن و حدیث کی من پسند تعبیر کی وہ راہ ہدایت سے بھٹک گیا، دنیا میں جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے سب نے قرآن و حدیث کو نفسانی خواہشات کی بھیڑ چڑھایا، محدثین کے دشمنوں نے قرآن و سنت پر عقلی اعتراضات وارد کئے ہیں، ایسا کوئی مسلمان کر سکتا ہے بھلا؟ جو اپنی نارسانا عقل سے وحی کو جھٹلا دے، اگر اسلامی عقائد و اعمال کی بنیاد عقل پر ہوتی، تو بعثت انبیائے کرام کا مقصد فوت ہو جاتا۔ صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے بارے میں علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م: ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

وَالرَّأْيُ إِذَا عَارَضَ السُّنَّةَ فَهُوَ بِدْعَةٌ وَضَلَالَةٌ فَالْحَاصِلُ مِنْ مَّجْمُوعٍ مَا تَقَدَّمَ أَنَّ الصَّحَابَةَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لَمْ يُعَارِضُوا مَا جَاءَ فِي السُّنَنِ بِأَرَائِهِمْ، عَلِمُوا مَعْنَاهُ أَوْ جَهَلُوهُ، جَرَى لَهُمْ عَلَى مَعْهُودِهِمْ أَوْ لَا، وَهُوَ الْمَطْلُوبُ مِنْ نَقْلِهِ، وَلَيُعْتَبَرُ فِيهِ مَنْ قَدَّمَ النَّاقِصَ وَهُوَ الْعَقْلُ عَلَى الْكَامِلِ وَهُوَ الشَّرْعُ.

”رائے اور سنت کا تصادم ہو جائے، تو رائے بدعت اور گمراہی کہلائے گی۔ ہماری گزشتہ نگارشات کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین، احادیث رسول ﷺ کا معنی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، عقل میں آئے یا نہ آئے، حدیث سے عقلیں نہیں لڑاتے تھے۔ یہی مطلوب شریعت ہے۔ شریعت و عقل کے تصادم

میں ناقص پر کامل کو مقدم کیا جائے اور کامل شریعت ہی ہے۔“

(الاعتصام: ۸۵۰/۲)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ هَذَا بِأَوَّلِ خَبَرٍ يَجِبُ عَلَيْنَا الْإِيمَانُ بِهِ وَإِنْ جَهِلْنَا  
مَعْنَاهُ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ وَنَعِيمَهُ وَسُؤَالَ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ فِيهِ  
حَقٌّ، وَلَا يُطْلَعُ عَلَى حَقِيقَةِ ذَلِكَ، وَمَتَى ضَاقَتِ الْحِيلُ فِي  
كَشْفِ الْمَشْكَلَاتِ لِلْإِحْسَاسِ لَمْ يَبْقَ إِلَّا فَرَضُ التَّسْلِيمِ .

”یہ کوئی پہلی حدیث تو نہیں کہ جس کے معنی سے عدم واقفیت کے باوجود ہم  
اسے تسلیم کرتے ہیں، قبر میں جزا و سزا اور منکر نکیر کے سوال جواب حق ہیں، اس  
کی حقیقت کا ہمیں علم نہیں، جب مشکلات شریعت حد عقل سے ماوراء ہیں، تو  
سوائے تسلیم و رضا کے کوئی چارہ ہی نہیں۔“

(كشف المشكل من حديث الصحيحين: ۳۸۳/۳)

عذاب قبر کا انکار بشر بن غیاث مرسی (م: ۲۱۸ھ) جیسے زندیق، بدعتی اور گمراہوں  
نے کیا ہے، اس کے عقائد کفریہ تھے، قرآن کو مخلوق کہتا تھا، محدثین نے اس کی تکفیر کر رکھی  
تھی، امام عثمان بن سعید، دارمی نے اس کے رد میں ”الرد علی بشر المریسی فیما ابتدع من  
التأویل لمذہب الجہمیہ“ نامی کتاب لکھی ہے۔ امام اسحاق بن اہویہ (۱۶۶-۲۳۸ھ)  
فرماتے ہیں:

دَخَلَ حُمَيْدُ الطُّوسِيُّ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَعِنْدَهُ بَشْرُ  
الْمَرْيَسِيِّ، فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لِحُمَيْدٍ أَتَدْرِي مَنْ هَذَا يَا أَبَا

غَانِمٍ؟ قَالَ لَا، قَالَ هَذَا بِشْرُ الْمَرِيْسِيِّ، فَقَالَ حَمِيْدٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، هَذَا سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ، هَذَا قَدْ رَفَعَ عَذَابَ الْقَبْرِ وَمَسْأَلَةَ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ، وَالْمِيْزَانَ، وَالصِّرَاطَ، أَنْظُرْ هَلْ يَقْدِرُ أَنْ يَرْفَعَ الْمَوْتَ، ثُمَّ نَظَرَ إِلَى بِشْرٍ، فَقَالَ: لَوْ رَفَعْتَ الْمَوْتَ كُنْتَ سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ حَقًّا.

”حمید طوسی رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین کے ہاں گئے، ان کے پاس بشر مرلی کھڑا تھا۔ امیر المؤمنین کہنے لگے: حمید جانتے ہو، یہ کون ہیں؟ کہا: نہیں۔ امیر المؤمنین کہنے لگے: یہ بشر مرلی ہے، تو حمید کہنے لگے: یہ تو فقہاء کے سردار ہیں، جناب نے عذاب قبر ختم کر دیا اور منکر نکیر، میزان، پل صراط وغیرہ بھی اسلام بدر کر دیئے ہیں۔ دیکھئے اب موت ہی بچی ہے، قریب ہے کہ اس کا بھی انکار ہو جائے، پھر بشر سے کہنے لگے، ارے آپ تو فقہاء کے سردار ہوئے، موت کو بھی اسلام سے نکال دیجئے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب بغدادی: ۶۰/۷، المنتظم لابن الجوزی: ۳۲/۱۱، وسندہ

صحیح)

آخر میں علامہ، عبدالسلام بن عبدالرحمن بن ابی الرجال، ابوالحکم المعروف ابن برجان (م: ۵۳۶ھ) کا واقعہ ملاحظہ ہو:

أَنَّهُمْ دَفَنُوا مَيِّتًا بِقَرِيْبَتِهِمْ فِي شَرَفٍ أَشْبِلِيَّةٍ فَلَمَّا فَرَّغُوا مِنْ دَفْنِهِ قَعَدُوا نَاحِيَةً يَتَحَدَّثُونَ وَدَابَّةٌ تَرَعَى قَرِيْبًا مِنْهُمْ فَإِذَا



بِالدَّابَّةِ قَدْ أَقْبَلَتْ مُسْرِعَةً إِلَى الْقَبْرِ فَجَعَلَتْ أُذُنَهَا عَلَيْهِ  
كَأَنَّهُا تَسْمَعُ ثُمَّ وَلَّتْ فَارَةً ثُمَّ عَادَتْ إِلَى الْقَبْرِ فَجَعَلَتْ أُذُنَهَا  
عَلَيْهِ كَأَنَّهُا تَسْمَعُ ثُمَّ وَلَّتْ فَارَةً فَعَلَتْ ذَلِكَ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى  
قَالَ أَبُو الْحَكَمِ فَذَكَرْتُ عَذَابَ الْقَبْرِ وَقَوْلَ النَّبِيِّ أَنَّهُمْ  
لَيُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ.

”انہوں نے اشبیلیہ کی ایک بستی میں ایک میت کی تدفین کی، تدفین سے  
فارغ ہو کر قریب ہی باتیں کرنے بیٹھ گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جانور جو پاس  
ہی چر رہا تھا، تیزی سے اس قبر کے پاس آیا اور کان لگا کے کچھ سننے لگا، پھر  
اچانک وہاں سے بھاگ گیا، پھر اس ایسا کئی بار کیا۔ ابو الحکم کہتے ہیں: یہ منظر  
دیکھا، تو میرا ذہن حدیث رسول ﷺ کی طرف چلا گیا کہ انہیں عذاب دیا  
جاتا ہے، جسے چوپائے سنتے ہیں۔“

(الروح لابن القيم، ص: ۵۳، وسندہ صحیح)

سیدنا بسر بن ارطاة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:  
اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِيْ اَلْاُمُوْر كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ  
الدُّنْيَا وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

”الہی! ہمارے تمام معاملات سنوار دے، ہمیں دنیا کی رسوائیوں اور عذاب قبر  
سے بچا۔“

(تاریخ ابن عساکر: ۴۳۰/۵۲، وسندہ صحیح)



## حدیث قرطاس

رسول کریم ﷺ کے مرض الموت کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرام آپ کے پاس جمع تھے کہ آپ نے فرمایا: لکھنے کے لئے لائیں، میں تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ آپ کو یاد رہے، حاضرین میں سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ پیغمبر علیہ السلام انتہائی بیمار ہیں، تکلیف کی شدت ہے ایسے عالم میں یہ زحمت کیوں اٹھائیں؟ وحی الہی تو آپ پہنچا چکے ہیں اور دین مکمل ہو گیا ہے، اسی خیال کا اظہار دوسرے صحابہ سے کیا، کہا آپ ﷺ پر تکلیف غالب ہے «حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ» ہمیں قرآن و سنت ہی کافی ہے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بات پر حاضرین میں اختلاف ہو جاتا ہے، بعض صحابہ آپ کی موافقت کرتے ہیں، بعض مخالفت، دے دیا جائے، رہنے دیجئے، دے دیا جائے، رہنے دیجئے، تکرار کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کرنے والے کہنے لگے «أَهْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ» کیوں نہیں دیتے آپ ﷺ کی گفتگو کسی مریض کی طرح بے معنی تو ہر گز نہیں، اتنے میں نبی کریم ﷺ کی آواز آتی ہے، کاغذ قلم رہنے دیجئے۔ آپ یہاں سے چلے جائیے، مجھے تہائی چاہیے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِي الْبَيْتِ

رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرَّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالْإِخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُومُوا عَنِّي.

”نبی اکرم ﷺ کی وفات کا وقت ہوا تو اس وقت گھر میں کچھ لوگ موجود تھے، ایک سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: قلم کاغذ لائیں، میں تحریر کر دوں، جس کے بعد آپ ہرگز نہ بھولو گے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور قرآن موجود ہے، لہذا ہمیں قرآن و حدیث ہی کافی ہے۔ گھر میں موجود لوگوں نے اس میں اختلاف کیا اور بحث مباحثہ ہونے لگا، کچھ کہہ رہے تھے کہ (قلم کاغذ) دیں، آپ ﷺ تحریر فرما دیں، جس کے بعد آپ ہرگز نہیں بھولیں گے، کچھ کہہ رہے تھے، رہنے دیجئے آپ ﷺ تکلیف میں ہیں۔ اختلاف شدت اختیار کر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جائیں۔“

(صحیح البخاری: ۷۳۶۶، صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

قُومُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ.

”میرے پاس سے اٹھ جائیے، میری موجودگی میں اختلاف مناسب نہیں۔“

(صحیح البخاری: ۱۱۴)

② ایک روایت ہے:

إِثْنُونِي بِالْكَتِفِ وَالِدَوَاةِ أَوْ اللَّوْحِ وَالِدَوَاةِ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا  
لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَقَالُوا: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَهْجُرُ.

”ہڈی اور دوات یا تختی اور دوات لائیں۔ میں تحریر کر دیتا ہوں تاکہ اس کے  
بعد آپ نہ بھولیں، صحابہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ مرض موت میں تکلیف کی  
شدت سے تو ہرگز نہیں کہہ رہے۔“

(صحیح البخاری: ۴۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

③ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ جمعرات کا دن کتنا پریشان کن تھا، آپ روتے ہوئے فرما رہے تھے:  
اِسْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ:  
اِثْنُونِي أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَتَنَازَعُوا وَلَا  
يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيِّ تَنَازُعٍ، فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ، أَهَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ؟  
فَذَهَبُوا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: دَعُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا  
تَدْعُونِي إِلَيْهِ.

”نبی کریم ﷺ پر مرض موت کی تکلیف شدت اختیار کر گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کچھ لاؤ میں تحریر کر دیتا ہوں، جس کے بعد کبھی نہیں بھولو گے، صحابہ نے آپس میں اختلاف کیا نبی ﷺ کی موجودگی میں باہمی اختلاف مناسب نہیں تھا، صحابہ کہنے لگے: آپ ﷺ کو کیا معاملہ درپیش ہے، آپ ﷺ کی یہ بات شدت تکلیف کی بنا پر تو ہرگز نہیں ہے۔ اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے، صحابہ آپ کو بار بار لکھنے کا کہہ رہے تھے، تو فرمایا: ”مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، آپ جو مجھے لکھنے کا کہہ رہے ہیں میرے مطابق نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔“

(صحیح البخاری: ۴۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

نبی کریم ﷺ کی مرض موت میں شدت تکلیف سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی بیان کر رہے ہیں، اسی بنا پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجتہاد اکہر دیا کہ ہمارے لئے قرآن و حدیث کافی ہے، نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست سمجھا تب ہی صحابہ کے اصرار کے باوجود نہیں لکھا۔

### لفظ ہجر کی تحقیق:

ہجر کا مطلب ہے ”شدت بخار میں بے معنی گفتگو۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی انکار و نفی کی ہے، ”ہجر“ میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے، ہجر فعل ماضی ہے۔ بعض روایات میں بغیر ہمزہ کے ہجر اور یتجر کے الفاظ ہیں، یہاں بھی ہمزہ محذوف ہے، کلام عرب میں اس طرح کے محذوفات عام ہیں۔

حدیث میں فقوالو مالہ ہجر جمع کا صیغہ صراحت کرتا ہے کہ یہ لفظ سیدنا عمر بن خطاب

ﷺ کے نہیں ہیں بل کہ دوسرے صحابہ کے ہیں جو آپ ﷺ سے اختلاف کر رہے تھے، ان کا منشا یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ شدت بخاری کی حالت میں بے معنی گفتگو نہیں بل کہ شعور و احساس کے ساتھ کلام فرما رہے ہیں، لہذا اس حدیث میں سیدنا عمر بن خطاب ﷺ کی تنقیص کا کوئی پہلو نہیں بل کہ یہ حدیث ان کی عظمت کا استعارہ ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی موافقت فرمائی اور لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ صحیح بخاری (۴۴۳۱) صحیح مسلم (۱۶۳۷) میں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

دَعُونِي، فَإِلَٰذَا أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ .

”مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، آپ جو مجھے لکھنے کا کہہ رہے ہیں میرے مطابق نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔“

موافقتِ عمر بن خطاب ﷺ کی بہت ساری مثالیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں، بیسیوں مقامات ہیں جہاں سیدنا عمر بن خطاب ﷺ رائے دیتے ہیں اور اسے شریعت کا درجہ مل جاتا ہے، سیدنا ابو ہریرہ ﷺ کا واقعہ یاد ہوگا، نبی کریم ﷺ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اچانک اٹھ کر چلے گئے، کافی دیر تک واپس نہ آئے تو صحابہ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ کوئی آپ کو نقصان نہ پہنچائے، چنانچہ وہ آپ ﷺ کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے، سیدنا ابو ہریرہ ﷺ نے آپ کو ایک باغ میں پالیا، نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ ﷺ کو اپنا جوتا دیا اور ساتھ پیغام دیا کہ جو بھی کلمہ گوراستے میں ملے اسے جنت کی بشارت دے دو، سیدنا ابو ہریرہ ﷺ نکلے سب سے پہلے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہیں جنت کی خوش خبری سنائی تو انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ ﷺ کو زور سے ہاتھ مارا، سیدنا ابو ہریرہ ﷺ زمین پر گر گئے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے ہو



لئے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

يَا عُمَرُ، مَا حَمَلَكَ عَلَىٰ مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بِأَبِي أَنْتَ، وَأُمِّي، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ، مَنْ لَّقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَرَهُ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ، فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا، فَخَلَّيْهُمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلَّيْهُمْ.

”عمر! ایسا کیوں کیا؟ کہا آقا میرے ماں باپ آپ پہ قربان، کیا آپ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ جو کلمہ گو ملے اسے جنت کی خوش خبری دو۔؟ فرمایا: جی ہاں! تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ آقا ایسا نہ کیجئے، مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی پر تکیہ کر لیں گے، انہیں چھوڑ دیجئے تاکہ یہ عمل کرتے رہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دیجئے۔“

(صحیح مسلم: ۳۱)

دیکھئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رساں کو مارا بھی ہے، مگر جب اپنا موقف سامنے رکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اتفاق کر لیتے ہیں، جب کہ حدیث قرطاس میں تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صحابہ کے سامنے اپنا خیال ظاہر کر رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شدید تکلیف میں ہیں، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ زحمت نہیں دینی چاہئے، بعض صحابہ اختلاف کرتے ہیں بعض اتفاق، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی موافقت کر دی جیسا کہ حدیث سے عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فہم ثاقب اور بصیرت تامہ سے نوازا

تھا، آپ ﷺ نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی تھی ساتھ دلیل بھی دی۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا كَلَامُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَدْ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ الْمُتَكَلِّمُونَ  
فِي شَرْحِ الْحَدِيثِ عَلَى أَنَّهُ مِنْ دَلَائِلِ فِقْهِ عُمَرَ وَفَضَائِلِهِ  
وَدَقِيقِ نَظَرِهِ .

”شارحین حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ  
کی بصیرت، فقاہت دین اور دقت نظری پر دلالت کناں ہے۔“

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۹۰/۱۱)

## کیا اختلاف صحابہ خلافت لکھنے میں مانع ہوا؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ الرِّزْيَةَ كُلَّ الرِّزْيَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ  
وَلَغَطِهِمْ .

”بہت بڑی مصیبت تب واقع ہوئی جب صحابہ کا باہمی اختلاف اور شور ہوا اور  
نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔“

(صحیح البخاری: ۷۳۶۶، صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا ہے، نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ  
صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے نہیں بل کہ خود ہی ترک کر دیا تھا، اس سے چند دن پہلے بھی ایسا



ہی واقعہ پیش آچکا تھا آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ابوبکر اور عبد الرحمن بن ابی بکر کو بلائیں میں خلافت کا لکھ دیتا ہوں پھر ارادہ ترک کر دیا فرمایا:

وَيَأْبَى اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ .

”خلافت کے لئے ابوبکر کے علاوہ کسی کا نام آئے گا تو اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کر دیں گے۔“

(مسند الإمام أحمد: ۶/۱۴۴، صحيح مسلم: ۲۳۸۷)

یہاں تو صرف نبی کریم ﷺ ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، لکھنے سے روکنے والا کوئی نہیں مگر آپ ارادہ ترک کر رہے ہیں، کیوں؟ جس بنا پر یہاں ارادہ ترک کیا اسی بنا پر اس موقع پر بھی ترک کر دیا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ كِتَابَةَ الْكِتَابِ بِاخْتِيَارِهِ، فَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ نِزَاعٌ، وَلَوْ اسْتَمَرَّ عَلَى إِرَادَةِ الْكِتَابِ مَا قَدِرَ أَحَدٌ أَنْ يَمْنَعَهُ .

”اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ اپنے اختیار سے ترک کیا، اگر آپ لکھنا چاہتے تو کس کی مجال تھی کہ آپ کو روکے۔“

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: ۶/۳۱۷)

نیز فرماتے ہیں:

وَلَا فِي شَيْءٍ مِّنَ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّهُ جَعَلَ عَلِيًّا خَلِيفَةً . كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَا يَدُلُّ عَلَى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ . ثُمَّ يَدْعُونَ مَعَ هَذَا أَنَّهُ كَانَ قَدْ نَصَّ

عَلَى خِلَافَةٍ عَلَيَّ نَصًّا جَلِيًّا قَاطِعًا لِلْعُدْرِ، فَإِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَ  
ذَلِكَ فَقَدْ أَغْنَى عَنِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ لَا  
يُطِيعُونَهُ فَهُمْ أَيْضًا لَا يُطِيعُونَ الْكِتَابَ .

”کسی صحیح حدیث میں سیدنا علیؓ کی خلافت بلا فصل پر نص موجود نہیں، جب  
کہ سیدنا ابوبکرؓ کی خلافت پر صحیح ثابت نصوص موجود ہیں، شیعہ کا دعویٰ ہے  
کہ نبی کریم ﷺ علیؓ کی خلافت بلا فصل پر قطعی نص قائم کر چکے تھے، اگر  
ایسا ہی تھا تو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ شیعہ جو سن کر نہیں مان رہے، لکھا ہوا مان  
لیتے؟

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: ۳۱۸/۶)

## سیدنا عبداللہ بن عباس مصیبت کسے کہتے ہیں؟

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ خلافت صدیق اکبرؓ میں شک و انکار کو بڑی مصیبت  
قرار دے رہے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ تحریر فرمادیتے تو گمراہ اور ظالم لوگوں کے لئے  
انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

يَقْتَضِي أَنَّ هَذَا الْحَائِلَ كَانَ رِزِيَّةً، وَهُوَ رِزِيَّةٌ فِي حَقِّ مَنْ  
شَكَّ فِي خِلَافَةِ الصِّدِّيقِ، أَوْ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ؛ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ  
هُنَاكَ كِتَابٌ لَزَالَ هَذَا الشَّكُّ، فَأَمَّا مَنْ عَلِمَ أَنَّ خِلَافَتَهُ حَقٌّ  
فَلَا رِزِيَّةَ فِي حَقِّهِ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ .

”سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا کلام ظاہر ہے کہ وہ خلافت صدیقؓ میں

شک و انکار کو بڑی مصیبت اور ہلاکت قرار دے رہے ہیں، کیوں کہ اگر خلافت لکھی ہوئی ہوتی، تو شک دور ہو جاتا۔ جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حق سمجھتا ہے، اس کے لئے کوئی مصیبت نہیں، والحمد للہ۔

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: ۲۵/۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یہ بات اس وقت فرمایا کرتے تھے، جب شیعہ جیسے گمراہ جنم لے چکے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ خلافت صدیق کے انکار کو امت کی بربادی قرار دے رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ خلافت علی رضی اللہ عنہ نہیں لکھنا چاہتے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کے اول حقدار تھے، نبی اکرم ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت لکھ کر دینا چاہتے تھے، لیکن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ نے لکھنے نہیں دی۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ اس حدیث کا بغور مطالعہ کریں، اس میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت لکھنا چاہتے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْحَدِيثُ مِمَّا قَدْ تَوَهَّم بِهِ بَعْضُ الْأَغْيَاءِ مِنْ أَهْلِ  
الْبِدْعِ مِنَ الشَّيْعَةِ وَغَيْرِهِمْ كُلِّ مَدَّعٍ أَنَّهُ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَكْتُبَ  
فِي ذَلِكَ الْكِتَابِ مَا يَرْمُونَ إِلَيْهِ مِنْ مَقَالَاتِهِمْ، وَهَذَا هُوَ  
التَّمَسُّكُ بِالْمُتَشَابِهِ وَتَرْكُ الْمُحْكَمِ، وَأَهْلُ السُّنَّةِ يَأْخُذُونَ  
بِالْمُحْكَمِ وَيَرُدُّونَ مَا تَشَابَهَ إِلَيْهِ، وَهَذِهِ طَرِيقَةُ الرَّاسِخِينَ فِي  
الْعِلْمِ كَمَا وَصَفَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ، وَهَذَا الْمَوْضِعُ

مِمَّا زَلَّ فِيهِ أَفْدَامُ كَثِيرٍ مِّنْ أَهْلِ الضَّلَالَاتِ، وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَلَيْسَ لَهُمْ مَذْهَبٌ إِلَّا اتِّبَاعُ الْحَقِّ يَدُورُونَ مَعَهُ كَيْفَمَا دَارَ، وَهَذَا الَّذِي كَانَ يُرِيدُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنْ يَكْتُبَهُ قَدْ جَاءَ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ التَّضَرُّيْحُ بِكَشْفِ الْمُرَادِ مِنْهُ....

”اس حدیث سے اہل بدعت، شیعہ وغیرہ کے بعض کنفذ ہن لوگوں نے وہم کھایا ہے۔ ان میں سے ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ ﷺ ہمارا مدعا لکھنا چاہتے تھے۔ یہ لوگ متشابہ کو لیتے ہیں اور محکم کو چھوڑتے ہیں، جبکہ اہل سنت محکم کو لیتے اور متشابہ کو چھوڑتے ہیں۔ راسخ علما کا یہی طریقہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، یہاں اکثر لوگ گمراہ ہو گئے ہیں۔ اہل سنت کا تو مذہب ہی حق کی پیروی ہے، حق ہی ان کا دائرہ کار ہے۔ نبی کریم ﷺ جو لکھنے کا ارادہ فرما رہے تھے، صحیح احادیث میں اس کی وضاحت آگئی ہے....“

(البدایۃ والنہایۃ : ۲۲۷/۵ : ۲۲۸)

نبی کریم ﷺ لکھنا کیا چاہتے تھے؟

سوال ہے کہ نبی کریم ﷺ کیا لکھنا چاہ رہے تھے؟ یقیناً وہ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھی۔ صحیح احادیث حقیقت آشکارا کرتی ہیں:

حدیث نمبر ①:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«لَمَّا كَانَ وَجَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ،

قَالَ : اذْعُوا لِي أَبَا بَكْرٍ وَابْنَهُ، فَلْيَكْتُبْ لِكَيْلَا يَطْمَعَ فِي أَمْرِ أَبِي بَكْرٍ طَامِعٌ، وَلَا يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ، ثُمَّ قَالَ : يَا بِي اللَّهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ مَرَّتَيْنِ....، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَبَى اللَّهُ وَالْمُسْلِمُونَ .

”نبی اکرم ﷺ مرض الموت میں تھے تو فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو بلائیں، وہ لکھ لیں تاکہ خلافت ابوبکر پر کوئی حریص نہ رہے، پھر دوسرے مرتبہ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور مسلمان کسی دوسرے کی خلافت تسلیم نہیں کریں گے.... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: چنانچہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں نے میرے باپ کے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کیا۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۰۶/۶، وسنده حسن)

## حدیث نمبر ۲:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے مرض الموت میں فرمایا تھا:

أَدْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكَ، وَأَخَاكَ، حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ : أَنَا أَوْلَى، وَيَأْبَى اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ .

”اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو بلائیں تاکہ میں تحریر کر دوں۔ میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ کوئی خلافت کا متمنی کہے کہ میں زیادہ حق دار ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے علاوہ انکار کر دیں گے۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۴۴/۶، صحيح مسلم: ۲۳۸۷)

## حدیث نمبر ۳:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا:  
لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ، أَنْ  
يَقُولَ: الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ.

”میں نے ارادہ کیا ہے کہ ابوبکر اور آپ کے فرزند عبد الرحمن کی طرف پیغام  
بھیجوں اور (خلافت کی) وصیت کر دوں تاکہ کوئی خلافت کا دعویٰ کرے، نہ تمنا  
کرے۔“

(صحیح البخاری: ۷۲۱۷)

یہ احادیث واضح بتا دے رہی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت  
لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ پھر ترک کر دیا، اس لیے کہ جب خلافت کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ  
کے علاوہ کسی کا نام آئے گا، تو اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کر دیں گے اور ایسا ہی ہوا۔  
دین کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خلافت و امامت  
اللہ کی طرف سے منصوص ہو، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے اوّل حقدار ہوں، پوری کی پوری امت  
اس کے خلاف متفق ہو جائے، عقل کیا کہتی ہے؟ اس پر سہاگہ یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی  
پوری زندگی اس بات کا کبھی اظہار نہیں کیا کہ میں خلیفہ بلا فصل ہوں، لیکن مجھے میرے حق  
سے محروم کر دیا گیا ہے۔ کوئی دلیل ہے جو پیش کی جاسکے؟ مان لیا جائے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے  
اپنے حق کے لیے اعلان جنگ نہیں کیا۔ امت کو ایک نئی آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے  
تھے، لیکن اپنے دور خلافت میں اس بات کے اظہار میں کیا رکاوٹ تھی؟ راوی قصہ سیدنا عبد  
اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جنہوں نے پریشانی کا اظہار بھی کیا ہے، ان سے بھی یہ کہنا ثابت نہیں کہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادتی ہوئی ہے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خلافت لکھنا چاہتے تھے، لیکن لکھ نہ سکے وغیرہ۔ لکھ نہیں سکے، تو فرما ہی دیتے کہ میرے بعد علی خلیفہ بلا فصل ہیں کچھ مانع تھا؟ بلکہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے معترف تھے اور آپ کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے تھے:

دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ حِينَ طُعِنَ فَقُلْتُ : أَبَشِّرُ بِالْجَنَّةِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَسَلَّمْتَ حِينَ كَفَرَ النَّاسُ، وَجَاهَدْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَذَلَهُ النَّاسُ، وَقَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِي خِلَافَتِكَ اثْنَانِ، وَقُتِلَتْ شَهِيدًا....

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمائی ہوئے، تو میں ان کے پاس آیا۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! جنت مبارک ہو! جب لوگوں نے اسلام کا انکار کیا، تو آپ نے قبول کیا۔ آپ نے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا جب لوگوں نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ سے راضی تھے۔ آپ کی خلافت میں دو انسانوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اب آپ منصب شہادت پر فائز ہونے والے ہیں۔“

(المستدرک للحاکم: ۹۲/۳، وصححه ابن حبان: ۶۸۹۱، وسنده صحيح)

نیز دیکھیں: (صحيح البخاري: ۳۶۹۲)

کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟

اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہوں یا آپ نے فرمایا ہو کہ میں وحی رسول ہوں، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوفِّي فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا حَسَنِ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِتًا، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ وَاللَّهِ بَعْدَ ثَلَاثِ عَبْدُ الْعَصَا، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ يَتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هَذَا، إِنِّي لَأَعْرِفُ وَجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، أَذْهَبُ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْأَلَهُ فِيمَنْ هَذَا الْأَمْرُ، إِنْ كَانَ فِينَا عِلْمُنَا ذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عِلْمُنَاهُ، فَأَوْصِي بِنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّا وَاللَّهِ لَنَنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْعَنَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے یہاں سے واپس آئے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے مرض موت کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: ابوالحسن! رسول



اللہ ﷺ کی طبیعت کیسی ہے؟ کہا: الحمد للہ! کافی بہتر ہے، پھر سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا: اللہ کی قسم! تین دن بعد آپ محکوم ہو جائیں گے۔ اللہ کی قسم! مجھے آثار نظر آرہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس مرض سے جانبر نہیں ہو سکیں گے۔ بوقت وفات بنو عبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے۔ ہمیں آپ ﷺ کے پاس چلنا چاہیے اور پوچھنا چاہئے کہ خلافت کسے ملے گی؟ اگر ہم اس کے مستحق ہیں، تو ہمیں معلوم ہو جائے، اگر کوئی دوسرا ہے تو بھی پتہ چل جائے اور اس کے بارے میں ہمیں وصیت فرما دیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ ﷺ سے مطالبہ کیا اور آپ ﷺ نے انکار کر دیا، تو لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے۔ میں تو ہرگز مطالبہ نہیں کروں گا۔“

(صحیح البخاری: ۴۴۴۷)

② سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ، أَوْ فَهَمٌ أُعْطِيَهِ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ. قَالَ: قُلْتُ: فَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ، وَفَكَأُكَ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

”کیا آپ کے پاس کوئی خاص تحریر ہے؟ فرمایا: نہیں، صرف کتاب اللہ کا فہم اور یہ صحیفہ ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت، قیدی آزاد کرنا اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے (کے مسائل ہیں)۔“

(صحيح البخاري: ۱۱۱)

ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول نہیں تھے، نہ ہی خود کو خلیفہ بلا فصل سمجھتے تھے، بلکہ آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت و امامت کی بیعت کر رکھی تھی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

وَمَنْ تَوَهَّم أَنَّ هَذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ  
بِاتِّفَاقِ عَامَّةِ النَّاسِ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشَّيْعَةِ، أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ  
فَمُتَّفِقُونَ عَلَى تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَتَقْدِيمِهِ . وَأَمَّا الشَّيْعَةُ  
الْقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحَقَّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُولُونَ : إِنَّهُ  
قَدْ نَصَّ عَلَى إِمَامَتِهِ قَبْلَ ذَلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَعْرُوفًا،  
وَّحِينَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلَى كِتَابٍ .

”جو یہ سمجھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ خلافت علی رضی اللہ عنہ لکھنا چاہتے تھے، سنی و شیعہ علما کے ہاں بالاتفاق گمراہ ہے۔ اہل سنت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تفضیل و تقدیم پر متفق ہیں، جبکہ شیعہ کا نظریہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی امامت کے مستحق تھے، وہ کہتے ہیں کہ ان کی امامت پر نص جلی ہے، چنانچہ کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔“

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: ۱۳۵/۳)

نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ اپنے اختیار سے ترک کیا تھا نہ کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی وجہ سے، نبی کریم ﷺ کفار کے روکنے سے تبلیغ دین سے نہ رکے، تو صحابہ کے روکنے سے کیسے رُک سکتے تھے؟ بھلا صحابہ آپ ﷺ کو تبلیغ دین سے کیوں روکتے؟ وہ تو آپ کے معاون و مددگار تھے۔

ع دل صاحب ادراک سے انصاف طلب ہے۔

## حسبنا کتاب اللہ:

قول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ «حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ» میں کتاب اللہ سے مراد حکم اللہ ہے۔ وہ احکام الہی، جو قرآن و حدیث کی صورت میں لکھے جا چکے ہیں، قرآن کے ذکر سے حدیث پر التزامی دلالت ہو ہی جاتی ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت پر ترس آیا، تب یہ بات کہہ دی چوں کہ آپ کا مرض موت شدت اختیار کر چکا تھا، آپ کے مد نظریہ بات تھی کہ دین کی تکمیل ہو گئی ہے «الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ» ”آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔“ نازل ہو چکی ہے۔ قرآن کریم میں «مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ» ”ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔“ اور «تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ» ”قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔“ جیسے فرامین الہیہ موجود ہیں۔ قرآن کا بیان حدیث کی صورت میں موجود ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنے کی تکلیف دینا مناسب نہیں، بس اتنی سی بات تھی، جسے یار لوگوں نے افسانہ بنا دیا۔ ویسے جو قرآن و حدیث کو محرف و مبدل سمجھتے ہیں، انہیں فرمان عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ «حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ» کیسے ہضم ہو سکتا ہے؟

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وَأِنَّمَا أَرَادَ عُمَرُ التَّخْفِيفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ رَأَاهُ شَدِيدَ الْوَجَعِ، لِعِلْمِهِ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَكْمَلَ دِينَنَا، وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ الْكِتَابُ وَاجِبًا لَكَتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ، وَلَمَّا أَخْلَى بِهِ.

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو سخت تکلیف میں دیکھ کر صرف اس لیے تخفیف کا ارادہ فرمایا تھا کہ جانتے تھے دین الہی مکمل ہو گیا ہے، یہ تحریر واجب ہوتی، تو نبی کریم ﷺ اسے ضرور لکھ دیتے، کبھی ترک نہ کرتے۔“

(تاریخ الإسلام: ۸۱۳/۱، ت بشار، سیر أعلام النبلاء: ۳۳۸/۲)

### تنبيه:

اگر کوئی بد باطن یہ کہے کہ اس دن نبی کریم ﷺ خلافت علی لکھنا چاہتے تھے، جو صحابہ کی وجہ سے نہ لکھ سکے، تو یہ واضح باطل ہے۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے تین وصیتیں فرمائی تھیں۔ خلافت علی بلا فصل کے بارے میں لکھ نہیں سکے تھے، تو بیان کر دیتے۔ پھر یہ واقعہ جمعرات کا ہے، جب کہ نبی کریم ﷺ کی وفات سوموار کو ہوئی، یعنی اس واقعہ کے تین دن بعد تک زندہ رہے۔ خلافت علی کیوں نہ لکھ دی یا کم از کم وصیت ہی فرما دیتے۔

### الحاصل:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے برحق خلیفہ ہیں۔ اس پر صرف امت محمدیہ کا اجماع ہی نہیں، تورات و انجیل کی پیشین گوئی بھی ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب یہودی عالم اسقف سے خلفاء راشدین کے متعلق سوال کئے کہ کیا ان کا ذکر تورات میں موجود ہے، تو اس نے جہاں دوسرے خلفاء کی ترتیب و صفات بیان کیں وہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ شمار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی صفات بیان کیں (سنن ابی داؤد: ۴۶۵۶، وسندہ حسن) اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی موافقت کی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین کی ترتیب اس دور میں زبان زد عام تھی، کسی کو انکار تھا، نہ

اشتباہ، بل کہ خوئے تسلیم و رضا تھی۔ جب شیعہ جیسے گمراہ اور اہل ہوا جنم لیتے ہیں، تو اپنے ساتھ خلافت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما پر سوالات اٹھانے کی بدعت لاتے ہیں، اس گمراہ کن نظریے پر دلائل تراشے جاتے ہیں، قرآن و حدیث میں معنوی تحریف کا فتنہ سراٹھاتا ہے۔ آل یہود کا اخاذ ذہن اس حقیقت سے واقف تھا کہ اسلام اور مسلمان کے درمیان سے اصحاب محمد ﷺ کا واسطہ گرا دیا جائے تو اسلام کی عمارت دھڑام سے زمین پر آگرے گی، اسی لئے اس ذہن کو عام کیا گیا کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد گمراہ ہو گئے تھے۔ صحابہ کے خلاف بدچلن لوگوں کی بدزبانی اسی ذہنیت کا شاخسانہ ہے۔ اس کے لئے کیا کیا بہانے تراشے جاتے ہیں، آپ حدیث قرطاس سے اندازہ لگا لیجئے۔ جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عظمت و جلالت پر دال ہے، مگر اسے افسانہ بنا دیا گیا۔ اس کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کی مشق جاری رہتی ہے اور کوشش رہتی ہے کہ اسلام سے اہل اسلام کو دور کر دیا جائے، نہ رہے بانس نہ بچے بانسری، خدا غارت کرے کس درجہ ظالم ہیں یہ لوگ!

مگر ان کی تمام کوششیں بے سود ہیں۔ اصحاب محمد ﷺ کے جانثار اہل سنت ابھی زندہ ہیں۔

### عہدِ ثلاثہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ خلافت و امامت:

کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں دعویٰ امامت و خلافت کیا ہو، بلکہ ان سے تینوں خلفاء کے ہاتھ پر خلافت و امامت کی بیعت کرنا ثابت ہے۔ اس کے باوجود بعض نااندیش مصر ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کے دور میں دعویٰ خلافت و امامت کیا تھا۔ ان کے مزمومہ

دلائل پر مختصر اور جامع تبصرہ پیش خدمت ہے:

## دلیل نمبر ①:

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کیجیے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنَا أَحَقُّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْكُمْ، لَا أَبَايُكُمْ، وَأَنْتُمْ أَوْلَى بِالْبَيْعَةِ لِي، أَخَذْتُمْ هَذَا الْأَمْرَ مِنَ الْأَنْصَارِ.

’میں آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں، میں آپ کی بیعت نہیں کرتا، بلکہ آپ کو میری بیعت کرنا چاہیے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قرابت کا احتجاج کر کے انصار سے خلافت لے لی۔‘

اب آپ ہم اہل بیت سے غصب کرنا چاہتے ہو۔ کیا آپ نے انصار کے مقابلہ میں اس خیال کا اظہار نہیں کیا کہ آپ اس امر میں ان سے زیادہ لائق ہو؟ اے گروہ مہاجرین! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! رسول اللہ ﷺ کی سلطنت و خلافت ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھر نہ لے جاؤ۔“

(کتاب الإمامة والسياسة لابن قتيبة، ص: ۱۲، مطبوعہ مصر)

## تبصرہ:

یہ روایت جھوٹ کا پلندہ ہے، جسے ابلیس لعین اور اس کے حواریوں نے جمع کیا ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں، تب بھی جھوٹوں نے اسے ماتھے کا جھومر بنا لیا ہے۔ یہ لوگ یوم حساب سے غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف و خطر ہو کر اس قسم کی ابلیسی روایات

دین کے نام پر عام کر رہے ہیں۔ اہل دانش و بینش اس طرح کی واہی تباہی پر مبنی بے سرو پا، بے ثبوت روایات پر کان نہیں دھرتے۔ ”الامامہ والسیاستہ“ نامی کتاب بے سند اور بے ثبوت ہے، جو ابن قتیبہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ ایسی بے سند روایات پیش کرنے سے پہلے یوم حساب کو ذہن میں رکھنا چاہئے، یہ نہ ہو کہ خدا کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آئے اور آپ کو پانی مانگنے کی مہلت بھی نہ ملے۔

## دلیل نمبر ②:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

كُنَّا نَرَى أَنَّ لَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ حَقًّا، فَاسْتَبَدَدْتُمْ بِهِ عَلَيْنَا . ثُمَّ ذَكَرَ قَرَابَتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ فَلَمْ يَزَلْ عَلَيَّ يَقُولُ ذَلِكَ حَتَّى بَكَى أَبُو بَكْرٍ .

”ہم اس امر (خلافت کے مسئلہ) کو اپنا حق سمجھتے تھے، لیکن آپ لوگوں نے خود ہی خلافت پر قبضہ کر لیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ سے اپنی قرابت اور حقوق کا ذکر شروع کیا۔ یہ کہہ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابھی کہہ رہے تھے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔“

(تاریخ الطبری: ۲۰۲/۳، طبع مصر)

## تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ

① اس میں امام عبدالرزاق بن ہمام ”مذلس“ ہیں۔

② امام زہری بھی ”مذلس“ ہیں۔

یہ مسلم اصول ہے کہ ثقہ مذلس جب سماع کی صراحت نہ کرے، تو بخاری و مسلم کے علاوہ اس کی روایت ”ضعیف“ ہوتی ہے۔

③ یہ ان صحیح روایات کے بھی خلاف ہے، جن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ثابت ہے۔

### دلیل نمبر ③:

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَذَكَرَ عُمَرُ بْنُ شَبَّةٍ عَنِ الْمَدَائِنِيِّ، عَنْ أَبِي مُخَنِفٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا خَرَجَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ كَتَبَتْ أُمُّ الْفَضْلِ بِنْتُ الْحَارِثِ إِلَى عَلِيٍّ بِخُرُوجِهِمْ، فَقَالَ عَلِيٌّ: اَلْعَجَبُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا قَبَضَ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: نَحْنُ أَهْلُهُ وَأَوْلِيَائِهِ لَا يَنَازِعُنَا سُلْطَانُهُ أَحَدٌ، فَأَبَى عَلَيْنَا قَوْمُنَا فَوَلَّوْا غَيْرَنَا. وَائِمُّ اللَّهِ لَوْلَا مَخَافَةُ الْفُرْقَةِ وَأَنْ يَعُودَ الْكُفْرُ وَيَبُوءَ الدِّينُ لِغَيْرِنَا، فَصَبَرْنَا عَلَى بَعْضِ النَّالِمِ.

”عامر شعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تو، ام الفضل بنت حارث نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس



کی اطلاع دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تعجب ہے طلحہ وزبیر پر وہ کس طرح میرے مخالف ہو گئے؟ جب اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ﷺ اپنے پاس بلا لیا، تو ہم نے کہا تھا کہ ہم آپ ﷺ کے اہل بیت اور ولی ہیں۔ آپ کی خلافت کے سلسلہ میں کوئی شخص ہمارے ساتھ نزاع اور اختلاف نہیں کرے گا۔ ہماری قوم نے انکار کیا اور ہمارے غیر (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنا لیا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے اس چیز کا خوف نہ ہوتا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا، کفر لوٹ آئے گا اور دین اسلام خراب و برباد ہو جائے گا، تو ہم اس امر (خلافت ابوبکر) کو بدل کر رکھ دیتے۔ (ہم نے مصلحت کے پیش نظر) بعض مصائب و آلام پر صبر کیا۔“

(الاستیعاب لابن عبد البر، مطبوعہ بر حاشیة الإصابة : ۵۰۲/۱)

تبصرہ:

یہ ”موضوع“ (من گھڑت) روایت، جو اسلام اور اہل اسلام کی بربادی کی غرض سے گھڑی گئی ہے، بغیر سند کے یہ روایت امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے عمر بن شہبہ سے ذکر کی ہے۔  
① اس کا راوی لوط بن یحییٰ ابو مخنف کوفی رافضی شیعہ ہے، جو کہ بالاجماع ”ضعیف“ ہے۔ اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ تو شیعہ بھی ثابت نہیں ہے۔  
امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ .

”یہ کچھ بھی نہیں۔“

(تاریخ یحییٰ بن معین بروایة الدوری : ۱۳۵۸)

نیز کہتے ہیں:

لَيْسَ بِثَقَّةٍ .

”یہ معتبر نہیں ہے۔“

(تاریخ یحییٰ بن معین بروایۃ الدوری: ۱۷۸۰)

امام ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَهَذَا الَّذِي قَالَهُ ابْنُ مَعِينٍ يُوَافِقُهُ عَلَيْهِ الْأَئِمَّةُ .

”یہ جو امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے، اس پر ائمہ کرام نے ان کی موافقت کی ہے۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۹۳/۶)

خود امام ابن عدی رحمہ اللہ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

شَيْعِيٌّ مُحْتَرَقٌ، صَاحِبُ أَخْبَارِهِمْ .

”کٹر شیعہ تھا اور ان کی خبروں کا راوی تھا۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال: ۹۳/۶)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ ”متروک الحدیث“ ہے۔

(الجرح والتعديل: ۱۸۲/۷)

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِخْبَارِيٌّ، ضَعِيفٌ .

”یہ اخباری ہے اور ضعیف ہے۔“

(الضعفاء والمتروكون: ۶۶۹)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَكَانَ شِيعِيًّا، وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ .  
 ”یہ شیعہ تھا اور ائمہ محدثین کے نزدیک ’ضعیف‘ ہے۔“

(البداية والنهاية : ۲۲۰/۸)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَذَّابٌ .

”یہ جھوٹا ہے۔“

(تاریخ الإسلام : ۱۸۸/۲)

نیز لکھتے ہیں:

إِخْبَارِيٌّ، تَالِفٌ، لَا يُوثَقُ بِهِ .

”یہ جھوٹی روایات بیان کرنے والا اور سخت ضعیف راوی ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔“

(میزان الاعتدال : ۴۱۹/۳)

③ اس کا دوسرا راوی جابر جعفی، کذاب، متروک، رافضی اور شیعہ ہے۔

اس روایت کو اہل سنت کے اجماعی موقف کے خلاف پیش کرنا انصاف کا خون کرنے

کے مترادف ہے۔

دلیل نمبر ④:

سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كُنْتُ عَلَى الْبَابِ يَوْمَ الشُّورَى فَارْتَفَعَتِ الْأَصَوَاتُ بَيْنَهُمْ

فَسَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: بَايَعَ النَّاسُ لِأَبِي بَكْرٍ، وَإِنَّا وَاللَّهِ أَوْلَى

بِالْأَمْرِ مِنْهُ وَأَحَقُّ مِنْهُ، فَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ مَخَافَةَ أَنْ يَرْجِعَ  
النَّاسُ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُهُمْ رِقَابَ بَعْضٍ بِالسَّيْفِ .

”میں شوروی کے دن دروازہ کے پاس کھڑا تھا، اہل شوروی کی آوازیں بلند  
ہونے لگیں۔ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت  
کی، حالانکہ اللہ کی قسم! ہم اس سے زیادہ حقدار خلافت تھے، لیکن میں نے محض  
اس اندیشہ کے پیش نظر سکوت اختیار کر لیا کہ (اس خانہ جنگی کی وجہ سے) لوگ  
کفر کی طرف پلٹ کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ اڑانا شروع کر دیں۔“

(الضعفاء الكبير للعقيلي: ۲/۲۱۱)

تبصرہ:

اس کی سند سخت ترین ”ضعیف“ ہے۔ امام عقیلی رضی اللہ عنہ یہ روایت ذکر کرنے کے بعد  
لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا أَصْلَ لَهُ عَنْ عَلِيٍّ .  
”اس حدیث کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی ثبوت نہیں۔“

(الضعفاء للعقيلي: ۲/۲۱۲)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهُوَ خَبَرٌ مُنْكَرٌ .

”یہ خبر منکر ہے۔“

(میزان الاعتدال: ۱/۴۴۱)

نیز لکھتے ہیں:



فَهَذَا غَيْرُ صَحِيحٍ وَحَاشَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ قَوْلِ هَذَا.  
 ”یہ صحیح نہیں ہے، امیر المؤمنین ایسی بات ہرگز نہیں کر سکتے۔“

(میزان الاعتدال: ۱/۴۴۲)

یہ روایت دو وجوہ کی بنا پر ”ضعیف“ ہے:

- ① اس کا راوی حارث بن محمد ہے، جس کو امام ابن عدی (الکامل: ۱۱/۱۹۴) اور امام عقیلی (الضعفاء: ۱۱/۲۱۲) نے ”مجہول“ کہا ہے، لہذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے اثقات (۱۳۶/۴) میں ذکر کرنا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔
- ② اس میں رجل مبہم بھی ہے۔

فائدہ:

جس سند میں رجل مبہم کا ذکر نہیں، وہ سند محمد بن حمید رازی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز اس میں حارث بن محمد نے سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی، لہذا رجل مبہم کا اضافہ اس میں بھی موجود ہے۔ یہ المزید فی متصل الاسانید کی صورت بنتی ہے، جس کی بنا پر یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

دلیل نمبر ⑤:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے:

فَتَشْهَدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ  
 فَضِيلَتَكَ، وَمَا أَعْطَاكَ اللَّهُ، وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ  
 اللَّهُ إِلَيْكَ، وَلَكِنَّكَ اسْتَبَدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ، وَكُنَّا نَحْنُ نَرَى

لَنَا حَقًّا لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُ أَبَا بَكْرٍ حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ .

”سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا: ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت پہچانتے ہیں اور اللہ نے جو آپ کو مرتبہ عطا کیا ہے، اس سے واقف ہیں اور جو خیر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے رکھی ہے، اس سے حسد نہیں کرتے، لیکن آپ نے خود ہی یہ حکومت حاصل کر لی (یعنی ہم سے مشورہ نہیں کیا) حالانکہ ہم رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی بنا پر اس (مشورہ) میں اپنا حق سمجھتے تھے، پھر وہ اس مسئلہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مسلسل گفتگو کرتے رہے، حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔“

(صحیح البخاری: ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، صحیح مسلم: ۱۷۵۹)

تبصرہ:

اس حدیث سے بعض الناس کا دعویٰ قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ان کے دعویٰ کی قلعی کھل جاتی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کلمہ پڑھ کر اس حقیقت کا اعتراف کر رہے ہیں کہ یہ خلافت آپ کو اللہ نے عطا کی ہے، ہم اس کو چھیننے میں کوئی رغبت نہیں رکھتے، بات اتنی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے قرابت دار ہیں۔ ہم سے مشورہ کیوں نہیں کیا گیا؟ قارئین کرام! بعض لوگوں کی یہ کل کائنات تھی، جس کا حشر آپ نے دیکھ لیا ہے۔ مسلمانوں کے اتفاق کے خلاف اور صحیح احادیث کے خلاف ان بے ثبوت روایات کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ ان ضعیف اور موضوع (من گھڑت) روایات کی بنا پر مسلمانوں کے مقابلہ میں علیحدہ امت کھڑی کر لینا افسوس ناک ہے اور ان کی بنا پر صحابہ کرام کو ہدف

طعن بنانا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔

نہج البلاغہ اور الامامت والسیاست جیسی بے سند اور بے ثبوت کتابوں کے حوالے مسلمانوں کے خلاف پیش کرنا عدل و انصاف کا خون کرنا ہے۔ ہمارے نزدیک سند دین ہے۔ بے سند باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

ہم آخر میں حافظ احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی رحمہ اللہ کا قول فیصل ذکر کیے دیتے ہیں:

وَقَدْ أَكْثَرَ الشَّيْعَةُ وَالرَّوَافِضُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْبَاطِلَةِ  
وَالْكَاذِبَةِ، وَاخْتَرَعُوا نُصُوصًا عَلَى اسْتِخْلَافِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا، وَادَّعُوا أَنَّهَا تَوَاتَرَتْ عَنْهُمْ، وَهَذَا  
كُلُّهُ كِذْبٌ مُرَكَّبٌ، وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ مِّنْ ذَلِكَ صَحِيحًا أَوْ  
مَعْرُوفًا عِنْدَ الصَّحَابَةِ يَوْمَ السَّقِيفَةِ لَذَكَرُوهُ، وَلَرَجَعُوا إِلَيْهِ،  
وَلَذَكَرَهُ عَلِيُّ مُحْتَجًّا لِنَفْسِهِ، وَلَمَّا حَلَّ أَنْ يَسْكُتَ عَنْ مِثْلِ  
ذَلِكَ بِوَجْهِهِ، فَإِنَّهُ حَقُّ اللَّهِ، وَحَقُّ نَبِيِّهِ وَحَقُّهُ، وَحَقُّ  
الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ مَا يُعْلَمُ مِنْ عَظِيمِ عِلْمِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،  
وَصَلَاتِهِ فِي الدِّينِ، وَشُجَاعَتِهِ يَقْتَضِي، إِلَّا يَتَّقِي أَحَدًا فِي  
دِينِ اللَّهِ، كَمَا لَمْ يَتَّقِ مُعَاوِيَةَ، وَأَهْلَ الشَّامِ حِينَ خَالَفُوهُ، ثُمَّ  
إِنَّهُ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَلَّى الْمُسْلِمُونَ بِاجْتِهَادِهِمْ عَلِيًّا، وَلَمْ  
يَذْكُرْهُ وَلَا أَحَدٌ مِنْهُمْ نَصًّا فِي ذَلِكَ، فَعَلِمَ قَطْعًا كِذْبَ مَنْ

ادَّعَاهُ، وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ .

”شیعہ اور رافضیوں نے بہت سی باطل اور جھوٹی احادیث بیان کی ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کے متعلق نصوص گھڑی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ یہ سب کا سب جھوٹ کا مرکب ہے۔ اگر اس بارے میں کوئی بات بھی صحیح ہوتی یا سقیفہ والے دن صحابہ کرام کے ہاں معروف ہوتی، تو وہ اس کو ذکر کرتے، اس کی طرف رجوع کرتے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسے اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے، نیز ان کے لیے اس طرح کی بات سے خاموش ہو جانا کسی طرح جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہ اللہ، اس کے رسول اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کا حق تھا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عظمت علم اور دین میں پختگی بھی معلوم ہے اور آپ کی شجاعت بھی اس بات کی متقاضی تھی کہ آپ اللہ کے دین کے بارے میں کسی سے نہ ڈرتے، جیسا کہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ڈرے تھے، نیز اہل شام سے بھی نہیں ڈرتے تھے، جب انہوں نے آپ کی مخالفت کی تھی۔ پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو مسلمانوں نے اپنے اجتہاد سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے خود اور نہ ہی کسی صحابی نے اس بارے میں کوئی نص ذکر کی۔ چنانچہ قطعی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ اس دعویٰ کا مدعی جھوٹا ہے۔ وما التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔“

(المفہم لما اشکل من تلخیص صحیح مسلم: ۵۵۷/۴)



سیدنا علی کی طرف منسوب کتاب نبج البلاغہ (ص: ۳۶۶-۳۶۷) میں لکھا ہے:  
 إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى  
 مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ  
 يَرُدَّ، وَإِنَّمَا الشُّورَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنْ اجْتَمَعُوا  
 عَلَى رَجُلٍ وَسَمَوْهُ إِمَامًا كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رِضَى، فَإِنْ خَرَجَ مِنْ  
 أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بَطْعَنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رُدُّهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ  
 أَبَى قَاتِلُوهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَّاهُ اللَّهُ مَا  
 تَوَلَّى.

”میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے، جنہوں نے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر بن  
 خطاب اور سیدنا عثمان کی بیعت کی تھی۔ جس کے متعلق حاضر شخص من مانی نہیں  
 کر سکتا اور غائب رد نہیں کر سکتا۔ مجلس شوریٰ صرف مہاجرین و انصار پر مشتمل  
 ہے۔ اگر وہ کسی کی امامت پر اتفاق کر لیں، تو اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی  
 شامل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی طعن اور بدعت کی بنیاد پر خروج کرنا چاہے، تو  
 اسے واپس پلٹایا جائے گا۔ اگر نہ مانے، تو قتل کیا جائے گا، کیونکہ وہ مسلمانوں  
 کے راستے سے انحراف کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو اسی طرف پھیر دے گا  
 جس کی طرف وہ پھرنا چاہتا ہے۔“



## مسئلہ سر کے بالوں کا

سر کے بال اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ جن میں ہیبت و سطوت بھی ہے اور حسن و جمال بھی۔ سنت رسول کے مطابق بال رکھنے سے جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوش نودی حاصل ہوتی ہے، وہاں قیام دین اور غلبہ اسلام کی بہترین کوشش بھی ہے۔

آج کے مسلمان کفار کی وضع قطع اور تہذیب و تمدن کے دل دادہ ہیں۔ جب سے انہوں نے اپنے عملی امتیازات ترک کئے، مجبور و مقہور ہو کر رہ گئے ہیں، اپنا مذہبی تشخص اور اسلامی شعار کھو بیٹھے ہیں۔ ان کے اور اللہ کے باغیوں کے مابین ظاہری فرق و تمیز ختم ہو گئی ہے۔

مسلمانوں کی غفلت و سرکشی اور بد عملی کا یہ عالم ہے کہ فطرت پرست انسان انہیں ایک نظر نہیں بھاتا۔ مغلوبیت کے ماروں نے کفار کی دیکھا دیکھی مسنون بالوں سے نفرت شروع کر دی ہے، کفار بالوں سے نفرت بھی کرتے ہیں اور بالوں سے ڈرتے بھی ہیں۔

گو بالوں کا تعلق عبادات سے نہیں معاملات سے ہے، لیکن بال رکھنے میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اختیار کرنا مستحب ضرور ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ کفار کی مشابہت میں اُلٹے سیدھے بال رکھنا کسی صورت درست نہیں۔

افسوس کن امر ہے کہ بعض خاصہ مذہبی قسم کے لوگ بھی دین دار نو جوانوں کو سختی کے ساتھ بال کٹوانے کا حکم دیتے نظر آتے ہیں، حالانکہ مستحب امور کی ترغیب ہونی چاہیے۔

بعض احباب یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ بڑے بالوں کو سنوارنا مشکل ہے اور اس سے طالب علم کا حرج ہوتا ہے۔ لیکن یہ وہم ہے، کیوں کہ دین آسان ہے اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ چھوٹے بال سنوارنا قدرے مشکل ہے، بل کہ ان کے سنوارنے میں زیادہ اخراجات اٹھتے ہیں اور وقت کا ضیاع ہے۔

مسلمان گھرانوں میں بچپن ہی سے اسلامی آداب معاشرت سکھائے جائیں تاکہ بڑے ہو کر اسلامی شعار اور اسلامی طرز زندگی اپنائیں اور پوری دنیا کے سامنے اسلامی تہذیب و تمدن کا بہترین نمونہ پیش کر سکیں۔

بصد معذرت کہ یہ سنت ہمارے معاشرے میں تو متروک ہوئی ہی تھی، مدارس دینیہ سے جبراً نکال دی گئی۔ جہاں سنت کا احیا چاہیے تھا، وہاں سنت کے ساتھ استہزا ہوتا ہے۔ طلباء کو زلفیں رکھنے سے صرف روکا ہی نہیں جاتا، بل کہ کوئی رکھ لے، تو خروج بھی لگ سکتا ہے۔ چھوٹی عمر میں بالوں پر قینچی چلا دی جاتی ہے۔ اس معصوم کی فطرت کے ساتھ کھلوڑ کیا جاتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ طلباء کو مدارس سے محبت سنت کا درس ملتا، مگر یہاں تو سنت رسول کو دیس نکالا دیا جا رہا ہے۔ اسی باعث بیسیوں طلباء بدک جاتے ہیں۔ مدرسہ سے بھاگ لیتے ہیں۔ بھاگ نہ سکیں، تو ایک تنفر کی فضا ضرور بن جاتی ہے۔

ارباب مدارس! یاد رکھیے! بال سنوارنا ایک مخصوص عمر کی نفسیات ہیں۔ آپ کاٹیں یا چھوڑیں، وہ اپنا شوق پورا کرتا رہے گا، تو کیوں نہ اس کی فطرت مارنے کے بجائے، اسے درست رخ دے دیا جائے۔ اسے متنفر کرنے کے بجائے، محبت کا درس دیا جائے۔ وہ بال سنت کے مطابق رکھے، سنت کے لئے عوام الناس میں مثال قائم ہو، یاد رکھیے کہ بال رکھنے سے ایمان بگڑے گا، نہ اسلام جائے گا۔

ہمارے ہاں ایک اور خطا پر مبنی نظریہ بھی پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ بال برابر رکھنے چاہیے۔ چھوٹے رکھیں، تو برابر۔ بڑے رکھیں، تو برابر۔ طرہ یہ کہ اسے اسلام کا حکم قرار دیا جاتا ہے۔ میرے بھائی! شوق سے برابر برابر کی رٹ لگائیں، اسے اسلام کے سر تو نہ تھوپیں، نبی کریم ﷺ سے صرف تین طرح کے بال رکھنا ثابت ہے، جن کا ذکر آ رہا ہے، برابر وغیرہ والا نظریہ اسلام ہوتا، تو نبی کریم ﷺ، اصحاب رسول ﷺ اور ائمہ سلف ضرور تصریح کرتے۔ واللہ اعلم

رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک:

رسول اللہ ﷺ کے بال تین طرح کے تھے۔

① جُمَّہ

کندھوں پر لٹکتی زلفیں۔

② لَمَّہ

کانوں کی لو سے بڑھی ہوئی زلف۔

③ وَفْرَہ

کانوں کی لو تک پہنچی ہوئی زلفیں۔

نوٹ:

لَمَّہ اور جُمَّہ ایک دوسرے کے معنی میں بھی مستعمل ہیں۔

معروف لغوی، حافظ نووی رحمہ اللہ (م: ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ اللَّعَةِ : الْجُمَّةُ أَكْثَرُ مِنَ الْوَفْرَةِ، فَالْجُمَّةُ؛ الشَّعْرُ

الَّذِي نَزَلَ إِلَى الْمُنْكِبِينَ، وَالْوَفْرَةُ؛ مَا نَزَلَ إِلَى شَحْمَةِ  
الْأُذُنَيْنِ، وَاللِّمَّةُ؛ الَّتِي لَمَّتْ بِالْمُنْكِبِينَ .

”اہل لغت کہتے ہیں کہ جُمّہ بال و فرہ سے بڑے ہوتے ہیں۔ جمہ کندھوں پر  
لٹکتے بالوں کو کہتے ہیں۔ و فرہ وہ بال، جو کانوں کی لوتک پہنچیں اور لِمّہ مونڈھوں  
کو چھوتے ہیں۔“

(شرح صحیح مسلم: ۲/۲۸۵)

نبی اکرم ﷺ کے مبارک بالوں کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ شَعْرَهُ  
مَنْكِبَيْهِ .

”رسول اللہ ﷺ کے بال مونڈھوں کو چھوتے تھے۔“

(صحیح مسلم: ۲۳۳۸/۹۵)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ جُمَّتَهُ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِّنْ مَنْكِبَيْهِ .

”آپ ﷺ کے جُمّہ بال کندھوں کے قریب پہنچتے تھے۔“

(صحیح البخاری: ۵۹۰۱)

سنن نسائی (۵۰۶۳) کی روایت میں ہے:

وَرَأَيْتُ لَهُ لِمَةً تَضْرِبُ قَرِيبًا مِّنْ مَنْكِبَيْهِ .

”میں نے آپ ﷺ کے لِمّہ بال دیکھے، جو کندھوں کے قریب تھے۔“

ایک روایت میں ہے:

شَعْرُهُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ .

”آپ ﷺ کے بال کندھوں کو چھوتے تھے۔“

(صحیح مسلم: ۹۲/۲۳۳۷)

قنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول

اللہ ﷺ کے بالوں کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا:

كَانَ شَعْرًا رَجُلًا، لَيْسَ بِالْجَعْدِ وَلَا السَّبِطِ، بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقَيْهِ .

”آپ ﷺ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل گھنگریالے۔ وہ آپ ﷺ

کے کانوں اور کندھوں کے درمیان پڑتے تھے۔“

(صحیح مسلم: ۹۴/۲۳۳۸)

مسند ابویعلیٰ (۲۸۴۷، وسندہ صحیح) کے الفاظ یہ ہیں:

بَيْنَ الْجِيدِ وَعَاتِقَيْهِ .

”گردن اور کندھوں کے درمیان تھے۔“

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

”آپ ﷺ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔“

صحیح مسلم (۹۱/۲۳۳۷) میں یوں ہے:

عَظِيمُ الْجُمَةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ .

”آپ ﷺ کے بڑے بڑے جمہ بال تھے، جو کانوں کی لو تک تھے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کے وسط تک تھے۔“

(صحیح مسلم: ۹۶/۲۳۳۸)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کی لوتک تھے۔“

(سنن أبي داود: ۴۱۸۵، سنن النسائي: ۵۰۶۴، وسنده صحيح)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُجَاوِزُ شَعْرَهُ أُذُنَيْهِ .

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں سے بڑھے ہوئے تھے۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۴۲/۳، وسنده صحيح)

ابورمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں والد گرامی کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میرے والد

صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وَكُنْتُ أَظُنُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَا يُشْبِهُ

النَّاسَ، فَإِذَا بَشَّرَ لَهْ وَفَرَّةً، وَبِهَا رَدُّعٌ مِّنْ حِنَاءٍ .

”میرا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں جیسے نہیں ہوں گے، لیکن اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ تو بشر ہیں۔ آپ کے بال کانوں کی لوتک تھے اور انہیں مہندی لگی ہوئی تھی۔“

(مسند الإمام أحمد : ۲/۲۲۶، ۲۲۸، وسندہ صحیح، وصحہ ابن حبان : ۵۹۹۵، والحاكم : ۴۲۵/۲، ووافقه الذهبي)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ الْوَفْرَةِ وَدُونَ الْجُمَةِ .  
 ”رسول اللہ ﷺ کے بال وفرہ (کانوں کی لو) سے زیادہ اور جمہ (کندھوں) سے کم تھے۔“

(سنن أبي داود : ۴۱۸۷، وسندہ حسن)

سنن ترمذی (۱۷۵۵، وقال: حسن صحيح غريب) اور شامی ترمذی (۲۴، وسندہ حسن) میں یہ الفاظ ہیں:

فَوْقَ الْجُمَةِ وَدُونَ الْوَفْرَةِ .

”آپ ﷺ کے بال جمہ سے زیادہ اور وفرہ سے کم تھے۔“

شراح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م: ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا شَيْخُنَا فِي شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ بِأَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ :  
 فَوْقَ وَدُونَ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمَحَلِّ، وَتَارَةً بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْكَثَرَةِ  
 وَالْقِلَّةِ، فَقَوْلُهُ : فَوْقَ الْجُمَةِ، أَيُّ أَرْفَعُ فِي الْمَحَلِّ، وَقَوْلُهُ :



دُونَ الْجُمَّةِ، أَيْ فِي الْقَدْرِ، وَكَذَا بِالْعَكْسِ، وَهُوَ جَمْعٌ جَيِّدٌ.  
 ”ان الفاظ کے مابین ہمارے شیخ نے سنن ترمذی کی شرح میں یوں تطبیق دی  
 ہے کہ زیادہ یا کم کے الفاظ ایک دفعہ جگہ کے اعتبار سے بولے گئے اور دوسری  
 دفعہ قلت و کثرت کے اعتبار سے۔ یعنی جمہ سے اوپر تھے، جگہ کے اعتبار سے  
 اور جمہ سے کم تھے، مقدار میں۔ اسی طرح بالعکس بھی۔ یہ اچھی تطبیق ہے۔“

(فتح الباری: ۳۵۸/۱۰)

نیز دیکھیں قوت المعتزلی علی جامع الترمذی للسیوطی (۴۴۳/۱)۔

### تنبیہ ①:

بعض صوفی اور ملنگ لمبے لمبے بال رکھتے ہیں، حتیٰ کہ کمر تک جا پہنچتے ہیں۔ یہ عمل  
 درست نہیں۔ شریعت نے ایسے بالوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا، جیسا کہ:  
 سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِيَّ شَعْرٍ طَوِيلٍ، فَقَالَ:  
 «ذُبَابٌ، ذُبَابٌ»، فَأَنْطَلَقْتُ، فَأَخَذْتُهُ، فَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِنِّي لَمْ أَغْنِكَ، وَهَذَا أَحْسَنُ».

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو میرے لمبے بال تھے۔ فرمایا: مصیبت،  
 مصیبت۔ میں گیا اور کچھ بال کاٹ دیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، تو فرمایا:  
 میری یہ مرا نہیں تھی، بہر حال بہتر ہے۔“

(سنن أبي داود: ۴۱۹۰، سنن النسائي: ۵۰۵۵، سنن ابن ماجه: ۳۶۳۶، وسنده

صحيح)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول سیدنا سہیل بن خثلیہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کچھ ایسا بتائیں، جو ہمیں فائدہ دے تو، فرمایا:

قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «نِعَمَ الرَّجُلُ خُرَيْمُ الْأَسَدِيُّ، لَوْلَا طُولُ جُمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ»، فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْمًا، فَعَجَلَ، فَأَخَذَ شَفْرَةً، فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ، وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ .

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خرم اسدی بھی کیا خوب ہیں، اگر ان کے بال زیادہ لمبے نہ ہوں اور شلوار ٹخنوں سے نیچے نہ ہو۔ یہ بات خرم اسدی رضی اللہ عنہ کو پہنچی، تو انہوں نے جلدی سے قینچی لی، بال کانوں تک کاٹ دیئے اور شلوار نصف پنڈلی تک اٹھالی۔“

(سنن أبي داود : ٤٠٨٩، مسند الإمام أحمد : ١٨٠/٤، المستدرک علی الصحیحین للحاکم : ١٨٤/٤، وسنده حسن)

اس حدیث کو امام حاکم نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔ اس حدیث کا راوی ہشام بن سعد جمہور کے نزدیک ”موثق، حسن الحدیث“ ہے۔ کندھوں تک بال رکھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، لہذا یہاں بالوں کی ناپسندیدہ لمبائی سے مراد کندھوں سے بھی بڑھے ہوئے بال ہیں۔

معلوم ہوا کہ کندھوں تک بال رکھنا جائز و مستحب ہیں اور اس سے بڑے بال نا پسندیدہ ہیں۔

تنبیہ (۲):

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا تو ان کے بالوں کی کیفیت

بیان کی:

تَضْرِبُ لِمَتَهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ .

”آپ کے بال کندھوں کے درمیان لٹک رہے تھے۔“

(صحیح البخاری: ۳۴۴۰)

تنبیہ (۳):

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ تشریف لائے:

وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ، تَعْنِي عَقَائِصَ .

”آپ ﷺ کے بالوں کی چار مینڈھیاں تھیں۔“

(سنن أبي داود: ۴۱۹۱، سنن الترمذی: ۱۷۸۱، الشمائل للترمذی: ۳۱، سنن ابن

ماجہ: ۳۶۳۱)

سند ”ضعیف“ ہے، ابن ابونعیم ”مدلس“ ہیں اور بصیغہ ”عن“ روایت کر رہے ہیں۔  
معجم کبیر طبرانی (۲۴۹/۲۴) کی سند مسلم بن خالد زنجی (ضعیف عند الجہور) کی وجہ سے  
”ضعیف“ ہے، جب کہ معجم صغیر طبرانی (۸۷/۲) والی سند میں امام طبرانی رحمہ اللہ کے استاذ محمد  
بن ادريس حلبی ”مجهول“ اور قتادہ ”مدلس“ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک بالوں کی مختلف اوقات میں کیا کیفیت تھی؟ واضح ہوگئی۔  
ان کے علاوہ بالوں کی کوئی کیفیت پسندیدہ نہیں۔ سلف صالحین، یعنی صحابہ کرام اور ائمہ دین  
کے بال سنت کے مطابق ہوتے تھے، جیسا کہ:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بال کانوں کی لوتک تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۹۱)

عبداللہ بن بسر مازنی رضی اللہ عنہ کے بال کانوں کی لوتک تھے۔

(معرفة الصحابة لأبي نعيم: ۱۵۹۵/۳، وسنده حسن)

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۰/۸، وسندہ صحیح) سیدنا  
عبداللہ بن عمر (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶/۸، وسندہ صحیح) سیدنا جابر بن عبداللہ (مصنف  
ابن ابی شیبہ: ۴۴۶/۸، وسندہ صحیح) سیدنا عبداللہ بن زبیر (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۰/۸،  
وسندہ صحیح) سہل بن سعد ساعدی (التاریخ الاوسط للبخاری، ت، ۱۰۲۳۰، العلل ومعرفة  
الرجال لاحمد بن حنبل: ۷۷۹، وسندہ حسن) رضی اللہ عنہم سے کندھوں تک بال رکھنا ثابت ہے۔  
نیز تابعین میں سے قاسم بن محمد (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۷/۸، وسندہ صحیح) عبید بن  
عمیر (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۰/۸، وسندہ صحیح) ابن الحنفیہ (مصنف ابن ابی شیبہ:  
۴۵۰/۸، وسندہ صحیح) اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ (العلل ومعرفة الرجال لاحمد بن حنبل:  
۵۵۹۰، وسندہ صحیح) سے بھی کندھوں تک بال رکھنا مروی ہے۔

تابعی معتمر بن سلیمان رضی اللہ عنہ کے بال بھی کندھوں تک تھے۔

(العلل لأحمد بن حنبل: ۱۲۲۷، وسندہ صحیح)

علامہ ابن قدامہ مقدسی رضی اللہ عنہ (۵۴۱-۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَكُونَ شَعْرُ الْإِنْسَانِ عَلَى صِفَةِ شَعْرِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَالَ فَإِلَى مَنْكِبَيْهِ، وَإِنْ قَصَرَ فَإِلَى  
شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ .

”رسول اللہ ﷺ جیسے بال رکھنا مستحب ہے۔ لمبے ہوں، تو کندھوں تک،

چھوٹے ہوں تو کانوں تک۔“ (المغنی لابن قدامة: ۶۶/۱)

لہذا ہر مسلمان کو سنت رسول کی روشنی میں بال رکھنے چاہئیں۔ کفار کی تقلید میں اٹے  
سیدھے بال رکھنے سے بالکل گریز کرنا چاہیے۔

## تقلیدنا سدید

جہالت و ضلالت کا دوسرا نام تقلید ہے۔ یہ مذموم فعل باغی قوموں کی دماغی اور عملی پستی کا نتیجہ ہے، جس پر جہال و ضلال نازاں ہیں۔ تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد تقلید کا قلع قمع کرنا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو وحی الہی کی پیروی کا حکم دیا ہے، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ (م: ۲۰۴ھ) لکھتے ہیں:

فَرَضَ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعَ وَحْيِهِ وَسُنَنَ رَسُولِهِ .

”اللہ نے انسانیت پر اپنی وحی اور سنن رسول کی پیروی فرض کی ہے۔“

(الفقیہ والمُتَّفِقُ لِلْخَطِيبِ بِغَدَادِي: ۱/۱۲۵۸، وسندہ حسن)

نیز امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

أَنَّهُ نَهَى النَّاسَ عَنْ تَقْلِيدِهِ وَتَقْلِيدِ غَيْرِهِ .

”انہوں نے اپنی یا اپنے علاوہ کسی دوسرے کی تقلید سے منع فرمایا۔“

(الأحكام في أصول الأحكام لابن حزم: ۶/۱۲۳، وسندہ حسن)

علامہ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ (۳۸۴-۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

فَنَحْنُ نَسْأَلُهُمْ أَنْ يُعْطُونَا فِي الْأَعْصَارِ الثَّلَاثَةِ الْمَحْمُودِيَّةِ

عَصْرِ الصَّحَابَةِ وَعَصْرِ التَّابِعِينَ وَعَصْرِ تَابِعِي التَّابِعِينَ

رَجُلًا وَاحِدًا قَلَدَ عَالِمًا كَانَ قَبْلَهُ فَأَخَذَ بِقَوْلِهِ كُلِّهِ وَلَمْ

يُخَالِفُهُ فِي شَيْءٍ فَإِنْ وَجَدُوهُ وَلَنْ يَجِدُوهُ وَاللَّهُ أَبَدًا لِأَنَّهُ لَمْ  
يَكُنْ قَطُّ فِيهِمْ فَلَهُمْ مُتَعَلِّقٌ عَلَى سَبِيلِ الْمُسَامَحَةِ وَلَمْ  
يَجِدُوهُ فَلْيُوقِنُوا أَنَّهُمْ قَدْ أَحَدُوا بِدْعَةٍ فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى لَمْ  
يَسْبِقْهُمْ إِلَيْهَا أَحَدٌ وَلْيَعْلَمُوا أَنَّ عِصَابَةَ مَنْ أَهْلَ الْعَصْرِ  
الرَّابِعِ ابْتَدَعُوا فِي الْإِسْلَامِ هَذِهِ الْبِدْعَةُ الشَّنْعَاءُ إِلَّا مَنْ  
عَصَمَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهُمْ وَالْبِدْعُ مُحَرَّمَةٌ وَشَرُّ الْأُمُورِ  
مُحَدَّثَاتُهَا وَلْيَعْلَمُوا أَنَّ طَلَّابَ سُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَانَتْ وَالْعَامِلِينَ بِهَا وَالْمُتَفَقِّهِينَ فِي  
الْقُرْآنِ الَّذِينَ لَا يُقَلِّدُونَ أَحَدًا هُمْ عَلَى مِنْهَاجِ الصَّحَابَةِ  
وَالْتَابِعِينَ وَالْأَعْصَارِ الْمَحْمُودَةِ وَأَنَّ هُمْ أَهْلُ الْحَقِّ فِي كُلِّ  
عَصْرٍ وَالْأَكْثَرُونَ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى بِلَا شَكٍّ وَإِنْ قَلَّ عَدَدُهُمْ .

”ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ قرون ثلاثہ اولیٰ میں کوئی ایک شخص لائیے، جس  
نے اپنے سے پہلے کسی عالم کی تقلید اس طرح کی ہو کہ کسی بات میں اس کی  
مخالفت نہ کرتا ہو؟ اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں لاسکیں گے، کیوں کہ یہ ان میں تھی ہی  
نہیں، اگر ہم شرائط نرم کر دیں پھر بھی ایسا انسان نہیں ملے گا، تو مان لیجئے کہ آپ  
نے ایک بدعت ایجاد کر لی ہے، پہلی تین صدیوں میں اس کا وجود نامسعود نہیں  
ملتا، چوتھی صدی کے اہل بدعت نے یہ برائی امت میں عام کی ہے، یاد رکھیے!  
کہ طالبان حدیث رسول ﷺ جہاں بھی ہوں کبھی تقلید نہیں کرتے، یہ لوگ

عہد صحابہ و تابعین کے منہج پر ہیں، یہ اہل حق ہر زمانے میں رہے ہیں اور اللہ کے ہاں اکثریت رکھتے ہیں، اگرچہ ان کی تعداد کم کیوں نہ ہو۔“

(الأحكام في أصول الأحكام: ١٤٥/٦، ١٤٦)

یقیناً تقلید مذموم دین الہیہ کے مقابلے میں دین کفر ہے۔ جرم عظیم ہے۔ یہ بیج بدعت یہود و نصاریٰ کی پیروی میں ایجاد کی گئی۔ اس سے اسوہ رسول ﷺ کو ناکمل قرار دینے کی ناکام کوشش ہوتی ہے، مثالیں ملاحظہ ہوں:

### مثال ①:

بارش والے دن مؤذن جی علی الصلوٰۃ، جی علی الفلاح کے کلمات نہیں کہے گا، ان کی جگہ، الاصلو فی الرحال یا الاصلو فی رحا لکم یا الصلاۃ فی الرحال کہے گا، جیسا کہ ”سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے کہا، جب آپ اشہد ان محمد رسول اللہ کہیں تو جی علی الصلاۃ نہ کہیں، بل کہ صلوٰ فی بیوتکم کہیں، لوگوں کو نئی بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ یہ کام تو جو مجھ سے بہتر تھے، انہوں نے کیا ہے، درست کہ جمعہ واجب ہے، لیکن میں آپ کو مشقت اور حرج میں ڈالنا ناپسند کرتا ہوں، کہ آپ کچھڑ اور پھسلن میں چل کر جائیں۔“

(صحیح البخاری: ٩٠١، صحیح مسلم: ٦٩٩)

یہ سنت رسول ہے، جس کی ممانعت میں خفی مقلدین پیش پیش ہیں۔ علامہ عبد الحئی لکھنوی (۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

أَلَا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ خَارِجَ الْأَذَانِ، وَأَمَّا فِي الْأَذَانِ، فَظَاهِرٌ  
كَلَامُ أَصْحَابِنَا الْمَنَعُ مِنْهُ، لَكِنْ قَدْ ثَبَتَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ، مِنْهُمْ ابْنُ عَبَّاسٍ، كَمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُمَا، وَقَدْ خَلَطَ مَنِ اسْتَنْبَطَ مِنْهُ جَوَازَ الْكَلَامِ فِي الْإِذَاانِ لِأَنَّ هَذِهِ الزِّيَادَةَ قَدْ ثَبَتَتْ فِي الْإِذَاانِ فِي مَحَلِّهَا، فَصَارَتْ كَأَنَّهَا مِنَ الْإِذَاانِ كَزِيَادَةِ الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ.

”الاصول في الرجال“ کے الفاظ اذان سے خارج ہیں، ہمارے حنفی اصحاب کے مطابق تو اذان میں یہ کلمات ممنوع ہیں، لیکن یہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بخاری، ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔ اس سے اذان میں کلام کے جواز کا استنباط کرنے والے خطا پر ہیں، کیوں کہ اذان میں یہ زیادت اپنے مقام میں ثابت ہے، گویا اس کی صورت الصلاة خیر من النوم کی زیادت والی ہے۔“

(التعليق الممجد عن موطأ محمد: ۱/۵۵۵)

## مثال (۲):

شروع نماز میں رفع الیدین کرتے وقت انگوٹھے کے ساتھ کانوں کی لو کو مس کرنا (چھونا) بدعت ہے، نبی کریم ﷺ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا ثقہ امام سے ثابت نہیں، بل کہ بہت بعد کی ایجاد ہے۔ ویسے تو حنفی مقلدین کو رفع الیدین سے چڑ ہے، وہ رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور دوسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے قائل نہیں۔ شروع والا رفع الیدین بھی خلاف سنت کرتے ہیں، سو اس سنت سے قطعی محروم ہیں، حنفی



مذہب کی معتبر ترین کتابوں میں لکھا ہے:

وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ خِذَاءً أُذُنَيْهِ وَيَمَسُّ طَرَفَ إِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ  
وَأَصَابِعُهُ فَوْقَ أُذُنَيْهِ .

”ہاتھ کانوں تک اٹھائے گا، انگوٹھے کانوں کی لو کو چھوئیں گے اور انگلیاں  
کانوں کے اوپر تک جائیں گی۔“

(فتاویٰ قاضی خان: ۴۱/۱)

دوسری کتاب میں ہے:

مَا سَا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .  
”انگوٹھے کانوں کی لو چھوئیں گے۔“

(الدرا المختار: ۷۴/۱)

عید کی تکبیروں کے بارے میں ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ مَا سَا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .  
”ہاتھ اس طور اٹھائے گا کہ انگوٹھے کانوں کی لو کو چھو رہے ہوں۔“

(فتاویٰ شامی: ۶۱۷/۱)

ایک معتبر کتاب میں ہے:

مَا سَا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .  
”انگوٹھوں سے کانوں کی لو چھوئے گا۔“

(شرح الوقایة: ۱۴۳/۱)

مزید ملاحظہ فرمائیں:

وَذَكَرَ صَاحِبُ هِدَايَةِ أَيْضًا فِي مُخْتَارَاتِ النَّوَازِلِ الْمَسِّ،  
وَقَالَ الْقُهَسْتَانِيُّ فِي جَامِعِ الرُّمُوزِ: ذَكَرَ فِي النَّظْمِ أَنَّ مُحَاذَاةَ  
الْإِبْهَامِ الشَّحْمَةَ مَسْنُونَةٌ، وَفِي ظَاهِرِ الْأُصُولِ مُحَاذَاةُ إِلَيْهِ  
الْأُذُنُ وَيُكْرَهُ التَّجَاوُزُ عَنْهَا وَالْمَسُّ لَمْ يُذَكَرْ فِي الْمُتَدَاوِلَاتِ  
إِلَّا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانَ وَالظَّهِيرِيَّةِ وَالْقَوْلُ بِأَنَّهُ لِتَحْقِيقِ  
الْمُحَاذَاتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ.

”صاحب ہدایہ نے بھی ”مختارات النوازل“ میں ذکر کیا ہے کہ انگوٹھے کا نوں  
کی لو کو چھوئیں، کوہستانی نے ”جامع الرموز“ میں ”نظم“ کے حوالے سے ذکر کیا  
ہے کہ انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے برابر کرنا مسنون ہے، ”ظاہر الاصول“ میں لکھا  
ہے کہ کانوں کے برابر ہونے چاہیے، کانوں کی لو سے تجاوز کرنا مکروہ ہے،  
سوائے فتاویٰ قاضی خان اور ظہیریہ کے کسی متداول کتاب میں کانوں کی لو کو  
چھونے کا ذکر نہیں ہے اور یہ کہنا کہ کانوں کی لو کو چھونے سے انگوٹھوں کا کانوں  
سے برابر ہونا ثابت ہو جاتا ہے، فضول بات ہے۔“

(السعاية في كشف ما في شرح الوقاية از عبد الحي اللكنوي الحنفی: ۱۵۲/۲)

اس تقلیدی عمل کی حقیقت علامہ عبدالحی، حنفی، لکھنوی (۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ) یوں بیان  
کرتے ہیں:

وَهُوَ لَيْسَ بِسُنَّةٍ مُسْتَقْلَةٍ فَإِنَّهُ لَا دَلِيلَ عَلَيْهِ فِي رَوَايَةٍ.  
”یہ مستقل سنت نہیں ہے، کیوں کہ حدیث میں اس پر دلیل نہیں۔“

(عمدة الرعاية: ۱۴۳/۱)

جناب عبدالشکور لکھنوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”ہمارے فقہاء نے جو لکھا کہ انگوٹھے کو کانوں سے مل جانا چاہئے، چنانچہ ہم بھی اوپر لکھ چکے ہیں، وہ صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ جس میں ہاتھوں کا کانوں کے برابر اٹھنا یقین ہو جائے، سنت سمجھ کر نہیں لکھا ہے، نہ اس کو سنت سمجھنا چاہئے، اس لئے کسی حدیث سے یہ مضمون ثابت نہیں ہوتا، واللہ اعلم!“

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص: ۲۱۴-۲۱۵)

مطلب یہ کہ رفع الیدین میں بدعت داخل کر دی گئی ہے، رفع الیدین کے لئے نیا دین تراشنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔؟ سیدنا وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ إِبْهَامَيْهِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنِهِ .

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوٹھے کانوں کی لوتک اٹھاتے دیکھا۔“

(سنن أبي داود: ۷۲۴، ۷۳۷، سنن النسائي: ۸۸۳)

تبصرہ:

اس حدیث کی سند ”ضعیف“ ہے، عبد الجبار بن وائل کا اپنے باپ سیدنا وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے سماع و لقاء نہیں، حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلَمْ يُدْرِكْهُ بِاتِّفَاقِهِمْ .

”محدثین کا اتفاق ہے کہ عبد الجبار کا اپنے باپ سے سماع نہیں۔“

(خلاصة الأحكام: ۱/۴۲۲)

جب شحمۃ اذنیہ ”کانوں کی لو“ والی روایت ہی ”منقطع“ ہے، تو اس پر قائم ہونے والا

عمل کیسے متصل ہو سکتا ہے؟ لہذا کانوں کی لو کے برابر اٹھانے اور لو کو چھونے کا مسئلہ ختم ہوا۔  
 براہِ تقلید کا، وہ ہر وقت برائی جنم دیتی رہتی ہے۔ یہ وہ نیا دین ہے، جو مقلدین نے اللہ کے  
 سچے دین کے مقابلے میں کھڑا کیا ہے۔ ان کی نفس پرستی، کثرتِ جہالت اور قلتِ علم کا یہ  
 عالم ہے کہ اس بدعت کو ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں، ضد کی وجہ سے باطل پر ڈٹے  
 ہوئے ہیں۔ کوئی ہے، جو اس مذہب میں اس بے ثبوت عمل کو ترک کر دے؟

علامہ ابن ابی العزحفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمَنْ تَبَيَّنَ لَهُ مِنَ الْعِلْمِ مَا كَانَ خَافِيًا عَلَيْهِ فَاتَّبَعَهُ فَقَدْ أَصَابَ  
 وَاهْتَدَى، زَادَهُ اللَّهُ هُدًى.

”جس پر علم کا کوئی مخفی گوشہ ظاہر ہوا اور اس نے اسے اپنا لیا وہ راہِ ہدایت پہ  
 ہے، اللہ اسے مزید ہدایت عطا کرے۔“

(التنبیہ علی مشکلات الهدایة: ۵۴۳/۲)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فَحَازَى بِإِبْهَامَيْهِ  
 أُذُنَيْهِ.

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے کانوں تک  
 اٹھائے۔“

(سنن الدارقطني، ۳۴۵/۱، المستدرک علی الصحيحین: ۲۶۶/۱، السنن الکبریٰ

للبيهقي: ۹۹/۲)

سند ”ضعیف“ ہے، کیوں کہ

- ① العلّاء بن اسماعیل عطار ”مجہول“ ہے، اسے حافظ ابن حجر (التلخیص ۲۷۱/۱) نے ”مجہول“ کہا ہے، امام حاکم کا اس کی سند کو ”صحیح“ کہنا درست نہیں۔
- ② اس میں حفص بن غیاث کی تدلیس ہے۔
- ③ امام ابو حاتم نے اسے ”منکر“ کہا ہے۔ (العلل: ۱/۱۸۸)
- حدیث براء بن عازب بھی ”ضعیف“ ہے، اس میں یزید بن ابی زیاد جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف“ و ”مدلس“ ہے۔

### فائدہ:

بہت ساری احادیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابو حمید ساعدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بیان کرتے ہیں۔  
صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

وما رواه يحمل على حالة العذر.  
”کندھوں کے برابر جتنی روایات ہیں، سب حالت عذر پر محمول ہے۔“

(الهداية :)

اس تاویل کے رد و تعاقب میں علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

لا حاجة إلى هذه التكلفات .

”ان احادیث کے جواب میں ایسے تکلفات کی کوئی ضرورت نہیں۔“

(البنایة شرح الهدایة : ۱۷۲/۲)

شارح ہدایہ، ابن ہمام حنفی (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

لِكِنَّ الْحَقَّ أَنَّ لَا مُعَارَضَةَ كَمَا أَسْمَعُكَ فَلَا حَاجَةَ إِلَى هَذَا

الْحَمْلُ لِيَدْفَعَ التَّعَارُضَ .

”حق یہ ہے کہ ان احادیث سے معارضہ نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ میں نے بیان کر دیا ہے، لہذا تعارض دور کرنے کے لیے ایسی تاویلیں کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔“

(فتح القدیر: ۲۸۲/۱)

### مثال نمبر ۳:

علی مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وَفِي الْإِذَانِ يُعْتَبَرُ التَّعَارُفُ .

”اذان میں صرف تعارف کا اعتبار ہے۔ (بھلے وہ کسی زبان میں ہو)“

(الہدایۃ: ۱/۱۵۰)

مطلب یہ کہ اذان کے معروف الفاظ جو صحیح حدیث میں منقول و ماثور ہیں، ان سے ہٹ کر کسی بھی زبان میں نماز کی طرف بلائے۔ لوگ یہ سمجھیں کہ نماز کی طرف بلایا جا رہا ہے، تو یہ درست ہوگا، جب کہ یہ انتہائی باطل ہے۔ اسے انہدام دین کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جاسکتا، یہ تقلید ناسدید کی برکت ہے کہ دین کا حلیہ بگاڑا جا رہا ہے، امت میں موروثی عمل اور تعامل کو ختم کیا جا رہا ہے، ان سے کوئی پوچھے کہ فارسی میں اذان کا جواب کیسے دیا جائے گا۔؟

ان کی جرأت ملاحظہ ہو کہ ترجیع والی اذان کے سنت ہونے کا انکار کرتے ہیں، اس سنت کو مٹانے کے لئے کتنی رکیک اور گھٹیا باتیں کرتے ہیں، صاحب ہدایہ نے واضح کیا ہے:

وَلَا تَرْجِیحَ فِیْهِ، وَهُوَ أَنْ یَّرْجِعَ فِیْرِفَعَ صَوْتَهُ بِالشَّهَادَتَيْنِ بَعْدَ

مَا حَفَضَ بِهِمَا .

”اذان میں ترجیع نہیں ہے، ترجیع، شہادتین کو ایک دفعہ قدرے پست آواز کے ساتھ ادا کر کے پھر بلند آواز سے ادا کرنے کو کہتے ہیں۔“

(الہدایۃ: ۸۵/۱)

سیدنا ابو محذور رضی اللہ عنہ کو سکھائی گئی اذان جو صحیح مسلم (۳۹۷) وغیرہ میں ثابت ہے، کے بارے میں موصوف لکھتے ہیں:

وَكَانَ مَا رَوَاهُ تَعْلِيمًا فَظَنَّهُ تَرْجِيْعًا .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو محذور رضی اللہ عنہ کو تعلیم کی غرض سے الفاظ دہرائے تھے، مگر انہوں نے ترجیع سمجھ لی۔“

(الہدایۃ: ۸۵/۱)

حدیث ابو محذور رضی اللہ عنہ کے بارے میں شارح مسلم حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۱-۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ حُجَّةٌ بَيِّنَةٌ وَدَلَالَةٌ وَاضِحَةٌ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَجُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ التَّرْجِيْعَ فِي الْإِذَانِ ثَابِتٌ مَشْرُوعٌ .

”اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علما کے مذہب پر بین اور واضح دلیل موجود ہے کہ دوہری اذان ثابت اور مشروع ہے۔“

(شرح صحیح مسلم: ۸۱/۴)

علامہ سندھی خفی (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ : (ثُمَّ قَالَ لِي ارْجِعْ فَمَدَّ صَوْتَكَ) هَذَا صَرِيحٌ فِي أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ بِالْتَّرْجِيعِ فَسَقَطَ مَا تَوَهُّمَ أَنَّهُ كَرَّرَهُ لَهُ تَعْلِيمًا فَظَنَّهُ تَرْجِيعًا فِي أَذَانٍ بَلَّالٍ يَعْرِفُهُ مَنْ لَهُ مَعْرِفَةٌ بِهَذَا الْعِلْمِ بَلَا رَيْبٍ فَالْوَجْهُ الْقَوْلُ بِجَوَازِ الْوَجْهَيْنِ .  
 ”سیدنا ابو مخذورہ رضی اللہ عنہ کا کہنا: ’پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفاظ دہرائیے اور آواز کچھ بلند کیجئے۔‘ صراحت کر رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترجیع کا حکم دیا تھا۔ علم حدیث کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ائمہ احناف کا یہ خیال کہ سیدنا ابو مخذورہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کے لئے سکھائے گئے الفاظ کو ترجیع سمجھ لیا تھا، درست نہیں۔ رائج قول کے مطابق دونوں صورتیں جائز ہیں۔“

(حاشیۃ السندھی علی سنن ابن ماجہ: ۲۴۲/۱)

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:

وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأَذَانَ بِمَكَّةَ كَانَ بِالْتَّرْجِيعِ حَتَّى تَسْلُسَلَ إِلَى زَمَانِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، فَاخْتَارَهُ لِهَذَا، فَلَا يُمَكِّنُ إِنكَارَهُ، وَلَا يُسْتَحْسَنُ تَأْوِيلُهُ، كَيْفَ، وَقَدْ كَانَ يُنَادِي بِهِ عَلَى رُؤُوسِ الْمَنَائِرِ وَالْمَنَابِرِ، فَلَا خِلَافَ فِيهِ عِنْدَ التَّحْقِيقِ إِلَّا فِي الْأَفْضَلِيَّةِ .



”اس میں شک نہیں کہ مکہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دور تک اذان ترجیع کے ساتھ ہی جاری رہی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی ترجیع والی اذان اسی لیے اختیار کی۔ اس کا انکار ممکن ہے، نہ اس کی تاویل درست ہے کہ اذان تو منبر و مینار پر دی جاتی ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ ترجیع والی اذان میں صرف افضلیت و عدم افضلیت کا اختلاف ہے۔“

(فیض الباری شرح صحیح البخاری: ۲/۲۰۴)

صاحب ہدایہ ترجیع کا انکار اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ اکہری اذان آسمان سے فرشتہ لے کر نازل ہوا تھا، ہم جواب میں کہتے ہیں کہ دوہری اذان بھی نبی کریم ﷺ کی سکھائی ہوئی ہے، جو آپ کی وفات کے بعد سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ دوسری بات یہ فرشتہ کی سکھائی ہوئی اذان کے کلمات عربی میں تھے یا فارسی وغیرہ میں؟ وہ تو یقیناً عربی میں تھے، و فی الاذان یعتبر التعارف کا کیا معنی ہوا؟ دراصل انصاف اور تقویٰ کو ان لوگوں سے شکایت ہے کہ یہ ان کا ساتھ نہیں دیتے۔ جناب امام ابو حنیفہ تو کہتے ہیں کہ فارسی میں اذان کہنا درست ہے، وہ فرشتہ کی سکھائی ہوئی اذان کو ختم کرنے کے کیوں درپے ہوئے؟ نقل کفر، کفر نہ باشد، وہ تو قرآن اور نماز ہی فارسی میں جائز سمجھتے تھے، صاحب ہدایہ کے رد میں علامہ ابن ابی العزحنی رحمہ اللہ (۷۳۱-۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

فِي اعْتِبَارِ التَّعَارُفِ فِي الْاَذَانِ نَظَرٌ؛ فَإِنَّ الْأَصْحَابَ قَدْ  
اَنْكَرُوا التَّرْجِيعَ فِي الْاَذَانِ مُرَاعَاةً لِاتِّبَاعِ الْمَنْقُولِ وَاَنْكَرُوا  
عَلَى الشَّيْعَةِ قَوْلَهُمْ حَيَّ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ وَإِنْ كَانَتْ بِمَعْنَى  
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ فَكَيْفَ إِذَا عُذِلَ إِلَى لُغَةٍ أُخْرَى غَيْرَ الَّتِي

وَرَدَ بِهَا النَّقْلُ .

”اذان میں تعارف کو معتبر قرار دینا محل نظر ہے، اصحاب حنفیہ نے (بزعم خود) تو دوہری اذان صرف اس لئے قبول نہیں کی کہ یہ معمول بہ اذان کے خلاف تھی، پھر شیعہ سے شکوہ ہے کہ انہوں نے حی علی خیر العمل کے الفاظ گھڑ لئے ہیں حالانکہ وہ الفاظ حی علی الصلاة کے ہم معنی ہی ہیں، تو ایک دوسری زبان میں اذان کیوں کر جائز ہوئی۔“

(التنبیہ علی مشکلات الهدایة: ۵۳۱/۲)

علامہ ابن عابدین حنفی لکھتے ہیں:

إِنَّهُ لَا يَصِحُّ بِالْفَارِسِيَّةِ وَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ أَذَانٌ فِي الْأَصَحِّ .  
”درست بات یہ ہے کہ فارسی میں اذان کہنا درست نہیں، اگرچہ معلوم ہو جائے کہ یہ الفاظ بطور اذان کہے جا رہے ہیں۔“

(فتاویٰ شامی: ۲۹۲/۱)

جناب عبدالشکور لکھنوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”اذان اور اقامت عربی زبان میں خاص نہیں الفاظ سے ہو جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، اگر کسی اور زبان میں یا کسی اور الفاظ سے اذان یا اقامت کہی جائے تو صحیح ہوگی، اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے۔“ (علم الفقہ: ۱۵۴/۲)

علامہ ابن عابدین حنفی اور جناب عبدالشکور لکھنوی صاحب نے بالکل درست اور حق بات کہی ہے، اگرچہ ان کے امام کے مذہب کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کی پیروی علی منہج السلف الصالحین کی توفیق عطا فرمائے۔

## حواء علیہا السلام

کلام الہی کے مفہیم و معانی میں سلف صالحین کا اتباع ضروری ہے۔ قرآن فہمی میں خود رائے زنی کرنا جہالت و ضلالت ہے۔ قرآن کریم کو اپنی آرا کا نشانہ بنانے والے سلف صالحین کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ سیدہ حواء علیہا السلام کے بارے میں بعض اہل علم سے تسامح ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حواء علیہا السلام کی تخلیق سیدنا آدم علیہ السلام سے نہیں ہوئی، یہ باطل نظریہ محمد بن بحر اصہبانی ابو مسلم معزلی (۲۵۴-۳۲۲ھ) کا ہے۔ لگتا ہے کہ یہی اس نظریہ کا بانی ہے۔ دور حاضرین کے مفسرین میں سے محمد رشید رضا (۱۲۸۲-۱۳۵۴ھ) ”تفسیر المنار“ (۸/۳۸) احمد بن مصطفیٰ (۱۳۷۱ھ) ”تفسیر الراغی“ (۸/۱۱۹) وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔

دیوبندی عالم عبد الماجد دریابادی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ روایت کہ حضرت حواء کی پیدائش حضرت آدم کی پسلی سے ہوئی ہے، توریت کی ہے۔ بعض حدیثی روایتیں، جو اس مضمون کی مروی ہوئی ہیں، ان میں سے کوئی ایسی نہیں ہے، جسے قطعی صحت کا درجہ حاصل ہو اور قرآن مجید نے اس سلسلہ میں سورۃ النساء اور سورۃ الاعراف میں جو کچھ کہا ہے، اس کی تعبیر اور طریقوں سے بھی ہو سکتی ہے۔“ (تفسیر ماجدی، ص: ۷۷)

ان کے رد و جواب میں جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”یہاں فاضل مصنف سے سخت تسامح ہوا ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری و مسلم

دونوں میں مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ اگر صحیح احادیث حجت ہیں، تو اسی صحیح اور قوی الاسناد حدیث کو کیسے رد کیا جاسکتا ہے؟ قرآن کریم نے سورۃ النساء اور سورۃ الاعراف میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کی اور تعبیریں ہو تو سکتی ہیں، مگر ظاہر، متبادر اور مقبول عام تعبیر تو یہی ہے کہ حضرت حواء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا تھا ہم بالکل نہیں سمجھ پائے کہ مولانا نے اس روایت کی تردید کی کیا ضرورت محسوس فرمائی۔“ (تبصرے، ص: ۱۸۲)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

”اس جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اس کی تفصیلی کیفیت ہمارے علم میں نہیں ہے۔ عام طور پر جو بات اہل تفسیر بیان کرتے ہیں اور جو بائبل میں بھی بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ آدم کی پسلی سے ہوا کو پیدا کیا گیا۔ تلمود میں اور زیادہ تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب کی تیرہویں پسلی سے پیدا کیا گیا تھا، لیکن کتاب اللہ اس بارے میں خاموش ہے اور جو حدیث اس کی تائید میں پیش کی جاتی ہے، اس کا مفہوم وہ نہیں ہے، جو لوگوں نے سمجھا ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ بات کو اسی طرح مجمل رہنے دیا جائے، جس طرح اللہ نے اسے مجمل رکھا ہے اور اس کی تفصیلی کیفیت متعین کرنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے۔“ (تفہیم القرآن: ۱/۳۱۹-۳۲۰)

مودودی صاحب کی رائے انتہا پسندی پر مبنی ہے، اس باب میں وارد شدہ احادیث واضح ہیں۔ اہل سنت کے مشہور مفسر امام طبری اور حافظ ابن کثیر رحمہما اللہ نے اس فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ کا یہی معنی بیان کیا ہے کہ حواء علیہا السلام کو سیدنا آدم علیہ السلام کی

پسلی سے پیدا کیا گیا، علامہ فخر رازی نے اس قول کو قوی قرار دے کر لکھا ہے:

وَهُوَ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَكْثَرُونَ .

”اکثر مفسرین یہی کہتے ہیں۔“

(تفسیر الرازی: ۴۷۷/۹)

مشہور مفسر، اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریم، سدی رحمہ اللہ (م: ۱۲۷ھ) فرماتے

ہیں:

خَلَقَهَا اللَّهُ مِنْ ضِلْعِهِ .

”اللہ نے انہیں سیدنا آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا۔“

(تفسیر الطبری: ۳۴۱/۶)

نیز فرماتے ہیں:

خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا، جَعَلَ مِنْ آدَمَ حَوًّا .

”ان سے ان کی بیوی پیدا کی، اس کا معنی یہ ہے کہ حواء علیہا السلام کو آدم سے پیدا

کیا۔“

(تفسیر الطبری: ۳۴۲/۱، وسندہ حسن)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) سورۃ النساء کی اس آیت کی تفسیر میں

فرماتے ہیں:

وَمَعْلُومٌ أَنَّ النَّفْسَ الْوَاحِدَةَ الَّتِي خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا هُوَ آدَمُ

وَحَوًّا خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعِ آدَمَ الْقَصِيرَاءِ، مِنْ جَسَدِهِ خُلِقَتْ

لَمْ تُخْلَقْ مِنْ رُوحِهِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ الْوَاحِدَةَ .

”یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ اکیلی جان، جس سے اس کی زوجہ پیدا کی گئیں، آدم علیہ السلام۔ حواء علیہا السلام کے جسم کی نچلی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ جسم سے پیدا کی گئی ہیں، روح سے نہیں کہ کوئی کہنے والا انہیں ایک ہی کہنے لگے۔“

(بیان تلبیس الجہمیہ فی تاسیس بدعہم الکلامیہ: ۱۶۵/۳)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حواء علیہا السلام کو مٹی سے پیدا کرنے پر قادر ہے، تو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کرنے کا کیا فائدہ؟ ”منہا“ سے مراد انہیں علیحدہ آدم علیہ السلام کی جنس سے پیدا کیا گیا۔ اگر ان کی بات تسلیم کی جائے، تو اس سے لازم آئے گا کہ انسانی تخلیق دو جانوں سے ہوئی۔ یہ نص قرآنی کے خلاف ہے، قرآن کے مطابق سیدنا آدم علیہ السلام سے اول تو حواء کو (ان کی پسلی) سے پیدا کیا گیا، پھر ان دونوں سے تمام مرد اور عورتوں کو پیدا کیا گیا۔ حواء علیہا السلام کا واقعہ خاص ہے، جب کہ دوسرے انسانوں کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا﴾

”اللہ کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے آپ کی تسکین کے لئے آپ کی جنس سے آپ کی بیویاں پیدا کیں۔“

اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيُّ: خَلَقَ لَكُمْ مِنْ جَنْسِكُمْ إِنَّا نَايِكُنَّ لَكُمْ أَزْوَاجًا.

”مطلب تمہاری جنس سے مونث پیدا کیں۔ تاکہ وہ آپ کا جوڑا بن سکیں۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۳۰۹/۶)

اللہ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے تخلیق فرمایا، حواء علیہا السلام کو ان کی پسلی سے

نکالا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں ظاہر فرماتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ ﴿خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ یہ ﴿خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ (سورة الانبياء: ۳۷) کی قبیل سے ہے، ان کی بات درست نہیں کیوں کہ ”من عجل“ کی تفسیر دوسری آیت سے ہوتی ہے، ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا﴾ (الاسراء: ۱۱) مطلب انسان بعض امور میں جلد باز ثابت ہوا ہے، ”من“ بمعنی ”علی“ ہے۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
 اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنْ أَعْوَجَ شَيْءٌ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبَتْ تُقِيمُهُ كَسَرَتْهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ .

”عورتوں کے ساتھ بھلائی کا سلوک روارکھیں۔ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور اوپر والی پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھ پن ہوتا ہے، اسے سیدھا کرنے بیٹھو گے تو توڑ دو گے، اپنے حال پہ چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی، لہذا عورتوں کو نصیحت کیجئے۔“

(صحیح البخاری: ۳۳۳۱، صحیح مسلم: ۱۴۶۸)

حافظ بغوی رحمہ اللہ (م: ۵۱۶ھ) لکھتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلَى حُجَّتِهِ .

”یہ حدیث متفقہ طور پر حجت ہے۔“ (شرح السنة: ۲۳۳۲)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
 إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ، إِذَا ذَهَبَتْ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنْ تَرَكْتَهَا

اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ .

”عورت پسلی کی طرح ہے، اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ بیٹھو گے۔ آپ اسے اپنے حالت پہ چھوڑ دیجئے اور ٹیڑھ پن کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے رہیے۔“

(صحیح مسلم: ۶۵/۱۴۶۸، مسند الحمیدی: ۱۲۰۲، مسند الإمام أحمد: ۴۴۹/۲)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حواء علیہا السلام سیدنا آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔

تنبیہ:

ملا علی قاری حنفی ماتریدی (مرقاۃ المفاتیح: ۳/۴۶۰) دور حاضر میں ناصر السنۃ علامہ البانی رحمۃ اللہ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۶۳۹۹) علامہ شعیب الارنؤوط رحمۃ اللہ (تحقیق صحیح ابن حبان: ۹۱۷۸) کہتے ہیں کہ ”من ضلع“ میں استعارہ تمثیل اور تشبیہ ہے، حقیقت مراد نہیں، کیوں کہ صحیح البخاری (۵۱۸۴) اور صحیح مسلم (۱۴۶۸) میں ”المرأۃ کا ضلع“ کے الفاظ ہیں۔

الجواب:

صحیح مسلم کے الفاظ: فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ .

”عورت کی اصل پیدائش تو پسلی ہی سے ہوئی۔“

ان علماء کرام کے نظریے کی تردید کرتے ہیں، اس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ درحقیقت عورت کی جدہ سیدہ حواء علیہا السلام پسلی سے پیدا ہوئی ہیں، اس لئے عورت کے مزاج میں ٹیڑھ پن ہے، لہذا عام عورت کی بات ہوئی تو کہہ دیا گیا کہ یہ ٹیڑھی پسلی کی مانند ہے۔ سیدہ حواء علیہا السلام کی بات ہوئی تو صاف الفاظ میں سمجھا دیا گیا کہ انہیں پیدا ہی پسلی سے کیا گیا ہے۔



## خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

حنفی مقلدین کہتے ہیں کہ جب بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یاد رہے! یہ بے دلیل اور باطل مذہب ہے۔ قرآن حدیث اور فہم سلف سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، بل کہ یہ صحیح، مدلل اور مبرہن دلائل کے مخالف ہے۔ احناف کے دلائل کی مختصر اور جامع تحقیق پیش خدمت ہے:

سیدنا تمیم داری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ .

”ہر بہنے والا خون ناقض وضو ہے۔“

(سنن الدارقطنی: ۱۵۷/۱)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

① بقیہ بن ولید (حسن الحدیث عندا لجمہور) تدریس تسویہ کے مرتکب تھے۔ اوپر تک سماع کی تصریح تو درکنار اپنے شیخ سے سماع کی تصریح نہیں کی۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ بخاری مسلم کے علاوہ مدلس کی صیغہ عن سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

②③ خود امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ وَزَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَجْهُولَانِ .

”زید بن خالد اور زید بن محمد مجہول ہیں۔“

(سنن الدارقطنی: ۱/۱۵۷)

یہ تقریب کے راوی نہیں۔ ان راویوں کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تحقیق بغیر رد و قدح کے علامہ زلیعی رحمہ اللہ نے نصب الراية (۱/۳۷) میں ذکر کی ہے۔

④ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ وَلَا رَأَهُ .

”عمر بن عبدالعزیز نے تمیم داری رحمہ اللہ سے سنا نہ دیکھا۔“

(سنن الدارقطنی: ۱/۱۵۷)

ان چار وجہوں سے یہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(المجموع شرح المہذب: ۲/۵۶، خلاصة الأحكام: ۱/۱۴۳)

ابن ہمام حنفی (م: ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

فَرَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مِنْ طَرِيقٍ ضَعِيفَةٍ .

”یہ روایت امام دارقطنی رحمہ اللہ ضعیف سند سے لائے ہیں۔“

(فتح القدیر: ۱/۳۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م: ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وَفِيهِ ضَعْفٌ وَانْقِطَاعٌ .

”اس میں ضعف اور انقطاع ہے۔“



(الدراية في تخريج أحاديث الهداية: ٣٠/١)

## الحاصل:

اصول محدثین کے مطابق یہ روایت ”ضعیف“ ہے۔ اس کے مقابلے میں روافض اور حنفی مقلدین کے اصولوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ .

”ہر بہنے والا خون ناقض وضو ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ٢٦٨/٢)

## تبصرہ:

سند سخت ”ضعیف“ ہے:

① امام ابن عدی رحمہ اللہ کے استاد عبد اللہ بن ابی سفیان، موصلی کے حالات زندگی نہیں مل سکے، نامعلوم اور لاپتہ افراد کی روایتیں کون قبول کرتا ہے؟

② بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کے مرتکب ہیں۔ سماع بالمسلسل درکار ہے!

③ بقیہ یہ روایت امام شعبہ سے بیان کر رہے ہیں۔ خود امام ابن عدی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

وَلِبَقِيَّةٍ عَنْ شُعْبَةَ كِتَابٍ وَفِيهِ غَرَائِبُ وَتِلْكَ الْغَرَائِبُ يَتَفَرَّدُ

بِهَا بَقِيَّةٌ .

”بقیہ کے پاس امام شعبہ رحمہ اللہ کی کتاب تھی۔ اس میں کچھ غریب روایتیں



ہیں، جنہیں بیان کرنے میں بقیہ منفرد ہیں۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۲/۲۶۸)

④ عبد الرحمن بن ابان بن عثمان کا سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سماع و لقا نہیں، لہذا یہ متکلم و مرسل ہے۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِنْ كَانَ فِي إِسْنَادِهِ بَعْضُ الْإِسْنَادِ .

”اگرچہ اس کی سند میں ارسال بھی ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۲/۲۶۸)

عبد الرحمن بن ابان کا کسی صحابی سے سماع و لقا ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں طبقہ سادسہ میں ذکر کیا ہے۔ اس طبقہ کے راویوں کی کسی صحابی سے ملاقات ممکن نہیں۔

اس حدیث کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ مُنْكَرٌ .

”یہ ”منکر“ روایت ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۲/۲۶۸)

فائدہ:

احمد بن الفرغ بن سلیمان ابو عتبہ حمصی جمہور کے نزدیک ”حسن الحدیث“ ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَصَابَهُ قَيْءٌ أَوْ رُعَافٌ أَوْ قَلَسٌ أَوْ مَذْيٌ، فَلْيَنْصَرِفْ،  
فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ، وَهُوَ فِي ذَلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ .

”جسے قے، نکسیر، متلی یا ندی آئے، اسے چاہیے کہ نماز سے نکل جائے، وضو کرے اور واپس آکر وہیں سے نماز شروع کرے، جہاں سے چھوڑی تھی۔ یہ اس صورت میں ہے جب درمیان میں گفتگو نہ کی ہو۔“

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۱، سنن الدارقطني: ۱/۱۵۳)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

① اسماعیل بن ابی عیاش کی روایت شامیوں سے ”صحیح“ اور حجازیوں سے ”ضعیف“ ہوتی ہے۔ امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَكْثَرُ مَا تَكَلَّمُوا قَالُوا : يُغْرِبُ عَنْ ثِقَاتِ الْمَدَنِيِّينَ وَالْمَكِّيِّينَ .

”محدثین اس پر اکثر یوں جرح کرتے ہیں: اسماعیل مدنیوں اور مکیوں سے اجنبی روایات بیان کرتا ہے۔“

(المعرفة والتاريخ: ۲/۴۲۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م: ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أَهْلِ بَلَدِهِ مُخَلِّطٌ فِي غَيْرِهِمْ .

”اہل علاقہ سے روایت کرے تو صدوق ہے اور ان کے علاوہ دوسروں سے بیان کرنے میں ”مخلط“ ہے۔“

(تقريب التهذيب: ۴۷۳)

② ابن جریج مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ جُرَيْجٍ أَنْكَرَ عَلَيْهِ هَذَا الْحَدِيثَ وَهَذَا غَيْرُ مَحْفُوظٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ إِنَّمَا يَرَوِي عَنْهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ، وَابْنُ عِيَّاشٍ إِذَا رَوَى عَنْ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ الْعِرَاقِ فَإِنَّ حَدِيثَهُ عَنْهُمْ ضَعِيفٌ، وَإِذَا رَوَى عَنْ أَهْلِ الشَّامِ فَهُوَ أَصْلَحُ.

”عبد العزیز بن جریج رحمہ اللہ کی بیان کردہ یہ روایت مجروح اور غیر محفوظ ہے، کیوں کہ یہ روایت ابن جریج سے اسماعیل بن عیاش نے بیان کی ہے اور ابن عیاش جب اہل حجاز اور اہل عراق سے بیان کرتا ہے، تو روایت ضعیف ہوتی ہے، جب کہ اہل شام سے اس کی روایت ’صلح‘ (صحیح) ہوتی ہے۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال: ۵۰۷/۶)

امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا حَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ الَّذِي يَرَوِيهِ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ .  
”ابن جریج کی حدیث عن ابن ابی ملیکہ عن عائشہ کے طریق سے جو اسماعیل بن عیاش نے بیان کی ہے، ضعیف ہے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۱۴۵، ۱۵۵، وسنده صحيح)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(التلخیص الحبیر لابن حجر: ۴۳۰)

امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا خَطَأٌ.

”یہ خطا ہے۔“

(علل الحديث لابن أبي حاتم: ۳۱/۱)

حافظ بوسیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هَذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ لِأَنَّهُ مِنْ رَوَايَةِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْحِجَازِيِّينَ وَهِيَ ضَعِيفَةٌ.

”یہ سند ’ضعیف‘ ہے، کیوں کہ یہ اسماعیل کی ان روایات سے جو اس نے جازویوں سے بیان کی ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔“

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه: ۱/۱۴۴، رقم: ۴۳۳)

قے اور متلی آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، ندی سے ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ فِي الْقَطْرَةِ وَالْقَطْرَتَيْنِ مِنَ الدَّمِ وَضُوءٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ دَمًا سَائِلًا.

”خون کے ایک یا دو قطرؤں سے وضو نہیں، البتہ خون بہہ نکلے، تو وضو ہوگا۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۱۵۷)

تبصرہ:

روایت ”موضوع“ (من گھڑت) ہے:



① محمد بن فضل بن عطیہ باتفاق محدثین ”کذاب“ اور ”متروک“ ہے۔ حافظ خلیلی (م: ۴۳۶ھ) فرماتے ہیں:

وَأَنفَقَ ابْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ أَنَّهُ كَانَ كَذَّابًا .

”ابن معین وغیرہ اسے کذاب کہنے پر متفق ہیں۔“

(الإرشاد في معرفة علماء الحديث : ۸۸۶/۳)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ يَرْوِي الْمَوْضُوعَاتِ عَنِ الْأَثْبَاتِ لَا يَحِلُّ كِتَابَةُ

حَدِيثِهِ إِلَّا عَلَى سَبِيلِ الْإِعْتِبَارِ .

”یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا تھا، اس کی حدیث بطور متابعت ہی لکھی جاسکتی ہے۔“

(المجروحین : ۲۷۸/۲)

② حجاج بن نصر جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔ حافظ بیہقی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

وَالْأَكْثَرُونَ عَلَى تَضْعِيفِهِ .

”اکثر اسے ضعیف کہتے ہیں۔“

(مجمع الزوائد : ۲۲/۱)

علامہ علی متقی، ہندی (م: ۹۷۵ھ) کہتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

”اکثر محدثین اسے ضعیف کہتے ہیں۔“





(کنز العمال: ۷/۳۸۴، ح: ۱۹۴۰۹)

③ الفضل بن عطیہ (حسن الحدیث) کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

يُعْتَبَرُ رِوَايَتُهُ مِنْ غَيْرِ رِوَايَةِ ابْنِهِ عَنْهُ لِأَنَّ ابْنَهُ فِي الْحَدِيثِ  
لَيْسَ بِشَيْءٍ .

”اس کے بیٹے کے علاوہ کوئی اور شخص اس سے روایت کرے، تو وہ روایت  
معتبر ہوگی، کیوں کہ اس کا بیٹا حدیث میں کسی کھاتے کا نہیں۔“

(الثقات: ۷/۳۱۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ جِدًّا .

”اس کی سند سخت ضعیف ہے۔“

(التلخیص الحبیر: ۱۵۲۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُعَادُ الْوُضُوءُ مِنْ سَبْعٍ، مِنْ إِقْطَارِ الْبَوْلِ وَالْدَّمِ السَّائِلِ  
وَالْقَيْءِ وَمِنْ دَسْعَةٍ تَمْلَأُ الْفَمَ وَنَوْمِ الْمَضْجَعِ وَقَهْقَرَةِ  
الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ وَخُرُوجِ الدَّمِ .

”سات چیزوں سے وضو لوٹایا جائے گا۔ پیشاب کے قطروں سے، بہتے لہو  
سے، منہ بھر کر قے آنا، لیٹ کر سونا، نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا اور خون کا نکلنا۔“

(نصب الراية للزيلعي الحنفی: ۱/۴۴)



تبصرہ:

روایت سخت ”ضعیف“ ہے:

① سہیل بن عفان الشحری کی توثیق نہیں ملی، اسے علامہ زلیعی حنفی نے ضعیف کہا ہے۔

(نصب الراية: ۱/۴۴)

② اس کا استاذ الجارود بن یزید باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ”منکر الحدیث“ کہا ہے۔

(التاریخ الكبير: ۲/۲۳۷)

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ ، لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ ، كَذَّابٌ .

”منکر الحدیث ہے۔ اس کی روایت نہیں لکھی جائے گی۔ کذاب ہے۔“

(الجرح والتعديل: ۲/۶۲۵)

امام نسائی رحمہ اللہ نے ”متروک الحدیث“ کہا ہے:

(الضعفاء المتروكون، ص: ۷۴، رقم: ۱۰۰)

نیز امام بیہقی بن معین، امام ابن عدی اور امام ابن حبان رحمہم اللہ کی اس پر سخت جرح بھی

ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِسْنَادُهُ وَاهٍ جِدًّا .

”اس کی سند سخت ضعیف ہے۔“



(الدراية في تخريج أحاديث الهداية: ۳۳/۱)

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جسے خون آلودہ تھوک آتا تھا، تو فرمایا:

إِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِ الدَّمُ تَوَضَّأَ .

”جب اس پر خون غالب ہو تو وضو کرے گا۔“

(مصنّف عبد الرزّاق: ۱/۱۴۸، ح: ۵۸۰۰۵۷۰)

تبصرہ:

اس کی سند امام عبد الرزاق کی تدلیس کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے، سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔ اس کے علاوہ بھی خرابیاں موجود ہیں۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِذَا سَالَ الدَّمُ نَقَضَ الْوُضُوءَ .

”خون بہہ پڑے، تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱/۱۳۶)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

مغیرہ بن مقسم الضمی ”مدلس“ ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

امام عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں:

إِذَا بَرَزَ الدَّمُ مِنَ الْأَنْفِ فَظَهَرَ فِيهِ الْوُضُوءُ .



”جب خون ناک سے نکلے اور ظاہر ہو جائے، تو اس پر وضو ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱۳۶/۱)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

① عمر بن ہارون بلخی جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف و متروک الحدیث“

ہے۔

امام شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْوُضُوءُ وَاجِبٌ مِّنْ كُلِّ دَمٍ قَاطِرٍ قَالَ : وَسَمِعْتُ الْحَكَمَ يَقُولُ : مِّنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ .

”نپٹنے لہو سے وضو لازم ہو جائے گا، شعی کہتے ہیں: میں نے حکم سے سنا، کہہ رہے تھے: بہنے والے خون سے وضو ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱۳۶/۱)

تبصرہ:

عبدالعزیز بن عبید اللہ ”ضعیف“ ہے۔

(تقریب التہذیب لابن حجر: ۴۱۱)

اس میں ایک اور وجہ ضعف بھی ہے۔

مجاہد بن جبر سے ایسے انسان کے بارے میں پوچھا گیا، جس کے ہاتھ سے خون نکل آیا، لیکن وہ خون اپنی جگہ سے نہیں ہٹا، تو فرمایا:

يَتَوَضَّأُ.

”وضو کرے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١١/١٣٦، وسندّه صحيح)

تبصرہ:

یہ بعض الناس کو مفید نہیں، وہ تو کہتے ہیں کہ خون نکل کر بہہ پڑے تب وضو ٹوٹتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ممکن ہے وہ اس صورت میں وضو مستحب سمجھتے ہوں، ورنہ وضو ٹوٹنے پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُعَادُ الْوُضُوءُ مِنَ الرَّعَافِ السَّائِلِ .

”بہتی قے سے وضو لوٹائے گا۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : ٩/١٨١)

تبصرہ:

یہ دنیا کی جھوٹی روایت ہے، یغتم بن سالم بن قنبر کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَوَى عَنْهُ بِنُسْخَةٍ مَوْضُوعَةٍ .

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر احادیث گھڑ لیتا تھا، ان سے ایک موضوع نسخہ

روایت کرتا تھا۔“

(المجروحین: ۱۴۵/۳)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ مِّنَ كِبَرٍ .

”انس رضی اللہ عنہ سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔“

(الکامل فی ضعف الرجال: ۱۷۸/۹)

امام حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ لَا يَرَى الْوُضُوءَ مِنَ الدَّمِّ إِلَّا إِذَا كَانَ سَائِلًا .

”آپ رحمہ اللہ خون سے اسی وقت وضو ٹونے کے قائل تھے، جب وہ بہہ نکلے۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ۱۳۶/۱)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔ ہشیم بن بشیر اور یونس بن عیید دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حمیش نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، کہا: اللہ کے رسول! میں مستحاضہ ہوں، پاک نہیں رہتی۔ کیا میں نماز چھوڑ سکتی ہوں؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا، إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْسَ بِحَيْضٍ، فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتِكَ

فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَذْبَرْتَ فَاغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي :

قَالَ : وَقَالَ أَبِي : ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ

الْوَقْتُ.

”نہیں، یہ تو ایک رگ کا خون ہے، حیض کا نہیں ہے۔ جب حیض کے دن آئیں، تو نماز چھوڑ دیں اور جب حیض کے دن چلے جائیں، تو خود سے خون دھوئیں، پھر نماز پڑھیں۔ (راویہ کہتی ہیں) میرے والد گرامی فرماتے ہیں: ہر نماز کے لئے وضو کریں، یہاں تک کہ وہ وقت آجائے۔“

(صحیح البخاری: ۲۲۸، صحیح مسلم: ۳۳۷)

تبصرہ:

اس حدیث کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں، سبیلین سے بول و براز، منی، مزی، ودی خون اور ریح وغیرہ کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ سبیلین کے علاوہ بدن کے کسی حصہ سے خون بہہ نکلے، تو وضو نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔ بدن کو سبیلین پر قیاس کرنا باطل ہے، کیوں کہ نص کے مقابلہ میں قیاس باطل ہوتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَحَدُكُمْ أَحْدَثَ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَأْخُذْ بِأَنْفِهِ ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ.

”اگر کوئی نماز میں بے وضو ہو جائے، تو اپنا ناک پکڑ کر نماز سے نکل جائے۔“

(سنن أبی داؤد: ۱۱۱۴، سنن الدارقطني: ۱۱۱۴، وسندہ صحیح)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۰۱۹) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۲۳۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۲۲) نے ”صحیح“ کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸۵/۱) نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

فَلْيَأْخُذْ بِأَنْفِهِ وَذَلِكَ لِيُوهِمَ الْقَوْمَ أَنَّ بِهِ رِعَافًا.  
 ”ناک پکڑ کر یہ باور کروائے کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی ہے۔“

(شرح أبي داود: ٤٥٧/٤)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وضو ٹوٹنے کے بعد ناک پکڑ کر نکلنے کا حکم دیا گیا ہے گویا کہ خون سے وضو کا ٹوٹنا مسلمات میں سے تھا۔ اگر اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، تو مذاق بن جائے گا، حالاں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے، ناک پکڑنے کا حکم نمازیوں کو یہ باور کروانے کے لئے ہے کہ جانے والے کی نکسیر پھوٹی ہے، ہوا خارج نہیں ہوئی۔ یہی بات حکمت اسلام سے قریب تر ہے۔

وہ تمام دلائل جن میں خون بہنے پر وضو کا حکم ہے، ضعیف اور غیر ثابت ہیں۔ باقی بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ صرف خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس پر ان کے پاس کیا دلیل ہے؟ نیز بتائیں کہ خون بہنے کی قید کس دلیل کی بنیاد پر ہے؟

نکسیر کے بارے روایات کا جائزہ:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَعَفَ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَرْجِعْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ .

”نماز میں جس کی نکسیر پھوٹ جائے، اسے لوٹ جانا چاہیے اور وضو کر کے

دوبارہ وہیں سے نماز شروع کرنی چاہیے، جہاں سے چھوڑی تھی۔“

(سنن الدارقطني: ١/١٥٧)

تبصرہ:



”موضوع“ روایت ہے:

① ابوبکر عبد اللہ بن حکیم الداہری کے بارے میں خود امام دارقطنی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ .

”متروک الحدیث ہے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۱۵۴)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِي رُوِيَ لِلدَّاهِرِيِّ مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي ذَكَرْتُهَا  
فَكُلُّهَا لَا يَتَّبِعُ أَحَدُ الدَّاهِرِيِّ عَلَيْهِ وَلَهُ غَيْرُ مَا ذَكَرْتُ مِنْ  
الْحَدِيثِ كَذَلِكَ أَيْضًا مُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

”داہری کی جو یہ روایات میں نے ذکر کی ہیں، ان میں سے کسی ایک پر بھی  
متابعت نہیں ملتی۔ میری ان ذکر کردہ احادیث کے علاوہ بھی اس کی بہت سی  
ایسی احادیث ہیں۔ یہ منکر الحدیث ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۵/۲۳۲)

اس کے علاوہ امام بخاری، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن مدینی، امام یعقوب بن  
سفیان فسوی، امام ابراہیم بن ابی طالب، امام جوزجانی اور جمہور ائمہ رحمہم اللہ نے ”ضعیف  
کذاب اور متروک“ کہا ہے۔

② حجاج بن ارطاة جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف مرسل اور مختلط ہے۔

③ امام زہری رحمہ اللہ بھی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔



حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(التلخیص الحبیر: ۴۳۰)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
إِذَا رَعَفَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَغْسِلْ عَنْهُ الدَّمَ ثُمَّ  
لْيُعِدْ وَضُوءَهُ وَيَسْتَقْبِلْ صَلَاتَهُ.  
”نماز میں قے آجائے تو نماز سے نکل جانا چاہئے، خون دھو کر اور وضو لوٹا کر  
پھر نماز میں آنا چاہئے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۱۵۲، المعجم الكبير: ۱۱/۱۶۵، نصب الراية للزيلعي: ۲/۶۲)

تبصرہ:

سند سخت ”ضعیف“ ہے:

① یہ روایت ذکر کرنے کے بعد خود امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَلِيمَانُ بْنُ أَرْقَمَ مَتْرُوكٌ.

”سلیمان بن ارقم متروک ہے۔“

امام یحییٰ بن معین، امام فلاس، امام بخاری، امام مسلم، امام ابن حبان، امام ابو حاتم،  
امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوزر عہ رازی، امام ابن عدی اور امام جوزجانی رحمہم کی اس پر  
سخت جرح موجود ہے:

حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفٌ بِإِجْمَاعٍ.

”بالاجماع ضعیف ہے۔“

(الروض الأنف في شرح السيرة النبوة: ۱۱۲/۷)

ابن جریج اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
 إِذَا رَعَفَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ أَوْ قَلَسَ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ  
 وَلْيَرْجِعْ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ عَلَى مَا مَضَى مِنْهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ .  
 ”نماز میں نکسیر بہہ پڑے یا قے آجائے، تو نماز سے نکل جانا چاہئے اور وضو کر  
 کے حسب دستور دوبارہ نماز میں شامل ہو جانا چاہئے، ہاں اس دوران کوئی  
 گفتگو نہیں ہو۔“

(سنن الدارقطني: ۲۸۳/۱)

تبصرہ:

سخت ”ضعیف“ روایت ہے:

- ① سلیمان بن ارقم متروک ہے۔
- ② عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج رضی اللہ عنہ ”مذلس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں  
 کی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَعَفَ فِي صَلَاتِهِ  
 تَوَضَّأَ ثُمَّ بَنَى عَلَى مَا بَقِيَ مِنْ صَلَاتِهِ .  
 ”رسول اللہ ﷺ کو نماز میں نکسیر پھوٹ پڑتی، تو وضو کر کے وہیں سے نماز میں  
 شامل ہو جاتے، جہاں سے چھوڑ کر گئے تھے۔“

(سنن الدارقطني: ۲۸۶/۱)



تبصرہ:

”موضوع“ (من گھڑت) ہے۔ عمر بن رباح السعدی ”متروک الحدیث“ اور ”دجال“ ہے۔

سیدنا سلیمان ؑ کے بارے میں ہے:

أَنَّهُ رَعَفَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَدِثْ لَهُ  
وُضُوءً.

”ان کی تکسیر پھوٹ پڑی، تو انہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دوبارہ وضو کیجئے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۲۸۵)

تبصرہ:

سند موضوع اور جعلی ہے۔

عمر بن خالد ابو خالد واسطی ”متروک الحدیث“ اور ”کذاب“ ہے۔

سیدنا سلمان فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سَالَ مِنْ أَنْفِي دَمٌ  
فَقَالَ: أَحَدِثْ وَضُوءً.

”مجھے نبی کریم ﷺ نے اس حالت میں دیکھا کہ میرے ناک سے خون بہہ رہا

ہے، تو فرمایا: وضو کیجئے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۲۸۵)

تبصرہ:

موضوع ہے۔ عمرو بن خالد ابو خالد الواسطی ”متروک الحدیث“ اور ”کذاب“ ہے۔  
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ رَزَاءً أَوْ قَيْئًا أَوْ رُعَافًا فَلْيَنْصَرِفْ  
فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ .

”جب کوئی پیٹ میں گڑ بڑ پائے، قے آئے یا نکسیر پھوٹے، تو اسے نماز سے  
نکل جانا چاہئے، وضو کرنا چاہئے اور اگر نماز سے نکلنے اور وضو کرنے کے دوران  
بات چیت نہ کی ہو، تو اسی نماز پر بنا ڈال دے۔“

(سنن الدارقطنی: ۱/۲۸۴، مصنف عبد الرزاق: ۲/۳۳۸، ح: ۳۶۰۶، ۳۶۰۷)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔

ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔ دوسری سند میں ابو اسحاق  
سبیعی کے علاوہ حارث بن عبد اللہ ضعیف عند الجہور موجود ہے، لہذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا  
(التلخیص الجہیر: ۱/۶۶۵) میں اسے حسن کہنا درست نہیں۔

ابن جریج رحمہ اللہ کے والد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
مَنْ وَجَدَ رُعَافًا أَوْ قَيْئًا أَوْ مَذْيًا أَوْ قَلَسًا فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَتِمَّ عَلَى  
مَا مَضَى مَا بَقِيَ وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ يَتَّقِي أَنْ يَتَكَلَّمَ .

”جسے نکسیر، قے، متلی یا مذی آئے، تو اسے وضو کرنا چاہئے، وضو کے دوران  
گفتگو نہ کرے اور وہیں سے نماز شروع کر دے، جہاں سے چھوڑ کر آیا تھا۔“

(سنن الدارقطنی: ۱/۲۸۴)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔

- ① ابن جریج کے والد تابعی ہیں اور براہ راست رسول اللہ ﷺ سے روایت کر رہے ہیں۔ یہ مرسل ہے اور مرسل ضعیف ہوتی ہے۔
- ② ابن جریج رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ أَوْ قَاءَ، فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا يَتَكَلَّمْ،  
وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ.

”جس کی نماز میں نکسیر پھوٹے، یا قے آئے، وہ وضو کرے، اس دوران کسی سے بات نہ کرے اور وضو کرنے کے بعد وہیں سے نماز شروع کرے، جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ۱۹۳/۲)

تبصرہ:

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، سعید بن ابی عروبہ اور اس کے استاذ قتادہ دونوں ”مدلس“ ہیں، بصیغہ عن روایت کر رہے ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی، لہذا سند ضعیف ہے۔

امام طاووس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ انْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ بَنَى عَلَى مَا  
بَقِيَ مِنْ صَلَاتِهِ.

”نماز میں نکسیر پھوٹے تو نماز سے نکل جائے وضو کرے اور واپس آ کر وہیں سے نماز شروع کرے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ١٩٤/٢)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔ یزید بن عبد اللہ بن قسیط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا: رَعَفَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَأَتَى حُجْرَةَ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى بِوُضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ رَجَعَ فَبَنَى عَلَى مَا قَدْ صَلَّى .

”حالت نماز میں ان کی نکسیر بہہ پڑی، تو وہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے۔ انہوں نے پانی منگوا کر وضو کیا، پھر لوٹے اور جو نماز پڑھی تھی اسی پر بنا ڈالی۔“

(موطأ الإمام مالك: ٣٨/١، وسنده صحيح)

عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أَبْصَرْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى صَلَاةَ الْغَدَاةِ رَكَعَتَهُ، ثُمَّ رَعَفَ فَخَرَجَ، فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ فَبَنَى عَلَى مَا بَقِيَ مِنْ صَلَاتِهِ .

”میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا، انہوں نے نماز صبح کی ایک رکعت پڑھی تھی

کہ نکسیر پھوٹ گئی، وہ نماز سے نکل گئے، وضو کیا اور واپس آ کر وہیں سے نماز شروع کی، جہاں سے چھوڑ کر گئے تھے۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ٢/١٩٤، وسنده صحيح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ  
كَانَ إِذَا رَعَفَ أَنْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنَى عَلَى مَا صَلَّى  
وَلَمْ يَتَكَلَّمْ .

”ان کی نکسیر پھوٹ جاتی، تو نماز سے نکل جاتے، وضو کرتے اور نماز میں واپس آ کر وہیں سے نماز شروع کرتے، جہاں سے چھوڑ کر گئے ہوتے۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ٢/٢٥٥، وسنده صحيح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول جو مصنف عبدالرزاق (٢/٣٣٩، ٣٦٠٩، ٣٦١٠) میں ہے، وہ امام زہری رحمہ اللہ کی تدلیس کی وجہ ”ضعیف“ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ان کے بیٹے سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا یہ عمل ان کی اجتہادی خطا ہے۔ اس کی بنیاد دلیل شرعی پر نہیں۔ واللہ اعلم!

مذہب اہل حدیث:

اہل حدیث کے مطابق مخرج حدث کے علاوہ جتنا بھی خون بہہ نکلے، وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہی اکثر اہل علم کا مذہب ہے۔ اس پر دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل نمبر ①:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:



خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فِي غَزْوَةِ  
ذَاتِ الرِّقَاعِ فَأَصَابَ رَجُلٌ امْرَأَةً رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ،  
فَحَلَفَ أَنْ لَا أَنْتَهِيَ حَتَّى أُهْرِيْقَ دَمًا فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ،  
فَخَرَجَ يَتَّبِعُ أَثَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا، فَقَالَ مَنْ رَجُلٌ يَكْلُونَا؟  
فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ  
كُونَا بِنِمْ الشَّعْبِ، قَالَ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ إِلَى فِمْ الشَّعْبِ  
اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ، وَقَامَ الْأَنْصَارِيُّ يُصَلِّي، وَآتَى الرَّجُلُ  
فَلَمَّا رَأَى شَخْصَهُ عَرَفَ أَنَّهُ رَيْبَةُ لِّلْقَوْمِ، فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ  
فَوَضَعَهُ فِيهِ فَنَزَعَهُ، حَتَّى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ،  
ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ، فَلَمَّا عَرَفَ أَنَّهُمْ قَدْ نَذَرُوا بِهِ هَرَبَ، وَلَمَّا  
رَأَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْأَنْصَارِيِّ مِنَ الدَّمِ، قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ أَلَا  
أُنَبِّهَتَنِي أَوَّلَ مَا رَمَى، قَالَ كُنْتُ فِي سُورَةٍ أَقْرُؤُهَا فَلَمْ أَحِبَّ  
أَنْ أَقْطِعَهَا .

”غزوہ ذات الرقاع میں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، اسی غزوہ میں ایک  
مشرک مرد نے ایک مشرکہ عورت سے بد فعلی کی اور قسم اٹھائی کہ نبی کریم ﷺ  
کے ساتھیوں میں سے کسی کا خون بہائے گا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے نشان قدم

ڈھونڈنے لگا، نبی کریم ﷺ ایک مقام پر لشکر کے ساتھ اترے، تو فرمایا: ہمارا پہرہ کون دے گا؟ تو ایک انصاری اور ایک مہاجر اس کے لئے تیار ہو گئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس گھاٹی کے سرے پر جا کر، یہ گھاٹی کے سرے پر پہنچے، تو مہاجر صحابی سو گئے اور انصاری صحابی نماز پڑھنے لگے، وہیں یہ مشرک بھی پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا تو جان لیا کہ مسلمانوں کے پہرے دار ہیں۔ اس نے تیر چلایا، جو انصاری صحابی کو جا لگا۔ انہوں نے نماز ہی کی حالت میں وہ تیر نکال پھینکا، اس نے اس دوران تین تیر پھینکے، یہاں تک انصاری صحابی نے رکوع اور سجدہ کر لیا، تو اپنے مہاجر ساتھی کو جگایا، جب مہاجر نے انصاری کا خون نکلتے دیکھا تو کہا سبحان اللہ! پہلے تیر پر مجھے کیوں نہ جگایا، تو انصاری کہنے لگے: میں نماز میں سورت کی تلاوت کر رہا تھا، تو میرا دل نہیں مانا کہ وہ تلاوت درمیان میں چھوڑ دوں۔“

(مسند الإمام أحمد: ۳/۳۴۳، سنن أبي داود: ۱۹۸، سيرة ابن هشام: ۳/۲۴۵، الجهاد لابن المبارك: ۱۸۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱/۱۵۶، ۱۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۱۴۰، وسنده حسن)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۶) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۰۹۶) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے، حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ قرار دیا ہے۔

(المجموع شرح المہذب: ۵۵/۲)

ائمہ کے صحیح حدیث سے راوی عقیل بن جابر انصاری ”حسن الحدیث“ ہو گیا۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے (الثقات: ۵/۲۷۲) میں بھی ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے

ہیں:

يُعَدُّ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ .

”اسے اہل حجاز میں شمار کیا جاتا ہے۔“

(التاريخ الكبير: ۵۲/۷)

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِأَنَّهُ أَحْسَنُ حَالًا مِّنْ أَخَوَيْهِ مُحَمَّدٍ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ .

”یہ اپنے دو بھائیوں محمد اور عبدالرحمن سے بہتر حالت میں ہے۔“

ائمہ حدیث کا استدلال:

① امام دارقطنی رحمہ اللہ (م: ۳۸۵ھ) نے اس حدیث پر ان الفاظ کے ساتھ

تبویب کی ہے:

بَابُ جَوَازِ الصَّلَاةِ مَعَ خُرُوجِ الدَّمِ السَّائِلِ مِنَ الْبَدَنِ .

”بدن سے خون نکلنے کے باوجود نماز جاری رکھنا درست ہے۔“

(سنن الدارقطني: ۲۲۳/۱)

② امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ الْخَبَرِ الدَّالِّ عَلَى أَنَّ خُرُوجَ الدَّمِ مِنْ غَيْرِ مَخْرَجِ

الْحَدَثِ لَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ .

”اس بات پر دلالت کرتی حدیث کہ سبیلین کے علاوہ کہیں اور سے خون نکلے،

تو وضو نہیں ٹوٹتا۔“

(صحيح ابن خزيمة: ۳۶)

③ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهَذِهِ سُنَّةٌ ضَيِّقَةٌ قَدْ اعْتَقَدَ أَئِمَّتُنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ خُرُوجَ الدَّمِ مِنْ غَيْرِ مَخْرَجِ الْحَدَثِ لَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ .  
”یہ بہترین سنت ہے۔ ہمارے ائمہ اس حدیث پر اعتقاد رکھتے تھے کہ سییلین کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔“

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱/۱۵۷)

④ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے:

بَابُ تَرَكِ الْوُضُوءِ مِنْ خُرُوجِ الدَّمِ مِنْ غَيْرِ مَخْرَجِ الْحَدَثِ .  
”سییلین کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ۱/۱۴۰)

⑤ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمَوْضِعُ الدَّلَالَةِ أَنَّهُ خَرَجَ دِمَاءٌ كَثِيرَةٌ وَاسْتَمَرَ فِي الصَّلَاةِ وَلَوْ نَقَضَ الدَّمُ لَمَّا جَازَ بَعْدَهُ الرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ وَإِتِمَامُ الصَّلَاةِ وَعَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ .  
”محل استشہاد یہ ہے کہ کثیر خون نکلتا رہا، مگر انہوں نے نماز جاری رکھی۔ اگر خون ناقض وضو ہوتا، تو اس کے بعد رکوع اور سجود اور نماز مکمل کرنا درست نہ ہوتا، نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا مگر آپ نے اس کا انکار نہیں کیا۔“

(المجموع شرح المہذب: ۲/۵۵)

## بعض الناس کے اس حدیث پر اعتراضات

بعض الناس اس حدیث پر مندرجہ ذیل اعتراضات کرتے ہیں:

① ابن ترکمانی حنفی (۶۸۳-۷۵۰ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ فَعَلَ وَاحِدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَعَلَّهُ كَانَ مَذْهَبًا لَهُ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ.

”یہ تو ایک صحابی کا فعل ہے، ممکن ہے یہ ان کا مذہب ہو یا وہ سرے سے جانتے ہی نہ ہوں۔“

(الجواهر النقي في الرد على البيهقي: ۱/۱۴۰)

صحیح حدیث کو تقلید ناسد کی بھینٹ چڑھا دیا، نبی کریم ﷺ کے عہد میں صحابی کے ساتھ واقعہ پیش آیا، نزول وحی کا دور ہے۔ اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ خود بنفس نفیس شریک تھے۔ آپ ﷺ نے اس صحابی پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، نہ اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے کوئی بات کی۔ یہ کہنا کہ یہ صحابی کا عمل ہے یا ہو سکتا ہے کہ انہیں پتہ ہی نہ ہو کہ خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، یہ صحابی رسول ﷺ سے بدظنی ہے۔ یہ وہ زہر یلا ہتھیار ہے، جس کی بنا پر منکرین حدیث شریعت کے احکام کو مہمل قرار دیتے ہیں۔

② جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”اس واقعہ میں آپ ﷺ کی تقریر ثابت نہیں اور بغیر آپ کی تقریر کے دوسری

احادیث کے مقابلہ میں صحابی کا فعل حجت نہیں ہو سکتا۔“ (درس ترمذی: ۳۱۹)

یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع کا ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ بنفس نفیس شامل تھے۔ آپ کا نکیر نہ فرمانا ہی تقریر ہے۔ جہاں تک دوسری احادیث کی بات ہے، تو وہ احادیث اصول محدثین کے مطابق ضعیف اور غیر ثابت ہیں۔ کسی کے پاس ایک حدیث بسند حسن یا صحیح

موجود ہو، تو پیش کرے، جس سے ثابت ہوتا ہو کہ خون نکلنے سے یا خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ!  
 فعل صحابی حجت ہے یا نہیں؟ علامہ عینی حنفی نے لکھا ہے:  
 فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لَهُمَا وَلَمْ  
 يَأْمُرْهُ بِالْوُضُوءِ وَلَا إِعَادَةِ الصَّلَاةِ .  
 ”یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی، تو آپ نے ان کے لئے دعا کی اور  
 انہیں وضو لوٹانے کا حکم دیا نہ نماز لوٹانے کا۔“

(البنایۃ شرح الہدایۃ: ۲۶۰/۱، ۲۶۱)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
 وَعَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ .  
 ”نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا، مگر آپ نے اس پر نکیہ نہیں کی۔“

(المجموع شرح المہذب: ۵۵/۲)

③ جناب تقی عثمانی صاحب مزید لکھتے ہیں:  
 ”اگر اس حدیث سے عدم انتقاض وضو (وضو نہ ٹوٹنے) پر استدلال کیا جاسکتا  
 ہے، تو اس سے خون کی طہارت پر بھی استدلال ہونا چاہیے۔“ (درس ترمذی:  
 ۳۱۹/۱)

خون کی طہارت پر استدلال کیوں ہونا چاہیے؟ پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ انسان کا  
 خون نجس اور پلید ہے۔ محدث زمان، علامہ البانی لکھتے ہیں:  
 أَنَّهُ لَمْ يَرِدْ دَلِيلٌ فِيمَا نَعْلَمُ عَلَى نَجَاسَةِ الدَّمِ عَلَى اخْتِلَافِ

أَنَوَاعِهِ، إِلَّا دَمَ الْحَيْضِ، وَدَعَوَى الْإِتِفَاقِ عَلَى نَجَاسَتِهِ  
مَنْقُوضَةً بِمَا سَبَقَ مِنَ النُّقُولِ، وَالْأَصْلُ الطَّهَارَةُ، فَلَا يُتْرَكُ  
إِلَّا بِنَصِّ صَحِيحٍ يَجُوزُ بِهِ تَرْكُ الْأَصْلِ، وَإِذْ لَمْ يَرِدْ شَيْءٌ مِنْ  
ذَلِكَ فَالْبَقَاءُ عَلَى الْأَصْلِ هُوَ الْوَاجِبُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

”ہمارے علم کے مطابق نجاست خون پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل موجود  
نہیں، سوائے حیض کے خون کے۔ خون کی نجاست پر اتفاق کا دعویٰ مذکورہ  
منقولات کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اصل طہارت ہے، تو کوئی  
ایسی نص ہی چاہیے، جس کی بنا پر اصل نص کو چھوڑ دیا جائے۔ جب ایسی نص  
موجود نہیں، تو اصل ہی پر رہنا چاہیے۔“

(سلسلة الأحادیث الصحيحة، تحت حدیث: ۳۰۱)

حرام ہونے سے نجس ہونا لازم نہیں ہوتا۔ ہر حرام نجس نہیں ہوتا، بل کہ ہر نجس حرام ہوتا  
ہے، لہذا اگر دوران نماز خون بہہ پڑے اور کپڑے خون آلودہ ہو جائیں، تو اس میں کوئی  
حرج نہیں۔

④ جناب تقی عثمانی صاحب تیسرا اعتراض یہ وارد کرتے ہیں:

”تلاوت قرآن کی لذت میں اس قدر محو رہتے کہ یا تو انہیں خون نکلنے کا پتہ ہی  
نہیں چلا، یا چلا بھی تو غلبہ لذت کی وجہ سے نماز نہ توڑ سکے۔ یہ غلبہ حال اور  
استغراق کی کیفیت تھی، جس سے کوئی فقہی مسئلہ مستبط نہیں کیا جاسکتا۔“

(درس ترمذی: ۱/۳۱۹)

اس حدیث سے ائمہ حدیث نے جسم سے خون بہہ پڑنے کی صورت میں وضو نہ ٹوٹنے  
پر استدلال کیا ہے۔ انہیں کیا علم تھا کہ بعد میں ایسے فقہیان حرم پیدا ہو جائیں گے، جو عہد

نبوی میں ایک صحابی کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو گمراہ صوفیوں کی غلبہ حال اور استغراق جیسی گمراہ کن اصطلاحات پر محمول کر لیں۔ اس حدیث میں واضح طور پر ثابت ہے کہ اس صحابی کے جسم میں یکے بعد دیگرے تین تیر پیوست ہوئے۔ انہوں نے حالت نماز میں اپنے جسم سے نکالے۔ کیا وہ خون نہ دیکھ سکے؟ تقی صاحب خود لکھتے ہیں:

”امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔“

(درس ترمذی: ۱/۳۱۹)

جناب تقی صاحب لکھتے ہیں:

”علاوہ ازیں انتقاض وضو کے جو دلائل بیان ہوئے ہیں، وہ قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہیں اس واقعہ جزئیہ پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔“

(درس ترمذی: ۱/۳۱۹)

بعض دلائل تو ایسے ہیں، جن کا اس مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ بعض ایسے ہیں، جنہیں محدثین نے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے۔ مقلدین احناف نے انہیں جھاڑ پونچھ کر اپنا مذہب بنا لیا ہے۔ اس روایت میں مذکور واقعہ کو واقعہ جزئیہ قرار دیا۔ جس پر ائمہ حدیث مسائل کا استنباط کریں، وہ واقعہ جزئیہ ہوتا ہے کیا؟ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَرَادَ الْمُصَنِّفُ بِهَذَا الْحَدِيثِ الرَّدَّ عَلَى الْحَنْفِيَّةِ فِي أَنَّ الدَّمَ السَّائِلَ يَنْقُضُ الْوُضُوءَ .

”امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث لا کر احناف کی اس بات کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ بہنے والے لہو سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔“

(فتح الباری فی شرح صحیح البخاری: ۱/۲۸۱)

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:



أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنَ اللَّيْلَةِ الَّتِي طُعِنَ فِيهَا  
فَأَيَّظَ عُمَرَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَقَالَ عُمَرُ نَعَمْ وَلَا حَظًّا فِي  
الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى عُمَرُ، وَجُرْحُهُ يَتَعَبُ دَمًا.  
”جس رات سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تیر لگا وہ رات میں نے آپ کے ہاں  
گزاری۔ میں نے آپ کو نماز صبح کے لئے جگایا، تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ  
فرمانے لگے: ہاں! نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، اس وقت  
آپ کے زخم سے خون رس رہا تھا۔“

(موطأ الإمام مالك: ۳۹/۱، وسنده صحيح)

عبدالرحمن بن مجبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:  
أَنَّهُ رَأَى سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَخْرُجُ مِنْ أَنْفِهِ الدَّمُ، حَتَّى  
تَخْتَضِبَ أَصَابِعُهُ، ثُمَّ يَفْتِلُهُ، ثُمَّ يُصَلِّي، وَلَا يَتَوَضَّأُ.  
”انہوں نے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے ناک سے خون نکل رہا  
ہے اور ان کی انگلیاں خون آلود ہو گئی ہیں۔ انہیں ملا، نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔“

(موطأ الإمام مالك: ۳۹/۱، وسنده صحيح)

عبدالرحمن بن حرمہ سلمی رضی اللہ عنہ (حسن الحدیث) کہتے ہیں:  
رَأَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَرْعُفُ، فَيَخْرُجُ مِنْهُ الدَّمُ، حَتَّى  
تَخْتَضِبَ أَصَابِعُهُ مِنَ الدَّمِ الَّذِي يَخْرُجُ مِنْ أَنْفِهِ، ثُمَّ يُصَلِّي،  
وَلَا يَتَوَضَّأُ.

”میں نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، ان کی نکسیر پھوٹ پڑی ہے۔ ناک

سے نکلنے والے خون کی بنا پر انگلیاں خون آلود ہو چکی ہیں، انہوں نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔“

(موطأ الإمام مالك: ۳۹/۱، وسندہ حسن)

امام طاووس بن کیسان تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:  
 أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى فِي الدَّمِ السَّائِلِ وَضُوءٌ، يَغْسِلُ عَنْهُ الدَّمَ ثُمَّ حَسِبَهُ.

”وہ بہنے والے خون سے وضو کے قائل نہیں تھے۔ فرماتے تھے: ایسی صورت میں خون والی جگہ کو دھولینا ہی کافی ہو جائے گا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱۳۷/۱، وسندہ صحيح)

علاء بن حبیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:  
 سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقُلْتُ إِنِّي اتَوَضَّأْتُ فَآخُذْ الدَّلْوَ فَاسْتَسْقِي بِهِ فَيَخْدِشُنِي الْحَبْلُ أَوْ يُصِيبُنِي الْخَدَشُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ: اغْسِلْهُ وَلَا تَتَوَضَّأْ.

”میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں وضو کر کے ڈول سے پانی پی لیتا ہوں۔ اس ڈول کی رسی سے زخم آجاتا ہے، جس سے خون بہنے لگتا ہے۔ فرمایا: خون دھو دیں، وضو نہ کریں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱۳۷/۱، وسندہ صحيح)

ابو قلابہ تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:  
 إِنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا بِالشَّقَاقِ يَخْرُجُ مِنْهُ الدَّمُ.

”زخم سے خون بہہ پڑے، تو وضو نہ کیا جائے۔ یہ ان کا موقف ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ١/١٣٧، وسندہ صحیح)

ابوخلدہ خالد بن دینار بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا سَوَّارٍ الْعَدَوِيَّ عَصَرَ بَثْرَةً ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

”میں نے ابوسوار عدوی رحمہ اللہ کو دیکھا، ان کی پھنسی بہہ پڑی ہے، انہوں نے اسی طرح نماز ادا کی، وضو نہیں کیا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ١/١٣٧، وسندہ صحیح)

قیس بن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ عَطَاءً كَانَ لَا يَرَى فِي الرَّعَافِ وَضُوءً.

”عطاء نکسیر پھوٹنے سے وضو کے قائل نہیں تھے۔“

(تغليق التعليق لابن حجر: ٢/١١٨، وسندہ صحیح)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَقَالَ سَمُوِيَه فِي فَوَائِدِهِ: ثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْفَيْلِيُّ ثَنَا خَطَّابُ

بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَنِ الرَّعَافِ

فَقَالَ لَوْ سَأَلَ نَهْرٌ مِّنْ دَمٍ مَا أَعَدْتُ مِنْهُ الْوُضُوءَ.

”امام سلیمان بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابو جعفر رحمہ اللہ سے

نکسیر کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: (بالفرض) خون کی نہر جاری ہو جائے،

میرے نزدیک تو تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔“

(تغليق التعليق: ٢/١١٧، وسندہ صحیح)

علامہ عینی حنفی نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ٢/٣٥٣)

## حرمتِ نکاحِ متعہ

رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت ایک کامل اور اکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں تاقیامت تبدیلی کی گنجائش نہیں، کیونکہ مختلف ادوار اور حالات و حوائج میں بدلتے قوانین کو اسلام نے مستقل کر دیا ہے۔ زمانہ نزولِ وحی سے قیامت تک کے لیے ٹھوس دستور حیات پیش کئے گئے۔ یہ کمال ہی کا تقاضا تھا کہ صرف افراد کو نہیں، بلکہ پورے معاشرے کو مد نظر رکھ کر قوانین مرتب کئے گئے۔ معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والے امور کو بتدریج حرام قرار دیا گیا۔ شراب کی مثال لے لیں کہ کس طرح غیر محسوس انداز سے مسلمان معاشرے کو اس سے پاک کیا گیا۔ پہلے فوائد کی نسبت خرابیوں کے زیادہ ہونے کا پتہ دے کر اس سے عمومی نفرت کا رجحان پیدا کیا، پھر نمازوں کے اوقات میں نشہ نہ کرنے کا حکم فرما کر اس کی لت ختم کی، بالآخر اسے مستقل طور پر ممنوع قرار دے دیا گیا۔

نکاحِ متعہ بھی انہی امور میں سے ہے، جنہیں اسلام نے ہمیشہ کے لیے غیر شرعی فرمایا۔ جیسے شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے عہد رسالت میں شراب پی جاتی رہی، اسی طرح تدریجی حکمتِ عملی کے تحت عہدِ نبوی میں نکاحِ متعہ بھی ایک وقت تک جائز رہا، لیکن پھر اسے قیامت تک کے لیے حرام ٹھہرا کر شرعی نکاح کو حتمی اور لازمی اصول بنا دیا گیا۔

حرمت نازل ہونے سے پہلے شراب حلال تھی، کیا اب بھی حلال ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے، تو حرمتِ متعہ سے پہلے کے حالات کو دلیل بنا کر اسے سند جواز مہیا کرنا کیوں

کر درست ہوا۔

نکاحِ متعہ کے فرد اور معاشرے پر نہایت مضر اثرات تھے، جن کی بنا پر اسے قیامت تک کے لیے شریعت بدر کر دیا گیا۔ شرعی نکاح برقرار رکھا گیا، جو مفاسد سے بالکل خالی اور فرد و معاشرے کے لیے بے شمار فوائد کا حامل ہے۔

نکاح کا اہم مقصد عفت و عصمت کا تحفظ ہے، جو نکاحِ متعہ سے حاصل نہیں ہوتا، نیز نکاحِ شرعی میں اہم جزو، دوام و استمرار ہے، جو متعہ میں نہیں پایا جاتا۔ نکاح لازماً محبت و مودت اور سکون ہے، جو متعہ میں ناپید ہے۔ شریعت میں بیک وقت ایک سے زائد بیویوں کا تصور تو ہے، لیکن ایک سے زائد خاندانوں کا تصور قطعاً نہیں، جبکہ نکاحِ متعہ میں درجنوں شوہر پائے جاتے ہیں، نکاحِ متعہ میں عورت کے لئے ایک دن میں بیسیوں افراد سے منہ کالا کرنے پر کوئی پابندی نہیں۔

نکاحِ متعہ کے ذریعے معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے اور انسانوں میں بہیمانہ رویے پروان چڑھتے ہیں۔ بیک وقت کئی مردوں سے تعلق رکھنے والی کو کیا معلوم اس کی کونکھ میں پلنے والا بچہ کس کا ہے؟ ایسے بچے عام طور پر خونخوار و درندے ہی بنتے ہیں، پر امن شہری نہیں بن پاتے۔ نکاحِ متعہ میں ولی (باپ، بھائی) کے حقوق بھی پامال ہوتے ہیں۔ عصمت جو انسانیت کا جوہر ہے، ختم ہو جاتی ہے اور ماحول میں آوارگی اور انارکی پھیلتی ہے۔ شیخ الاسلام، ابو العباس، احمد بن عبد الحلیم، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وَالنِّكَاحُ الْمَبِیْحُ هُوَ النِّكَاحُ الْمَعْرُوفُ عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ،  
وَهُوَ النِّكَاحُ الَّذِي جَعَلَ اللَّهُ فِيهِ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ مَوَدَّةً  
وَرَحْمَةً.

”جائز نکاح وہی ہے، جو مسلمانوں کے ہاں معروف ہے۔ یہی وہ نکاح ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے زوجین میں موذت و رحمت کا باعث بنایا ہے۔“

(مجموع الفتاویٰ: ۹۲/۳۲، ۹۳)

نکاح متعہ کی بے شمار قباحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے شادی شدہ خواتین بھی بدکاری کی راہ اختیار کر لیتی ہیں، جیسا کہ

شیعہ کے شیخ الطائفہ، ابو جعفر، محمد بن حسن، طوسی (م: ۴۶۰ھ) نے لکھا ہے:

وَلَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يَسْأَلَهَا؛ هَلْ لَهَا زَوْجٌ أَمْ لَا .

”نکاح متعہ میں عورت سے پوچھنا ضروری نہیں کہ اس کا خاوند ہے یا نہیں؟“

(النهاية، ص: ۴۹۰)

ان قباحتوں کے باوجود نکاح متعہ شیعہ مذہب کا بنیادی جزو ہے، جیسا کہ:

شیعہ فقیہ، محمد بن حسن، الحر العالی (م: ۱۱۰۴ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ إِبَاحَةَ الْمُتْعَةِ مِنْ ضَرُورِيَّاتِ مَذْهَبِ الْإِمَامِيَّةِ .

”نکاح متعہ کا جائز قرار دینا امامیہ کی مذہبی ضرورت ہے۔“

(وسائل الشيعة: ۲۴۵/۷)

## نکاح متعہ اور اجماع امت:

امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نکاح متعہ تاقیامت حرام ہو چکا ہے۔

جیسا کہ:

امام ابو عیید، قاسم بن سلام رضی اللہ عنہ (۱۵۰-۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

فَالْمُسْلِمُونَ الْيَوْمَ مُجْمِعُونَ عَلَى هَذَا الْقَوْلِ : إِنَّ مُتْعَةَ

النِّسَاءِ قَدْ نُسِخَتْ بِالتَّحْرِيمِ، ثُمَّ نَسَخَهَا الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ،  
وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ كَانَ يَتَرَخَّصُ فِيهَا، إِلَّا مَا كَانَ  
مِنَ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَإِنَّهُ كَانَ ذَلِكَ مَعْرُوفًا مِّنْ رَّأْيِهِ، ثُمَّ بَلَّغْنَا أَنَّهُ  
رَجَعَ عَنْهُ.

”آج مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نکاحِ متعہ منسوخ ہونے کی بنا پر حرام ہے۔  
کتاب و سنت نے اسے منسوخ کہا ہے۔ کسی صحابی سے نکاحِ متعہ کی رخصت  
دینا ثابت نہیں، سوائے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے۔ اس بارے میں ان کا فتویٰ مشہور  
تھا۔ پھر ہم تک یہ بات بھی پہنچی کہ (حق معلوم ہونے پر) انہوں نے اپنے  
فتوے سے رجوع فرمالیا تھا۔“

(الناسخ والمنسوخ، ص: ۸۰)

امام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْيَوْمَ جَمِيعًا مِّنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ وَأَهْلِ  
الْحِجَازِ وَأَهْلِ الشَّامِ وَأَصْحَابِ الْأَثَرِ وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ،  
وَعَبَرِهِمْ، أَنَّهُ لَا رُخْصَةَ فِيهَا لِمُضْطَرٍّ وَلَا لِعَبْرَةٍ، وَأَنَّهَا  
مَنْسُوخَةٌ حَرَامٌ، عَلَى مَا ذَكَرْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ.

”اس دور میں اہل عراق، اہل حجاز اور اہل شام، نیز اصحاب الحدیث و اصحاب  
الرأے وغیرہ سب اہل علم کا اتفاقی فتویٰ ہے کہ مجبوری ہو یا نہ ہو، نکاحِ متعہ کی

اجازت نہیں۔ یہ منسوخ اور حرام ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔“

(الناسخ والمنسوخ، ص: ۸۲)

امام ابو جعفر، احمد بن محمد بن سلامہ، طحاوی رحمہ اللہ (۲۳۸-۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:  
فَهَذَا عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَدْ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، بِحَضْرَةِ  
أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُنْكَرْ ذَلِكَ  
عَلَيْهِ مِنْهُمْ مُنْكَرٌ، وَفِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى مُتَابَعَتِهِمْ لَهُ عَلَى مَا  
نَهَى عَنْهُ مِنْ ذَلِكَ، وَفِي إِجْمَاعِهِمْ عَلَى النَّهْيِ فِي ذَلِكَ  
عَنْهَا دَلِيلٌ عَلَى نَسْخِهَا، وَحُجَّةٌ.

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول ﷺ کے اجتماع میں نکاح متعہ سے منع فرمایا۔ کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کرام سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہم نوا تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اجماع منسوخیت متعہ کی ٹھوس دلیل ہے۔“

(شرح معانی الآثار: ۲۶/۳)

امام ابن منذر رحمہ اللہ (۲۴۲-۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:  
جَاءَ عَنِ الْأَوَائِلِ الرُّخْصَةُ فِيهَا، وَلَا أَعْلَمُ الْيَوْمَ أَحَدًا يُجِيزُهَا  
إِلَّا بَعْضُ الرَّافِضَةِ، وَلَا مَعْنَى لِقَوْلٍ يُخَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ  
رَسُولِهِ.



”اوائل اسلام میں متعہ کی رخصت منقول ہے۔ میرے علم کے مطابق سوائے روافض کے کسی نے اسے جائز قرار نہیں دیا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مخالف قول کا کوئی وزن نہیں۔“

(فتح الباری لابن حجر: ۷۸/۹)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (۳۶۸-۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا سَائِرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْخَالِفِينَ وَفُقَهَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَعَلَى تَحْرِيمِ الْمُتْعَةِ.

”تمام صحابہ، تابعین، ان کے بعد والے علماء اور فقہائے مسلمین متعہ کی حرمت پر متفق ہیں۔“

(التمہید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید: ۱۲۱/۱۰)

علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (۳۰۵-۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ دَلَّلْنَا عَلَى ثُبُوتِ الْحُظْرِ بَعْدَ الْإِبَاحَةِ مِنْ ظَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ السَّلَفِ ... وَلَا خِلَافَ فِيهَا بَيْنَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ عَلَى مَا بَيَّنَّا، وَقَدْ اتَّفَقَ فُقَهَاءُ الْأُمُصَارِ مَعَ ذَلِكَ عَلَى تَحْرِيمِهَا، وَلَا يَخْتَلِفُونَ.

”ہم نے متعہ کے مباح ہونے کے بعد حرام ہونے کے ثبوت پر کتاب و سنت اور سلف کے اجماع کے دلائل بیان کر دیے ہیں۔... اس بارے میں اسلام کے ابتدائی ادوار میں کوئی اختلاف نہیں تھا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام علاقوں کے فقہائے کرام نے اس کی حرمت پر اتفاق کیا

ہے، وہ اس بارے میں قطعاً اختلاف نہیں کرتے۔“

(أحكام القرآن للجصاص: ۱۵۳/۲)

علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۱۹-۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

تَحْرِيمُ الْمُتْعَةِ كَالِإِجْمَاعِ إِلَّا عَنْ بَعْضِ الشَّيْعَةِ، وَلَا يَصِحُّ عَلَى قَاعِدَتِهِمْ فِي الرُّجُوعِ إِلَى الْمُخْتَلَفَاتِ إِلَى عَلِيٍّ وَعَلِيٍّ وَآلِ بَيْتِهِ، فَقَدْ صَحَّ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهَا نُسِخَتْ، وَنَقَلَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ: هِيَ الزَّيْنَةُ بَعَيْنُهَا.

”متعہ کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے سوائے بعض شیعہ کے۔ ان کے قاعدے وضابطے کے مطابق بھی یہ (متعہ) درست نہیں، کیونکہ یہ لوگ اختلافی مسائل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے (السنن الکبریٰ: ۷/۲۰۷، وسندہ صحیح) جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے متعہ کے بارے میں سوال ہوا، تو انہوں نے فرمایا: یہ تو واضح زنا ہے۔“

(فتح الباری: ۷۸/۹)

حافظ، ابو محمد، حسین بن مسعود، بغوی رحمہ اللہ (م: ۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى تَحْرِيمِ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، وَهُوَ كَالِإِجْمَاعِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ.

”علماء کرام نکاح متعہ کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔ یہ مسلمانوں کا اجماع ہے۔“

(شرح السنة: ۱۰۰/۹)

حافظ، عبدالرحمن بن علی، ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۷۹ھ) فرماتے ہیں:

فَقَدْ وَقَعَ الْإِتِّفَاقُ عَلَى النَّسْخِ .

”نکاح متعہ کی منسوخیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔“

(كشف المشكل من حديث الصحيحين: ۱۴۶/۱)

مشہور مفسر، ابو عبد اللہ، محمد بن احمد، قرطبی رحمہ اللہ (م: ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فَانْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلَى تَحْرِيمِهَا .

”نکاح متعہ کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔“

(تفسير القرطبي: ۱۳۳/۵)

علامہ مازری رحمہ اللہ (م ۵۳۶ھ) لکھتے ہیں:

انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلَى تَحْرِيمِهَا، وَلَمْ يُخَالِفْ فِيهِ إِلَّا طَائِفَةٌ

مِّنَ الْمُتَبَدِّعَةِ، وَتَعَلَّقُوا بِالْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ، وَقَدْ ذَكَرْنَا أَنَّهَا

مَنْسُوخَةٌ، فَلَا دَلَالَهَ لَهُمْ فِيهَا .

”متعہ کے حرام ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اس کی مخالفت صرف ایک

بدعتی گروہ نے کی ہے۔ انہوں نے اس بارے میں وارد احادیث سے دلیل

لینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ وہ احادیث منسوخ ہیں،

ان احادیث میں کوئی دلیل نہیں۔“

(المعلم بفوائد مسلم للمازري: ۱۳۱/۲)

قاضی عیاض رحمہ اللہ (۴۷۶-۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

وَوَقَعَ الْإِجْمَاعُ بَعْدَ ذَلِكَ عَلَى تَحْرِيمِهَا مِنْ جَمِيعِ الْعُلَمَاءِ  
إِلَّا الرِّوَا فِضَ .

”اس کے بعد متعہ کی حرمت پر سوائے روافض کے تمام علمائے کا اجماع ہو گیا۔“

(شرح مسلم للنووي: ۱۸۱/۹)

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ بِجَوَازِهَا، ثُمَّ ثَبَتَ رَجُوعُهُ عَنْهَا،  
فَانْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلَى تَحْرِيمِهَا، فَإِذَا فَعَلَهَا أَحَدٌ رُجِمَ فِي  
مَشْهُورِ الْمَذْهَبِ .

”سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نکاح متعہ کو جائز کہتے تھے، پھر آپ سے اس کے بارے میں رجوع بھی ثابت ہے، لہذا اب نکاح متعہ کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ جو بھی اس کا مرتکب ہوگا، مشہور مذہب کے مطابق اسے رجم کیا جائے گا۔“

(تفسیر القرطبي: ۱۳۲/۵-۱۳۳)

نکاح متعہ اور قرآن کریم:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْوَاجِهِمْ حَافِظُونَ . إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا  
مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ . فَمَنْ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ (المؤمنون: ٥-٧، المعارج: ٢٩-٣١)

”مومن اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ

لوگ ملامت نہیں کیے جائیں گے۔ ان طریقوں سے کے علاوہ کوئی اور راستہ

تلاش کرنے والے بغاوت کے مرتکب ہیں۔“

معلوم ہوا کہ بیوی اور لونڈی کے علاوہ کسی سے جنسی تعلق رکھنا جائز نہیں۔ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے، وہ مرد کی بیوی ہوتی ہے، نہ لونڈی، لہذا متعہ حرام ہے۔

ام المؤمنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ نے متعہ کے بارے میں پوچھا،

تو فرمایا:

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ، قَالَ: وَقَرَأْتُ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَالَّذِينَ

هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾

”ہمارا فیصلہ کتاب اللہ سے ہوگا۔ انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾ (مومن اپنی شرمگاہوں کی حفاظت

کرتے ہیں۔)“

(الناسخ والمنسوخ للقاسم بن سلام: ١٣١، مسند الحارث [بغية الباحث]: ٤٧٩،

السنن الكبرى للبيهقي: ٢٠٦/٧، ٢٠٧، وسنده صحيح)

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ .

”یہ حدیث امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح ہے۔“

(المستدرک: ٢/٣٠٥، ٣٩٣)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

فرمان الہی ہے:

﴿وَلَيْسَتَعَفِيفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ

فَضْلِهِ﴾ (النور: ۳۳)

”جو لوگ نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے، وہ عصمت کی حفاظت کریں، حتیٰ کہ

اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔“

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں الکلیا الہر اسی کے نام سے معروف، مفسر و فقیہ، علامہ،

ابوالحسن، علی بن محمد، طبری رحمہ اللہ (۳۵۰-۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمْرُهُمْ بِالتَّعَفُّفِ عِنْدَ تَعَذُّرِ النِّكَاحِ عَمَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ تَعَالَى،

وَذَلِكَ عَلَى الْوُجُوبِ، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ إِبَاحَةَ الْإِسْتِمْتَاعِ

مَوْقُوفَةٌ عَلَى النِّكَاحِ، وَلِذَلِكَ يُحَرِّمُ مَا عَدَاهُ، وَلَا يُفْهِمُ مِنْهُ

التَّحْرِيمُ بِمِلْكِ الْيَمِينِ، لِأَنَّ مَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَى النِّكَاحِ لِعَدَمِ

الْمَالِ لَا يَقْدِرُ عَلَى شِرَاءِ الْجَارِيَةِ غَالِبًا، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى

بُطْلَانِ نِكَاحِ الْمُتَعَةِ، وَدَلِيلٌ عَلَى تَحْرِيمِ الْإِسْتِمْنَاءِ.

”اللہ تعالیٰ نے بلا نکاح جنسی تسکین کے حرام ذرائع سے وجوباً منع فرمایا۔ یہ

آیت دلیل ہے کہ جنسی تسکین کا جواز نکاح پر موقوف ہے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ

نے باقی سارے ذرائع کو حرام قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ اس آیت سے لونڈیوں

کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ (ان کا ذکر تو اس لیے نہیں کیا گیا کہ) جو

شخص مال نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا، وہ عموماً لونڈی خریدنے پر بھی قادر نہیں ہوتا۔ یہ آیت نکاحِ متعہ کی حرمت پر بھی دلیل ہے اور اس سے مشیت زنی کا حرام ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔“

(أحكام القرآن : ۴/۳۱۳-۳۱۴)

تنبیہ:

بعض لوگ قرآن کریم سے متعہ جائز ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ اس حوالے سے وہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۴ پیش کرتے ہیں۔

فرمانِ الہی ہے:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾

”جن عورتوں سے فائدہ اٹھاؤ، انہیں حق مہر ضرور ادا کرو!“

مشہور مفسر، علامہ قرطبی رحمہ اللہ، ابن حوٰیز مند ادبصری (م: ۳۹۰ھ) سے نقل کرتے

ہیں:

وَلَا يَجُوزُ أَنْ تَحْمَلَ الْآيَةُ عَلَى جَوَازِ الْمُتْعَةِ، لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَحَرَمَهُ، وَلِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: ﴿فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ﴾، وَمَعْلُومٌ أَنَّ النِّكَاحَ بِإِذْنِ الْأَهْلِينَ هُوَ النِّكَاحُ الشَّرْعِيُّ، بِوَلِيِّ وَشَاهِدَيْنِ، وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ لَيْسَ كَذَلِكَ.

”اس آیت کریمہ سے متعہ کا جواز کشیدنا جائز نہیں، کیونکہ ایک تو رسول

اللہ ﷻ نے نکاحِ متعہ سے منع فرمایا اور اسے حرام قرار دے دیا ہے، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے (اس سے اگلی آیت میں) ارشاد فرمایا: ﴿فَإِنْ كُحِّمْنَ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ﴾ (تم ان عورتوں سے ان کے ولیوں کی اجازت سے نکاح کرو۔) معلوم شد کہ ولی کی رضا مندی اور دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح شرعی ہی ہوتا ہے، نکاحِ متعہ کی صورت یہ نہیں۔“

(تفسیر القرطبی: ۱۲۹/۵، ۱۳۰)

معلوم ہوا کہ قرآن کریم سے نکاحِ متعہ قطعاً ثابت نہیں، بلکہ صرف نکاحِ شرعی کا ثبوت ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہما نے یہ آیت یوں تلاوت کی:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ، إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى .

”جن عورتوں سے تم ایک مقررہ مدت تک فائدہ اٹھاؤ۔“

(تفسیر الطبری: ۹۰۴۶، وسندہ صحیح، ۹۰۴۷، وسندہ صحیح، ۹۰۴۹، وسندہ

صحیح، ۹۰۵۰، وسندہ صحیح)

تبصرہ:

① ابتداء میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما متعہ کو جائز کہتے تھے، لیکن بعد میں

سخ کا علم ہونے پر رجوع کر لیا تھا، جیسا کہ ربیع بن سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا مَاتَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَتَّى رَجَعَ عَنْ هَذِهِ الْفُتْيَا .

”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس فتوے سے رجوع کر کے ہی فوت ہوئے۔“





(مسند أبي عوانة: ۲/۲۷۳، ح: ۲۳۸۴، وسنده صحيح، طبع جديد)

## فائدہ:

«إلى أجل مُسمًى» والی قرأت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ اس کی سند میں سعید بن ابی عروبہ اور ان کے شیخ قتادہ دونوں ”مذلس“ ہیں۔

② اس آیت کا صحیح مفہوم امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) یوں بیان کرتے ہیں:

وَأَوَّلَى التَّأْوِيلَيْنِ فِي ذَلِكَ بِالصَّوَابِ تَأْوِيلٌ مَنْ تَأَوَّلَهُ: فَمَا نَكَحْتُمُوهُ مِنْهُنَّ فَجَامَعْتُمُوهُ فَاتَوْهَنَّ أَجُورَهُنَّ، لِقِيَامِ الْحُجَّةِ بِتَحْرِيمِ اللَّهِ مُتْعَةَ النِّسَاءِ عَلَى غَيْرِ وَجْهِ النِّكَاحِ الصَّحِيحِ أَوْ الْمَلِكِ الصَّحِيحِ عَلَى لِسَانِ رَسُولِهِ.

”اس آیت کی دو تفسیروں میں سے درست تفسیر یہ ہے: جن عورتوں سے تم نکاح اور جماع کرلو، انہیں حق مہر ادا کرو۔ وجہ صحت وہ دلائل ہیں، جن سے ثابت ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے جس متعہ کو حرام قرار دیا ہے، وہ اس نکاح سے الگ ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے درست قرار دیا ہے۔“

(تفسیر الطبری: ۳/۷۳۸، طبع دار الحديث، القاهرة)

③ «فما استمتعتم به منهن» سے مراد نکاح ہے، جیسا کہ سیدنا ربیع بن سبرہ

اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

اسْتَمْتِعُوا مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ، وَالْإِسْتِمْتَاعُ عِنْدَنَا التَّزْوِيجُ.

”عورتوں سے فائدہ اٹھائیے، ہمارے نزدیک فائدہ اٹھانے سے مراد نکاح

ہے۔“

(مسند الدارمی: ۲۲۴۱، مسند الحمیدی: ۸۷۰، مسند الإمام أحمد: ۴۰۴/۳، وسندہ

صحیح)

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نکاح ہے۔

(تفسیر الطبری: ۹۰۳۹)

اگر کوئی کہے کہ اس سے مراد متعہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ كُنْتُ آذَنْتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ مِنَ  
النِّسَاءِ، وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ  
عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهُ، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ  
شَيْئًا.

”لوگو! میں نے آپ کو نکاح متعہ کی اجازت دی تھی۔ اب یہ قیامت تک حرام  
ہے۔ جس کے پاس ایسی عورت ہو، اسے چھوڑ دے اور اسے دی ہوئی چیزوں  
میں کچھ بھی واپس نہ لیں۔“

(صحیح مسلم: ۴۵۱/۱، ح: ۲۱/۱۴۰۶)

مشہور لغوی ابن منظور (۶۳۰-۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الزَّجَّاجَ ذَكَرَ أَنَّ هَذِهِ آيَةٌ غَلَطَ فِيهَا قَوْمٌ غَلَطًا عَظِيمًا  
لِجَهْلِهِمْ بِاللُّغَةِ، وَذَلِكَ أَنَّهُمْ ذَهَبُوا إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَمَا  
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ مِنَ الْمُتَعَةِ الَّتِي قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ

أَنَّهَا حَرَامٌ، وَإِنَّمَا مَعْنَى: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ ﴿فَمَا نَكَحْتُمْ مِنْهُنَّ عَلَى الشَّرِيطَةِ الَّتِي جَرَى فِيهَا آيَةُ أَنَّهُ الْإِحْصَانُ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ أَيَّ عَاقِدِينَ التَّزْوِيجِ، أَيَّ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ عَلَى عَقْدِ التَّزْوِيجِ الَّذِي جَرَى ذِكْرُهُ فَاتَوْهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً، أَيَّ مُهُورَهُنَّ فَإِنْ اسْتَمْتَعَ بِالْدُّخُولِ بِهَا آتَى الْمَهْرَ تَامًّا وَإِنْ اسْتَمْتَعَ بِعَقْدِ النِّكَاحِ آتَى نِصْفَ الْمَهْرِ.

”زواج نے ذکر کیا ہے کہ ایک گروہ نے لغت سے ناواقفیت کی بنا پر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ (جو تم عورتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہو) میں متعہ سے مراد وہ متعہ لیا ہے، جس کے حرام ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے۔ آیت کا صحیح معنی یہ ہے کہ ان سے پاکدامنی کی شرط پر نکاح کریں اور نکاح کے عقد پر جو فائدہ اٹھائیں، اس پر انہیں حق مہر ادا کریں۔ اگر مرد نے عورت سے دخول کر کے اس سے فائدہ اٹھایا ہوگا، تو پورا مہر ادا کرے گا اور اگر صرف نکاح کا ہی فائدہ اٹھایا ہو، تو پھر نصف حق مہر دے گا۔“

(لسان العرب، مادة: مت ع)

علامہ آلوسی حنفی (۱۲۵۲-۱۳۱۷ھ) لکھتے ہیں:

وَهَذِهِ الْآيَةُ لَا تَدُلُّ عَلَى الْحِلِّ، وَالْقَوْلُ بِأَنَّهَا نَزَلَتْ فِي

الْمُتَعَةِ غَلَطٌ، وَتَفْسِيرُ الْبَعْضِ لَهَا بِذَلِكَ غَيْرُ مَقْبُولٍ، لِأَنَّ  
نَظْمَ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ يَأْبَاهُ حَيْثُ بَيْنَ سُبْحَانَهُ أَوَّلًا  
الْمُحَرَّمَاتِ، ثُمَّ قَالَ عَزَّ شَأْنُهُ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ  
أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾، وَفِيهِ شَرْطٌ بِحَسَبِ الْمَعْنَى فَيُبْطَلُ  
تَحْلِيلُ الْفَرْجِ وَإِعَارَتُهُ، وَقَدْ قَالَ بِهِمَا الشَّيْعَةُ، ثُمَّ قَالَ جَلَّ  
وَعَلَا: ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾، وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى النَّهْيِ  
عَنْ كَوْنِ الْقَصْدِ مُجَرَّدَ قَضَاءِ الشَّهْوَةِ وَصَبِّ الْمَاءِ  
وَاسْتِفْرَاغِ أَوْعِيَةِ الْمَنِيِّ، فَبَطَلَتِ الْمُتَعَةُ بِهَذَا الْقَيْدِ، لِأَنَّ  
مَقْصُودَ الْمُتَمَتِّعِ لَيْسَ إِلَّا ذَاكَ دُونَ التَّاهُلِ وَالِاسْتِيلَادِ  
وَحِمَايَةِ الدِّمَارِ وَالْعَرَضِ.... فَالْإِحْصَانُ غَيْرُ حَاصِلٍ فِي امْرَأَةٍ  
الْمُتَعَةِ أَصْلًا.

”یہ آیت متعہ کی حلت پر دلالت نہیں کرتی۔ اسے متعہ سے متعلق سمجھنا غلط ہے۔ بعض لوگوں کی ایسی تفسیر ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کا سیاق و سباق اس سے انکاری ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے محرمات کا ذکر کیا، پھر فرمایا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ (ان کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں، بشرطیکہ تم حق مہر دے کر ان سے نکاح منعقد کرو۔) اس سے یہ شرط بھی اخذ ہوتی ہے کہ عورت اور اس کی شرمگاہ کی حلت کرائے پر حاصل کرنا حرام ہے۔ اس کے برعکس شیعہ ان دونوں

ممنوعہ امور کے قائل ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ تمہارا ارادہ پاکدامنی کا ہو، صرف شہوت نکالنے کا نہ ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ صرف حصول شہوت کا مقصد منع ہے۔ اس قید سے متعہ باطل قرار پاتا ہے، کیونکہ متعہ کرنے والے شخص کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے۔ اس کا مقصد گھر بسانا، اولاد کا حصول اور نسل و عزت کو محفوظ کرنا نہیں ہوتا۔..... متعہ والی عورت سے پاکدامنی حاصل نہیں ہوتی۔“

(تفسیر روح المعانی للآلوسی: ۶/۵)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں: اس آیت کریمہ میں متعہ کے حلال ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا. وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ ان (مذکورہ محرمات) کے علاوہ جو عورتیں ہیں، وہ تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔ (شرط یہ ہے) کہ تم اپنے مال (مہر) کے بدلے انہیں حاصل کر کے ان سے نکاح کرو اور تمہاری نیت بدکاری کی نہ ہو، پھر جن سے مہر کے عوض تم فائدہ اٹھاؤ، انہیں ان کے مقرر کیے ہوئے مہر دے دو، اگر تم مہر مقرر کر لینے کے بعد اس (میں کمی بیشی) پر راضی ہو جاؤ، تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔ اور تم میں

سے جو شخص آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ تمہاری ملکیت مومن لونڈیوں میں سے کسی لونڈی سے نکاح کر لے۔ یہاں جن عورتوں سے فائدہ اٹھانے کی بات ہے، ان سے مراد وہ عورتیں ہیں، جن سے دخول ہو چکا ہے۔ نکاح کے بعد عورت سے دخول کرنے والے شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حق مہر ادا کرے۔ جس عورت کو دخول سے قبل ہی طلاق ہو جائے اور خاوند اس سے دخول کا فائدہ نہ اٹھایا ہو، وہ پورے حق مہر کی مستحق نہیں ہوتی، بلکہ اسے نصف مہر دیا جائے گا، جیسا کہ فرمان الہی ہے: ﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ وَأَخَذَنَّ مِنْكُمْ مِّثَاقًا غَلِيظًا﴾ تم ان سے مہر کیسے واپس لو گے، حالانکہ تم ایک دوسرے سے ملاپ کر چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے پختہ عہد لیا ہے؟ اس آیت میں بھی نکاح کے بعد ملاپ حق مہر کی ادائیگی لازم کرنے کا سبب بتایا گیا ہے۔ وضاحت یوں ہے کہ اس آیت کو مال کے بدلے وقتی نکاح کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ ابدی نکاح ہی مکمل حق مہر ادا کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ ضروری ہے کہ یہ آیت ابدی نکاح پر دلالت کرے۔ یہ دلالت خاص ہو یا عام۔ دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد لونڈیوں سے نکاح کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بات مطلق طور پر آزاد عورتوں سے نکاح کے متعلق تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ سلف کے ایک گروہ کی قراءت یوں تھی کہ فما استمتعتم به منهنّ إلى أجل مسمى ’تم جس عورت سے ایک مقرر وقت تک فائدہ اٹھاؤ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قراءت متواتر نہیں بلکہ اس کا زیادہ سے زیادہ رتبہ

اخبارِ آحاد کی طرح ہے۔ ہم اس بات کے انکاری نہیں کہ متعہ شروع اسلام میں حلال تھا، لیکن اس پر قرآن کریم دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ الفاظ اگرچہ نازل ہوئے تھے، لیکن یہ مشہور قراءت میں ثابت نہیں ہوئے، لہذا یہ منسوخ ہیں۔ ان کا نزول اس وقت ہوا ہوگا جب متعہ ابھی جائز تھا۔ متعہ حرام قرار دیا گیا تو یہ الفاظ منسوخ ہو گئے اور وقتی نکاح میں حق مہر کی ادائیگی کا حکم مطلق (ابدی) نکاح میں مہر کی ادائیگی پر تنبیہ کرنے کے لیے رہ گیا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا سکتا ہے کہ یہ دونوں قراءت حق ہیں۔ جب متعہ حلال تھا تو حق مہر دینا واجب تھا۔ یہ آغاز اسلام میں جائز تھا۔ لہذا اس آیت میں متعہ کی حلت کا کوئی ثبوت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے لیے عورتوں سے مقررہ وقت تک متعہ کرنا حلال کر دیا گیا ہے، بلکہ فرمانِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ جن عورتوں سے تم نے فائدہ حاصل کیا ہے، ان کو حق مہر ادا کرو۔ عورت سے فائدہ اٹھانا حلال ہونے کی صورت میں ہو یا شہیہ کی صورت میں، یہ آیت دونوں طرح کے فائدے کو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سنتِ رسول اور اجماع امت دونوں دلائل سے نکاحِ فاسد میں حق مہر واجب ہے۔ فائدہ حاصل کرنے والا جب اس کام کو حلال سمجھتا ہو تو اس پر حق مہر واجب ہے۔ رہا حرام متعہ تو اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر وہ کسی عورت سے اس کی رضامندی سے بغیر نکاح کے فائدہ حاصل کرے گا تو یہ زنا ہوگا۔ اس میں کوئی حق مہر نہیں۔ اگر عورت کو مجبور کیا گیا ہو، تو اس میں اختلاف مشہور ہے۔



(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية لابن تيمية: ١٥٥/٢)

## نکاحِ متعہ اور احادیثِ رسول ﷺ:

نکاحِ متعہ پہلی دفعہ غزوہ خیبر میں منع ہوا تھا، بعد میں فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لئے اجازت دی گئی، پھر قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔  
غزوہ خیبر کے موقع پر ممانعت کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

### حدیث نمبر ①:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا:  
إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَعَنْ لُحُومِ  
الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ.  
”غزوہ خیبر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کے  
گوشت سے منع فرمادیا تھا۔“

(صحیح البخاری: ۵۱۱۵، صحیح مسلم: ۳۰/۱۴۰۷)

ایک روایت کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:  
نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمْرِ  
الْأَنْسِيَّةِ.

”آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے نکاحِ متعہ کرنے اور گھریلو  
گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔“

(صحیح البخاری: ۶۰۶/۲، ح: ۴۲۱۶، صحیح مسلم: ۴۵۲/۱، ح: ۱۴۰۷)



صحیح مسلم کی روایت (۳۱/۱۴۰۷) ہے:

إِنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُكَلِّمُ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَ: مَهْلًا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو متعہ کے باب میں نرمی اختیار کرتے دیکھا، تو فرمایا: ابن عباس! اس فتوے سے رُک جائیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔“

صحیح مسلم (۳۲/۱۴۰۷) کی ہی روایت میں ہے:

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

”رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے نکاحِ متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔“

حدیث علی رضی اللہ عنہ اور علماء حدیث:

اس حدیث کی صحت کے بارے میں اہل علم کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

① امام، ابو جعفر، احمد بن محمد، نحاس (م: ۳۳۸ھ) فرماتے ہیں:

وَلَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي صِحَّةِ الْإِسْنَادِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَاسْتِقَامَةِ طَرِيقِهِ بِرِوَايَتِهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرِيمَ الْمُتَعَةِ .

”سیدنا علیؑ سے مروی حرمت متعہ والی روایت کی صحت پر علماء متفق ہیں۔“

(الناسخ والمنسوخ، ص: ۳۲۲)

② معروف محدث و مفسر، حافظ، ابو محمد، حسین بن مسعود، بغویؒ (م):

۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلَى صِحَّتِهِ .

”اس حدیث کی صحت پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔“

(شرح السنة: ۹۹/۹، ح: ۲۲۹۲)

③ حافظ، ابو الفرج، عبد الرحمن بن علی، ابن الجوزیؒ (۵۰۸-۵۹۷ھ)

فرماتے ہیں:

إِنَّهُ مُتَّفَقٌ عَلَى صِحَّتِهِ .

”بلاشبہ اس کے صحیح ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔“

(إعلام العالم بعد رسوخه بناسخ الحديث ومنسوخه، ص: ۳۴۳)

④ حافظ، ابو الفضل، عبد الرحیم بن حسین، عراقیؒ (۷۲۵-۸۰۶ھ)

فرماتے ہیں:

وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

”اس کی صحت پر اتفاق ہے۔“

(شرح البقرة والتذكرة: ۶۶/۲)

⑤ حافظ، ابو الحسن، علی بن محمد بن عبد الصمد، سخاویؒ (۵۵۸-۶۴۳ھ)

بھی فرماتے ہیں:

وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

”یہ حدیث متفق علیہ ہے۔“

(فتح المغیث: ۳/۳۵۰)

⑥ امیر المؤمنین فی الحدیث، امام، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، بخاری رحمہ اللہ

(۱۹۴-۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

وَبَيْنَهُ عَلِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ متعہ منسوخ ہو گیا ہے۔“

(صحیح البخاری، تحت الحدیث: ۵۱۱۹)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

بعض علما کا اس حدیث میں یوم خیبر والے الفاظ کو راوی کا وہم قرار دینا درست نہیں کیونکہ امام زہری رحمہ اللہ کے تمام شاگرد یوم خیبر کے الفاظ بیان کرنے میں متفق ہیں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے سالم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ، فَقَالَ: حَرَامٌ،

قَالَ: فَإِنَّ فَلَانًا يَقُولُ فِيهَا، فَقَالَ: وَاللَّهِ! لَقَدْ عَلِمَ أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ، وَمَا كُنَّا

مُسَافِحِينَ .

”ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: یہ حرام ہے۔ اس نے کہا: فلاں اسے جائز کہتا ہے، فرمایا: اللہ کی قسم! یہ طے شدہ بات ہے کہ غزوہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام قرار دے دیا تھا۔ ہم زنا کار نہیں۔“

(الموطأ لابن وهب : ۲۴۹، صحيح أبي عوانة : ۲۹/۳، شرح معاني الآثار للطحاوي : ۲۵/۳، السنن الكبرى للبيهقي : ۲۰۷/۷، وسنده صحيح)  
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”قوی“ قرار دیا ہے۔  
(التلخيص الحبير : ۱۵۵/۳)

معلوم ہوا کہ متعہ غزوہ خیبر کے موقع پر حرام ہوا تھا۔

### تنبیہ ①:

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:  
”خیبر کے زمانہ میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس زمانہ میں متعہ حرام ہو، کیونکہ خیبر میں ساری کی ساری عورتیں یہودی تھیں، ان سے متعہ ممکن نہیں تھا۔ اس لیے کہ اس وقت اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہی نہیں تھا، تو ان سے متعہ کیسے صحیح تھا؟ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح سورۃ المائدہ کی آیت ﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ﴾ کے نزول کے بعد جائز ہوا۔ یہ سورت بالکل آخری سورتوں میں سے ہے۔“ (زاد المعاد : ۴۶۰/۳)

اس کے جواب میں شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
لَمْ يَقَعْ فِي الْحَدِيثِ التَّصْرِيحُ بِأَنَّهُمْ اسْتَمْتَعُوا فِي خَيْبَرَ،

وَإِنَّمَا فِيهِ مُجَرَّدُ النَّهْيِ، فَيُؤْخَذُ مِنْهُ أَنَّ التَّمَتُّعَ مِنَ النِّسَاءِ كَانَ حَالًا.

”حدیث میں یہ صراحت تو نہیں ملتی کہ صحابہ کرام نے غزوہ خیبر کے موقع پر فی الواقع متعہ کیا تھا۔ اس میں تو صرف ممانعت کا ذکر ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس دور میں متعہ حلال تھا۔“

(فتح الباری: ۱۷۱/۹)

نیز فرماتے ہیں:

يُمْكِنُ أَنْ يُجَابَ بِأَنَّ يَهُودَ خَيْبَرَ كَانُوا يُصَاهِرُونَ الْأَوْسَ وَالْخَزَرَاجَ قَبْلَ الْإِسْلَامِ، فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ هُنَاكَ مِنْ نِسَائِهِمْ مَنْ وَقَعَ التَّمَتُّعُ بِهِنَّ، فَلَا يَنْهَضُ الْإِسْتِدْلَالُ بِمَا قَالَ.

”یہ بھی ممکن ہے کہ اوس و خزرج کی عورتوں سے متعہ ہوا ہو، کیوں کہ خیبر کے یہود اسلام سے قبل ان سے سررالی رشتہ رکھتے تھے، لہذا ابن قیم رحمہ اللہ کے بیان کردہ احتمال سے استدلال درست نہیں۔“

(فتح الباری: ۱۷۰/۹)

تنبیہ (۲):

سنن نسائی کی ایک روایت (۳۳۶۹) میں یوم خیبر کی بجائے، یوم حنین کے الفاظ ہیں۔

یوم حنین کے الفاظ وہم پر مبنی ہیں۔ انہیں بیان کرنے میں عبد الوہاب ثقفی منفرد ہے۔

باقی سارے راوی یوم خیبر ہی بیان کرتے ہیں۔

ان الفاظ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ تَصْحِيفٌ مِّنْ خَبِيرٍ.

”ظاہر ہے کہ یہ خیبر سے تصحیف (پڑھنے میں غلطی) ہوئی ہے۔“

(التلخیص الحبیر: ۱۵۵/۳)

اب فتح مکہ کے موقع پر ہونے والی ابدی حرمت ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۲:

سیدنا سبرہ بن معبد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذْنْتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ مِنَ  
النِّسَاءِ، وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ  
عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهُ، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ  
شَيْئًا.

”لوگو! میں نے نکاح متعہ کی اجازت دی تھی، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسے  
قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔ جس کے پاس نکاح متعہ والی کوئی عورت  
ہو، وہ اس کا راستہ چھوڑ دے اور جو آپ نے ان کو دے دیا، اس میں سے کچھ  
واپس نہ لیں۔“

(صحیح مسلم: ۱۴۰۶/۲۱)

صحیح مسلم (۱۴۰۶) میں یہ الفاظ بھی ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا بَيْنَ الرُّكْنِ  
وَالْبَابِ، وَهُوَ يَقُولُ.

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان  
کھڑے ہوئے یہ فرما رہے تھے۔“

دوسری روایت (صحیح مسلم: ۲۲/۱۴۰۶) میں ہے:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُتَعَةِ عَامَ الْفَتْحِ،  
حِينَ دَخَلْنَا مَكَّةَ، ثُمَّ لَمْ نَخْرُجْ مِنْهَا حَتَّى نَهَانَا عَنْهَا.

”رسول اکرم ﷺ نے فتح مکہ والے سال مکہ میں داخل ہوتے ہوئے متعہ کی  
اجازت دی، پھر نکلنے سے پہلے منع فرمادیا۔“

تیسری روایت (صحیح مسلم: ۲۵/۱۴۰۶) کے الفاظ یوں ہیں:

نَهَى يَوْمَ الْفَتْحِ عَنْ مُتَعَةِ النِّسَاءِ.

”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نکاح متعہ سے منع فرمایا۔“

چوتھی روایت میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتَعَةِ، وَقَالَ:  
أَلَا إِنَّهَا حَرَامٌ مِّنْ يَّوْمِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَانَ  
أَعْطَى شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ.

”اللہ کے رسول ﷺ نے متعہ سے منع کیا اور ارشاد فرمایا: خبردار! یہ آج کے دن  
سے قیامت تک کے لیے حرام ہو گیا ہے۔ جس نے (کسی عورت کو متعہ کے



عوض) کوئی چیز دی ہے، وہ واپس نہ لے۔“

(صحیح مسلم: ۲۸/۱۴۰۶)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر نکاحِ متعہ حرام کیا گیا، پھر بہت ہی محدود عرصے، تقریباً تین دن، کے لیے فتح مکہ کے موقع پر اس کی اجازت دی گئی اور اس کے بعد فتح مکہ والے دن قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔

متعہ کی حرمت کے حوالے سے دیگر روایات کا جائزہ:

متعہ کی حرمت اور غزوہ اوطاس!

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أُوطَاسٍ فِي الْمُتَعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ نَهَى عَنْهَا.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس والے سال متعہ کی تین دن اجازت دی، پھر

اس سے منع فرما دیا۔“

(صحیح مسلم: ۱۸/۱۴۰۵)

ظاہری طور پر ان احادیث میں قیامت تک متعہ حرام ہونے کا تعلق الگ الگ موقع سے ہے، لیکن حقیقت میں یہ دونوں ایک ہی بات بیان کر رہی ہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ جمع و تطبیق کی صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَعَامَ أُوطَاسٍ وَعَامَ الْفَتْحِ وَاحِدٌ، فَأُوطَاسٌ وَإِنْ كَانَتْ بَعْدَ

الْفَتْحِ، فَكَانَتْ فِي عَامِ الْفَتْحِ بَعْدَهُ بَيَسِيرٍ، فَمَا نَهَى عَنْهُ؛ لَا



فَرَقَ بَيْنَ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى عَامٍ أَحَدِهِمَا أَوْ إِلَى الْآخَرِ، وَفِي رِوَايَةٍ سَبْرَةُ بْنُ مَعْبُدٍ مَا دَلَّ عَلَى أَنَّ الْإِذْنَ فِيهِ كَانَ ثَلَاثًا، ثُمَّ وَقَعَ التَّحْرِيمُ، كَمَا هُوَ فِي رِوَايَةِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، فَرِوَايَتُهُمَا تَرْجِعُ إِلَى وَقْتٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ إِنْ كَانَ الْإِذْنُ فِي رِوَايَةِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ بَعْدَ الْفَتْحِ فِي غَزْوَةِ أُوطَاسٍ، فَقَدْ نُقِلَ نَهْيُهُ عَنْهَا بَعْدَ الْإِذْنِ فِيهَا، وَلَمْ يَثْبُتِ الْإِذْنُ فِيهَا بَعْدَ غَزْوَةِ أُوطَاسٍ، فَبَقِيَ تَحْرِيمُهَا إِلَى الْأَبَدِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ!.

”غزوہ اوطاس اور فتح مکہ کا سال ایک ہی ہے۔ اوطاس کا واقعہ اگرچہ بعد میں وقوع پذیر ہوا، لیکن یہ اسی سال فتح مکہ کے کچھ ہی عرصہ بعد ہوا تھا، لہذا اس ممانعت کو غزوہ اوطاس کے سال کی طرف منسوب کر لیں یا فتح مکہ کے سال کی طرف، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سیدنا سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تین دن تک متعہ کی اجازت تھی، پھر حرمت نازل ہو گئی۔ یہی بات سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان ہوئی ہے۔ یوں دونوں روایات ایک ہی وقت بتا رہی ہیں۔ اگر سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں واقعہ فتح مکہ کے بعد غزوہ اوطاس ہی میں متعہ کی اجازت بیان ہوئی ہو، تو بھی اس اجازت کے بعد متعہ سے ممانعت مروی ہے اور اس کے بعد اس کی اجازت بالکل مروی نہیں، لہذا اس طرح بھی متعہ کی ابدی حرمت باقی ہے۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ٢٠٤/٧)

یعنی فتح مکہ اور غزوہ اوطاس ایک ہی سال ہوئے، لہذا کسی نے اسے فتح مکہ کی طرف منسوب کیا اور کسی نے غزوہ اوطاس کی طرف۔ یہ واقعہ ایک ہی ہے اور دراصل فتح مکہ کے موقع پر ہی متعہ کی ابدی حرمت کا اعلان فرما دیا گیا تھا۔

## ایک اشکال اور اس کا ازالہ:

یہاں کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب متعہ غزوہ خیبر میں حرام ہونے کے بعد فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے دوبارہ جائز ہوا تھا اور پھر ابدی طور پر حرام ہوا تھا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چاہیے تھا کہ وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو متعہ کے حوالے سے فتح مکہ والی حرمت ہی ذکر کرتے، نہ کہ غزوہ خیبر والی، جو بعد میں منسوخ بھی ہو گئی تھی؟

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا أَنْ يَكُونَ الْإِذْنُ الَّذِي وَقَعَ عَامَ الْفَتْحِ لَمْ يَبْلُغْ عَلِيًّا،  
لِقَصْرِ مُدَّةِ الْإِذْنِ، وَهُوَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ.

”ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جو اجازت دی گئی تھی، وہ بہت مختصر عرصے، یعنی صرف تین دن کے لیے تھی، اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہ ہو سکی۔“

(فتح الباری فی شرح صحیح البخاری: ۱۷۱/۹)

نیز فرماتے ہیں:

يُمْكِنُ الْإِنْفِصَالُ عَنْ ذَلِكَ بِأَنَّ عَلِيًّا لَمْ تَبْلُغْهُ الرُّخْصَةُ فِيهَا  
يَوْمَ الْفَتْحِ، لَوْ قُوعِ النَّهْيِ عَنْهَا عَنْ قُرْبٍ.

”اس اشکال کو دور کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن متعہ کے بارے میں اجازت معلوم نہ ہو سکی، کیونکہ فوراً ہی تو دوبارہ متعہ سے منع فرما دیا گیا تھا۔“

(فتح الباری: ۱۶۹/۹)

### متعہ کی حرمت اور حجة الوداع:

گزشتہ صفحات میں یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ نکاحِ متعہ کی حرمت ایک بار غزوہ خیبر کے موقع پر ہوئی، پھر فتح مکہ کے سال تین دن کے لیے اس کی رخصت دی گئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک کے لیے اسے حرام فرما دیا۔ اس حقیقت کے برعکس بعض روایات میں حجة الوداع کا تذکرہ ہے، اس بارے میں تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک روایت ہے:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، يَنْهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ.

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجة الوداع کے موقع پر نکاحِ متعہ سے منع فرماتے ہوئے سنا۔“

(مسند الإمام أحمد: ۴۰۴/۳، سنن أبي داود: ۲۰۷۲)

یہ روایت ”شاذ“ (ضعیف) ہے۔ اسماعیل بن امیہ راوی نے اسے بیان کرنے میں امام زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت، جن میں معمر بن راشد، صالح بن کیسان، سفیان بن عیینہ، عمرو بن حارث شامل ہیں، کی مخالفت کی ہے۔ اس بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَرَوَايَةُ الْجَمَاعَةِ أَوْلَى .

”امام زہری رحمہ اللہ سے بیان کرنے والے زیادہ شاگردوں کی روایت راجح ہے۔“

(السنن الکبریٰ للبیہقی : ۲۰۴/۷)

پھر اس روایت میں صرف متعہ سے ممانعت کا ذکر ہے، متعہ کی اجازت کا نہیں۔ اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے، تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے متعہ کی ابدی حرمت کا اعلان توفیق مکہ والے سال ہی فرمادیا تھا، البتہ مزید تاکید کے لیے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لیے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی اس کا اعلان فرمادیا۔

اسی بات کو بیان کرتے ہوئے شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَلَعَلَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ إِعَادَةَ النَّهْيِ لِيَشِيعَ وَيَسْمَعَهُ مَنْ لَمْ يَسْمَعْهُ قَبْلَ ذَلِكَ .

”شاید آپ ﷺ نے ممانعت کا اعلان دوبارہ اس لیے کیا ہو کہ یہ بات خوب نشر ہو جائے اور جو پہلے نہیں سن سکا، اب سن لے۔“

(فتح الباری : ۱۷۰/۹)

سنن ابن ماجہ (۱۶۹۲) وغیرہ میں ربیع بن سبرہ رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہوئے عبدالعزیز بن عمر راوی نے بھی حجۃ الوداع کے ”شاذ“ الفاظ بیان کیے ہیں، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَذَلِكَ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْأَكَابِرِ؛ ابْنُ جُرَيْجٍ وَالثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُمَا، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، وَهُوَ وَهْمٌ، فَرَوَايَةُ

الْجُمْهُورِ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ زَمَنَ الْفَتْحِ .  
 ”اسی طرح اکابر محدثین کی ایک جماعت، مثلاً ابن جریج اور سفیان ثوری  
 وغیرہ نے عبدالعزیز بن عمر سے حجۃ الوداع کے الفاظ نقل کیے ہیں، لیکن یہ  
 (عبدالعزیز بن عمر کا) وہم ہے۔ زیادہ راویوں نے ربیع بن سبرہ سے یہی بیان  
 کیا ہے کہ متعہ کی حرمت فتح مکہ کے موقع پر ہوئی تھی۔“

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۰۷/۷)

ثابت ہوا کہ صحیح الفاظ وہی ہیں، جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ  
 نے متعہ سے فتح مکہ والے سال منع فرمایا تھا۔

اسی بارے میں شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
 وَأَمَّا حَجَّةُ الْوَدَاعِ، فَهِيَ اخْتِلَافٌ عَلَى الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ،  
 وَالرَّوَايَةُ عَنْهُ بِأَنَّهَا فِي الْفَتْحِ أَصَحُّ وَأَشْهَرُ .  
 ”رہا (متعہ کی حرمت کے سلسلے میں) حجۃ الوداع (کا ذکر)، تو اس بارے میں  
 ربیع بن سبرہ سے بیان کرنے میں کسی سے اختلاف ہوا ہے۔ ان سے صحیح ترین  
 اور مشہور ترین روایت یہی ہے کہ متعہ کی حرمت فتح مکہ کے موقع پر ہوئی۔“

(فتح الباری: ۱۷۰/۹)

یاد رہے کہ طیوریات (۷۴۰/۲) والی روایت امام زہری رحمہ اللہ کی ”تدلیس“ کی وجہ  
 سے ”ضعیف“ ہے۔

**متعہ کی حرمت اور غزوہ تبوک:**

فقہ امت، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، فَزَلْنَا ثِيََّةَ الْوَدَاعِ، فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَصَابِيحَ، وَرَأَى نِسَاءً يَبْكِينَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟، فَقِيلَ: نِسَاءٌ تُمْتَعُ مِنْهُنَّ يَبْكِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَرَمَ [ أَوْ قَالَ: هَدَمَ ] الْمُتْعَةَ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالْعِدَّةُ، وَالْمِيرَاثُ.

”ہم رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں غزوہ تبوک کے لیے نکلے۔ دورانِ سفر ہم ثنیۃ الوداع کے مقام پر ٹھہرے۔ آپ ﷺ نے چراغوں کو جلتے اور عورتوں کو روتے دیکھا، تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا: یہ وہ عورتیں ہیں جن سے متعہ کیا گیا تھا، وہ رورہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نکاح، طلاق، عدت اور وراثت نے متعہ کو حرام کر دیا ہے۔“

(مسند أبي يعلى: ٦٦٢٥، سنن الدارقطني: ٢٥٩/٣، شرح معاني الآثار للطحاوي:

٢٦/٣، وسنده حسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۱۴۹) نے ”صحیح“ کہا ہے، جبکہ حافظ ابن قطان فاسی (بیان الوہم والإیہام الواقعیین فی کتاب الأحکام: ۸۴/۵) اور حافظ ابن حجر (المختصر الحیجر: ۱۵۴/۳، ج: ۱۵۰۰) رحمہما اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ قرار دیا ہے۔

اس کا راوی مؤمل بن اسماعیل جمہور محدثین کرام کے نزدیک ”ثقة، حسن الحدیث“

ہے۔

اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر متعہ کی حرمت

ہوئی، بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے متعہ کی حرمت نازل ہو چکی تھی، رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر اس کو دوبارہ بیان فرمادیا۔

شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قِصَّةُ تَبُوكَ؛ فَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ التَّصْرِيحُ بِأَنَّهُمْ اسْتَمْتَعُوا مِنْهُنَّ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ، فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ وَقَعَ قَدِيمًا، ثُمَّ وَقَعَ التَّوْدِيعُ مِنْهُنَّ حِينَئِذٍ وَالنَّهْيُ، أَوْ كَانَ النَّهْيُ وَقَعَ قَدِيمًا، فَلَمْ يَبْلُغْ بَعْضُهُمْ فَاسْتَمَرَ عَلَى الرُّخْصَةِ.

”غزوہ تبوک کے سلسلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ صحابہ کرام نے اس موقع پر عورتوں سے متعہ کیا۔ ممکن ہے کہ متعہ تو پہلے ہی ہوا ہو، لیکن عورتوں سے جدائی اس وقت ہوئی ہو اور اسی وقت یہ ممانعت بھی بیان ہو گئی ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممانعت پہلے سے ہو، لیکن بعض صحابہ کرام کو اس کا علم نہ ہوا ہو اور وہ اس رخصت پر عمل کرتے رہے ہوں۔“

(فتح الباری: ۱۷۰/۹)

سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى غَزْوَةِ تَبُوكَ، حَتَّى إِذَا كُنَّا عِنْدَ الْعَقَبَةِ مِمَّا يَلِي الشَّامَ، جَاءَتْ نِسْوَةٌ، فَذَكَرْنَا تَمَتُّعَنَا، وَهُنَّ يَجْلُنَ فِي رِحَالِنَا، أَوْ قَالَ :

يُطْفَنَ فِي رِحَالِنَا، فَجَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَيْهِنَّ، فَقَالَ: مَنْ هَؤُلَاءِ النِّسْوَةُ؟ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! نِسْوَةٌ تَمَتَّعْنَا مِنْهُنَّ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى احْمَرَّتْ وَجَتَّاهُ، وَتَمَعَّرَ لَوْنُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، فَقَامَ فِيْنَا، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ نَهَى عَنِ الْمُتَعَةِ، فَتَوَادَعْنَا يَوْمَئِذٍ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ، وَلَمْ نَعُدْ، وَلَا نَعُودُ لَهَا أَبَدًا، فِيهَا سُمِّيَتْ يَوْمَئِذٍ ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ.

”ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غزوہ تبوک کے لیے نکلے۔ جب ہم شام کی طرف عقبہ کے قریب پہنچے، تو کچھ عورتیں آئیں۔ ہم نے ان سے متعہ کا معاہدہ کر لیا، وہ ہمارے خیموں میں گھوم پھر رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ عورتوں کو دیکھ کر آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ وہ عورتیں ہیں، جن سے ہم نے متعہ کیا ہے۔ آپ ﷺ غصے میں آ گئے، حتیٰ کہ رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ آپ ﷺ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر ہمیں متعہ سے منع فرما دیا۔ ہم مردوں اور عورتوں نے اسی وقت جدائی اختیار کر لی۔ دوبارہ کبھی ایسا نہیں کیا، نہ اب کبھی کریں گے۔ اسی بنا پر اس جگہ کا نام ثنیۃ الوداع (جدائی کی گھاٹی) پڑ گیا۔“

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار، ص: ۱۷۸، نصب الرایۃ للزیلعی :





لیکن یہ روایت باطل (جھوٹی) ہے، کیونکہ:

① اس کا راوی عباد بن کثیر ”متروک“ ہے۔

② عبد اللہ بن محمد بن عقیل راوی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ”ضعیف“

ہے۔ اس کے بارے میں حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

”اکثر محدثین کرام نے اسے ضعیف کہا ہے۔“

(المجموع شرح المہذب: ۱/۱۵۵)

علامہ مناوی رحمہ اللہ حافظ ابوالفتح یمری سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ضَعَفَهُ الْأَكْثَرُ لِسَوْءِ حِفْظِهِ .

”جمہور محدثین کرام نے اسے حافظ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(فیض القدیر: ۵/۵۲۷)

## متعہ اور عمرۃ القضا:

امام معمر اور امام حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ:

مَا حَلَّتِ الْمُتَعَةُ قَطُّ، إِلَّا ثَلَاثًا فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ، مَا حَلَّتْ

قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا .

”متعہ صرف عمرۃ القضا کے دوران تین دن حلال ہوا تھا۔ اس سے پہلے یا بعد

کبھی حلال نہیں ہوا۔“

(مصنف عبد الرزاق: ۷/۵۰۳، ۵۰۴، ح: ۱۴۰۴۰)

یہ قول امام عبد الرزاق رحمہ اللہ کی ”تدلیس“ کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے۔

## کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام کیا تھا؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں متعہ حلال تھا، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کو حرام قرار دیا تھا۔ آئیے ان کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں:

صحابی رسول، سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَسْتَمْتِعُ بِالْقَبْضَةِ مِنَ التَّمْرِ وَالْدَّقِيقِ، الْيَّامَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، حَتَّى نَهَى عَنْهُ عُمَرُ، فِي شَأْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ.

”ہم رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کھجوروں اور آٹے کی ایک مٹھی کے عوض متعہ کیا کرتے، حتیٰ کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن حریش کے معاملے میں ہمیں اس سے منع فرمادیا۔“

(صحیح مسلم: ۱۶/۱۴۰۵)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں متعہ سے روکا، یہ نہیں کہ انہوں نے خود اسے حرام کیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے متعہ کی حرمت معلوم نہیں ہو سکی تھی، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بتانے پر معلوم ہو گئی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں متعہ سے روکا، تو یہی بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام کر دیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لَنَا فِي الْمُتَعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ حَرَّمَهَا، وَاللَّهِ! لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصِنٌ، إِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ، إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنِي بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَحَلَّهَا بَعْدَ إِذْ حَرَّمَهَا.

”جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو انہوں نے لوگوں سے یوں خطاب فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (فتح مکہ کے موقع پر) تین دن متعہ کی اجازت دی، پھر اسے حرام کر دیا۔ اللہ کی قسم! میں اگر کسی بھی شادی شدہ کو متعہ کرتا پاؤں گا، تو اسے پتھروں سے رجم کر دوں گا، سوائے اس صورت کے کہ وہ اس پر چار گواہ لائے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ کو حرام کرنے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔“

(سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۳، وسندہ حسن)

اسی لیے شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثَبَّتَ نَهْيُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فِي حَدِيثِ الرَّبِيعِ ابْنِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبُدٍ عَنْ أَبِيهِ، بَعْدَ الْإِذْنِ فِيهِ، وَلَمْ نَجِدْ عَنْهُ الْإِذْنَ فِيهِ بَعْدَ النَّهْيِ عَنْهُ، فَنَهَى عُمَرُ مُوَافِقَ لِنَهْيِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: وَتَمَامُهُ أَنْ يُقَالَ لَعَلَّ جَابِرًا وَمَنْ نُقِلَ عَنْهُ اسْتَمَرَّارُهُمْ عَلَى ذَلِكَ بَعْدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْ نَهَى عَنْهَا عُمَرُ لَمْ يَبْلُغْهُمْ النَّهْيُ، وَمِمَّا يُسْتَفَادُ أَيْضًا أَنَّ

عُمَرَ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا اجْتِهَادًا، وَإِنَّمَا نَهَى عَنْهَا مُسْتِنْدًا إِلَى نَهْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ وَقَعَ التَّصْرِيحُ عَنْهُ بِذَلِكَ فِيمَا أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهٍ مِنْ طَرِيقِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَفْصٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ خُطَبَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لَنَا فِي الْمُتَعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ حَرَّمَهَا.

”رسول اللہ ﷺ کا متعہ کی اجازت دینے کے بعد اس سے منع کرنا سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ثابت ہے، جبکہ ممانعت کے بعد اس کی اجازت ثابت نہیں۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا متعہ سے منع کرنا رسول اللہ ﷺ کی ممانعت کی موافقت میں تھا۔ یہ بات تب سمجھ میں آتی ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ (جو رسول اللہ ﷺ کے بعد متعہ کرتے رہے اور ان کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روکا) کو ممانعت کا علم نہیں ہوا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے متعہ سے روکنے کا عمل اپنے اجتہاد سے نہیں کیا، بلکہ اس کی دلیل انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے ہی کو بنایا تھا۔ اس بات کی تصریح سنن ابن ماجہ کی اس روایت میں موجود ہے، جسے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (فتح مکہ کے موقع پر) تین دن متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اس سے (ہمیشہ ہمیشہ کے لیے) منع فرمادیا۔“

(فتح الباری: ۱۷۲/۹)

نیز یہ حدیث تو اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی متعہ شریعت اسلامیہ میں منسوخ اور حرام تھا، اسی لیے تو وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بتانے پر اس کے قائل ہو گئے، ورنہ جس چیز کی رخصت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس کو کیسے حرام کر سکتے ہیں اور ان کے کہنے پر دوسرے صحابہ کرام کیونکر اس سے رُک سکتے ہیں؟

جیسا کہ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۲۳۸-۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : كُنَّا نَتَمَتَّعُ حَتَّى نَهَانَا عَنْهَا عُمَرُ، فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ لَمْ يَعْلَمْ بِتَحْرِيمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا، حَتَّى عَلِمَهُ مِنْ قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَفِي تَرْكِهِ مَا قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاحَهُ لَهُمْ، دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْحُجَّةَ قَدْ قَامَتْ عِنْدَهُ عَلَى نَسْخِ ذَلِكَ وَتَحْرِيمِهِ .

”ہاں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۱۴۰۵) کا یہ قول کہ ہم متعہ کرتے رہے، حتیٰ کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے روکا، تو ہو سکتا ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متعہ سے روکنا معلوم نہ ہوا ہو اور اس ممانعت کا علم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے روکنے سے ہی ہوا ہو۔ پھر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائز کی ہوئی رخصت سے رُک جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ اور حرام ہونا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) ثابت ہو چکا تھا۔“

(شرح معانی الآثار: ۲۶/۳)

علامہ ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۹۰ھ) فرماتے ہیں:

وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى صِحَّةِ مَا قُلْنَاهُ مِنَ الْإِجْمَاعِ عَلَى تَحْرِيمِهَا،  
لِأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي هَذِهِ الْأَخْبَارِ،  
وَفِيمَا تَقَدَّمَ نَهَى عَنْهَا عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَوَعَّدَ عَلَيْهَا، وَغَلَّظَ  
أَمْرَهَا، وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَهَا  
وَنَهَى عَنْهَا، وَذَلِكَ بِحَضْرَةِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَلَمْ  
يُعَارِضْهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا رَدَّ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فِي ذَلِكَ، مَعَ مَا كَانُوا  
عَلَيْهِ مِنَ الْحَرِصِ عَلَى إِظْهَارِ الْحَقِّ وَبَيَانِ الْوَاجِبِ، وَرَدَّ  
الْخَطَايَا كَمَا وَصَفَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فِي ذَلِكَ، أَلَا تَرَى أَنَّ أَبِي  
بَنَ كَعْبٍ عَارِضَهُ فِي مُتْعَةِ الْحَجِّ، وَقَدْ عَارِضَهُ مُعَاذُ بْنُ  
جَبَلٍ فِي رَجْمِ الْحَامِلِ، لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِمِثْلِهِمُ الْمُدَاهَنَةُ فِي  
الدِّينِ وَلَا السُّكُوتُ عَلَى اسْتِمَاعِ الْخَطَايَا، لَا سِيَّمَا فِيمَا هُوَ  
رَاجِعٌ إِلَى الشَّرِيعَةِ، وَثَابِتٌ فِي أَحْكَامِهَا عَلَى التَّأْيِيدِ، فَلَمَّا  
سَكَتُوا عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ، عَلِمَ أَنَّ ذَلِكَ هُوَ  
الْحَقُّ وَأَنَّهُ ثَابِتٌ فِي الشَّرِيعَةِ مِنْ نَسْخِ الْمُتْعَةِ وَتَحْرِيمِهَا  
كَمَا ثَبَتَ عِنْدَهُ، فَصَارَ ذَلِكَ كَأَنَّ جَمِيعَهُمْ قَرَّرُوا تَحْرِيمَهَا  
وَتَثَبُّتُوا مِنْ نَسْخِهَا، فَكَانَتْ حَرَامًا عَلَى التَّأْيِيدِ، وَقَدْ رَوَى

ذَلِكَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ سِوَى عُمَرَ، فَرُويَ تَحْرِيمُهَا عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، لِأَنَّهُ رَجَعَ عَنْ إِبَاحَتِهَا لَمَّا بَانَ لَهُ صَوَابُ ذَلِكَ، وَنُقِلَ إِلَيْهِ تَحْرِيمُهَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مَذْهَبُ التَّابِعِينَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْأَئِمَّةِ أَجْمَعِينَ، وَلَوْ لَمْ يَقُلْ بِتَحْرِيمِ الْمُتْعَةِ إِلَّا وَاحِدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ إِذْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهِمْ مُخَالَفٌ لَّوَجَبَ عَلَيْنَا الْإِخْلَافُ بِقَوْلِهِ، وَالْمَصِيرُ إِلَى عِلْمِهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَقُلْ ذَلِكَ إِلَّا عَنْ عِلْمٍ ثَاقِبٍ، وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَى ذَلِكَ؟ فَكَانَ مَنْ خَالَفَ ذَلِكَ وَاسْتَحَلَّ نِكَاحَ الْمُتْعَةِ مُخَالِفًا لِلْإِجْمَاعِ مُعَانِدًا لِلْحَقِّ وَالصَّوَابِ .

”یہ بات ہمارے دعویٰ اجماع کی صحت پر دلیل ہے، کیونکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ برسر منبر متعہ سے منع فرمایا، اس فعل سے ڈرایا اور اس معاملے کو گھمبیر قرار دیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حرام قرار دے کر اس سے منع فرما دیا تھا۔ یہ ساری کارروائی مہاجرین و انصار صحابہ کرام کی موجودگی میں انجام پائی، لیکن کسی نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روک ٹوک کی نہ رد کیا۔ حالانکہ صحابہ کرام اظہار حق، بیان واجب اور غلطی رد کرنے کے شیدائی تھے، جیسا کہ ان کی یہ صفت اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے بھی بیان کی

ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے بارے میں اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان سے حاملہ کو رجم کرنے کے معاملے میں روک ٹوک کی تھی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام جیسے (مضبوط ایمان والے) لوگوں سے دین کے حوالے سے مد اہنت اور غلط بات سن کر خاموشی ممکن نہیں، خصوصاً ایسے معاملے میں جو شریعت سے تعلق رکھتا ہو اور تابعدار شریعت میں موجود رہنے والا ہو۔ جب تمام صحابہ کرام خاموش ہو گئے اور کسی نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہو گیا کہ یہی حق ہے اور متعہ کا منسوخ اور حرام ہونا ہی شریعت میں ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نزدیک تھا۔ یہ معاملہ تمام صحابہ کرام کے متعہ کے حرام اور منسوخ ہونے کا اقرار کرنے کے مترادف ہے، لہذا یہ تابعدار حرام ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اس بارے میں احادیث بیان کی ہیں۔ متعہ کا حرام ہونا سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حق واضح ہونے اور متعہ کی حرمت پر حدیث رسول پہنچنے پر رجوع فرمایا تھا۔ یہی مذہب تمام تابعین، فقہائے کرام اور ائمہ دین کا ہے۔ اگر بالفرض متعہ کو صرف ایک صحابی رسول ہی حرام قرار دیتے اور کوئی صحابی اس معاملے میں ان کا مخالف نہ ہوتا تو ہم پر اس صحابی کے قول و علم کی پیروی لازم تھی، کیونکہ صحابی ایسی بات صرف ٹھوس علم کی بنیاد پر ہی کہتا ہے۔ اس پر صحابہ کرام نے اجماع کر لیا ہے۔ اب جو شخص اس کی مخالفت



کرتے ہوئے نکاحِ متعہ کو حلال سمجھتا ہے وہ اجماع کا مخالف اور حق و صواب کا دشمن ہے۔“

(تحريم نكاح المتعة لأبي الفتح المقدسي، ص: ۷۷)

علامہ فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴-۶۰۱ھ)، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعہ کے متعلق خطاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

ذَكَرَ هَذَا الْكَلَامَ فِي مَجْمَعِ الصَّحَابَةِ وَمَا أَنْكَرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ،  
فَالْحَالُ هُنَا لَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يُقَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوا عَالِمِينَ  
بِحُرْمَةِ الْمُتْعَةِ فَسَكَتُوا، أَوْ كَانُوا عَالِمِينَ بِأَنَّهَا مُبَاحَةٌ  
وَلَكِنَّهُمْ سَكَتُوا عَلَى سَبِيلِ الْمُدَاهَنَةِ، أَوْ مَا عَرَفُوا إِبَاحَتَهَا  
وَلَا حُرْمَتَهَا، فَسَكَتُوا لِكُونِهِمْ مُتَوَقِّفِينَ فِي ذَلِكَ، وَالْأَوَّلُ  
هُوَ الْمَطْلُوبُ، وَالثَّانِي يُوجِبُ تَكْفِيرَ عُمَرَ، وَتَكْفِيرَ  
الصَّحَابَةِ لِأَنَّ مَنْ عَلِمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَكَمَ  
بِإِبَاحَةِ الْمُتْعَةِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ مَحْظُورَةٌ مِنْ غَيْرِ نَسْخٍ  
لَهَا فَهُوَ كَافِرٌ بِاللَّهِ، وَمَنْ صَدَّقَهُ عَلَيْهِ مَعَ عِلْمِهِ بِكَوْنِهِ  
مُخْطِئًا كَافِرًا، كَانَ كَافِرًا أَيْضًا، وَهَذَا يَقْتَضِي تَكْفِيرَ الْأُمَّةِ،  
وَهُوَ عَلَى ضِدِّ قَوْلِهِ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)،  
وَالْقِسْمُ الثَّالِثُ: وَهُوَ أَنََّّهُمْ مَا كَانُوا عَالِمِينَ بِكَوْنِ الْمُتْعَةِ  
مُبَاحَةً أَوْ مَحْظُورَةً فَلِهَذَا سَكَتُوا، فَهَذَا أَيْضًا بَاطِلٌ، لِأَنَّ

الْمُتَعَةَ بِتَقْدِيرِ كَوْنِهَا مُبَاحَةً تَكُونُ كَالنِّكَاحِ، وَاحْتِيَاجِ  
النَّاسِ إِلَى مَعْرِفَةِ الْحَالِ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَامٌّ فِي حَقِّ  
الْكُلِّ، وَمِثْلُ هَذَا يُمْنَعُ أَنْ يَبْقَى مَخْفِيًّا، بَلْ يَجِبُ أَنْ يَشْتَهَرَ  
الْعِلْمُ بِهِ، فَكَمَا أَنَّ الْكُلَّ كَانُوا عَارِفِينَ بِأَنَّ النِّكَاحَ مُبَاحٌ،  
وَأَنَّ إِبَاحَتَهُ غَيْرُ مَنْسُوخَةٍ، وَجَبَ أَنْ يَكُونَ الْحَالُ فِي الْمُتَعَةِ  
كَذَلِكَ، وَلَكَمَا بَطَلَ هَذَانِ الْقِسْمَانِ ثَبَتَ أَنَّ الصَّحَابَةَ إِنَّمَا  
سَكَتُوا عَنِ الْإِنْكَارِ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَنَّهُمْ كَانُوا  
عَالِمِينَ بِأَنَّ الْمُتَعَةَ صَارَتْ مَنْسُوخَةً فِي الْإِسْلَامِ.

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں صحابہ کرام کے مجمع میں کیں، کسی نے  
بھی انکار نہیں کیا۔ اس صورتِ حال میں تین باتیں کہی جاسکتی ہیں: پہلی یہ کہ  
صحابہ کرام کو متعہ کی حرمت کا علم تھا، لہذا وہ خاموش ہو گئے، دوسری یہ کہ انہیں  
متعہ کی اباحت معلوم تھی، لیکن وہ مدافعت کی وجہ سے خاموش رہے یا تیسری یہ  
کہ انہیں متعہ کے حرام ہونے یا مباح ہونے کے بارے میں علم ہی نہ تھا، لہذا  
وہ اس بارے میں توقف کرتے ہوئے خاموش رہے۔ پہلی بات ہی درست  
ہے، دوسری بات سے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم  
آتی ہے، کیونکہ جو شخص جاننا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو مباح قرار دیا ہے،  
پھر وہ بغیر نسخ کی دلیل کے کہے کہ یہ حرام ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا  
ہے اور جسے اس کی غلطی اور کفر پر آگاہی ہو، پھر بھی اس کی تصدیق کرے وہ بھی

کافر ٹھہرے گا۔ یوں ساری کی ساری امت کا کافر ہونا لازم آئے گا اور یہ بات اس فرمانِ باری تعالیٰ کے خلاف ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ تم بہترین امت ہو۔ تیسری بات کہ صحابہ کرام کو متعہ کی حرمت یا اباحت کے بارے میں علم ہی نہ تھا، اس لیے وہ خاموش ہو گئے، یہ بھی باطل ہے، کیونکہ متعہ کو مباح سمجھیں، تو وہ نکاح کی طرح ہے۔ لوگ جس طرح نکاح کی بابت علم کے محتاج ہیں، اسی طرح متعہ (اگر حلال ہو تو اس) کی معرفت کے بھی محتاج ہوں گے۔ اس طرح کا معاملہ مخفی رہنا ممکن نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں علم مشہور و معروف ہو۔ جس طرح سب کو علم تھا کہ نکاح مباح ہے اور اس کی اباحت منسوخ نہیں، اسی طرح متعہ کے بارے میں علم ہونا بھی ضروری تھا۔ جب یہ (آخری) دونوں باتیں باطل ہیں تو ثابت ہو گیا ہے کہ صحابہ کرام سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر انکار کرنے سے صرف اس لیے خاموش رہے کہ انہیں اسلام میں متعہ کے منسوخ ہو جانے کا علم تھا۔“

(تفسیر الفخر الرازی: ۲۸۷/۳)

متعہ اور علمائے امت:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فتویٰ:

صحابی رسول، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَنْكِحَ امْرَأَةً إِلَّا نِكَاحَ الْإِسْلَامِ، يُمَهِّرُهَا، وَيَرِثُهَا وَتَرِثُهُ، وَلَا يُقَاضِيهَا عَلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ، إِنَّهَا امْرَأَتُهُ،

فَإِنْ مَاتَ أَحَدُهُمَا لَمْ يَتَوَارَثَا .

”کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ کسی عورت سے اسلام کے نکاح کے علاوہ کوئی اور نکاح کرے۔ مرد عورت کو حق مہر دے گا اور بیوی (کے فوت ہونے پر اس) کا وارث بنے گا، (اور اس کے فوت ہونے پر) بیوی اس کی وارث بنے گی۔ کوئی مرد عورت سے معین مدت تک نکاح نہ کرے کہ وہ اس کی بیوی تو ہو، لیکن اگر دونوں میں سے کوئی فوت ہو جائے، تو دوسرا اس کا وارث نہ بن سکے۔“

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۰۷/۷، وسندہ صحیح)

امام عروہ بن زبیر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَامَ بِمَكَّةَ، فَقَالَ: إِنَّ نَاسًا أَعْمَى اللَّهُ قُلُوبَهُمْ، كَمَا أَعْمَى أَبْصَارَهُمْ، يُفْتَنُونَ بِالْمُتْعَةِ، يُعْرِضُونَ بِرَجُلٍ، فَنَادَاهُ، فَقَالَ: إِنَّكَ لَجِلْفٌ جَافٍ، فَلَعَمْرِي، لَقَدْ كَانَتِ الْمُتْعَةُ تُفْعَلُ عَلَى عَهْدِ إِمَامٍ الْمُتَّقِينَ، يُرِيدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ: فَجَرَّبَ بِنَفْسِكَ، فَوَاللَّهِ، لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَأَرْجُمَنَّكَ بِأَحْجَارِكَ .

”سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں کھڑے ہوئے اور ایک شخص کی طرف تعریض کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی طرح کچھ لوگوں کے دل بھی اندھے کر دیئے ہیں اور وہ متعہ کے جواز پر فتویٰ دے رہے ہیں۔ پھر انہوں نے اس آدمی کو بلایا، تو وہ کہنے لگا: تم بڑے سخت طبع آدمی ہو، قسم سے متعہ

تو امام المتقین، یعنی رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہوتا رہا ہے۔ اس پر سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اپنی ذات پر ذرا تجربہ تو کرو۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا، تو میں ضرور تمہیں رجم کر دوں گا۔“

(صحیح مسلم: ۲۷/۱۴۰۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع متعہ کو جائز سمجھتے تھے، لیکن جب انہیں متعہ کی حرمت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان معلوم ہوا، تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا تھا، جیسا کہ:

ابو جہرہ، نصر بن عمران تابعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَ مَوْلَى لَهُ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ فِي الْغَزْوِ، وَالنِّسَاءُ قَلِيلٌ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: صَدَقْتَ.

”میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ النساء کے بارے میں سوال کیا، تو ان کے غلام نے کہا: یہ تو غزوات میں جائز ہوتا تھا، جب عورتیں کم تھیں۔ اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا۔“

(شرح معانی الآثار للطحاوي ۲۶/۳، وسندہ حسن)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام طحاوی حنفی لکھتے ہیں:

هَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: إِنَّمَا أُبَيِّحَتْ

وَالنِّسَاءُ قَلِيلٌ، أَي فَلَـمَّا كَثُرَ ارْتَفَعَ الْمَعْنَى الَّذِي مِنْ أَجْلِهِ أُبِيحَتْ.

”یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، جو فرما رہے ہیں کہ متعہ اس وقت جائز قرار دیا گیا تھا، جب عورتیں کم تھیں۔ جب عورتیں زیادہ ہو گئیں، تو سب جواز ختم ہو گیا۔“

(شرح معانی الآثار: ۲۶/۳)

مشہور لغوی، ابن منظور، افریقی (۲۸۲-۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

فَالثَّابِتُ عِنْدَنَا أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَرَاهَا حَالًا، ثُمَّ لَمَّا وَقَفَ عَلَى نَهْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا رَجَعَ عَنْ إِحْلَالِهَا.

”ہمارے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما متعہ کو حلال سمجھتے تھے، پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا تھا، تو انہوں نے اس کو حلال قرار دینے سے رجوع فرما لیا تھا۔“

(لسان العرب: ۳۳۰/۸)

امام ابو عیینہ، قاسم بن سلام رضی اللہ عنہ (۱۵۰-۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ كَانَ يَتَرَخَّصُ فِيهَا، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَإِنَّهُ كَانَ ذَلِكَ مَعْرُوفًا مِّنْ رَّأْيِهِ، ثُمَّ بَلَّغْنَا أَنَّهُ رَجَعَ عَنْهُ.

”ہمارے علم کے مطابق کسی صحابی سے متعہ کی رخصت ثابت نہیں، البتہ ابن

عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ مشہور ہے۔ انہوں نے بھی اس فتوے سے رجوع فرمالیا تھا۔“

(الناسخ والمنسوخ، ص: ۸۰)

## تابعین اور نکاحِ متعہ:

امام سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَسَخَ الْمُتْعَةَ الْمِيرَاثُ.

”متعہ کو وراثت نے منسوخ کر دیا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۵۵۱/۳، ح: ۱۷۰۷۰، وسندہ صحیح)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد و رشید، امام عروہ بن زبیر تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں:

أَلَا وَإِنَّ الْمُتْعَةَ هِيَ الزَّيْنَا.

”خبردار! نکاحِ متعہ زنا ہی ہے۔“

(الناسخ والمنسوخ للقاسم بن سلام: ۱۳۰، مصنّف ابن أبي شيبة: ۵۵۲/۳، وسندہ

حسن)

## امام مالک رحمہ اللہ اور متعہ:

صاحب ہدایہ، علامہ مرغینانی حنفی (م: ۵۹۳ھ) نے لکھا ہے:

وَقَالَ مَالِكٌ: هُوَ جَائِزٌ.

”امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متعہ جائز ہے۔“

(الهداية شرح بداية المبتدي: ۳۳۳/۲)

لیکن امام مالک رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت غلط ہے، اس پر کئی دلائل ہیں:

① امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”موطا“ میں متعہ کی حرمت پر حدیث ذکر کی ہے۔ شارح ہدایہ، علامہ عینی حنفی (۷۶۲-۸۵۵ھ) اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

عَادَةُ مَالِكٍ أَنْ لَا يَرْوِيَ حَدِيثًا فِي مُوَطَّأِهِ إِلَّا وَهُوَ يَذْهَبُ وَيَعْمَلُ بِهِ، وَلَوْ ذُكِرَ عَنْهُ مَا ذَكَرَهُ الْكَامِلُ لَذَكَرَهُ أَصْحَابُهُ، وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْهُ شَيْءٌ مِّنْ ذَلِكَ.

”امام مالک رحمہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی کتاب موطا میں جو بھی حدیث ذکر کرتے ہیں، اس کے مطابق اپنا مذہب بناتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اگر بات ایسے ہی ہوتی، جیسے اکمل نے ذکر کی ہے (کہ امام مالک رحمہ اللہ متعہ کو جائز سمجھتے تھے)، تو امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ان سے یہ بات ذکر کرتے، لیکن ان سے ایسی کوئی بات منقول نہیں۔“

(البنایۃ شرح الہدایۃ: ۶۳/۵)

② علمائے حق میں سے کسی نے اس قول کو امام مالک رحمہ اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا۔

③ صاحب ہدایہ کے رد میں کا کی حنفی لکھتے ہیں:

هَذَا سَهْوٌ، فَإِنَّ الْمَذْكُورَ فِي كُتُبِ مَالِكٍ حُرْمَةُ نِكَاحِ الْمُتَعَةِ.

”یہ صاحب ہدایہ کی غلطی ہے، کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ کی کتب میں نکاح متعہ کی حرمت ذکر کی گئی ہے۔“





(البنایة شرح الهدایة للعینی الحنفی: ۶۳/۵)

④ مالکی کتب میں متعہ کو بالاجماع حرام لکھا گیا ہے۔

⑤ شارح ہدایہ، علامہ ابن ہمام حنفی (۷۹۰-۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

نَسَبْتُهُ إِلَى مَالِكٍ غَلَطٌ.

”امام مالک کی طرف اس قول کی نسبت غلط ہے۔“

(فتح القدیر: ۲۴۷/۳)

⑥ اس بارے میں ابن نجیم، حنفی (م: ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

وَمَا فِي الْهِدَايَةِ، مَنْ نَسَبَتْهُ إِلَى مَالِكٍ، فَعَلَطٌ، كَمَا ذَكَرَهُ  
الْشَّارِحُونَ.

”ہدایہ میں امام مالک رحمہ اللہ کی طرف جو نکاح متعہ کے جواز کی نسبت کی گئی  
ہے، وہ غلط ہے، جیسا کہ شارحین نے ذکر کیا ہے۔“

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ۱۱۵/۳)

معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا متعہ کو جائز کہنا قطعاً ثابت نہیں۔

**اہل حجاز اور متعہ:**

امام اوزاعی رحمہ اللہ کی طرف یہ قول منسوب ہے:

يُجْتَنَبُ أَوْ يُتْرَكُ مِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْعِرَاقِ خَمْسٌ، وَمِنْ قَوْلِ أَهْلِ  
الْحِجَازِ خَمْسٌ، وَمِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْعِرَاقِ: شُرْبُ الْمُسْكِرِ،  
وَالْأَكْلُ عِنْدَ الْفَجْرِ فِي رَمَضَانَ، وَلَا جُمُعَةٌ إِلَّا فِي سَبْعَةٍ

أَمْصَارٍ، وَتَأْخِيرُ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتَّى يَكُونَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ  
أَرْبَعَةَ أَمْثَالِهِ، وَالْفِرَارُ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَمِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْحِجَازِ :  
اسْتِمَاعُ الْمَلَاهِي، وَالْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عَذْرِ،  
وَالْمُتَعَةُ بِالنِّسَاءِ، وَالِدَرَهُمْ بِالِدَّرْهَمَيْنِ، وَالِدَيْنَارُ بِالدَّيْنَارَيْنِ  
يَدًا بِيَدٍ، وَإِثْنَانُ النِّسَاءِ فِي أَذْبَارِهِنَّ .

”پانچ اقوال اہل عراق کے اور پانچ اہل حجاز کے چھوڑ دیئے جائیں: اہل عراق  
کے اقوال: ① نشہ آور چیز پینا۔ ② رمضان میں فجر کے نزدیک کھانا۔ ③  
سات شہروں کے علاوہ کہیں بھی جمعہ نہ ہونا۔ ④ چار گنا سایہ ہونے تک عصر کی  
نماز کو لیٹ کرنا۔ ⑤ کفار سے لڑائی کے دوران بھاگ جانا۔ اہل حجاز کے  
پانچ اقوال: ① موسیقی سننا۔ ② دو نمازوں کو بغیر عذر کے جمع کرنا۔ ③  
عورتوں سے متعہ کرنا۔ ④ نقد کی صورت میں ایک درہم کے بدلے دو درہم  
اور ایک دینار کے بدلے دو دینار کا لین دین کرنا۔ ⑤ عورتوں سے غیر فطری  
مباشرت۔“

(معرفة علوم الحديث للحاكم: ٦٥، تاريخ دمشق لابن عساكر: ٥٨/٥٩، ٥٩)

لیکن اس کی سند سخت ”ضعیف“ ہے، کیونکہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کے شاگرد ابو عبد اللہ بن  
بحر کی توثیق نہیں مل سکی۔ غیر معتبر اور نامعلوم لوگوں کی بیان کردہ بات قابل قبول نہیں ہو سکتی۔  
امام اوزاعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک قول میں متعہ کے جواز کی نسبت اہل مکہ کی  
طرف کی گئی ہے۔

(تاريخ دمشق لابن عساكر: ٣٦٢/١)

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کا راوی محمد بن ادریس بن حجاج المعروف بہ ابن ابی حمادہ ”مجهول“ ہے۔ متقدمین ائمہ محدثین میں سے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔ اس میں ایک اور علت بھی ہے۔

### متعہ اور حج تمتع:

بعض احادیث میں حج تمتع کو بھی متعہ کہا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے دھوکے سے اسے نکاح متعہ کی دلیل بنایا ہے، جیسا کہ:

مسلم القری، تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، فَسَأَلْنَاهَا عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَتْ: فَعَلْنَاهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”ہم سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے عورتوں کے متعہ (حج) کے بارے میں سوال کیا، تو فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایسا کیا۔“

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۵۱۵، مسند أبی داؤد الطیالسی: ۱۷۴۲، وسندہ حسن) مجمع کبیر طبرانی (۱۰۳/۲۴) میں صرف ”متعہ“ کے الفاظ ہیں۔

اس سے مراد حج تمتع ہے، اسے بھی مجازاً متعہ حج کہا جاتا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے:

فَسَأَلْنَاهَا عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ لِلنِّسَاءِ.

”ہم نے سیدہ اسماء سے عورتوں کے لیے حج تمتع کرنے کے بارے میں پوچھا۔“

اسی پر انہوں نے بتایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں حج تمتع کیا تھا۔

اس بات کی وضاحت صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے:

مسلم القری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ،  
فَرَخَّصَ فِيهَا، وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنْهَا، فَقَالَ: هَذِهِ أُمُّ ابْنِ  
الزُّبَيْرِ تَحَدَّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ  
فِيهَا، فَادْخُلُوا عَلَيْهَا، فَاسْأَلُوهَا، قَالَ: فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا، فَإِذَا  
امْرَأَةٌ ضَخْمَةٌ عَمِيَاءُ، فَقَالَتْ: قَدْ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا.

”میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے اس کی رخصت دی، جبکہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس سے منع فرماتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہی بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں رخصت دی تھی، ان کے پاس جا کر پوچھ لیں۔ ہم سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔ ناپیدنا ہونے کے ساتھ ان پر موٹا پا بھی طاری ہو چکا تھا۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کی اجازت دی تھی۔“ (صحیح مسلم: ۱۲۳۸)

اس کی مزید تائید صحیح بخاری (۱۷۹۶) اور صحیح مسلم (۱۲۳۷) کی ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ثابت ہوا کہ حدیث میں متعہ سے مراد متعۃ الحج ہے، نہ کہ نکاح متعہ۔

الحاصل:

قرآن و سنت اور اجماع امت کی رُو سے نکاح متعہ قیامت تک حرام کر دیا گیا ہے۔

## الحق المبين في الجهر بالتأمين

جہری نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے۔ اس کے ثبوت پر صحیح احادیث، آثار صحابہ اور ائمہ محدثین کی تصریحات شاہد ہیں:

### دلیل نمبر ①:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ، فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينَهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

”امام آمین کہے، تو آپ بھی آمین کہیں۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

(صحیح البخاری: ۷۸۰، صحیح مسلم: ۴۱۰)

صحیح مسلم (۷۸۰، ۷۹۱) کی روایت ہے:

إِذَا قَالَ الْقَارِي: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾  
 (الفاتحة: ۷) فَقَالَ: مَنْ خَلَفَهُ: آمِينَ، فَوَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ أَهْلِ  
 السَّمَاءِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

”جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے، مقتدی بھی

آمین کہیں اور اس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

## راوی حدیث کا عمل:

راوی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، كَانَ يُؤَذِّنُ لِمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَاشْتَرَطَ أَنْ لَا يَسْبِقَهُ بِالضَّالِّينَ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهُ قَدْ دَخَلَ الصَّفَّ فَكَانَ إِذَا قَالَ مَرْوَانُ: وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: آمِينَ، يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ، وَقَالَ إِذَا وَافَقَ تَأْمِينَ أَهْلِ الْأَرْضِ تَأْمِينَ أَهْلِ السَّمَاءِ غَفِرَ لَهُمْ .

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروان کے مؤذن تھے۔ انہوں نے مروان سے طے کر رکھا تھا کہ جب تک میں صف میں داخل نہ ہو جاؤں، آپ ”ولا الضالین“ نہیں کہیں گے، تو جب مروان ”ولا الضالین“ کہتا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آواز بلند آمین کہتے اور فرماتے: اہل زمین کی اہل آسمان سے آمین میں موافقت ہوگئی، تو زمین والوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔“

(السنن الکبری للبیہقی: ۸۵/۲، وسندہ صحیح)

سنن ابی داود (۹۳۷) کی سند کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَهَذَا إِسْنَادٌ مُتَّصِلٌ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ .

”یہ سند متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔“



(تغلیق التعليق: ۳۱۹/۲)

تنبيه:

ابو عثمان سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول!  
لَا تَسْبِقْنِي بِأَمِينٍ .  
”مجھ سے پہلے آمین نہ کہیے گا۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۵، ۱۲/۶، وسنده صحيح)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۲۱۹/۱) نے امام بخاری اور مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اونچی آواز سے آمین کہا کرتے تھے۔

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۳۸۳-۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنْ قِيلَ : مَا مَعْنَى قَوْلِ بِلَالٍ ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ : لَا تَسْبِقْنِي بِأَمِينٍ ؟ قُلْنَا : مَعْنَاهُ بَيِّنٌ فِي غَايَةِ الْبَيَانِ ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ أَنَّ الْإِمَامَ إِذَا قَالَ : آمِينَ ، قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ آمِينَ ، فَإِنْ وَّافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ، فَأَرَادَ بِلَالٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَمَهَّلَ فِي قَوْلِ آمِينَ ، فَيَجْتَمِعَ مَعَهُ فِي قَوْلِهَا ، رَجَاءً لِمُوَافَقَةِ تَأْمِينِ الْمَلَائِكَةِ ، وَهَذَا الَّذِي أَرَادَ أَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ الْعَلَاءِ .

”اگر آپ کہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے اس بیان (تسبیحی باین) کا معنی کیا ہے؟ تو ہم عرض کریں گے کہ معنی واضح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام آئین کہے، تو فرشتے بھی آئین کہتے ہیں۔ جس کی آئین فرشتوں کی آئین کے موافق ہوگی، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مقصد فقط یہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! تھوڑی مہلت دیجئے، تاکہ ہماری آئین اکٹھی ہو جائے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ ان کی آئین فرشتوں کی آئین کے ساتھ مل جائے، یہی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے علماء رضی اللہ عنہم سے کہا تھا۔“

(المُحَلِّی بِالْآثَار: ۳۳/۳)

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور فہم سلف:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰-۲۰۴ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا امام سورۃ فاتحہ کے بعد با آواز بلند آئین کہے گا، تو آپ نے جواب میں فرمایا:

نَعَمْ، وَيَرْفَعُ بِهَا مَنْ خَلْفَهُ أَصْوَاتَهُمْ.  
”جی ہاں! اور مقتدی بھی آواز بلند کریں گے۔“

پوچھا گیا دلیل کیا ہے؟ تو یہی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پیش کی اور فرمایا:

وَفِي قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِنُوا دَلَالَةً عَلَى أَنَّهُ أَمَرَ  
الْإِمَامَ أَنْ يَجْهَرَ بِأَمِينٍ؛ لِأَنَّ مَنْ خَلْفَهُ لَا يَعْرِفُ وَقْتُ تَأْمِينِهِ  
إِلَّا بِأَنْ يَسْمَعَ تَأْمِينَهُ.



”رسول اللہ ﷺ کا فرمان ’جب امام آمین کہے، تو آپ بھی آمین کہیں‘ وضاحت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امام کو باواز بلند آمین کا حکم دیا ہے، کیوں کہ مقتدی جب تک امام کی آمین سن نہ لے، اس کی آمین کا وقت نہیں جان سکتا۔“

(الأم للشافعي: ۱/۱۰۹، الخلافات للبيهقي: ۲/۶۷، ۶۸، مختصره)

امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا، مَا بَانَ وَثَبَتْ أَنَّ الْإِمَامَ يَجْهَرُ بِآمِينَ، إِذْ مَعْلُومٌ عِنْدَ مَنْ يَفْهَمُ الْعِلْمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْمُرُ الْمَأْمُومَ أَنْ يَقُولَ: آمِينَ، عِنْدَ تَأْمِينِ الْإِمَامِ إِلَّا وَالْمَأْمُومُ يَعْلَمُ أَنَّ الْإِمَامَ يَقُولُهُ، وَلَوْ كَانَ الْإِمَامُ يُسِرُّ آمِينَ، لَا يَجْهَرُ بِهِ لَمْ يَعْلَمْ الْمَأْمُومُ أَنَّ إِمَامَهُ قَالَ: آمِينَ، أَوْ لَمْ يَقُلْهُ، وَمُحَالٌ أَنْ يُقَالَ لِلرَّجُلِ: إِذَا قَالَ فَلَانٌ كَذَا فَقُلْ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، وَأَنْتَ لَا تَسْمَعُ مَقَالَتَهُ، هَذَا عَيْنُ الْمُحَالِ، وَمَا لَا يَتَوَهَّمُهُ عَالِمٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ الْمَأْمُومَ أَنْ يَقُولَ آمِينَ، إِذَا قَالَهُ إِمَامُهُ وَهُوَ لَا يَسْمَعُ تَأْمِينَ إِمَامِهِ.

”نبی کریم ﷺ کا فرمان ’امام آمین کہے، تو آپ آمین کہیں۔‘ صراحت سے ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے مقتدی کو باواز بلند آمین کہنے کا حکم دیا ہے،

یقیناً نبی کریم ﷺ مقتدی کو امام کی آئین ساتھ آئین کا حکم صرف اس صورت میں دے سکتے ہیں، جب اسے معلوم ہو کہ اب امام نے آئین کہی ہے۔ اگر امام آہستہ امام کہے، تو مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آئین کہہ دی ہے، یا نہیں کہی، آپ کسی سے کہیں کہ فلاں آدمی جب فلاں بات کہے، تو آپ بھی وہی بات کہہ دیجئے گا مگر آپ کو اس کی بات سنائی نہیں دے گی، تو محال ہے کہ سنے بغیر وہی بات کہہ دے۔ اسے کیا معلوم کہ اس نے کس وقت کیا کہا ہے، جب کہ وہ سن ہی نہیں رہا۔ تو نبی کریم ﷺ مقتدی کو حکم دیں کہ امام کی آئین ساتھ آئین کہو اور مقتدی امام کی آئین سن بھی نہ رہا ہو؟ ایک عالم تو کم از کم اس وہے کو نہیں سمجھ پائے گا۔“

(صحیح ابن خزيمة تحت الحديث : ۵۷۰)

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَوْلَا جَهْرُهُ بِالتَّأْمِينِ لَمَا أَمَكْنَ الْمَأْمُومُ أَنْ يُؤْمِنَ مَعَهُ وَيُؤَافِقَهُ فِي التَّأْمِينِ .

”اگر آئین بلند آواز سے نہ ہو تو ایک مقتدی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ امام کے ساتھ آئین کہے اور اس کی آئین امام کی آئین سے موافق ہو جائے۔“

(اعلام الموقعين : ۳۹۶/۲)

علامہ سندھی حنفی (م: ۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

أَخَذَ مِنْهُ الْمُصَنِّفُ الْجَهْرَ بِأَمِينٍ، إِذْ لَوْ أَسَرَ الْإِمَامُ بِأَمِينٍ، لَمَا عَلِمَ الْقَوْمُ بِتَأْمِينِ الْإِمَامِ فَلَا يُحْسِنُ الْأَمْرُ إِيَّاهُمْ بِالتَّأْمِينِ

عِنْدَ تَأْمِينِهِ وَهَذَا اسْتِنْبَاطٌ دَقِيقٌ يُرْجَحُهُ مَا جَاءَ مِنَ التَّصْرِيحِ  
بِالْجَهْرِ .

”مصنف کتاب اس حدیث سے آئین بالجہر کا استدلال کر رہے ہیں، کیوں کہ  
اگر آئین آہستہ آواز سے ہو تو مقتدی امام کی آئین بارے جان ہی نہ پائے، تو  
ایسی صورت میں مقتدی کو امام کے ساتھ آئین کہنے کا حکم مستحسن نہیں رہتا، یہ  
انتہائی دقیق استدلال ان احادیث کو رائج قرار دیتا ہے، جن میں آئین بالجہر کی  
صراحت موجود ہے۔“

(حاشیۃ السندي علی سنن ابن ماجہ: ۱/۲۸۰)

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ائمہ محدثین:

امیر المومنین فی الحدیث، سید الفقہاء، امام بخاری رحمہ اللہ اس پر حدیث پر جو باب قائم  
کیا ہے وہ کچھ یوں ہے:

بَابُ جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ .

”امام کے باوازیں آئین کہنے کا بیان۔“

اور

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ .

”مقتدی بلند آواز سے آئین کہے۔“

امام نسائی رحمہ اللہ کا باب:

بَابُ الْأَمْرِ بِالتَّأْمِينِ خَلْفَ الْإِمَامِ .

”امام کی اقتداء میں آمین کا حکم۔“

اور

بَابُ الْجَهْرِ بِالتَّأْمِينِ .

”آمین بالجہر کا بیان۔“

امام ابو داؤد رحمہ اللہ:

بَابُ التَّأْمِينِ وَرَاءَ الْإِمَامِ .

”امام کے پیچھے آمین کا بیان۔“

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ:

بَابُ الْجَهْرِ بِآمِينَ .

”بلند آواز سے آمین کہنے کا بیان۔“

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ:

بَابُ الْجَهْرِ بِآمِينَ عِنْدَ انْقِضَاءِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي الصَّلَاةِ

الَّتِي يَجْهَرُ الْإِمَامُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ .

”جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے اختتام پر بلند آواز سے آمین کہنے کا بیان۔“

امام بیہقی رحمہ اللہ:

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ .

”مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنے کا بیان۔“

یہ حدیث دلیل ہے کہ امام اور مقتدی پکار کر آمین کہیں گے۔ آمین بالجہر کے متعلق دیگر

احادیث اسی کی تائید کرتی ہیں، سوال یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ”باب جہر الامام بالتائین“ قائم کیا ہے، لیکن حدیث اور باب میں مطابقت کیا ہے؟ اہل علم اس کا جواب دیتے ہیں:

وَالْقَوْلُ إِذَا وَقَعَ بِهِ الْخِطَابُ مُطْلَقًا حُمِلَ عَلَى الْجَهْرِ وَمَتَى أُرِيدَ بِهِ الْإِسْرَارُ أَوْ حَدِيثُ النَّفْسِ قِيدَ بِذَلِكَ .  
 ”اگر کوئی قول مطلقاً وارد ہو، تو اسے جہر پر محمول کیا جائے گا۔ اگر اسے آہستہ کہنا یا دل میں کہنا مراد ہوتا، تو وضاحت کر دی جاتی۔“

(فتح الباری لابن حجر: ۲/۲۶۷، إرشاد الساری للقسطلانی: ۲/۱۰۱)

## دلیل نمبر ②:

نعیم بن عبداللہ مجر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ: ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾  
 (الفاتحة: ۱)، ثُمَّ قَرَأَ بِأَمِّ الْقُرْآنِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ ﴿غَيْرِ الْمَعْصُوبِ﴾  
 عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿ (الفاتحة: ۷) فَقَالَ: آمِينَ. فَقَالَ النَّاسُ:  
 : آمِينَ وَيَقُولُ: كُلَّمَا سَجَدَ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا قَامَ مِنْ  
 الْجُلُوسِ فِي الْإِثْنَيْنِ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي  
 نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ.

”میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی، آپ نے ﴿بِسْمِ اللَّهِ

الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿ پڑھی، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّینَ﴾ کہا، تو انہوں نے آمین کہی۔ مقتدیوں نے بھی آمین کہی۔ سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہا۔ دوسری رکعت سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: میری نماز نبی کریم ﷺ کی نماز سے آپ سب سے زیادہ مشابہ ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : ۴۹۷/۲، سنن النسائي : ۹۰۵، السنن الكبرى للبيهقي : ۸۵/۲، وسنده صحيح)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۹۹) امام ابن الجارود رحمہ اللہ (امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۹۸) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا صَحِيحٌ وَرَوَاتُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ .

”یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔“

(سنن الدارقطني : ۳۰۵/۱، ح : ۱۱۵۵)

اس حدیث کو امام حاکم (۲۳۳/۱) نے امام بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

”یہ سند صحیح ہے۔“

(معرفة السنن والآثار : ۷۷۳، ۷۷۶)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ، لَا يَتَوَجَّهَ عَلَيْهِ تَعْلِيلٌ فِي اتِّصَالِ سَنَدِهِ وَثِقَةِ رَجَالِهِ .  
 ”صحیح“ ہے، اس کے راویوں کی ثقاہت اور اتصال سند میں دورائے ہوئی نہیں  
 سکتیں۔“

(خلاصة الأحكام للنووي: ۱/۳۷۱)

نیز اس حدیث کو حافظ عبدالحق اشملی رحمہ اللہ (الاحکام الوسطی: ۱/۳۷۵) حافظ ابن  
 حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق: ۲/۳۲۱) اور نیوی حنفی (آثار السنن: ۹۴) نے ”صحیح“ کہا ہے۔  
 اس حدیث پر امام بیہقی نے ”باب جہر الامام بالتأمین“ قائم کیا ہے۔ امام بخاری  
رحمہ اللہ نے اسے حدیث (۷۸۲) کے تحت ذکر کر کے اس پر ”باب جہر الماموم بالتأمین“  
 قائم کیا ہے۔ شارح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قُلْتُ وَهُوَ مِنْ أَصَحِّ مَا وَرَدَ فِي إِثْبَاتِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ  
 الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ الْفَاتِحَةِ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ تَبْوِيبَ الْبُخَارِيِّ  
 عَلَيْهِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالتَّأْمِينِ وَذَكَرَهُ لَهُ بَعْدَ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ  
 وَأَبِي صَالِحٍ مِمَّا يُوضَحُ أَنَّ حُكْمَهُ عِنْدَهُ الرَّفْعُ وَلَيْسَ  
 الْإِفْتِصَارُ عَلَى التَّأْمِينِ أَوْلَى مِنَ الْإِفْتِصَارِ عَلَى الْبِسْمَلَةِ  
 فَحُكْمُ الْكُلِّ وَاحِدٌ وَهُوَ الرَّفْعُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

”نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتدا بسم اللہ سے کرنے کے اثبات کی بہترین دلیل یہ  
 حدیث ہے۔ اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب آئین سے متعلق ہے۔  
 امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث، سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوصالح رضی اللہ عنہ کی

احادیث کے بعد ذکر کی ہے اور واضح کیا ہے کہ آمین بلند آواز سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صرف آمین بلند آواز سے کہنے کا استدلال درست نہیں، اس کے ساتھ ساتھ بسم اللہ بھی بلند آواز سے کہنے کا استدلال کیا جائے۔ دونوں بلند آواز سے کہی جائیں، آمین بھی اور بسم اللہ بھی۔“

(تغلیق التعليق: ۲/۳۲۳، ۳۲۴)

امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) نے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ بلند آواز سے کہنے کے بارے میں اپنی مستقل تصنیف میں یہ حدیث ذکر کی ہے اور لکھا ہے:

صَحَّ الْجَهْرُ بِهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِسْنَادٍ ثَابِتٍ مُتَّصِلٍ، لَا اِزْتِيَابَ فِي صِحَّتِهِ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ.

”صحیح اور متصل سند سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بالجہر کا حکم دیا ہے۔ محدثین کے ہاں اس کی سند کے صحیح ہونے میں کوئی شک ہی نہیں۔“

(خلاصة الأحكام: ۱/۳۷۰)

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ مقتدی پکار کر آمین کہے۔ محدثین کرام کی ایک جماعت نے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ اونچی آواز سے پڑھنے پر دلیل بنایا ہے۔

دلیل نمبر ۳:

سیدنا واکل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة: ۷)، فَقَالَ: آمِينَ، وَمَدَّ بِهَا



صَوْتَهُ .

”میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا، آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا

الضَّالِّينَ﴾ کے بعد بآواز بلند آمین کہا۔“

(سنن الترمذی : ۲۴۸، سنن الدارقطنی : ۱/۳۳۴، ۱۲۶۹، شرح السنة للبغوی : ۵۸۶،

وسندہ صحیح)

اس حدیث کو امام ترمذی (۲۳۸) اور حافظ بغوی (۵۸۶) نے ”حسن“ امام دارقطنی رحمہ اللہ (۱۲۶۷) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

حافظ ابن اقیم رحمہ اللہ (اعلام الموقعین : ۲/۳۹۶) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تعلیق التعلیق : ۱/۲۳۶) نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

فائدہ نمبر ①:

اس حدیث کو امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ ”مدلس“ بیان کر رہے ہیں۔ ان سے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ بیان کر رہے ہیں۔ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”سفیان ثوری سے یحییٰ بن سعید وہی روایت لیتے ہیں، جس میں انہوں نے اپنے شیوخ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہو۔“

(الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي، ص ۳۶۳، وسندہ صحیح)

فائدہ نمبر ②:

سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ کی اس روایت میں متابعت العلماء بن صالح اسدی (ثقة باتفاق محدثین) نے کر رکھی ہے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ۱/۲۹۹، سنن أبي داود : ۹۳۳، سنن الترمذی : ۲۴۹،



المعجم الكبير للطبراني: ٤٥/٢٢، وسنده صحيح

حافظ مزی رحمہ اللہ (٦٥٢-٤٢٢ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا دَاوُدَ سَمَّاهُ فِي رِوَايَتِهِ، عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، وَهُوَ وَهْمٌ.

”امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے علاء بن صالح کی جگہ علی بن صالح بیان کیا ہے، جو ان کا

وہم ہے۔“

(تہذیب الکمال: ٥١٣/٢٢)

تنبیہ بلغ:

جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

”علاء بن صالح باتفاق ضعیف ہیں۔“

(درس ترمذی: ٥١٨/١)

یہ تقی صاحب کی خطا ہے۔ باتفاق ثقہ راوی کو باتفاق ضعیف کہہ دیا۔ انہیں رجوع کرنا

چاہیے۔

فائدہ نمبر ③:

یہاں ”مدبہا صوتہ“ کا معنی آواز بلند کرنا ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

① سیدنا ابو محذورہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے اذان

سکھائی تو فرمایا:

فَمَدَّ مِنْ صَوْتِكَ .

”آواز بلند کیجئے۔“

(سنن أبی داؤد: ٥٠٣، وسنده صحيح)

نبی کریم ﷺ غزوہ خندق کے موقع پر سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھ رہے تھے:

ثُمَّ يَمْدُّ بِهَا صَوْتَهُ .

”پھر آواز بلند کرتے۔“

(صحیح البخاری: ۴۱۰۶)

② حافظ بغوی رحمہ اللہ نے اس پر ”باب الجہر بالتین فی صلاة الجہر“ قائم کیا ہے، نیز امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: يَرَوْنَ أَنَّ يَرْفَعَ الرَّجُلُ صَوْتَهُ بِالتَّائِمِينَ، وَلَا يُخْفِيهَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

”بہت سے اہل علم صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا یہی مسلک ہے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے، پست آواز سے نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔“

(سنن الترمذی تحت حدیث: ۲۴۸)

ائمہ دین کے آمین کے بارے میں موقف سے حدیث کے الفاظ کا معنی واضح ہوتا ہے۔

③ العلاء بن صالح کی روایت کے الفاظ ہیں، سیدنا وائل بن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَهَرَ  
بِأَمِينٍ.

”انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ آپ نے آمین بالجہر  
کہی۔“

④ سنن ابی داود (۹۳۲) وغیرہ میں ”رفع بہا صوتہ“ کے الفاظ ہیں، ثابت  
ہوا ”مد بہا صوتہ“ اور ”رفع بہا صوتہ“ کا ایک ہی معنی ہے۔

تنبیہ بلغ:

مسند الامام (۳۱۶/۴) سنن الترمذی (۲۴۸) مسند الطیالسی (۱۰۲۴) سنن الدارقطنی  
(۳۳۴/۱، ج: ۱۲۵۶) المستدرک علی الصحیحین (۲۳۲/۲) وغیرہم میں امام شعبہ رحمہ اللہ نے  
”واخفی بہا صوتہ“ کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ یہ الفاظ امام شعبہ کی خطا ہیں، جب کہ امام  
سفیان ثوری رحمہ اللہ نے ”مد بہا صوتہ“ کے الفاظ بیان کئے ہیں، یہی درست ہیں، انہیں بوجہ  
ترجیح حاصل ہے۔

وجہ اول:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام ابو  
زرعہ رحمہ اللہ سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا:

حَدِيثُ سُفْيَانَ فِي هَذَا أَصَحُّ.

”اس مسئلہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی حدیث اصح ہے۔“

(سنن الترمذی تحت حدیث: ۲۴۸)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَمَّا خَطْوُهُ فِي مَتْنِهِ فَبَيِّنٌ .

”اس حدیث کے متن میں امام شعبہ رحمہ اللہ کی خطا واضح ہے۔“

(السنن الكبرى: ۵۷/۲)

اسی لئے تو حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَحُكْمُ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَحِفَاطُهُ فِي هَذَا لِسُفْيَانَ .

”اس حدیث میں ائمہ حدیث امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی حدیث کو صحیح قرار

دیتے ہیں۔“

(إعلام الموقعين: ۲۸۶/۲)

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَخْطَأَ شُعْبَةُ فِي هَذِهِ الرَّوَايَةِ حِينَ قَالَ وَأَخْفَى صَوْتَهُ .

”امام شعبہ نے جو یہ کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آواز پست کی، یہ امام

شعبہ رحمہ اللہ کی خطا ہے۔“

(التميز، ص: ۴۸)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَا أَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ أَنَّ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ

إِذَا اخْتَلَفَا فَالْقَوْلُ قَوْلُ سُفْيَانَ .

”حدیث کا علم رکھنے والے متفق ہیں کہ شعبہ اور سفیان میں اختلاف ہو جائے،

تو سفیان ثوری رحمہ اللہ کی بات ہی مانی جائے گی۔“



(الخلافیات : ۶۴/۴، مختصرہ)

نیز فرماتے ہیں:

وَقَدْ أَجْمَعَ الْحُفَّاطُ : مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ،  
عَلَى أَنَّهُ أَخْطَأَ فِي ذَلِكَ، فَقَدْ رَوَاهُ الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ،  
وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ، عَنْ سَلَمَةَ، بِمَعْنَى رِوَايَةِ  
سُفْيَانَ .

”امام بخاری رحمہ اللہ جیسے حفاظ کا اتفاق ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کرنے میں خطا کی ہے۔ یہی روایت علاء بن صالح اور محمد بن سلمہ بن کھیل رحمہ اللہ نے بھی بیان کی ہے اور وہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے ہم نوا ہیں۔“

(معرفۃ السنن والآثار : ۳۶۰/۲)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاتَّفَقَ الْحُفَّاطُ عَلَى غَلَطِهِ فِيهَا .

”حفاظ حدیث متفق ہیں کہ امام شعبہ رحمہ اللہ کو اس حدیث میں غلطی لگی ہے۔“

(خلاصۃ الأحکام : ۳۸۱/۱)

امام شعبہ رحمہ اللہ سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے کہ

كَانَ سُفْيَانُ أَحْفَظَ مِنِّي .

”سفیان مجھ سے بڑے حافظ تھے۔“

(سنن أبي داود : ۳۳۳۹، وسندہ صحیح)

امام ابوالفضل العباس الدوری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو فرماتے ہوئے سنا:

لَيْسَ أَحَدٌ يُخَالِفُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ إِلَّا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ سُفْيَانَ  
قُلْتُ وَشُعْبَةُ أَيُّضًا إِنْ خَالَفَهُ قَالَ نَعَمْ .

”اگر سفیان ثوری سے کسی کا اختلاف ہو جائے، تو سفیان ثوری کو ترجیح حاصل  
ہوگی۔ میں نے کہا: شعبہ اختلاف کریں تب بھی؟ فرمایا جی ہاں، تب بھی۔“

(تاریخ یحییٰ بن معین بروایۃ الدوری: ۳/۳۶۴، ت: ۱۷۷۱)

امام یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ شُعْبَةَ وَلَا يَعْدِلُهُ أَحَدٌ عِنْدِي، وَإِذَا  
خَالَفَهُ سُفْيَانٌ أَخَذْتُ بِقَوْلِ سُفْيَانَ .

”مجھے شعبہ سا محبوب کوئی نہیں۔ میں کسی کو ان کا ہم پلہ نہیں مانتا، مگر جب شعبہ  
اور سفیان ثوری کا اختلاف ہو تو میں سفیان ثوری کا قول لیتا ہوں۔“

(تقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۱/۶۳، وسنده صحيح)

خود امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِذَا خَالَفَنِي سُفْيَانٌ فِي حَدِيثٍ فَالْحَدِيثُ حَدِيثُهُ .

”سفیان حدیث میں میری مخالفت کریں، تو انہی کی بات قبول ہوگی۔“

(تقدمة الجرح والتعديل: ۱/۶۳، وسنده صحيح)

وجہ ثانی:

ابو الولید طیار رحمۃ اللہ علیہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان والی روایت کے موافق الفاظ بیان  
کرتے ہیں، سیدنا وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ صَلَّى خَلَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَالَ : وَلَا الضَّالِّينَ، قَالَ آمِينَ، رَافِعًا بِهَا صَوْتَهُ .

”انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کی جب آپ نے ’ولا الضالین‘ کہا، تو بلند آواز سے آمین کہا۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ٥٨/٢، وسنده صحيح)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(معرفة السنن والآثار: ٣٩٠/٢)

نیز فرماتے ہیں:

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ شُعْبَةُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَنَبَّهَ لِذَلِكَ فَعَادَ إِلَى الصَّوَابِ فِي مَنَنِهِ .

”ممکن ہے امام شعبہ رحمہ اللہ کو اپنی خطا کا علم ہو گیا ہو اور انہوں نے متن میں درستی کر لی ہو۔“

(الخلافيات: ٦٥/٢، مختصره)

امام شعبہ رحمہ اللہ سے ان کے دو شاگردوں وہب بن جریر رحمہ اللہ اور عبد الصمد بن عبد الصمد رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی، تو اس میں ”خفض“ یا ”خفی“ کے الفاظ بیان نہیں کئے، بل کہ قال: آمین نبی کریم ﷺ نے آمین کہی۔ کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

(صحيح ابن حبان: ١٨٠٥، وسنده صحيح)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس پر ”باب ان تبجر بآمين“ باندھا ہے۔ واضح رہے کہ سفیان کی روایت کے دو شاہد ہیں۔ شعبہ کی روایت کا کوئی شاہد نہیں۔ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ



لکھتے ہیں:

وَأِنَّمَا أَتَى شُعْبَةُ فِي ذَلِكَ لِأَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ مَنْ حَفِظَهُ وَلَا يَرْجِعُ إِلَى كِتَابِهِ وَيُحَدِّثُ بِمَعَانِي مَا سَمِعَ لَا بِالْفَاطَةِ الَّتِي سَمِعَهَا مِمَّنْ حَدَّثَهُ؛ إِذْ كَانَ ذَلِكَ مِمَّا يَعْجُزُ عَنْهُ وَلَمْ يَكُنْ فَقِيهًا فَيَرُدُّ ذَلِكَ إِلَى الْفِقْهِ حَتَّى تَتَمَيَّزَ مَعَانِيهِ فِي قَلْبِهِ كَمَالِكٍ وَالثَّوْرِيِّ.

”شعبہ یہاں خطا کھا گئے ہیں۔ وہ حفظ سے بیان کرتے تھے، کتاب کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ روایت بالمعنی کرتے تھے، الفاظ حدیث بیان نہیں کرتے تھے، کیوں کہ وہ فقیہ نہیں تھے، اس لئے جب کسی حدیث کا معنی سمجھنے سے عاجز آجائیں تو اہل فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جیسا کہ امام مالک اور امام سفیان ثوری ہیں۔“

(شرح مشکل الآثار: ۶/۴، وفي نسخة: ۱۷۱/۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ رُجِّحَتْ رِوَايَةُ سُفْيَانَ بِمُتَابَعَةِ اثْنَيْنِ لَهُ بِخِلَافِ شُعْبَةَ فَلِذَلِكَ جَزَمَ النُّقَادُ بِأَنَّ رِوَايَتَهُ أَصَحُّ.

”امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دو روایوں نے متابعت بھی کر رکھی ہے، جب کہ شعبہ کی کوئی متابعت نہیں کی۔ اسی لئے نقاد محدثین نے بالجزم سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت کو اصح قرار دیا ہے۔“

(التلخیص الحبیبر: ۲۳۷/۱)

## شبه نمبر ①:

وانل بن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ حَتَّى رَأَيْتُ خَدَّهُ مِنْ هَذَا الْجَانِبِ وَمِنْ هَذَا الْجَانِبِ وَقَرَأَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة : ٧) فَقَالَ : آمِينَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ مَا أَرَاهُ إِلَّا يُعَلِّمُنَا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، میں نے آپ کے دائیں اور بائیں رخسار کو دیکھا، پھر آپ نے: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہا اور باواز بلند آمین کہا۔ میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دینا چاہتے تھے۔“

(الکنی' والأسماء للدولابی: ۱۰۹۰)

## تبصرہ:

نخت ترین ”ضعیف“ ہے:

- ① صاحب کتاب محمد بن احمد بن حماد ابو بشر دولابی ”ضعیف“ ہے۔
- ② الحسن بن عطیہ ”ضعیف“ ہے۔
- ③ یحییٰ بن سلمہ بن کھیل بالاتفاق مجروح ہے، اسے امام ابن نمیر، امام ابن حبان، امام دارقطنی، امام نسائی، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی، امام ترمذی، امام عجمی، امام بخاری، حافظ ابن سعد، حافظ ابوعلی طوسی، امام حاکم رحمہم اللہ وغیرہ نے مجروح قرار دیا ہے۔

حافظ پیشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعْفُهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(مجمع الزوائد: ۱۶۱/۷)

حافظ زکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعْفُهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(المعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر، ص ۸۰)

شبیہ نمبر ۲:

سیدنا وائل بن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ،

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ: آمِينَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

”میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہیں جب آپ فاتحہ سے فارغ

ہوئے تو آپ نے تین دفعہ آمین کہی۔“

(المعجم الكبير للطبراني: ۲۲/۲۲)

تبصرہ:

یہ روایت کئی وجہ سے ”ضعیف و مردود“ ہے:

① سعد بن صلت کی سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: ۶/۳۷۶) کے کسی

نے توثیق نہیں کی، لہذا یہ مستور الحال ہے۔

- ② اعمش ”مدلس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔  
 ③ ابواسحاق سمیع بھی ”مدلس“ ہیں، سماع کی تصریح درکار ہے۔  
 ④ عبد الجبار کا اپنے باپ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

حافظ ابن سعد رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

وَيَتَكَلَّمُونَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أَبِيهِ وَيَقُولُونَ لَمْ يَلْقَهُ .

”محدثین عبد الجبار کی ان کے باپ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت میں کلام کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا اپنے باپ سے لقائ نہیں۔“

(طبقات ابن سعد: ۶/۳۱۰)

حافظ نووی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّ أَيْمَةَ الْحَدِيثِ مُتَّفِقُونَ عَلَى أَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئًا .

”ائمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔“

(المجموع شرح المہذب: ۳/۱۰۴)

### شبیہ نمبر ③:

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى قَالَ: رَبِّ

اغفر لي، آمين.

”انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے کہا: ’رب اغفر لي‘ (اللہ مجھے

معاف فرما۔) اور آمین کہا۔“

(المعجم الكبير للطبراني: ٤٢/٢٢، السنن الكبرى للبيهقي: ٥٨/٢)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

ابو اسحاق سمیع ”مذلس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

دلیل نمبر ④:

سیدہ ام الحسین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ: ﴿مَالِكِ

يَوْمَ الدِّينِ﴾، فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاحة: ٧) قَالَ:

آمِينَ.

”انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سنا، آپ نے مالک یوم الدین، پڑھا، حتیٰ کہ

جب ولا الضالین پر پہنچے، تو آمین کہا۔“

(معجم أبي يعلى: ٣١٣، وسنده صحيح إن صح سماع ثابت البناني من يحيى بن

معين)

دلیل نمبر ⑤:

نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

كَانَ إِذَا كَانَ مَعَ الْإِمَامِ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَأَمَّنَ النَّاسُ آمَنَ ابْنُ عُمَرَ، وَرَأَى تِلْكَ السُّنَّةَ .

”آپ امام کے ساتھ ہوتے، تو سورہ فاتحہ پڑھتے۔ لوگ آمین کہتے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی آمین کہتے، آپ رضی اللہ عنہ اسے سنت کہا کرتے تھے۔“

(صحیح ابن خزيمة: ۵۷۲، وسنده حسن)

فائدہ:

اسامہ بن زید لیشی جمہور محدثین کے نزدیک ”حسن الحدیث“ ہے۔ یہ لیشی ہی ہے، کیوں کہ صحیح ابن خزيمة میں عبد اللہ بن وہب کی کوئی روایت عمری سے نہیں۔ فوائد یحییٰ بن معین بروایت ابو بکر مروزی کے حوالے سے روایت ہے۔ نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا خَتَمَ أَمَّ الْقُرْآنَ لَا يَدْعُ آمِينَ يُؤْمِنُ إِذَا خَتَمَهَا وَيَحْضُضُهُمْ عَلَى قَوْلِهَا وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَبْرًا .

”عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سورہ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہتے تھے اور دوسروں کو بھی اس پر ابھارتے تھے۔ اس بارے میں نے ان سے حدیث سنی ہے۔“

(تغلیق التعليق: ۳۱۹/۲، فتح الباری لابن حجر: ۲/۲۶۳، وسنده صحيح)

دلیل نمبر ۶:

عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَلَهُمْ رَجَّةٌ فِي مَسَاجِدِهِمْ بِآمِينَ، إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة: ۷) .

”میں نے دیکھا کہ لوگ مسجد میں آمین کہتے ہیں۔ آمین کہتے وقت ان کی آواز کی گونج سنی۔ یہ اس وقت ہوتا جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہتا۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ٤٢٥/٢، وسنده حسن)

### فائدہ:

اسحاق بن منصور رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا؟  
يَجْهَرُ بِآمِينَ؟ قَالَ : إِي لَعُمْرِي الْإِمَامُ وَغَيْرُ الْإِمَامِ، قَالَ  
إِسْحَاقُ : كَمَا قَالَ . قَالَ إِسْحَاقُ : وَأَمَّا الْجَهْرُ بِآمِينَ، فَإِنَّهُ  
سُنَّةٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَذَلِكَ يُوَافِقُ تَأْمِينَهُمْ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ، وَهُوَ  
عَلَى الْإِمَامِ الزُّمُّ، وَعَلَيْهِ أَنْ يَجْهَرَ جَهْرًا حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ  
فَقَطُّ، وَإِنْ زَادَ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى يَسْمَعَ آخِرُ الصُّفُوفِ فَحَسَنٌ  
أَيْضًا، لِمَا ذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :  
آمِينَ، حَتَّى أَسْمَعَ صَفَّ النِّسَاءِ وَهِنَّ خَلْفَ الرِّجَالِ، فَلَا  
يَدْعُنَّ ذَلِكَ إِمَامٌ وَلَا مَأْمُومٌ لِحَالِ تَرْكِ النَّاسِ، أَوْ يَدْعُهُ  
اسْتِحْيَاءً، أَوْ خَوْفًا مِّنْ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى مَكْرُوهٍ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ  
وَجَلَّ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ .

”کیا آمین اونچی کہی جائے گی؟ فرمایا: جی ہاں، اللہ کی قسم امام و متقدمی آمین

اونچی کہیں گے۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں: اونچی آئین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ آئین فرشتوں کی آئین سے موافقت کر جائے، یہ امام پر زیادہ لازم ہوتی ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اتنی اونچی کہے کہ کم از کم قریب والے سن لیں، اگر صرف کے آخر تک سنادے، تو کیا بات ہے! حتیٰ کہ مردوں کے پیچھے کھڑی عورتوں کو بھی سنادے۔ لوگ چھوڑ بھی دین کوئی امام یا مقتدی اس سنت کو نہ چھوڑے۔ شرم محسوس کر کے یا کسی خوف سے یا کسی مجبوری کے ڈر سے بھی نہ چھوڑے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتے۔“

(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه برواية الكوسج: ۱/۱۳۸)

آئین سے یہودیوں کی چڑ:

دلیل نمبر ①:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْيَهُودَ يَحْسُدُونَكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّامِينِ .

”یہود آپ سے سلام اور آئین پر حسد کرتے ہیں۔“

(تاریخ بغداد للخطيب البغدادی : ۴۳/۱۱، المختارہ لضیاء الدین المقدسی :

۱۰۷/۵، ح : ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، وسندہ صحیح)

دلیل نمبر ②:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



مَا حَسَدْتُكُمْ الْيَهُودَ عَلَى شَيْءٍ، مَا حَسَدْتُكُمْ عَلَى السَّلَامِ  
وَالتَّائِمِينَ .

”یہودی آپ سے اتنا حسد کہیں نہیں کرتے، جتنا سلام اور آئین کہنے پر  
کرتے ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ : ۸۵۶، مسند إسحاق بن راهويه : ۵۷۹، الأدب المفرد للبخاري :  
۹۸۸، التاريخ الكبير للبخاري : ۲۲/۱، وسنده حسن)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۸۵) نے صحیح کہا ہے، حافظ منذری رحمہ اللہ نے  
اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(الترغیب والترہیب : ۱/۱۹۶)

حافظ بوسیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ اِحتَجَّ مُسْلِمٌ بِجَمِيعِ  
رُؤَاتِهِ .

”یہ سند صحیح ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ان تمام راویوں سے امام مسلم رحمہ اللہ  
نے احتجاجاً روایت لی ہے۔“

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة : ۸۵۶)

حافظ عراقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ .  
”اس کے رواۃ صحیح والے ہیں۔“

(فيض القدير : ۵/۴۴۱)

اسماعیل بن ابی صالح صحیح مسلم کے راوی ہیں، جمہور نے ان کی توثیق کر رکھی ہے، جیسا کہ حافظ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ وَمَالِكٌ وَوَثَّقَهُ الْجُمُهُورُ .

”ان سے امام شعبہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے روایت لی ہے، انہیں جمہور نے ثقہ قرار دیا ہے۔“

(الترغیب والترہیب: ۱۱۰/۳)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَوَثَّقَهُ نَاسٌ .

”انہیں محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔“

(الکاشف: ۴۷/۱)

یہ حدیث ان سے ان کے دو شاگرد خالد بن عبد اللہ طحان اور حماد بن سلمہ بیان کر رہے ہیں، ان کی سہیل سے صحیح مسلم میں روایات ہیں۔

دلیل نمبر ③:

محمد بن اشعث رحمہ اللہ کہتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَحَدَّثَتْنِي فَقَالَتْ: بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ نَفَرٌ مِّنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَأْذَنَ أَحَدُهُمْ فَدَخَلَ، فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ، ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ،

فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ، فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِي فَقُلْتُ: بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَفَعَلَ اللَّهُ بِكُمْ وَفَعَلَ قَالَتْ: فَأُظْنُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكَلَّمَ عَلِمْتُ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ عَلَيَّ فَلَمَّا خَرَجُوا قَالَ لِي: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُ الَّذِي قَالُوا فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِي فَقَالَ: أَلَمْ تَرِنِّي قَدْ رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ لَمْ يَضُرَّنَا وَلَزَمَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَذَرِينَ عَلَى مَا حَسَدُونَا؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُمْ حَسَدُونَا عَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هَدَيْنَا لَهَا، وَضَلُّوا عَنْهَا وَعَلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي هَدَيْنَا لَهَا، وَضَلُّوا عَنْهَا، وَعَلَى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ آمِينَ.

”ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، آپ نے ہمیں حدیث بیان کی، فرماتی ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی تھی کہ یہودیوں کا ایک گروہ آیا۔ ایک نے اجازت لی اور کہا السام علیکم! آپ پر موت ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وعلیک تجھ پر بھی۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں غصہ پر قابو نہ پاسکی اور کہنے لگی تجھ پر بھی موت ہو، اللہ تمہارے ساتھ یوں یوں کرے، اب خیال گزرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ مجھ سے کوئی گفتگو کی مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ مجھ سے ناراض ہیں۔ یہود کا وفد چلا گیا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپ نے ایسا کیوں

کیا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ ان کی بات سنی، تو غصے پر کنٹرول نہ کر سکی۔ نبی کریم ﷺ فرمانے لگے: میں نے انہیں جواب دے تو دیا تھا، جو قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ جانتی ہو، یہود ہم سے حسد کیوں کرتے ہیں؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: ہمیں اللہ نے قبلہ عطا کیا، یہ لوگ محروم رہ گئے، ہمیں جمعہ عطا کیا، یہ محروم رہ گئے۔ ان وجہوں سے اور جو ہم امام اقتداء میں آئین کہتے ہیں اس وجہ سے۔“

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۶/۲، شعب الإیمان للبیہقی: ۲۷۰۷، وسندہ حسن)

اس حدیث کو حافظ عراقی (فیض القدر للمناوی: ۴۴۱/۵) نے ”صحیح“ کہا ہے۔ سلیمان بن کثیر عبدی جمہور کے نزدیک ”ثقة“ ہے۔ محمد بن اشعث، کندی ”حسن الحدیث“ ہے۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۲/۵) نے ”ثقة“ کہا ہے۔ امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۲۵) نے اس کی حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۴۵) نے اس کی ایک حدیث کی سند کو ”صحیح“ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ حافظ بیہقی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، یہ اس کی ضمنی توثیق ہے۔

یہودی دین اسلام کے پکے دشمن ہیں، وہ نبی کریم ﷺ کی اداؤں کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ ہر سنت کو حسد، بغض اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان احادیث اور آثار سے ثابت ہوا کہ نماز میں امام کے پیچھے آئین پکار کر کہنے سے یہودی حسد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے جب آئین اونچی کہی جائے گی تو یہودی حسد کرے گا۔ اگر آہستہ کہیں گے، تو یہودیوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ مسلمانوں نے آئین کہی ہے یا نہیں؟ جو لوگ اونچی آواز سے آئین سے روکتے ٹوکتے ہیں یا اونچی آئین کہنے والوں سے دلوں میں نفرت رکھتے ہیں، انہیں عبرت

پکڑنی چاہیے۔ آج بھی مسجد حرام اور مسجد نبوی آمین سے گونج رہی ہے۔ تمام اہل حدیث مساجد میں یہ سنت زندہ ہے۔ ہم نے اسی سنت آمین کو یہاں مدلل بیان کیا ہے تاکہ جو لوگ آمین کہنے والوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ آمین رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ وہ اس سنت کو زندہ کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

امام مسلم رحمہ اللہ (۲۰۴-۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الرِّوَايَاتُ كُلُّهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَرَ بِأَمِينٍ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ وَائِلٍ مَا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ.

”اس بارے میں روایات متواتر ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔“

سیدنا وائل بن حجر رحمہ اللہ کی حدیث اسی پر دلالت کننا ہے۔“

(التمییز، ص: ۱۸۱)

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۸۴-۵۵۶ھ) لکھتے ہیں:

فَهَذِهِ آثَارُ مُتَوَاتِرَةٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: آمِينَ، وَهُوَ إِمَامٌ فِي الصَّلَاةِ، يَسْمَعُهَا مَنْ وَرَاءَهُ، وَهُوَ عَمَلُ السَّلَفِ.

”یہ رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث ہیں کہ آپ ﷺ نماز میں امام ہوتے، تو اس طرح آمین کہتے کہ مقتدی سن لیتے، یہی سلف کا عمل ہے۔“

(المحلی بالآثار: ۲/۲۹۴)

بھائیو! سنت کی محبت میں جیو۔ اسی میں دنیا و آخرت کا فائدہ ہے۔ مذہبی تعصب کی آڑ میں سنتیں رد کرنا بد نصیبی ہے۔

## شبہات اور ان کا ازالہ:

### شبہ نمبر ①:

سیدنا ابو اہل شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَجْهَرَانِ بِ بِسْمِ اللَّهِ  
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (الفاتحة: ۱) وَلَا بِالتَّعَوُّذِ، وَلَا بِالتَّأْمِينِ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ، تعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔“

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۰۴/۱، تہذیب الآثار لابن جریر، نخب الأفكار

للعلینی: ۶۰۵/۳)

سند ”ضعیف“ ہے:

ابوسعید سعید بن مرزبان، بقال، کوفی جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف“ ہے، نیز  
”مدلس“ بھی ہے۔ اسے امام دارقطنی (سوالات البرقانی: ۱۷۶) نے ”متروک“ اور امام  
فلاس (اکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی) نے ”ضعیف الحدیث متروک“ قرار دیا ہے،  
نیز امام یحییٰ بن معین (سوالات الجندی: ۳۲۳) امام عجل (۶۱۴) امام نسائی (الضعفاء  
والمتروکون: ۲۷۰) امام ابوزرعہ رازی (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم: ۶۳/۴) امام ابن  
حبان (المجربین: ۱/۳۱۷) نے ”کثیر الوہم فاحش الخطا“ کہا ہے، نیز امام سفیان بن عیینہ  
(الجرح والتعديل: ۶۲/۴) امام حفص بن غیاث (الجرح والتعديل: ۶۲/۴) اور حافظ ابن  
عدی (اکامل فی ضعفاء الرجال: ۴۳۶/۴) نے ”ضعیف“ کہا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (السنن

الکبری: ۱۰۲/۸) نے ”لا تَجِبْ“ کہا ہے۔

حافظ یثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْأَكْثَرُ عَلَى تَضْعِيفِهِ .

”اکثر محدثین اسے ”ضعیف“ کہتے ہیں۔“

(مجمع الزوائد: ۱/۲۳۹)

علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْأَكْثَرُ يُجَرِّحُونَ وَالْبَعْضُ يُوثِّقُونَهُ .

”اکثر محدثین اس پر جرح کرتے ہیں، بعض اس کی توثیق کرتے ہیں۔“

(العرف الشذی: ۱/۲۵۸)

کیا جسے ”ضعیف“ قرار دیں، اس کی روایت حجت ہو سکتی ہے؟ تبھی تو اس قول کی سند کو نیوی حنفی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(آثار السنن: ۳۸۵)

شبیہ نمبر ۲:

ابو وائل کہتے ہیں:

كَانَ عَلِيٌّ وَعَبْدُ اللَّهِ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ،  
وَلَا بِالتَّعَوُّذِ، وَلَا بِأَمِينٍ .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ تعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔“

(المعجم الكبير للطبراني: ۲۶۲/۹، ح: ۹۳۰۴، المخلصيات: ۲۳۳۱)



سند ”ضعیف“ ہے۔ ابو سعید بقال جمہور کے نزدیک ضعیف ہے اور مدلس بھی ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

شبیہ نمبر ۳:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا، التَّعَوُّذَ وَبِسْمِ اللَّهِ وَآمِينَ .

”امام تین چیزیں آہستہ آواز سے کہے گا، تعوذ، بسم اللہ اور آمین۔“

(المحلی بالآثار لابن حزم: ۲/۲۸۰ مسئلہ نمبر: ۳۶۳)

سند ”ضعیف“ ہے۔ ابو حمزہ، اعور قصاب کے بارے میں علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

فَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ .

”اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔“

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۸/۳۳۷)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ وَذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

”حدیث میں ضعیف ہے۔“

(العلل الكبير للترمذي: ۳۲۲)

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔

(العلل و معرفة الرجال: ۴۵۲۸)

نیز متروک کہا ہے۔

(العلل و معرفة الرجال: ۳۲۱۴)



امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ .

”کسی کھاتے کا نہیں۔ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۲۳۶/۸)

امام نسائی نے ”لیس بشیئہ“ کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون: ۵۸۱)

امام دارقطنی (العلل: ۱۶۷/۵) اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (السنن الکبریٰ: ۲۵۲/۲) نے

”ضعیف“ کہا ہے، نیز اس پر امام ترمذی، حافظ عقیلی، امام ابو حاتم رازی، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کی جروح ہیں۔ امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

وَأَحَادِيثُهُ الَّتِي يَرْوِيهَا خَاصَّةً عَنْ إِبْرَاهِيمَ مُحَالًا يُتَابَعُ عَلَيْهَا.

”خاص ابراہیم سے اس کی روایت کی متابعت تو ناممکن ہے۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال: ۱۵۶/۸)

یہ روایت بھی ابراہیم نخعی سے ہے۔ ابراہیم اس روایت میں مدلس ہیں۔

تنبیہ:

ابومعمر (البنایہ فی شرح الہدایۃ للعینی: ۲۲۶/۲) اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ (المحلی

بالاثار لابن حزم: ۲۸۰/۲، مسئلہ: ۳۶۳) میں ہے کہ

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ : يُخْفِي الْإِمَامُ أَرْبَعًا، التَّعَوُّدُ،

وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَآمِينَ، وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، امام تعوذ، بسم اللہ، آمین اور ربنا و لک الحمد، ان چاروں کو آہستہ پڑھے گا۔“

یہ بے سند قول ہے، لہذا قابل التفات نہیں۔ علامہ عبدالحی، لکھنوی، حنفی (۱۳۰۴ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

قُلْتُ : لَقَدْ طُفْنَا كَمَا طُفْتُمْ سِنِينَ بِهَذَا الْبَيْتِ طَرًّا جَمِيعُنَا فَوَجَدْنَا بَعْدَ التَّأَمُّلِ وَالِإِمْعَانِ أَنَّ الْقَوْلَ بِالْجَهْرِ بِآمِينَ هُوَ الْأَصَحُّ لِكَوْنِهِ مُطَابِقًا لِمَا رُوِيَ عَنْ سَيِّدِ بَنِي عَدْنَانَ، وَرَوَايَةُ الْخَفْضِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفَةٌ لَا تُوَازِي رَوَايَاتِ الْجَهْرِ وَلَوْ صَحَّتْ وَجَبَ أَنْ تُحْمَلَ عَلَى عَدَمِ الْفَرْعِ الْعَنِيفِ كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ ابْنُ الْهَمَّامِ وَأَيُّ ضَرُورَةٍ دَاعِيَةٍ إِلَى حَمْلِ رَوَايَاتِ الْجَهْرِ عَلَى بَعْضِ الْأَخْيَانِ أَوِ الْجَهْرِ لِلتَّعْلِيمِ مَعَ عَدَمِ وُرُودِ شَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ فِي رَوَايَةٍ وَالْقَوْلُ بِأَنَّهُ كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْأَمْرِ أَوْسَعُ لَأَنَّ الْحَاكِمَ قَدْ صَحَّحَهُ مِنْ رَوَايَةِ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ وَهُوَ إِنَّمَا أَسْلَمَ فِي أَوَاخِرِ الْأَمْرِ كَمَا ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتْحِ الْبَارِي وَأَمَّا أَثَرُ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَنَحْوِهِ فَلَا تُوَازِي الرِّوَايَاتِ الْمَرْفُوعَةَ .

”کہتا ہوں: ہم نے بھی آپ کی طرح کئی برس اسی دشت کی سیاحی کی۔ اس کے گوشے گوشے سے واقف ہو گئے۔ انتہائی دقت نظری اور غور و فکر کے بعد ہم

اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آئین بالجہر کہنا ہی صحیح ہے، کیوں کہ یہ اولاد عدنان کے سردار ﷺ کی احادیث سے مطابق ہے۔ نبی کریم ﷺ سے منقول آئین بالسُر کی روایات ضعیف ہیں، جو صحیح روایات کی ہم پلہ نہیں۔ اگر یہ صحیح ہوں، تب بھی ان کا مطلب یہ ہوگا آواز بہت شدید نہ ہو، بل کہ قدرے آہستہ ہو۔ ابن ہمام رحمہ اللہ بھی یہی معنی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آئین بالجہر کی روایات کا یہ معنی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ آئین بالجہر بعض اوقات کہی گئی یا تعلیم کے لئے کہی گئی، کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور آئین بالجہر کو ابتدائے اسلام کا معاملہ قرار دینا انتہائی کم زور بات ہے، کیوں کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا واکل بن حجر رحمہ اللہ کی روایت صحیح قرار دی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں صراحت کی ہے کہ واکل بن حجر رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں ایمان لائے ہیں، باقی رہے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ وغیرہ کے آثار، تو ان کی صحیح مرفوع احادیث کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔“

(السَّعَايَةِ فِي كَشْفِ مَا فِي شَرْحِ الْوَقَايَةِ: ۱۷۶/۲)

نیز فرماتے ہیں:

وَالْإِنْصَافُ أَنَّ الْجَهْرَ قَوِيٌّ مِّنْ حَيْثُ الدَّلِيلُ .

”انصاف یہ ہے کہ آئین بالجہر کے دلائل قوی ہیں۔“

(التعليق المُمَجَّد علي موطأ الإمام مالك، ص: ۱۰۵)

بھائیو! آپ اتنی محبوب سنت سے محروم کیوں ہیں؟ جناب رشید احمد لنگوہی صاحب

فرماتے ہیں:

”جو سنت کی محبت سے بلا شر و فساد آمین بالجہر اور رفع الیدین وغیرہ کرے، اس کو برا نہیں جانتا۔“ (تذکرۃ الرشید: ۲/۱۷۵)

اللہ! زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے! تو جانتا ہے کہ رفع الیدین اور آمین بالجہر تیرے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔  
جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:  
”آمین بالجہر بے شک سنت ہے۔“

(الإفاضة اليومية: ۵/۱۳۲)

نیز کہتے ہیں:  
”یہاں ایک طالب علم شافعی مذہب آئے تھے، موبلوں کی قوم سے تھے۔  
زبان... تھی، نماز میں آمین بالجہر کہتے تھے، مگر پست دبی آواز سے، شاید یہاں  
کے ادب کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں، کہلوادیا کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ  
سے سنت کو چھوڑا جائے۔ بے تکلف آمین کہو۔“

(الإضافات اليومية المعروفة ملفوظات حکیم الامت: ۵/۱۳۷)

دعا ہے اللہ رب العزت ہمیں نبی کریم ﷺ کی پیاری سنتوں کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ ابن عابدین حنفی (۱۱۹۸-۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ وَكَانَ عَلَى خِلَافِ الْمَذْهَبِ عُمِلَ  
بِالْحَدِيثِ، وَيَكُونُ ذَلِكَ مَذْهَبَهُ، وَلَا يَخْرُجُ مُقْلِدُهُ عَنْ كَوْنِهِ  
حَنْفِيًّا بِالْعَمَلِ بِهِ .

”حدیث صحیح ہو، مگر مذہب کے خلاف ہو، تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور یہی اس کا مذہب قرار پائے گی۔ یہ کام کرنے سے انسان حقیقت سے خارج نہیں ہو جائے گا، بل کہ مقلد ہی رہے گا۔“

(رد المحتار علی در المختار: ۶۸/۱)

ابن ابی لیلیٰ مشہور فقیہ قاضی کوفہ، ابو عبد الرحمن محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ (۱۴۸ھ) جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف اور سئی الحفظ“ ہیں۔

① حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ اتَّفَقُوا عَلَى تَضْعِيفِ مُحَمَّدِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، وَأَنَّهُ لَا يُحْتَجُّ بِرَوَايَتِهِ، وَإِنْ كَانَ إِمَامًا فِي الْفِقْهِ.

”محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ ان کی روایت جت نہیں، اگرچہ فقہ میں امام تھے۔“

(المجموع شرح المہذب: ۳۷۱/۶)

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفٌ، اتَّفَقُوا عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِهِ مِنْ قَبْلِ حِفْظِهِ.

”ضعیف ہیں۔ محدثین کا اجماع ہے کہ ان کی حدیث ضعیف ہے، کیوں کہ یہ سئی الحفظ تھے۔“

(فتح الباری: ۱۴۳/۱۳)

نیز فرماتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفٌ سَيِّئُ الْحِفْظِ.



”ضعیف، سئی الحفظ ہے۔“

(التلخیص الحبیر: ۳/۳۳، ح: ۱۲۲۳)

③ حافظ بیٹھی رحمہ اللہ (۷۳۵-۸۰۴) فرماتے ہیں:

فِيهِ كَلَامٌ كَثِيرٌ.

”ان پر بہت زیادہ جروح ہیں۔“

(مجمع الزوائد: ۲/۲۰۳)

④ حافظ منذری رحمہ اللہ (۵۸۱-۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ إِمَامٌ ثَقَّةٌ رِذِيءُ الْحِفْظِ كَثِيرًا، كَذَا قَالَ الْجُمْهُورُ فِيهِ

”سچے، ثقہ امام تھے۔ (بعد میں) حافظے میں انتہائی خرابی واقع ہو گئی تھی، جمہور

محدثین یہی کہتے ہیں۔“

(الترغیب والترہیب: ۴/۴۹۸)

⑤ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰-۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

سَيِّءُ الْحِفْظِ لَا يُحْتَجُّ بِهِ عِنْدَ أَكْثَرِهِمْ.

”سئی الحفظ ہیں۔ اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ ان کی روایت قابل حجت نہیں۔“

(تحفة الطالب: ۳۴۵)

⑥ حافظ بوسیری رحمہ اللہ (۷۶۲-۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

ضَعَفَهُ الْجُمْهُورُ.

”جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة: ١/١٠٤، ح: ٣٦٥)

④ محمد بن مفلح، مقدس بالله (٤٠٨-٤٦٣ھ) لکھتے ہیں:

ضَعَفَهُ أَكْثَرُ .

”جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(الفروع: ١٠/٢٦٦، الآداب الشرعية: ١/٣٢٨)

⑧ ابوالحسن، محمد بن عبدالبہادی، سندھی، حنفی (م: ١١٣٨ھ) فرماتے ہیں:

ضَعَفَهُ الْجُمْهُورُ .

”جمہور ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔“

(حاشیة السندی علی سنن ابن ماجة: ١/٢٨١، ح: ٨٥٤)

⑨ جناب انورشاہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

فَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَهُ كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الْجُمْهُورُ .

”جمہور کے نزدیک ضعیف ہیں۔“

(فيض الباري: ٣/١٦٨)

⑩ محمد یوسف بنوری صاحب لکھتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ، الْجُمْهُورُ عَلَى تَضْعِيفِهِ .

”حاصل کلام یہ کہ جمہور انہیں ضعیف کہتے ہیں۔“

(معارف السنن: ٥/٢٩٠)

⑪ ابن قیسرانی رحمہ اللہ (٣٢٥-٥٠٤ھ) فرماتے ہیں:

وَأَجْمَعُوا عَلَى ضَعْفِهِ .  
 ”ان کے ضعف پر اجماع ہے۔“

(تذكرة الحفاظ : ٦٧، ٥٤٥، معرفة التذكرة في أحاديث الموضوعات، ص : ٩٣، رقم :

(٤٥)

تنبيه:

پہلے جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ تھے، بعد میں ان کے ضعف اور سئی الحفظ ہونے پر اجماع ہو گیا تھا۔

جارحین

(١) حجاج بن اسلم (م: ١٦٠ھ) فرماتے ہیں:

أَفَادَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَحَادِيثَ فَإِذَا هِيَ مَقْلُوبَةٌ .

”مجھے ابن ابی لیلیٰ نے احادیث سنائیں، جن میں رد و بدل ہو چکا تھا۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٣٢٢/٧، وسنده صحيح)

نیز فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْوَأَ حِفْظًا مِّنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى .

”ابن ابی لیلیٰ سے بڑھ کر برے حافظے والا دیکھا ہی نہیں۔“

(الجرح والتعديل: ٣٢٢/٧، وسنده صحيح)

(٢) احمد بن یونس بیان کرتے ہیں:

كَانَ زَائِدَةُ لَا يَرَوِي عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَكَانَ قَدْ تَرَكَ حَدِيثَهُ .



”زائدہ بن قدامہ (م: ۱۶۱ھ) ان سے روایت نہیں کرتے تھے، انہوں نے ان کی حدیث متروک کر دی تھی۔“

(الجرح والتعديل: ۳۲۲/۷، وسندہ صحیح)

(۳) یحییٰ بن یعلیٰ، محارب (م: ۲۱۶ھ) بیان کرتے ہیں:

طَرَحَ زَائِدَةُ حَدِيثَ ابْنِ أَبِي لَيْلَى .

”زائدہ نے ابن ابی لیلیٰ کی حدیث ترک کر دی تھی۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۸۳/۶، وسندہ حسن)

(۴) سلمہ بن کہیل رضی اللہ عنہ (م: ۱۲۱ھ) فرماتے ہیں:

مَا ذَنْبِي إِنْ كَانَ يَكْذِبُ عَلَيَّ .

”ابن ابی لیلیٰ مجھ پر جھوٹ بولیں، تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟“

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۱۸۴/۶، المجروحين لابن حبان: ۲۴۴/۲،

وسندہ حسن)

(۵) امام یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ (۱۵۸-۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ .

”ضعیف ہیں۔“

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی، رقم: ۷۲)

نیز فرماتے ہیں:

مَا كَانَ يُثَبِّتُ فِي الْحَدِيثِ .

”حدیث میں ثقہ نہیں تھے۔“



(سوالات ابن الجنید: ۷۵)

مزید فرماتے ہیں:

سَيِّءُ الْحِفْظِ جِدًّا.

”انتہائی خراب حافظے والے تھے۔“

(مسند علی بن الجعد: ۶۷۹، وسندہ صحیح)

(۶) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱-۲۴۳ھ) فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ.

”ضعیف ہے۔“

(العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد بروایۃ المروزی: ۴۹۳)

نیز فرماتے ہیں:

كَانَ سَيِّءَ الْحِفْظِ مُضْطَرَبَ الْحَدِيثِ.

”برے حافظے والے، مضطرب الحدیث۔“

(الجرح والتعديل: ۷/۳۲۳، وسندہ صحیح)

مزید فرماتے ہیں:

لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ.

”ان کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی۔“

(سنن الترمذی: ۱۷۱۵، وسندہ صحیح)

(۷) امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے والد گرامی احمد بن حنبل رحمہ اللہ

سے مطر وراق کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا:

كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ (الْقَطَّانُ) يُشَبِّهُ مَطَرًا بِابْنِ أَبِي لَيْلَى مِنْ  
سُوءِ الْحِفْظِ .

”یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ مطر اور ابن ابی لیلیٰ کو حافظے کی خرابی میں مشابہہ قرار  
دیتے تھے۔“

(العلل ومعرفة الرجال لأحمد بروایتہ ابنہ عبد اللہ، رقم: ۸۵۲)

(۸) امام بخاری رحمہ اللہ (۱۹۴-۲۵۶ھ) لکھتے ہیں:

إِبْنُ أَبِي لَيْلَى هُوَ صَدُوقٌ، وَلَا أَرُوي عَنْهُ لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي  
صَحِيحَ حَدِيثِهِ مِنْ سَقِيمِهِ، وَكُلُّ مَنْ كَانَ مِثْلَ هَذَا فَلَا أَرُوي  
عَنْهُ شَيْئًا .

”صدوق ہیں۔ میں ان سے روایت نہیں لیتا، کیوں کہ انہیں صحیح اور ضعیف کی  
پہچان ہی نہیں اور میں اس طرح کے راویوں سے روایت نہیں لیتا۔“

(سنن الترمذی: ۳۶۴، ۱۷۱۵)

(۹) امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۰۹-۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ابْنِ أَبِي لَيْلَى مِنْ قَبْلِ حِفْظِهِ .  
”بعض اہل علم نے ابن ابی لیلیٰ پر حافظے کی خرابی کی وجہ سے کلام کی ہے۔“

(سنن الترمذی: ۳۶۴)

(۱۰) امام نسائی رحمہ اللہ (۲۱۵-۳۰۳ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ سَيِّءُ الْحِفْظِ .  
”حدیث میں بہت قوی نہیں تھے، سئی الحفظ تھے۔“

(عمل اليوم واللیلة: ۲۱۳، الضعفاء المتروکون: ۵۲۵)

نیز فرماتے ہیں:

سَيَّءُ الْحِفْظِ كَثِيرُ الْخَطَا.

”سئی الحفظ اور کثیر الخطا تھے۔“

(عمل اليوم واللیلة: ۳۴۵)

(۱۱) امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵-۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

مَحَلُّهُ الصَّدْقُ كَانَ سَيَّءُ الْحِفْظِ شَغَلَ بِالْقَضَاءِ فَسَاءَ حِفْظُهُ  
لَا يَتَّبِعُهُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْكَذِبِ، إِنَّمَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ كَثْرَةَ الْخَطَا  
يُكْتَبُ حَدِيثُهُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ، وَابْنُ أَبِي لَيْلَى وَحَاجُّ بْنُ  
أَرْطَاةَ مَا أَقْرَبَهُمَا.

”سچے تھے، لیکن جب قاضی بنا دیئے گئے، تو حافظہ خراب ہو گیا۔ ان پر جھوٹ  
کا الزام نہیں ہے، ہاں کثرت خطا کا الزام ہے۔ ان کی حدیث لکھی تو جائے گی  
مگر اس سے حجت نہیں لی جائے گی۔ ابن ابی لیلیٰ اور حاج بن ارطاة میں کتنی  
مشابہت ہے!“

(الجرح والتعديل: ۳۲۳/۷)

(۱۲) امام ابو زرہ رازی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۰-۲۶۲ھ) فرماتے ہیں:

فَهُوَ صَالِحٌ لِّئْسَ هُوَ أَقْوَىٰ مَا يَكُونُ.

”نیک آدمی تھے، مگر حدیث کے میدان میں قوی نہ تھے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۳۲۳/۷)

نیز ”رجل شریف“ بھی کہا ہے۔

(أجوبة أبي زرعة: ۱/۷۲۸)

(۱۳) امام ابن حبان رحمہ اللہ (م: ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ رَدِيَّ الْحِفْظِ كَثِيرَ الْوَهْمِ فَاحْشَ الْخَطَا يَرْوِي الشَّيْءَ  
عَلَى التَّوَهُّمِ وَيَحْدِثُ عَلَى الْحُسْبَانِ فَكَثُرَ الْمَنَاقِبُ فِي  
رِوَايَتِهِ فَاسْتَحَقَّ التَّرْكَ، تَرَكَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَيَحْيَى بْنُ  
مَعِينٍ .

”برے حافظے والے تھے۔ روایت میں بہت زیادہ وہم کھاتے تھے۔ فحش غلطیوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ ننگے سے حدیث بیان کر دیتے تھے۔ ان کی روایت میں اس قدر منکیر ہیں کہ چھوڑ دینے کے لائق ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔“

(المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین: ۲/۲۴۴)

نوٹ:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ نَرَهُمَا تَرَكَاهُ بَلْ لَيْنَا حَدِيثَهُ .

”ہم نہیں سمجھتے کہ انہوں نے ابن ابی لیلیٰ کو متروک قرار دیا ہو، بل کہ صرف ان کی حدیث ضعیف قرار دی ہے۔“

(سير أعلام النبلاء: ۶/۳۱۴، ميزان الاعتدال: ۳/۶۱۶)

(۱۴) امام ابن عدی رحمہ اللہ (۲۷۷-۳۶۵ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَعَ سُوءِ حِفْظِهِ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ.

”سئی الحفظ ہونے کے باوجود ان کی حدیث (شواہد و اعتبار) میں لکھی جائے گی۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۱۸۸/۶)

(۱۵) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۳-۳۱۱) فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْحَافِظِ وَإِنْ كَانَ فَقِيهًا عَالِمًا .

”فقہ اور عالم تو تھے، مگر حافظ نہ تھے۔“

(صحيح ابن خزيمة: ۲۶۹۷)

(۱۶) امام دارقطنی رحمہ اللہ (۳۰۶-۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

ثِقَّةٌ فِي حِفْظِهِ شَيْءٌ .

”عدالت میں ثقہ تھے، حفظ میں خرابی تھی۔“

(سنن الدارقطني: ۱۲۴/۱)

نیز فرماتے ہیں:

رِدِّيُّ الْحِفْظِ كَثِيرُ الْوَهْمِ .

”برے حافظے والے اور کثیر الوہم تھے۔“

(سنن الدارقطني: ۲۶۳/۲)

مزید فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْحَافِظِ .

”حافظ نہ تھے۔“



(العلل: ۲۱۰/۶)

مزید فرماتے ہیں:

كَانَ سَيِّءَ الْحِفْظِ .

”برے حافظے والے تھے۔“

(العلل: ۳/۱۷۸، ۲۷۷)

(۱۷) امام طحاوی، حنفی رحمہ اللہ (۲۳۸-۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

مُضْطَرِبُّ الْحِفْظِ جَدًّا .

”حفظ میں شدید اضطراب تھا۔“

(مشکل الآثار: ۳/۲۲۶)

(۱۸) امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ (م: ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

فَقِيهٌ، ثِقَةٌ، عَدْلٌ، وَفِي حَدِيثِهِ بَعْضُ الْمَقَالَةِ، لَيْنُ الْحَدِيثِ .

”فی نفسہ ثقہ، فقیہ، اور عادل ہیں۔ ان کی حدیث میں کچھ کلام ہے، بل کہ

حدیث میں کم زور ہیں۔“

(المعرفة والتاريخ: ۳/۹۴)

(۱۹) حافظ جوزجانی رحمہ اللہ (۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

وَاهِي الْحَدِيثِ سَيِّءُ الْحِفْظِ .

”حدیث میں ضعیف اور برے حافظے والے تھے۔“

(أحوال الرجال: ۸۶)

(۲۰) امام ابن شاہین رحمہ اللہ (۲۹۷-۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِذَلِكَ الْقَوِيُّ .

”حدیث میں پختہ کار نہیں تھے۔“

(تاریخ أسماء الضعفاء والكذابين، رقم: ۵۸)

(۲۱) امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ (۳۲۱-۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

يُنْسَبُ إِلَى سُوءِ الْحِفْظِ .

”سُئِيَ الْحِفْظُ قَرَارِپَاءِ۔“

(المستدرک علی الصحیحین: ۱۳/۱)

نیز فرماتے ہیں:

فَلَوْلَا مَا ظَهَرَ مِنْ هَذِهِ الْأَوْهَامِ لَمَا نَسَبَهُ أَيْمَةُ الْحَدِيثِ إِلَى  
سُوءِ الْحِفْظِ .

”اوہام طاری نہ ہوتے، تو ائمہ حدیث انہیں سُئِيَ الْحِفْظِ نہ کہتے۔“

(المستدرک علی الصحیحین: ۲۶۶/۴)

(۲۲) امام بیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴-۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ أَسْوَأُ حَالًا عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ مِنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي  
زِيَادٍ .

”معرفت حدیث رکھنے والے ائمہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد سے بھی بری  
پوزیشن میں تھے۔“

(السنن الكبرى: ۷۷/۲، ۷۸)

نیز فرماتے ہیں:



عَزِيزٌ قَوِيٌّ فِي الْحَدِيثِ .

”حدیث میں قوی نہیں ہیں۔“

(السنن الکبریٰ: ۷۳/۵)

مزید فرماتے ہیں:

وَإِنْ كَانَ فِي الْفِقْهِ كَبِيرًا فَهُوَ ضَعِيفٌ فِي الرَّوَايَةِ؛ لِسُوءِ حِفْظِهِ؛ وَكَثْرَةِ أَخْطَائِهِ فِي الْأَسَانِيدِ وَالْمُتُونِ وَمُخَالَفَتِهِ الْحِفَاطَ فِيهَا وَاللَّهُ يَعْفِرُ لَنَا وَلَهُ .

”اگرچہ بہت بڑے فقیہ تھے، لیکن روایت میں ضعیف تھے، کیوں کہ ان کا حافظہ خراب تھا۔ اسانید و متون میں بکثرت غلطیاں سرزد ہوئیں، روایات میں حفاظ محدثین کی مخالفت کرتے تھے۔ اللہ ہمیں اور انہیں معاف کر دے۔“

(السنن الکبریٰ: ۳۳۴/۵)

نیز فرماتے ہیں:

كَانَ سَيِّءَ الْحِفْظِ كَثِيرَ الْوَهْمِ .

”سئی الحفظ اور کثیر الوہم تھے۔“

(السنن الکبریٰ: ۳۲/۷)

(۲۳) ابو عبد اللہ، محمد بن اسحاق بن سعید بن اسماعیل، سعدی، ہروی رحمہ اللہ (توفی

فی حدود سنة: ۲۸۵ھ) فرماتے ہیں:

يَسْتَحِقُّ أَنْ يُتْرَكَ حَدِيثُهُ .

”اس لائق تھے کہ ان کی حدیث چھوڑ دی جائے۔“



(المجروحین لابن حبان: ۲/۲۴۶)

(۲۴) ابوالاحمد حاکم رحمہ اللہ (۲۸۵-۳۷۸ھ) فرماتے ہیں:

عَامَّةُ أَحَادِيثِهِ مَقْلُوبَةٌ .

”ان کی اکثر احادیث مقلوب تھیں۔“

(تہذیب التہذیب لابن حجر: ۳۰۳/۹)

(۲۵) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۳۸۴-۴۵۶ھ) نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(المُحَلَّى لابن حزم: ۱۴/۶)

(۲۶) حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۹۷ھ) نے ”ضعیف، مضرب الحدیث“

کہا ہے۔

(التحقیق فی أحادیث الخلاف: ۳۳۵/۱، ح: ۲۹)

(۲۷) علامہ عبدالحق اشعری رحمہ اللہ (۵۱۰-۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفٌ .

”ضعیف ہیں۔“

(الأحكام الوسطی: ۲۰۶/۵)

(۲۸) حافظ ابن القطان، فاسی رحمہ اللہ (۵۶۲-۶۲۸ھ) فرماتے ہیں:

سَيِّئُ الْحِفْظِ وَهُوَ يُضَعِّفُهُ وَيُضَعِّفُ بِهِ .

”سئی الحفظ ہیں۔ اسی لیے ضعیف قرار پائے۔ ان کی وجہ سے احادیث ضعیف

ہوئیں۔“

(بیان الوهم والإيهام الواقعين في كتاب الأحكام: ۵۲۲)

(۲۹) حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام: ۱۵۷/۲)

(۳۰) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد مقدسی رحمہ اللہ (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

وَالْاضْطِرَابُ فِيهِ مِنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى لِأَنَّهُ كَانَ سَيِّءَ الْحِفْظِ .  
”یہاں ابن ابی لیلیٰ کی وجہ سے اضطراب ہے، کیوں کہ وہ سئی الحفظ تھے۔“

(المختارة: ۶۴۱)

(۳۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(تنقيح التحقيق: ۴۴/۲، دارالوطن، الرياض)

اس کے برعکس فرماتے ہیں:

وَكَانَ صَدُوقًا جَائِزَ الْحَدِيثِ .

”صدوق اور جائز الحدیث تھے۔“ (العبر في خبر من غبر: ۱۶۲/۱)

مزید فرماتے ہیں:

حَدِيثُهُ فِي وَرَنِ الْحَسَنِ وَلَا يَرْتَقِي إِلَى الصَّحَّةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ  
بِالْمُتَّقِنِ عِنْدَهُمْ .

”ان کی حدیث حسن درجے کی ہے، البتہ صحیح نہیں کہی جاسکتی، کیوں محدثین  
کے ہاں متقن نہیں تھے۔“ (تذكرة الحفاظ: ۱۲۹/۱)

یہ دونوں قول ساقط ہو جائیں گے یا جمہور کے موافق تضعیف والا رائج ہوگا، جو متقن  
نہ ہو بھلا اس کی حدیث حسن ہوتی ہے؟

(۳۲) حافظ عراقی رحمہ اللہ (۷۲۵-۸۰۶ھ) نے ”سئی الحفظ“ کہا ہے۔

(المغني عن حمل الأسفار في الأسفار: ۳۷۷۴)

(۳۳) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔



(فتح الباري: ۲۱۴/۴)

(۳۴) حافظ زیلعی حنفی نے ”ضعیف“ کہا ہے۔ (نصب الرایۃ: 318/1)

(۳۵) علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۳۶-۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

”ضَعِيفٌ لِّسَوْءِ حِفْظِهِ . ”سوء حفظ کی بنیاد پر ضعیف ہیں۔“

(فتح الباري: ۲۰۷/۴)

نیز فرماتے ہیں: هُوَ صَدُوقٌ لَا يَتَّكِمُ بِتَعَمُّدِ الْكَذِبِ .

”سچے ہیں۔ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے پر متم نہیں تھے۔“

(شرح علل الترمذي: ۱۴۵/۱)

(۳۶) علامہ ابن ترکمانی حنفی (۶۸۳-۷۵۰ھ) نے ”متکلم فیہ“ کہا ہے۔

(الجواهر النقي: ۳۴۷/۷)

(۳۷) احمد قسطلانی (م: ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

”ضَعِيفٌ . ”ضعیف ہیں۔“

(المواهب الدنية بالمنح المحمدية: ۴۳۷/۳)

تنبیہ ①:

قارئین کرام! ہم نے متقدمین کے ساتھ ساتھ متاخرین کی جرح بھی پیش کر دی ہے۔

تنبیہ ②:

اگر کوئی راوی کسی روایت میں منفرد ہو اور کوئی ثقہ امام اس کی سند کو صحیح کہہ دے، تو یہ اس سند کے تمام راویوں کی ضمنی توثیق ہوتی ہے، اگر اس روایت کی اور بھی سندیں ہوں، امام انہیں مد نظر رکھ کر صحیح کہہ دے، تو یہ توثیق نہیں ہوگی۔

## تفسیر ابن عباس جرح و تعدیل کے میزان میں

تفسیر تنویر المقیاس المعروف بہ ”تفسیر ابن عباس“ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے۔

محمد بن سائب کلبی:

اس کا مرکزی راوی محمد بن سائب کلبی، ابونضر متروک اور کذاب ہے،

① امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

النَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلَى تَرْكِ حَدِيثِهِ لَا يُشْتَغَلُ بِهِ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ.

”محدثین اس کی حدیث ترک کرنے پر متفق ہیں۔ یہ ضعیف ہے، اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۲۷۱/۷)

② احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ مجھے مروان بن محمد طاطری نے کہا:

تَفْسِيرُ الْكَلْبِيِّ بَاطِلٌ.

”تفسیر کلبی باطل ہے۔“

(الجرح والتعديل: ۲۷۱/۷، وسنده حسن)

③ قرۃ بن خالد سدوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْكَلْبِيَّ يَزُرُّهُ يَعْنِي يَكْذِبُ .

”محدثین کا کہنا ہے کہ کلبی جھوٹ بولتا تھا۔“

(الجرح والتعديل : ۲۷۱/۷، وسندہ حسن)

④ ثقہ محدث، سلیمان بن طرخان تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

كَانَ بِالْكُوفَةِ كَذَّابًا أَحَدُهُمَا الْكَلْبِيُّ .

”کوفہ میں دو کذاب تھے۔ ایک ان میں کلبی تھا۔“

(الجرح والتعديل : ۲۷۰/۷، وسندہ حسن)

⑤ امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ سُفْيَانٌ لَا يُعْجِبُهُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يُفَسِّرُونَ السُّورَةَ مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا مِثْلُ الْكَلْبِيِّ .

”یہ کلبی جیسے لوگ جو اول تا آخر سورۃ کی تفسیر کرتے ہیں، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ انہیں پسند نہیں کرتے تھے۔“

(الجرح والتعديل : ۲۷۰/۷، وسندہ حسن)

⑥ زید بن حباب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُولُ عَجَبًا لِمَنْ يَرَوِي عَنِ الْكَلْبِيِّ .

”سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے سنا کہ کلبی سے روایت کرنے والے پر تعجب ہے۔“

(الجرح والتعديل : ۲۷۰/۷، وسندہ حسن)

④ یعلیٰ بن حارث محاربىؓ بیان کرتے ہیں:

قِيلَ لِرَازِدَةَ لِمَ لَا تَرَوِي عَنِ الْكَلْبِيِّ؟ قَالَ كُنْتُ اخْتَلَفْتُ إِلَيْهِ فَسَمِعْتُهُ يَوْمًا وَهُوَ يَقُولُ مَرَضْتُ مَرَضَةً فَنَسِيتُ مَا كُنْتُ أَحْفَظُ فَأَتَيْتُ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَقَضُوا فِيَّ فِيَّ فَحَفِظْتُ مَا كُنْتُ نَسِيتُ، فَقُلْتُ لَا وَاللَّهِ لَا أَرَوِي عَنْكَ بَعْدَ هَذَا شَيْئًا فَتَرَكَتُهُ.

”زائدہ بن قدامہؓ سے پوچھا گیا، آپ کلبی سے روایت کیوں نہیں بیان کرتے، فرمایا: میں وہاں جایا کرتا تھا، ایک دن میں نے اسے کہتے سنا، مجھے بیماری آئی تو میں سب کچھ بھول گیا، میں آل محمدؐ کے پاس آیا انہوں نے میرے منہ میں پھونکا مجھے بھولا ہوا سب یاد آ گیا، زائدہ کہتے ہیں، میں نے اسے کہا اللہ کی قسم! میں آج کے بعد تجھ سے کچھ بیان نہیں کروں گا، اس دن سے میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔“

(الجرح والتعديل: ۲۷۰/۷، وسنده صحيح)

⑤ یحییٰ بن معینؓ فرماتے ہیں:

الْكَلْبِيُّ لَيْسَ بِشَيْءٍ .  
”کلبی کچھ نہیں تھا۔“

(الجرح والتعديل: ۲۷۰/۷، وسنده صحيح)

⑥ امام یزید بن ہارونؓ فرماتے ہیں:

كَبِرَ الْكَلْبِيُّ وَغَلَبَ عَلَيْهِ النَّسْيَانُ فَجَاءَ إِلَى الْحَجَّامِ وَقَبَضَ

عَلَى لِحْيَتِهِ فَأَرَادَ أَنْ يَقُولَ : خُذْ مِنْ هَهُنَا يَعْنِي مَا جَاوَزَ  
الْقُبْضَةَ، فَقَالَ : خُذْ مَا دُونَ الْقُبْضَةِ .

”کبلی بوڑھا ہو گیا، تو اس پر نسیان غالب آ گیا، جام کے پاس آیا، داڑھی کو مٹھی  
میں پکڑا، نائی سے مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کا کہنا چاہتا تھا مگر اسے کہہ بیٹھا  
کہ مٹھی سے کم کاٹ دو۔“

(الجرح والتعديل : ۲۷۱/۷، وسنده صحيح)

⑩ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ”متروک“ قرار دیا ہے۔

(سنن الدارقطني : ۲۲۰/۴، ح : ۴۴۷۲)

⑪ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ”متروک“ قرار دیا ہے۔

(السنن الكبرى : ۱۲۳/۸)

⑫ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ”کذاب“ لکھا ہے۔

(الموضوعات : ۴۷/۱، ۳۷۳، ۲۳۰/۳)

⑬ حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ کہتے ہیں :

أَمَّا ابْنُ الْكَلْبِيِّ فَمُضَعَّفٌ عِنْدَهُمْ، وَرِوَايَتُهُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ  
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَخْصُوصَةٌ بِمَزِيدٍ تَضْعِيفٍ .

”کبلی تو محدثین کے ہاں ضعیف ہے، اس کی روایت خاص ابوصالح عن ابن  
عباس کے طریق سے اور بھی ضعیف ہے۔“

(عيون الآثار : ۳۱۸/۱، نصب الراية : ۴۳۰/۳)

⑭ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :



الْكَلْبِيِّ مَتْرُوكٌ مَرَّةً سَاقِطٌ .

”کلبی بارے متروک وضعیف کا ہی فیصلہ ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۳۳/۳)

⑮ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”متروک“ کہا ہے۔

(فتح الباری: ۲۲۰/۳)

⑯ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِيُّ ضَعِيفٌ بِإِلْتِفَاقٍ مَنْسُوبٌ إِلَى الْكُذْبِ .

”محمد بن سائب کلبی باتفاق ضعیف اور متهم بالکذب ہے۔“

(عمدة القاري: ۱۰۱/۷)

نیز ”متروک“ لکھا ہے۔

(عمدة القاري: ۱۶۹/۷)

⑰ امام بریلویت احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”کلبی کذاب ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ: ۲/۲۷۷)

کلبی کا استاذ ابوصالح:

تفسیر کا دوسرا راوی کلبی کا استاذ ضعیف، مختلط اور مدلس ہے۔

⑱ کلبی خود بیان کرتا ہے، مجھے ابوصالح نے کہا:

كُلُّ مَا حَدَّثْتُكَ فَهُوَ كِذْبٌ .

”جو میں نے تجھے بیان کیا، وہ جھوٹ ہے۔“



(الکامل لابن عدی: ۶/۲۱۲۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/۱۲۳، الجوهر النقی لابن

الترکمانی الحنفی: ۴/۲۷۸)

نیز کہتا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ أُحْدِثَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ فَهُوَ كَذِبٌ.

”میں نے جو کچھ ابوصالح سے بیان کیا وہ جھوٹ ہے۔“

(الکامل لابن عدی: ۶/۲۱۲۷، سنن الدارقطنی: ۴/۱۳۰، ح: ۴۱۸۲، السنن الکبریٰ

للبیہقی: ۱/۲۹۰، مقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۷۳، بیان الوهم والإيهام لابن

قطان: ۱۳۳۲)

② ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعُفُوهُ.

”محدثین اسے ضعیف کہتے ہیں۔“

(الجوهر النقی: ۴/۲۷۸)

③ امام بریلویت، احمد رضا خان صاحب نے ابوصالح کو ”ضعیف اور ”مدلس“

کہا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ۴/۵۱۳، فتاویٰ افریقہ از بریلوی: ۱، احکام شریعت: ۱۶۹)

**محمد بن مروان سدی صغیر:**

تفسیر کا تیسرا راوی کلبی کا شاگرد محمد بن مروان سدی صغیر کذاب اور متروک ہے۔

(میزان الاعتدال: ۴/۳۲، ۳۳، ۲۳۷)

جناب تھانوی صاحب حافظ پیٹمی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَىٰ ضَعْفِهِ.



”اس کے ضعف پر اجماع ہے۔“ (احیاء السنن: ۱۰۴)

## الجرح:

① امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَهُوَ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ الْبَتَّةَ .

”ضعیف متروک الحدیث ہے۔ اس کی حدیث بالکل نہیں لکھی جائے گی۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۸۲/۸)

② امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ .

”ثقیف نہیں ہے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۸۲/۸)

③ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ السَّيِّئَ الصَّغِيرَ كَذَّابٌ وَكَذَا الْكَلْبِيُّ وَأَبُو صَالِحٍ

ضَعِيفٌ .

”سدی صغیر کذاب ہے۔ اسی طرح کلبی اور ابوصالح بھی ضعیف ہیں۔“

(لباب النقول في أسباب النزول: ۲۸)

④ جناب احمد سعید کاظمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”ہم نے مروان کو متہم بالکذب ثابت کر دیا ہے۔“

(مقالات کاظمی: ۲/۴۷)

جناب احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

”یہ تفسیر کہ منسوب بہ سید ابن عباس ہے، نہ ان کی کتاب ہے، نہ ان سے ثابت ہے۔ یہ بہ سند محمد بن مروان عن الکلی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ سلسلہ کذب ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص: ۳۹۶)

جناب سرفراز خان دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے آخر تک سب جھوٹ ہے، اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں۔ (تذکرۃ الموضوعات: ۸۲) اور علامہ محمد طاہر الحفصی لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فن تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے۔“

(إزالة الريب: ۳۰۸، ۳۱۵)

جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”ہمارے زمانے میں ایک کتاب ’تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس‘ کے نام سے شائع ہوئی ہے، جسے آج کل عموماً ’تفسیر ابن عباس‘ کہا اور سمجھا جاتا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں، کیوں کہ یہ کتاب ’محمد بن مروان السدی عن محمد بن السائب الکلی عن ابی صالح عن ابن عباس‘ کی سند سے مروی ہے اور اس سند کو محدثین نے ’سلسلۃ الکذب‘ (جھوٹ کا سلسلہ) قرار دیا ہے، لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔“ (علوم القرآن: ص، ۴۵۸)

فائدہ:

اہل بدعت اس جھوٹی تفسیر سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پیش کرتے ہیں:  
 مُخْبِتُونَ، مُتَوَاضِعُونَ، لَا يَلْتَفِتُونَ يَمِينًا وَلَا شِمَالًا، وَلَا  
 يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ.  
 ”متواضع، اطاعت گزار، دائیں دیکھیں نہ بائیں، نماز میں رفع الیدین نہیں  
 کرتے۔“

(تفسیر ابن عباس: ۲۱۲)

### تبصرہ:

- ① جب یہ تفسیر جھوٹ کا پلندہ ہے، تو اسے رفع الیدین کے رد میں پیش کرنا  
 خود جھوٹ ہوگا۔
- ② اہل تقلید کا اس پر عمل نہیں، وہ قنوت وتر اور عیدین میں رفع الیدین کرتے  
 ہیں۔
- ③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود رفع الیدین کیا کرتے تھے، جیسا کہ ابو حمزہ  
 رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَكَعَ،  
 وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ.  
 ”میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ نماز شروع کرتے وقت،  
 رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۲۳۵/۱، مصنّف عبد الرزاق: ۴۹/۲)

الحاصل: تفسیر ابن عباس جھوٹ ہے۔

## تفسیر طبری اہل نظر کی نظر میں

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کا نام ”جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف بہ تفسیر الطبری“ ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر کے حوالے سے عظیم سرمایہ ہے۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

التَّفْسِيرُ، لَمْ يُصَنَّفْ أَحَدٌ مِّثْلَهُ.

”اس جیسی تفسیر کسی نے نہیں لکھی۔“

(تاریخ بغداد: ۱۶۳/۲)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تَفْسِيرُ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ، وَهُوَ مِنْ أَجَلِّ التَّفَاسِيرِ

وَأَعْظَمِهَا قَدْرًا.

”تفسیر طبری ایک جلیل قدر اور عظیم المرتبت تفسیر ہے۔“

(مجموع الفتاویٰ: ۳۶۱/۱۳)

نیز فرماتے ہیں:

وَأَمَّا التَّفَاسِيرُ الَّتِي فِي أَيْدِي النَّاسِ فَأَصَحُّهَا: تَفْسِيرُ مُحَمَّدِ

بْنِ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ فَإِنَّهُ يَذْكُرُ مَقَالَاتِ السَّلَفِ بِالْأَسَانِيدِ

الثَّابِتَةُ وَلَيْسَ فِيهِ بَدْعٌ .

”تمام تفاسیر میں سے صحیح ترین تفسیر، محمد بن جریر طبری کی تفسیر ہے۔ آپ متقدمین مفسرین کے تفسیری اقوال صحیح سندوں سے ذکر کرتے ہیں۔ یہ تفسیر بدعی نظریات سے پاک ہے۔“

(الفتاویٰ الکبریٰ: ۸۴/۵، مجموع الفتاویٰ: ۳۸۵/۱۳)

مزید فرماتے ہیں:

وَالْتَفَاسِيرُ الْمَأْثُورَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، مِثْلُ تَفْسِيرِ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ .  
”نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منقول و ماثور تفاسیر جیسے محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کی تفسیر۔“

(درء تعارض العقل والنقل: ۲/۲۱)

مفسر ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۱ھ) لکھتے ہیں:

ثُمَّ إِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ، جَمَعَ عَلَى النَّاسِ أَشْتَاتِ التَّفْسِيرِ، وَقَرَّبَ الْبَعِيدَ وَشَفَى فِي الْإِسْنَادِ .  
”امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ نے لوگوں کے لیے تفسیری موتی چنے، دور پڑے علمی خزانے کو قریب کر دیا اور سند کا اہتمام کیا۔“

(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز المعروف به تفسير ابن عطية: ۳۱/۱)

مورخ اسلام مفسر قرآن امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَى الْكَثِيرَ عَنِ الْجَمِّ الْغَفِيرِ، وَرَحَلَ إِلَى الْفَاقِ فِي طَلَبِ

الْحَدِيثِ، وَصَنَّفَ التَّارِيخَ الْحَافِلَ، وَلَهُ التَّفْسِيرُ الْكَامِلُ  
الَّذِي لَا يُوجَدُ لَهُ نَظِيرٌ، وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْمُصَنَّفَاتِ النَّافِعَةِ فِي  
الْأُصُولِ وَالْفُرُوعِ.

”امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے شیوخ و اساتذہ کے ایک جم غفیر سے کسب فیض  
کیا، طلب حدیث میں کئی اسفار کیے، ضخیم تاریخی کتاب تصنیف کی، نیز آپ  
رحمہ اللہ نے ایک بے مثال تفسیر بھی لکھی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی اصول و فروع  
میں بہت سی تصانیف ہیں۔“

(البدایة والنهاية: ۱۱/۱۶۵، طبع إحياء التراث)

امام ابن جریر رحمہ اللہ کے شاگرد عبد اللہ بن احمد بن جعفر ابو محمد فرغانی رحمہ اللہ (۳۶۲ھ)  
کہتے ہیں:

فَتَمَّ مِنْ كُتُبٍ يَعْني مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ كِتَابَ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ  
وَجَوَدَهُ، وَبَيَّنَ فِيهِ أَحْكَامَهُ، وَنَاسِخَهُ وَمَنْسُوخَهُ، وَمُشْكِلَهُ  
وَعَرِيبَهُ، وَمَعَانِيَهُ، وَاخْتِلَافَ أَهْلِ التَّأْوِيلِ وَالْعُلَمَاءِ فِي  
أَحْكَامِهِ وَتَأْوِيلِهِ، وَالصَّحِيحَ لَدَيْهِ مِنْ ذَلِكَ، وَإِعْرَابَ  
حُرُوفِهِ، وَالْكَلامَ عَلَى الْمُلْحِدِينَ فِيهِ، وَالْقِصَصَ وَأَخْبَارَ  
الْأُمَمِ، وَالْقِيَامَةَ، وَغَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا حَوَاهُ مِنَ الْحِكَمِ  
وَالْعَجَائِبِ، كَلِمَةً كَلِمَةً، وَآيَةً آيَةً، مِنَ الْإِسْتِعَاذَةِ إِلَى أَبِي  
جَادٍ، فَلَوْ ادَّعَى عَالِمٌ أَنْ يُصَنِّفَ مِنْهُ عَشْرَةَ كُتُبٍ، كُلُّ كِتَابٍ



مِنْهَا يَحْتَوِي عَلَى عِلْمٍ مُفْرَدٍ عَجِيبٍ مُسْتَقْصَى لَفَعَلٍ .  
 ”امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کی کتب میں سے ایک تفسیر القرآن ہے، آپ  
 نے اس میں عمدگی کا مظاہرہ کیا، احکامات، ناسخ و منسوخ، مشکل و غریب، معانی  
 و مفاہیم، علماء و مفسرین کے احکام اور تفسیری اختلافات، رائج اقوال، اعراب  
 پر بحث، ملحدین پر ردود، سابقہ امتوں کے قصص، امت محمدیہ کے احوال،  
 قیامت کے مناظر اور دیگر حکمتیں اور لطائف پر لفظ لفظ اور آیت آیت کر کے  
 شروع سے آخر تک سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اگر کوئی عالم اس سے دس ایسی  
 کتابیں تصنیف کرنا چاہے کہ جس میں سے ہر کتاب ایک علیحدہ، انوکھے اور  
 تحقیقی فن کو محیط ہو، تو ایسا بعید نہیں۔“

(تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۹۶/۵۲، طبقات المفسرین للداوودی: ۱۱۴/۲، واللفظ

لہ، وسندہ حسن)

علامہ ابوالحسن علی بن یوسف قعظی رحمہ اللہ (۵۶۸-۶۳۶ھ) لکھتے ہیں:  
 الْعَالِمُ الْكَامِلُ الْفَقِيهُ الْمُقَرَّرُ النَّحْوِيُّ اللَّغَوِيُّ الْحَافِظُ  
 الْأَخْبَارِيُّ جَامِعُ الْعُلُومِ، لَمْ يَرَفِي فُنُونَهُ مِثْلُهُ، سَمِعَ بِبَلَدِهِ  
 وَبِلَادِ الْأَعَاجِمِ وَالْعِرَاقِ وَالشَّامِ وَمِصْرَ وَالْحِجَازِ الْجَمَّ  
 الْغَفِيرَ، وَاسْتَوَظَنَ بَغْدَادَ، وَصَنَّفَ التَّصَانِيفَ الْكِبَارَ؛ مِنْهَا  
 تَفْسِيرُ الْقُرْآنِ الَّذِي لَمْ يَرَأْ أَكْبَرُ مِنْهُ وَلَا أَكْثَرُ فَوَائِدَ، وَكِتَابُ  
 التَّارِيخِ، وَهُوَ أَجَلُ كِتَابٍ فِي بَابِهِ .

”آپ رحمہ اللہ عالم کامل، فقیہ، مقرر، نحوی، لغوی، حافظ حدیث، مؤرخ اور ہر فن

مولا تھے۔ آپ کی شان کو کوئی نہیں پہنچ سکا، اپنے علاقے کے علاوہ عجم کے علاقے، عراق، شام، مصر اور حجاز وغیرہ میں ایک جم غفیر سے استفادہ کیا۔ مستقل ڈیرے بغداد میں ڈالے، کئی بڑی تصانیف لکھیں، جن میں تفسیر القرآن، جس سے بڑی اور مفید کتاب چشم فلک نے نہیں دیکھی اور تاریخ کے موضوع پر کتاب، جو اپنے میدان میں شہ کار کی حیثیت رکھتی ہے، شامل ہیں۔“

(إنباء الرواة على أنباء النحاة: ۸۹/۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَالَّذِينَ اعْتَنُوا بِجَمْعِ التَّفْسِيرِ مِنْ طَبَقَةِ الْأَيْمَةِ السِّتَةِ أَبُو جَعْفَرِ بْنِ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ وَيَلِيهِ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُنْذَرِ النِّسَابُورِيُّ وَأَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حَاتِمٍ بْنُ إِدْرِيسَ الرَّازِيَّ وَمِنْ طَبَقَةِ شُيُوخِهِمْ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ نَصْرِ الْكَشِيرِيُّ فَهَذِهِ التَّفَاسِيرُ الْأَرْبَعَةُ قُلَّ أَنْ يَشُدَّ عَنْهَا شَيْءٌ مِنَ التَّفْسِيرِ الْمَرْفُوعِ وَالْمَوْقُوفِ عَلَى الصَّحَابَةِ وَالْمَقْطُوعِ عَنِ التَّابِعِينَ . وَقَدْ أَضَافَ الطَّبْرِيُّ إِلَى النَّقْلِ الْمَسْتَوْعَبِ أَشْيَاءَ لَمْ يُشَارِكُوهُ فِيهَا كَاسْتِعَابِ الْقِرَاءَاتِ وَالْإِعْرَابِ وَالْكَلامِ فِي أَكْثَرِ الْآيَاتِ عَلَى الْمَعَانِي وَالتَّصَدِّي لِتَرْجِيحِ بَعْضِ الْأَقْوَالِ عَلَى بَعْضٍ، وَكُلُّ مَنْ صَنَّفَ بَعْدَهُ لَمْ يَجْتَمِعْ

لَهُ مَا اجْتَمَعَ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ فِي هَذِهِ الْأُمُورِ فِي مَرْتَبَةٍ مُتَقَارِبَةٍ  
وَعَيْزُهُ يَغْلِبُ عَلَيْهِ فَنِّ مِنَ الْفُنُونِ فَيَمْتَازُ فِيهِ وَيَقْصُرُ فِي  
غَيْرِهِ.

”چھٹے طبقے کے ائمہ میں سے جنہوں نے تفسیر قرآن کا بیڑا اٹھایا ہے، ان میں  
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ان کے بعد امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن منذر  
نیشاپوری، ابو محمد عبد الرحمن بن ابوحاتم بن ادريس رازی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شیوخ  
کے طبقہ میں عبد بن حمید بن نصر کشی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ ان چاروں تفاسیر  
میں شاید ہی کسی آیت کی مرفوع، موقوف یا مقطوع تفسیر چوک گئی ہو۔ روایات  
نقل کرنے میں امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسروں کی بہ نسبت کچھ اضافہ کیا ہے۔  
قراءت، اعراب، آیات کے معانی میں بحث اور اقوال میں رائج و مرجوح کا  
فرق کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ بعد والوں میں کوئی بھی وہ کچھ جمع نہ کر سکا، جو  
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کر دیا ہے۔ کیوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان فنون میں ایک عالی  
المرتب تھے، بعد والوں پر دوسرے فنون غالب آ گئے، لہذا آپ اس فن میں  
ممتاز رہے اور دوسروں میں قاصر رہ گئے۔“

(العجاب في بيان الأسباب: ۱/۲۰۳)

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۸۴۹-۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

وَلَهُ التَّصَانِيفُ الْعَظِيمَةُ مِنْهَا تَفْسِيرُ الْقُرْآنِ وَهُوَ أَجَلُّ  
التَّفَاسِيرِ لَمْ يُؤَلَّفْ مِثْلُهُ كَمَا ذَكَرَهُ الْعُلَمَاءُ قَاطِبَةً، مِنْهُمْ  
النَّوَوِيُّ فِي تَهْذِيبِهِ وَذَلِكَ لِأَنَّهُ جَمَعَ فِيهِ بَيْنَ الرِّوَايَةِ وَالْدِّرَايَةِ

وَلَمْ يُشَارِكْهُ فِي ذَلِكَ أَحَدٌ لَّا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ.

”آپ ﷺ کی بہت ہی عظیم الشان تصانیف ہیں، جن میں تفسیر القرآن بھی شامل ہے۔ یہ ایک بے نظیر تفسیر ہے، جیسا کہ تمام علمائے کرام کا کہنا ہے۔ ان میں سے ایک حافظ نووی رحمہ اللہ ہیں، آپ نے یہ بات اپنی کتاب ’تہذیب الاسماء واللغات‘ میں ذکر کی ہے۔ کیوں کہ امام طبری نے اس تفسیر میں روایت و درایت کو جمع کر دیا ہے، ایسا کام آپ سے پہلے کوئی کر سکا، نہ آپ کے بعد ہی کر سکا۔“

(طبقات المفسرین، ص ۹۶)

مزید فرماتے ہیں:

...بَعْدَهُمُ ابْنُ جَرِيرٍ الطَّبْرِيُّ وَكِتَابُهُ أَجَلُ التَّفَاسِيرِ وَأَعْظَمُهَا، ثُمَّ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ مَاجَهَ وَالْحَاكِمُ وَابْنُ مَرْدَوِيهِ وَأَبُو الشَّيْخِ بَنُ حَيَّانَ وَابْنُ الْمُنْذِرِ فِي آخِرِينَ وَكُلُّهَا مُسْنَدَةٌ إِلَى الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَاتَّبَاعِهِمْ وَلَيْسَ فِيهَا غَيْرَ ذَلِكَ إِلَّا ابْنُ جَرِيرٍ فَإِنَّهُ يَتَعَرَّضُ لِتَوْجِيهِ الْأَقْوَالِ وَتَرْجِيحِ بَعْضِهَا عَلَى بَعْضٍ وَالْإِعْرَابِ وَالِاسْتِنْبَاطِ فَهُوَ يَفُوقُهَا بِذَلِكَ .

”ان کے بعد محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ آئے، آپ کی کتاب سب سے بہترین اور عظیم المرتبت تفسیر ہے۔ پھر امام ابن ابی حاتم، ابن ماجہ، حاکم، ابن مردویہ، ابو

شیخ ابن حیان اور ابن منذر آئے۔ ان سب مفسرین نے اپنی اپنی تفسیروں میں موقوفات، مقطوعات اور تبع تابعین کے اقوال کا اہتمام کیا ہے، لیکن امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ان اقوال کی توجیہ و ترجیح، اعراب پر گفتگو اور فقہی استنباط کا اہتمام بھی کیا ہے۔ یوں ان کی تفسیر دوسروں سے زیادہ مفید ہے۔“

(الإتقان في علوم القرآن: ۴/۲۴۲)

آخر میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے اس عظیم علمی شہ کار کے بارے میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ کا قول فیصل ذکر کیے دیتے ہیں:

فَإِنْ قُلْتَ : فَأَيُّ التَّفَاسِيرِ تُرْشِدُ إِلَيْهِ وَتَأْمُرُ النَّاضِرَ أَنْ يُعَوَّلَ عَلَيْهِ؟ قُلْتُ : تَفْسِيرُ الْإِمَامِ أَبِي جَعْفَرِ بْنِ جَرِيرِ الطَّبْرِيِّ الَّذِي أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ الْمُعْتَبَرُونَ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يُؤْلَفْ فِي التَّفْسِيرِ مِثْلُهُ .

”اگر آپ پوچھیں کہ کون سی تفسیر سب سے زیادہ راہنما اور قابل اعتماد ہے؟ میرا جواب ہوگا کہ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کی تفسیر، کہ جس کے بے مثال و بے نظیر ہونے پر معتد علمائے کرام کا اجماع ہے۔“

(الإتقان في علوم القرآن: ۴/۲۴۴)



## قرآن مجید کی تعلیم بہ طور حق مہر

قرآن مجید کی تعلیم کو مہر مقرر کرنا جائز ہے، جیسا کہ؛

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: زَوَّجْنِيهَا، قَالَ: أَعْطِهَا ثَوْبًا، قَالَ: لَا أَجِدُ، قَالَ: أَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، فَاعْتَلَّ لَهُ، فَقَالَ: مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.

”ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی کہ میں نے خود کو اللہ اور اس کے سچے رسول کے لیے وقف کر دیا ہے۔ فرمایا: ابھی مجھے شادی میں رغبت نہیں ہے، ایک صحابی کہنے لگے: میری شادی کروادیں! فرمایا: کوئی سوٹ مہر دے دیں۔ کہنے لگا: سوٹ تو نہیں ہے۔ فرمایا: کچھ دے دیں، خواہ لوہے کا چھلا ہی ہو جائے۔ آدمی نے عذر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کچھ قرآن یاد ہے؟ کہنے لگا: جی ہاں، فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ فرمایا: میں

نے ان سے آپ کا نکاح ان سورتوں کی تعلیم کے عوض کر دیا۔“

(صحیح البخاری: ۵۰۲۹، صحیح مسلم: ۱۴۲۵)

صحیح مسلم (۱۴۲۵/۷۷) میں الفاظ ہیں:

اِنْطَلِقْ، فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا، فَعَلِمَهَا مِنَ الْقُرْآنِ.

”جائیے! میں نے ان سے آپ کا نکاح کر دیا، بس قرآنی سورتوں کی تعلیم دے دینا۔“

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہی مروی روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں:

أَنَا فِي الْقَوْمِ إِذْ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَرَفِ فِيهَا رَأْيِكَ فَقَالَ رَجُلٌ: زَوَّجْنِيهَا، فَلَمْ يُجِبْهُ حَتَّى قَامَتِ الثَّالِثَةُ، فَقَالَ لَهُ: عِنْدَكَ شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: اذْهَبْ فَاطْلُبْ، قَالَ: لَمْ أَجِدْ، قَالَ: فَادْهَبْ فَاطْلُبْ، وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ، قَالَ: مَا وَجَدْتُ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ، قَالَ: هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، سُورَةُ كَذَا، وَسُورَةُ كَذَا قَالَ: قَدْ أَنْكَحْتُكَهَا عَلَى مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.

”ہم آپس میں بیٹھے تھے، کہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی: اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کے لیے وقف کرتی ہوں، آپ کا کیا ارادہ ہے؟ ایک آدمی عرض کرنے لگا: آپ میری شادی کروادیں، لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، حتیٰ کہ جب تیسری بار کہا تو آپ ﷺ نے پوچھا: حق مہر میں دینے کے لیے

کچھ ہے؟ کہنے لگا: نہیں۔ فرمایا: جائیے اور کچھ تلاش کر لائیں۔ کہنے لگا: کچھ نہیں ملا۔ فرمایا: جائیے اور کچھ تلاش کر لائیں، لوہے کا چھلا بھی چل جائے گا۔ کہنے لگا: وہ بھی نہیں ملا۔ فرمایا: کچھ قرآن یاد ہے؟ کہنے لگا: جی ہاں، فلاں فلاں سورتیں حفظ ہیں۔ فرمایا: میں ان سے آپ کا نکاح ان سورتوں کی تعلیم کے عوض کرتا ہوں۔“

(مسند الإمام أحمد: ۳۳۰/۵، وسندہ صحیح)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ إِلَى هَذَا الْحَدِيثِ، فَقَالَ: إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ يُصَدِّقُهَا فَتَزَوَّجَهَا عَلَى سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ، فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ، وَيَعْلَمُهَا سُورَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ.

”امام شافعی رحمہ اللہ اس حدیث کے مطابق فرماتے ہیں: مہر کے لیے کوئی چیز نہ ہو اور قرآن کی چند سورتوں کے عوض نکاح کر لیا جائے، تو ایسا نکاح جائز و صحیح ہے، بس بیوی کو قرآن کی کوئی سورت سکھا دے۔“

(سنن الترمذی تحت حدیث: ۱۱۱۴)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الَّذِي أَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْكِحَ بِمَا مَعَهُ مِنَ الْقُرْآنِ أَنَّ ذَلِكَ فِي أُجْرَتِهِ عَلَى تَعْلِيمِهَا مَا مَعَهُ مِنَ الْقُرْآنِ.

”جسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ قرآن کے عوض نکاح کر سکتے ہیں، در



حقیقت وہ اس عورت کو قرآن کی تعلیم دینے پر اجرت کے عوض تھا۔

(الإستذکار لابن عبد البر : ۵/۴۱۵، التمهید لما فی الموطأ من المعانی والآثار له :

۱۲۰/۲۱، وسنده حسن)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : [بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ] دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ تَعْلِيمَ الْقُرْآنِ  
يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ صَدَاقًا .

”بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ دِلیل ہے کہ قرآن کی تعلیم حق مہر بن سکتی ہے۔“

(كشف المشكل من حديث الصحيحين : ۲/۲۷۰)

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۱۹-۳۸۸) لکھتے ہیں:

وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ الْأُجْرَةِ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْبَاءُ فِي  
قَوْلِهِ بِمَا مَعَكَ بَاءُ التَّعْوِضِ كَمَا تَقُولُ : بِعُتِكَ هَذَا الثَّوبُ  
بِدَيْنَارٍ أَوْ بِعَشْرَةِ دَرَاهِمٍ؛ وَلَوْ كَانَ مَعْنَاهَا مَا تَأَوَّلَهُ بَعْضُ أَهْلِ  
الْعِلْمِ مِنْ أَنَّهُ إِنَّمَا زَوَّجَهُ إِيَّاهَا لِحِفْظِهِ الْقُرْآنَ تَفْضِيلًا لَهُ  
لَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ مَوْهُوبَةً بِلَا مَهْرٍ وَهَذِهِ خُصُوصِيَّةٌ لَيْسَتْ  
لِغَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْلَا أَنَّهُ أَرَادَ بِهِ مَعْنَى  
الْمَهْرِ لَمْ يَكُنْ لِسُؤَالِهِ إِيَّاهَا هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ  
مَعْنَى لِأَنَّ التَّزْوِيجَ مِمَّنْ لَا يُحْسِنُ الْقُرْآنَ جَائِزٌ جَوَازُهُ مِمَّنْ  
يُحْسِنُهُ، وَلَيْسَ فِي الْحَدِيثِ أَنَّهُ جَعَلَ الْمَهْرَ دَيْنًا عَلَيْهِ إِلَى

أَجَلٍ فَكَانَ الظَّاهِرُ أَنَّهُ جَعَلَ تَعْلِيمَهُ الْقُرْآنَ إِيَّاهَا مَهْرًا لَهَا.

”اس حدیث میں قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کا جواز فراہم کرتی ہے۔ اس میں باء تعویض کے لیے ہے، جیسا کہ «بعتك هذا الثوب بدينار و بعشرة» دراہم میں باء تعویض کے لیے ہے۔ اگر باء کا معنی وہ ہوتا، جو بعض اہل علم نے بنا لیا ہے کہ آپ ﷺ اس کو فضیلت دیتے ہوئے شادی کی کہ اسے قرآن یاد ہے، تو یوں تو عورت کا بغیر مہر ہبہ ہونا لازم آتا ہے، جب کہ یہ صرف نبی کا خاصہ ہے۔ اگر آپ نے اس مہر نہ بنایا ہوتا، تو اس سے یہ پوچھنے کا کیا فائدہ کہ کیا آپ کو قرآن یاد ہے؟ کیوں کہ جیسے اچھے انداز میں قرآن پڑھنے والے کی شادی کرنا جائز ہے، ویسے ہی ناشائستہ انداز میں قرآن پڑھنے والے کی شادی کرنا جائز ہے۔ نیز اس کا مہر مؤجل بھی نہیں بنایا، لہذا صحیح یہی ہے کہ قرآن کی تعلیم کو ہی مہر مقرر کر دیا گیا۔“

(معالم السنن: ۲۱۱/۳)

مشہور مفسر علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۰۰-۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

فِي رِوَايَةٍ قَالَ : (اِنْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِمَهَا مِنَ الْقُرْآنِ) قَالُوا : فَفِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى اِنْعِقَادِ النِّكَاحِ وَتَأَخُّرِ الْمَهْرِ الَّذِي هُوَ التَّعْلِيمُ، وَهَذَا عَلَى الظَّاهِرِ مِنْ قَوْلِهِ : (بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) فَإِنَّ الْبَاءَ لِلْعَوَضِ، كَمَا تَقُولُ : خُذْ هَذَا بِهَذَا، أَيْ عَوَضًا مِنْهُ . وَقَوْلُهُ فِي الرِّوَايَةِ الْآخَرَى : (فَعَلِمَهَا) نَصٌّ فِي

الْأَمْرِ بِالتَّعْلِيمِ، وَالْمَسَاقُ يَشْهَدُ بِأَنَّ ذَلِكَ لِأَجْلِ النِّكَاحِ، وَلَا يُلْتَفَتُ لِقَوْلِ مَنْ قَالَ إِنَّ ذَلِكَ كَانَ إِكْرَامًا لِلرَّجُلِ بِمَا حَفِظَهُ مِنَ الْقُرْآنِ، أَيْ لِمَا حَفِظَهُ، فَتَكُونُ الْبَاءُ بِمَعْنَى اللَّامِ، فَإِنَّ الْحَدِيثَ الثَّانِي يُصَرِّحُ بِخِلَافِهِ فِي قَوْلِهِ: (فَعَلَّمَهَا مِنَ الْقُرْآنِ).

”دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’جائیے! میں نے ان سے آپ کو بیاہ دیا، بس انہیں قرآن سکھا دیجیے گا۔‘ فقہائے کرام کہتے ہیں کہ اس حدیث سے نکاح کے انعقاد اور مہر جو کہ تعلیم ہے کو مؤخر کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یہ نبی پاک کے اس فرمان کا ظاہر ہے: (بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) ’جتنا آپ کو قرآن یاد ہے۔‘ اس میں باء عوض کے لیے ہے، جیسا کہ آپ کہتے ہیں: خذ هذا بهذا یعنی یہ اس کے عوض لے لیں۔ ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان (فَعَلَّمَهَا) نص ہے کہ یہ تعلیم کا حکم ہے۔ سیاق تقاضا کرتا ہے کہ یہ حکم نکاح کی وجہ سے تھا۔ لہذا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ یہ نکاح اکرام کی وجہ سے ہوا تھا، کیوں کہ آدمی کو قرآن یاد تھا، اس طور پر باء لام کے معنی میں ہو گی۔ لیکن اس معنی کا رد حدیث کے اگلے الفاظ میں ہے کہ (فَعَلَّمَهَا مِنَ الْقُرْآنِ) ’آپ انہیں قرآن سکھا دیں۔‘

(تفسیر القرطبی: ۱۳۴/۵)

سنی مفسر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰-۷۷۴ھ) کہتے ہیں:

وَهَذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلَى إِخْرَاجِهِ مِنْ طُرُقٍ عَدِيدَةٍ،

وَالْعَرَضُ مِنْهُ أَنَّ الَّذِي فَصَدَهُ الْبُخَارِيُّ أَنَّ هَذَا الرَّجُلَ تَعَلَّمَ  
الَّذِي تَعَلَّمَهُ مِنَ الْقُرْآنِ، وَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْ يُعَلِّمَهُ تِلْكَ الْمَرْأَةَ، وَيَكُونُ ذَلِكَ صَدَاقًا لَهَا عَلَى ذَلِكَ،  
وَهَذَا فِيهِ نِزَاعٌ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، وَهَلْ يَجُوزُ أَنْ يُجْعَلَ مِثْلُ هَذَا  
صَدَاقًا؟ أَوْ هَلْ يَجُوزُ اخْتِذُ الْأُجْرَةَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ؟ وَهَلْ  
هَذَا كَانَ خَاصًّا بِذَلِكَ الرَّجُلِ؟ وَمَا مَعْنَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ (زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟) أَسَبَبِ مَا مَعَكَ  
مِنَ الْقُرْآنِ؟ كَمَا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ : نَكْرِمُكَ بِذَلِكَ أَوْ  
بِعَوَضٍ مَا مَعَكَ، وَهَذَا أَقْوَى، لِقَوْلِهِ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ  
(فَعَلِّمَهَا) وَهَذَا هُوَ الَّذِي أَرَادَهُ الْبُخَارِيُّ هَاهُنَا.

”یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے، جو معنی امام بخاری رحمہ اللہ نے مراد لیا ہے  
وہ یہ ہے کہ اس آدمی نے قرآن کا کچھ حصہ سیکھا ہوا تھا، نبی کریم ﷺ نے حکم دیا  
کہ وہ قرآن کا ایک حصہ اس عورت کو سکھا دے، نکاح پر اس کا یہی مہر بن جائے  
گا۔ اہل علم کے ہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ کیا ایسی چیز مہر بن سکتی ہے؟ یا  
قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟ یا یہ اس آدمی کے ساتھ ہی خاص تھا؟ اور  
نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا کیا معنی؟ (زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ  
الْقُرْآنِ؟) ’میں نے اس سے قرآن کی تعلیم کے عوض آپ سے کر دیا۔‘ کیا  
قرآن یاد ہونے کی وجہ سے جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم

آپ کا اکرام کرتے ہوئے نکاح کرتے ہیں یا پھر اس قرآن کے عوض جو آپ کو یاد ہے؟ آخری معنی ہی زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ صحیح مسلم کے الفاظ (فَعَلِمَهَا) اسی بات کا پتہ دیتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کی بھی یہاں یہی مراد ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۶۸/۱، سلامة)

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

وَتَضَمَّنَ أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا رَضِيَتْ بِعِلْمِ الزَّوْجِ وَحِفْظِهِ لِلْقُرْآنِ أَوْ بَعْضِهِ مِنْ مَّهْرٍ جَازٍ ذَٰلِكَ، وَكَانَ مَا يَحْصُلُ لَهَا مِنْ انْتِفَاعِهَا بِالْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ هُوَ صَدَاقُهَا، كَمَا إِذَا جَعَلَ السَّيِّدُ عَقْدَهَا صَدَاقُهَا، وَكَانَ انْتِفَاعُهَا بِحُرِّيَّتِهَا وَمِلْكِهَا لِرَقَبَتِهَا هُوَ صَدَاقُهَا، وَهَٰذَا هُوَ الَّذِي اخْتَارَتْهُ أُمُّ سُلَيْمٍ مِنْ انْتِفَاعِهَا بِإِسْلَامِ أَبِي طَلْحَةَ، وَبَذَلَهَا نَفْسَهَا لَهُ إِنْ أَسْلَمَ، وَهَٰذَا أَحَبُّ إِلَيْهَا مِنَ الْمَالِ الَّذِي يَبْذُلُهُ الزَّوْجُ. فَإِنَّ الصَّدَاقَ شُرْعٌ فِي الْأَصْلِ حَقًّا لِلْمَرْأَةِ تَنْتَفِعُ بِهِ، فَإِذَا رَضِيَتْ بِالْعِلْمِ وَالِدَيْنِ وَإِسْلَامِ الزَّوْجِ وَقِرَاءَتِهِ لِلْقُرْآنِ كَانَ هَٰذَا مِنْ أَفْضَلِ الْمُهُورِ وَأَنْفَعِهَا وَأَجَلِّهَا، فَمَا خَلَا الْعَقْدُ عَنْ مَهْرٍ وَآيِنِ الْحُكْمِ بِتَقْدِيرِ الْمَهْرِ بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمٍ أَوْ عَشْرَةٍ مِنَ النَّصِّ؟ وَالْقِيَاسُ إِلَى الْحُكْمِ بِصِحَّةِ كَوْنِ الْمَهْرِ مَا ذَكَرْنَا نَصًّا وَقِيَاسًا وَلَيْسَ

هَذَا مُسْتَوِيًّا بَيْنَ هَذِهِ الْمَرْأَةِ وَبَيْنَ الْمُوْهُوبَةِ الَّتِي وَهَبَتْ  
نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالِصَةٌ لَهُ مِنْ دُونِ  
الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّ تِلْكَ وَهَبَتْ نَفْسَهَا هِبَةً مُجَرَّدَةً عَنْ وَلِيِّ  
وَصَدَاقٍ بِخِلَافِ مَا نَحْنُ فِيهِ فَإِنَّهُ نِكَاحٌ بَوْلِيٌّ وَصَدَاقٌ، وَإِنْ  
كَانَ غَيْرَ مَالِيٍّ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ جَعَلَتْهُ عَوْضًا عَنِ الْمَالِ لِمَا  
يَرْجِعُ إِلَيْهَا مِنْ نَفْعِهِ، وَلَمْ تَهَبْ نَفْسَهَا لِلزَّوْجِ هِبَةً مُجَرَّدَةً  
كَهِبَةِ شَيْءٍ مِّنْ مَّالٍ بِخِلَافِ الْمُوْهُوبَةِ الَّتِي خَصَّ اللَّهُ بِهَا  
رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَذَا مُقْتَضَى هَذِهِ الْحَادِيثِ .  
وَقَدْ خَالَفَ فِي بَعْضِهِ مَنْ قَالَ: لَا يَكُونُ الصَّدَاقُ إِلَّا مَالًا وَلَا  
تَكُونُ مَنَافِعُ أُخْرَى، وَلَا عِلْمُهُ وَلَا تَعْلِيمُهُ صَدَاقًا كَقَوْلِ أَبِي  
حَنِيفَةَ وَأَحْمَدَ فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ . وَمَنْ قَالَ: لَا يَكُونُ أَقْلٌ مِنْ  
ثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ كَمَالِكٍ وَعَشْرَةَ دَرَاهِمَ كَأَبِي حَنِيفَةَ، وَفِيهِ أَقْوَالٌ  
أُخَرُ شَاذَةٌ لَا دَلِيلَ عَلَيْهَا مِنْ كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ وَلَا إِجْمَاعٍ وَلَا  
قِيَاسٍ وَلَا قَوْلِ صَاحِبٍ . وَمَنْ ادَّعَى فِي هَذِهِ الْحَادِيثِ الَّتِي  
ذَكَرْنَاهَا اخْتِصَاصَهَا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ أَنَّهَا  
مَنْسُوخَةٌ أَوْ أَنَّ عَمَلَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ عَلَى خِلَافِهَا فَدَعَاؤُهُ لَا  
يَقُومُ عَلَيْهَا دَلِيلٌ . وَالْأَصْلُ يَرُدُّهَا، وَقَدْ زَوَّجَ سَيِّدُ أَهْلِ

الْمَدِينَةِ مِنَ التَّابِعِينَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ابْنَتَهُ عَلَى دِرْهَمَيْنِ  
وَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ أَحَدٌ، بَلْ عُذِّ ذَلِكَ فِي مَنَاقِبِهِ وَفَضَائِلِهِ، وَقَدْ  
تَزَوَّجَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ عَلَى صَدَاقٍ خَمْسَةِ دَرَاهِمٍ،  
وَأَقْرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا سَبِيلَ إِلَى إِبْثَاتِ  
الْمَقَادِيرِ إِلَّا مِنْ جِهَةِ صَاحِبِ الشَّرْعِ.

”اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر عورت اپنے خاوند کے قرآن کے متعلق علم و  
حفظ دونوں یا کسی ایک کو بہ طور مہر تسلیم کر لے، تو ایسا کرنا جائز ہے۔ یوں قرآن  
کے حفظ اور علم سے جو فائدہ حاصل ہوگا اسے مہر ٹھہرایا جائے گا۔ جیسا کہ اگر آقا  
اپنی لونڈی کی آزادی کو مہر بنا لے، وہ اپنی آزادی اور خود مختار ہونے سے حاصل  
ہونے والے فائدے کو مہر بنا لے گی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی  
اسلام کے انتفاء کو مہر قبول کر لیا اور خود کو ان کے اسلام قبول کرنے کے لیے  
وقف کر دیا، انہیں قبول اسلام اس سے کہیں زیادہ محبوب تھا کہ اس کا شوہر انہیں  
مالی فائدہ پہنچاتا، کیوں کہ مہر دراصل مشروع ہی عورت کو فائدہ بہم پہنچانے کے  
لیے ہوا ہے۔ جب عورت علم، دین یا اپنے خاوند کے قبول اسلام اور قرآن کی  
قراءت پر راضی ہو، تو یہ افضل ترین، نفع مند اور عظیم تر حق مہر ہوگا۔ لہذا یہ عقد  
مہر سے خالی نہیں ہے۔ تین یا دس درہم حق مہر کے تقرر کا نص میں حکم کہاں؟  
قیاس یہی ہے کہ مہر دیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے نص اور قیاس سے ثابت کر دیا  
ہے۔ ایک یہ عورت اور دوسری جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خود کو پیش کر دے، دونوں کا  
حکم برابر نہیں ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ کیوں کہ اس نے آپ سے

نکاح کی پیش کش بغیر کسی ولی اور مہر کے کی تھی، جب کہ ہم ولی اور مہر کی بات کرتے ہیں، گو مہر مالی نہ بھی ہو، کیوں عورت نے خاوند سے حاصل ہونے والے نفع کو مال کا عوض بنا لیا۔ اس عورت نے خود کو اپنے خاوند کے لیے بغیر کسی نفع کے ہبہ نہیں کیا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو کیا، کیوں کہ یہ اللہ نے آپ کو خصوصیت دے رکھی ہے۔ ان تمام احادیث کا تقاضا یہی ہے۔ بعض احادیث کے متعلق علما مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مہر مال ہی ہو سکتا ہے، دیگر منافع، علم و تعلیم وغیرہ مہر نہیں بن سکتے۔ امام ابو حنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی قول ہے۔ بعض نے امام مالک کے قول کو اختیار کرتے ہوئے مہر کی مقدار تین درہم بتائی ہے، تو بعض نے امام ابو حنیفہ کا مذہب اختیار کرتے ہوئے دس درہم کی بات کی ہے۔ دیگر شاذ اقوال بھی ہیں، جن پر قرآن، حدیث، اجماع، قیاس اور قول صحابی سے دلیل نہیں ملتی۔ جو ان احادیث میں خاصہ نبوی کی بات کرے یا منسوخ کہیں یا اہل مدینہ کے عمل کے مخالف کہے، تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہوگا، جنہیں نص رد کر دے گی۔ تابعین میں سید اہل مدینہ امام سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی دو درہم مہر پر کی اور کسی نے آپ پر تنکیر نہیں کی، بل کہ اسے آپ کے فضائل و مناقب میں شمار کیا گیا۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پانچ درہم مہر پر شادی کی اور رسول اللہ ﷺ نے اسے ثابت رکھا۔ لہذا مقدار کا تعین شریعت ہی کر سکتی ہے۔“

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : ۱۶۲/۵، ۱۶۳)

فائدہ نمبر ①:



ابونعمان ازدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

زَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سُورَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ قَالَ: لَا يَكُونُ لِأَحَدٍ بَعْدَكَ مَهْرًا.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سورت کو مہر بنا کر شادی کروائی اور فرمایا: آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے اسے مہر بنانا جائز نہیں۔“

(التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی: ۲/۲۸۳، ح: ۱۶۷۷، سنن سعید بن

منصور: ۶۴۲)

تبصرہ:

جھوٹی روایت ہے۔ ابوہریرہ اور ابونعمان دونوں ”مجهول“ ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی کی کارستانی ہے۔ واللہ اعلم!

حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (۷۰۵-۷۴۴ھ) اس روایت کو غیر ثابت اور مرسل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

وَأَبُو عَرْفَجَةَ وَأَبُو النُّعْمَانِ مَجْهُولَانِ.

”ابوہریرہ اور ابونعمان دونوں ’مجهول‘ ہیں۔“

(تنقیح التحقيق في أحاديث التعليق: ۴/۳۸۱)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هَذَا لَا يَثْبُتُ. ”یہ حدیث ثابت نہیں۔“

(مختصر التحقيق في أحاديث التعليق: ۲/۱۹۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهَذَا مَعَ إِرسَالِهِ فِيهِ مَنْ لَا يُعْرَفُ .

”یہ روایت ’مرسل‘ ہونے کے ساتھ ساتھ ’مجہول‘ راویوں کے ہتھے بھی چڑھی ہوئی ہے۔“

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۲۱۲/۹)

بعض لوگوں نے اسے بخاری کی طرف منسوب کر کے فحش غلطی کھائی ہے۔

### فائدہ نمبر ②:

مکحول شامی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے بعد یہ کسی کے لیے روا نہیں۔“

(سنن أبي داود: ۲۱۱۳)

حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ اسے غیر ثابت اور مرسل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَوْلُ مَكْحُولٍ لَيْسَ بِحُجَّةٍ .

”مکحول رحمہ اللہ کا قول حجت نہیں ہے۔“

(تنقیح التحقيق: ۳۸۱/۴)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهُوَ مُنْقَطِعٌ . ”یہ ’منقطع‘ ہے۔“

(مختصر التحقيق في أحاديث التعليق: ۱۹۷/۲)

### فائدہ نمبر ③:

ایک روایت ہے:

قَدْ أَنْكَحْتُكَهَا عَلَى أَنْ تُقْرِئَهَا وَتُعَلِّمَهَا وَإِذَا رَزَقَكَ اللَّهُ تَعَالَى عَوَّضَتْهَا فَتَزَوَّجَهَا الرَّجُلُ عَلَى ذَلِكَ .

”میں ان سے آپ کا نکاح اس شرط پر کیے دیتا ہوں کہ آپ انہیں پڑھائیں گے اور تعلیم دیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ آپ کو مال و دولت سے نوازیں، تو مہر بھی ادا کریں گے۔ آدمی نے شرط قبول کر کے شادی کر لی۔“

(سنن الدارقطني: ۳/۲۴۹، ۲۵۰، السنن الكبرى للبيهقي: ۷/۲۴۳)

تبصرہ:

جھوٹی روایت ہے۔ عتبہ بن سکن ”متروک“ ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَفَرَّدَ بِهِ عُتْبَةُ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ .

”یہ روایت عتبہ کا تفرد ہے، جو کہ ”متروک“ ہے۔“

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عُتْبَةُ بْنُ السَّكَنِ مَنْسُوبٌ إِلَى الْوَضْعِ، وَهَذَا بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهُ .

”عتبہ بن سکن ”وضاع“ قسم کا راوی ہے اور یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔“

اس روایت میں اور بھی خرابی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ”غیر ثابت“ کہا ہے۔ (فتح الباری: ۹/۲۱۳)

الحاصل: تعلیم قرآن مجید کو مہر مقرر کرنا جائز اور درست ہے۔

## تفہ راویان حدیث پر ”بعض الناس“ کی کرم فرمائی

جناب سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”ہم ایک اصولی بات عرض کر دیں، وہ یہ کہ اس کے جواب کے نمبر اول اور نمبر دو میں ہم نے جو حدیثیں پیش کی ہیں، وہ طبقہ اولیٰ، یعنی بخاری مسلم اور موطا امام مالک کی ہیں، جن کی سند پر کسی کو کلام اور جرح کرنے کا حضرات محدثین کے نزدیک حق نہیں پہنچتا“

(تبرید النواظر، ص: ۱۵۷)

جناب کی تضاد بیانی اور بے اصولی ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

”(علاء بن عبد الرحمن) امام ابن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی حدیث حجت نہیں، ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ قوی نہ تھے، ابو حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی بعض حدیثیں منکر ہیں، ابو زرعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ زیادہ قوی نہ تھے، ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدثین صیام شعبان کی روایت کو ان کی منکر روایات میں شمار کرتے تھے، حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علاء ”لیس بالمتمین عندہم“ محدثین کے نزدیک چنداں قابل اعتبار نہیں، پس یہ روایت بلاشبہ شاذ ہے کہ ضعیف راوی تمام ثقات کی روایت کے خلاف کرتا ہے، امت مسلمہ کا ایسی روایتوں کی صحت پر اجماع منعقد نہیں ہوا اور نہ آج تک جمہور نے ان کو



قبول کیا ہے۔“

(احسن الکلام: ۴/۴۹، ۱۴۸، خزائن السنن: ۳۳۵)

تبصرہ:

علاء بن عبد الرحمن صحیح مسلم میں اصول کے بنیادی راوی ہیں۔ جمہور نے ان کی توثیق کی ہے۔ ان کی روایت موطا امام مالک (۸۴/۱) میں بھی ہے، جناب صفدر صاحب ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ”بخاری مسلم اور موطا امام مالک۔۔۔ جن کی سند پر کسی کو کلام اور جرح کرنے کا حضرات محدثین کے نزدیک حق نہیں پہنچتا۔“ جب کہ دوسری طرف صحیح مسلم کے مرکزی راوی کو ضعیف کہہ رہے ہیں۔ یہ بے اصولی نہیں تو کیا ہے؟

علاء بن عبد الرحمن کو امام احمد بن حنبل، امام عجل، امام نسائی، امام ابن عدی، امام ابو حاتم رازی، امام ترمذی اور امام ابن حبان رحمہم اللہ نے ”ثقة لا باس به“ قرار دیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ ثَقَّةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

”وہ اہل حدیث کے ہاں ثقہ ہیں۔“

(سنن الترمذی تحت حدیث: ۵۲)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا يَنْزِلُ حَدِيثُهُ عَنْ دَرَجَةِ الْحَسَنِ، لَكِنْ يُتَجَنَّبُ مَا أُكْرِعَ عَلَيْهِ .

”ان کی حدیث درجہ حسن سے کم نہیں، لیکن ان کی منکرات سے اجتناب کیا جائے۔“



(سير أعلام النبلاء: ۱۸۷/۶)

## جروح اور ان کا جائزہ:

① امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں:  
”ان کی حدیث حجت نہیں۔“

(تاریخ ابن معین بروایۃ الدوری: ۲۳۰/۳)

جمہور کی توثیق کے مقابلہ میں یہ قول شاذ اور ناقابل التفات ہے۔

② امام ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:  
”وہ قوی نہ تھے۔“

اس سے ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا، بل کہ خاص قوت کی نفی ہے، تب ہی فرمایا:  
مَا أَرَى بِحَدِيثِهِ بِأَسَا وَقَدْ رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ وَمَالِكٌ، وَابْنُ  
جُرَيْجٍ وَنُظَرَاءُئِهِمْ.

”میرے مطابق حسن الحدیث ہیں۔ ان سے شعبہ، مالک اور ابن جریج رحمہم اللہ  
جیسے ائمہ حدیث نے روایت لی ہے۔“

(الکامل فی ضعف الرجال: ۳۷۴/۶)

③ امام ابو حاتم کہتے ہیں:

”ان کی بعض حدیثیں منکر ہیں۔“

اس سے ضعف لازم نہیں آتا۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَثِيرٌ مِّنَ الثَّقَاتِ قَدْ تَفَرَّدُوا، فَيَصِحُّ أَنْ يُقَالَ فِيهِمْ: لَا  
يُتَابَعُونَ عَلَى بَعْضِ حَدِيثِهِمْ.

”بہت سارے ثقات حدیث بیان کرنے میں منفرد ہوتے ہیں اور ان کے بارے کہا جاسکتا ہے کہ ان کی بعض احادیث کی متابعت نہیں ہوئی۔“

(تاریخ الإسلام: ۴/۱۱۹۹، ت بشار)

ان منکر روایات میں صحیح مسلم کی کوئی روایت نہیں ہے، نیز امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۳۵۷/۶)

④ امام ابو زرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”وہ زیادہ قوی نہ تھے۔“

اس سے ضعف لازم نہیں آتا۔ یہاں قوت کے اعلیٰ درجہ کی نفی ہے۔

⑤ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”محدثین صیام شعبان کی روایت کو ان کی منکر روایات میں شمار کرتے تھے۔“

کتنے متفق علیہ ثقات ایسے ہیں، جن کی منکر روایات موجود ہیں، تو کیا یہ ان کے حق

میں موجب جرح ہے؟

⑥ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَيْسَ بِالْمَتِينِ عِنْدَهُمْ .

”محدثین کے نزدیک چنداں قابل اعتبار نہ تھے۔“

ترجمہ درست نہیں، متین کا مطلب ثقہ حافظ ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۲/۳۱۲) المتین کی

نفی سے متین کی نفی نہیں ہوتی۔ ایسا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے، نیز ”عندہم“ نامعلوم ہیں،

جناب صفدر صاحب لکھتے ہیں ”اگر جمہور کی جرح مفسر نہ ہو تو ’لیس بالمتین‘ سے عدالت

ساقط نہیں ہوتی۔“ (حاشیہ تسکین الصدور، ص ۱۰۹) ہمیں تو امام یحییٰ بن معین کے علاوہ کوئی

بھی جرح کرتا نظر نہیں آیا، خود ابن عبد البر رحمہ اللہ نے علاء کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(التمہید لابن عبد البر : ۲۰/۲۱۵)

## قارئین کرام:

علاء بن عبد الرحمن کو جمہور ائمہ حدیث نے ثقہ کہا ہے۔ بعض نے ان کی احادیث کی تصحیح کر کے ان کی ضمنی توثیق کر دی ہے، اس کے باوجود صفدر صاحب انہیں ضعیف قرار دینے پر بضد ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ علاء بن عبد الرحمن نے صحیح مسلم وغیرہ میں بے شمار ایسی روایات بیان کی ہیں جو صفدر صاحب کے مذہب و مسلک اور موقف کے برخلاف ہیں۔ اس جرم کی پاداش میں یہ ان کے تعصب کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں، اس حقیقت کو علامہ زلیعی حنفی رحمہ اللہ (م: ۶۲۰ھ) نے یوں آشکار کیا ہے:

هَذَا الْقَائِلُ حَمَلُهُ الْجَهْلُ، وَفَرَطُ التَّعَصُّبِ عَلَى أَنْ تَرَكَ

الْحَدِيثَ الصَّحِيحَ وَضَعَفَهُ لِكَوْنِهِ غَيْرَ مُوَافِقٍ لِمَذْهَبِهِ .

”علاء بن عبد الرحمن اور ان کی حدیث کو ضعیف کہنے والے کو جہالت اور انتہائی

تعصب نے اس صحیح حدیث کو ترک کرنے پہ اکسایا ہے۔ اس نے اسے اس

لئے ضعیف کہا ہے، کیوں کہ یہ اس کے مذہب کے موافق نہیں۔“

(نصب الراية : ۱/۳۴۰)

یہی بات علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ اور علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے۔ ان علماء کی رائے کا مصداق کون ہے، فیصلہ آپ کیجئے! دراصل انصاف کو ان سے شکایت ہے کہ یہ اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ اگر روایت مذہب کے موافق ہو، تو واقدی، عمرو بن عبید، جابر جعفی رافضی اور محمد بن حسن شیبانی جہی جیسے کذاب و متروک راویوں کو سینے سے لگا لیتے





ہیں، اگر مذہب کے خلاف ہو، تو ابن جریج اور مکحول جیسے باتفاق محدثین ثقہ راویوں پر جرح کر دیتے ہیں۔ فیاللعجب!

علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْعَلَاءُ نَفْسَهُ ثِقَّةٌ صَدُوقٌ. ”علاء فی نفسہ ثقہ صدوق ہیں۔“

(نصب الراية: ۱/۳۴۰)

## عاصم بن کلیب:

جناب حسین احمد مدنی دیوبندی (م: ۱۳۷۷ھ) نے عاصم بن کلیب کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(توضیح الترمذی: جلد ۱، صفحہ: ۳۸۴)

عاصم بن کلیب صحیح مسلم کے راوی ہیں، بالاتفاق ثقہ ہیں۔ انہیں امام احمد بن حنبل، امام عجل، امام ابو حاتم رازی، امام یحییٰ بن معین، امام یعقوب بن سفیان فسوی، امام نسائی، امام ابن حبان، امام ابن شاہین اور امام ابن سعد رحمہم نے ”ثقہ“ کہا ہے۔

بہت سارے ائمہ حدیث نے ان کی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہ ضمنی توثیق ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَانَ مِنَ الْأَوَّلِيَاءِ، ثِقَّةً. ”زمرہ اولیا سے تھے، ثقہ تھے۔“

(المغني عن الضعفاء: ۱/۵۰۸)

ان کے بارے میں امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کا قول ”لا یصح بما انفرد“ دیگر ائمہ کی توثیق کے مقابلے میں ناقابل التفات ہے، تعجب خیز بات یہ ہے کہ جناب حسین احمد مدنی صاحب کہتے ہیں ”بخاری اور مسلم کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے راوی کی روایات نقل کریں گے، جن کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہو۔“ یہ مختلف فیہ راوی کی روایت کو نہیں لائیں گے۔

(تقریر ترمذی، ص ۴۶)

## كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد!

سیدنا میرہ الفجر رضی اللہ عنہ (عبداللہ بن ابی جدعاء تمیمی) فرماتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى كُنْتُ نَبِيًّا؟ قَالَ: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ  
الرُّوحِ وَالْجَسَدِ.

”میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! (تقدیر میں) کب سے لکھا گیا تھا آپ نبی  
ہیں؟ فرمایا: آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے مراحل میں تھے، میری نبوت لکھی جا  
چکی تھی۔“

(التاريخ الكبير للبخاري : ٣٧٤/٧، مسند الإمام أحمد : ٥٩/٥، المعجم الكبير  
للطبراني : ٣٥٣/٢٠، القدر للغريابي : ١٧، وسنده صحيح)

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (٨٥٢-٧٤٣ھ) فرماتے ہیں:  
وَهَذَا سَنَدٌ قَوِيٌّ.  
”یہ سند قوی ہے۔“

(الإصابة في تمييز الصحابة : ١٨٩/٦)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ (٢٠٨-٢٠٩) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”صحیح“  
کہا ہے۔

ایک صحابی بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَتَى جُعِلْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ : وَآدَمُ بَيْنَ  
الرُّوحِ وَالْجَسَدِ .

”میں نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! (تقدیر میں) کب لکھا گیا کہ آپ نبی  
ہیں؟ فرمایا: آدم علیہ السلام بھی روح و جسم کے مراحل میں تھے۔“

(مسند الإمام أحمد : ٤/٦٦، ٥/٣٧٩، وسنده صحيح)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ .

”اس کی سند ”صحیح“ ہے۔“

(الإصابة في تمييز الصحابة : ٦/١٨٩)

فائدہ:

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (٢٣٨-٣٢١ھ) فرماتے ہیں:

فَقَالَ قَائِلٌ : وَكَيْفَ تَقْبَلُونَ مِثْلَ هَذَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ أَفْصَحُ الْعَرَبِ، وَفِيهِ مَا يُنْكِرُهُ أَهْلُ  
اللُّغَةِ جَمِيعًا، لِأَنَّ «بَيْنَ» عِنْدَهُمْ لَا تَكُونُ إِلَّا لِاثْنَيْنِ، وَلَا  
يَكُونُ لَوَاحِدٍ؟ فَكَانَ جَوَابُنَا لَهُ فِي ذَلِكَ : أَنَّ الْأَمْرَ كَمَا ذَكَرَ،  
وَلَكِنَّ الْوَاحِدَ إِذَا وُصِفَ بِوَصْفَيْنِ، دَخَلَ بِذَلِكَ فِي مَعْنَى  
الْإِثْنَيْنِ، وَجَازَ أَنْ يُسْتَعْمَلَ فِيهِ مَا فِي الْإِثْنَيْنِ، وَمِنْ ذَلِكَ  
قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ

وَقَلْبِهِ ﴿(الأنفال: ۲۴)﴾، وَالْمَرْءُ وَقَلْبُهُ وَاحِدٌ، وَلَكِنْ لَمَّا وُصِفَ  
بِغَيْرِ مَا وُصِفَ بِهِ قَلْبُهُ، صَارَ فِي مَعْنَى الْإِثْنَيْنِ، فَكَذَلِكَ آدَمُ  
لَمَّا كَانَ فِي الْبَدَنِ جِسْمًا لَا رُوحَ فِيهِ، ثُمَّ أَعَادَهُ اللَّهُ جَسَدًا ذَا  
رُوحٍ، كَانَ مَوْصُوفًا بِوَجْهَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ، وَجَازَ بِذَلِكَ  
إِدْخَالَ «بَيْنَ» فِي وَصْفِهِ، كَمَا جَاءَ الْحَدِيثُ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي  
ذَلِكَ .

”کسی نے کہا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے منسوب ایسی عبارت کیسے قبول  
کر لیتے ہیں، جب کہ آپ ﷺ تو افع العرب ہیں۔ اس حدیث میں ایسا  
سیاق ہے، جسے تمام اہل لغت جائز نہیں مانتے۔ کیوں کہ ان کے نزدیک ’بین‘  
کا لفظ دو چیزوں کے لیے ہوتا ہے نہ کہ ایک ہی چیز کے لیے۔ ہمارا جواب ہوگا  
کہ معترض کی بات درست ہے، لیکن جب ایک ہی چیز دو صفات کے ساتھ  
متصف ہو جائے، تو وہ چیز دو کے حکم میں ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ  
کافر مان ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ﴾ ﴿(الأنفال: ۲۴)﴾  
(ذہن نشین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل  
ہو جاتا ہے۔) آدمی اور اس کا دل ایک ہی چیز ہے، لیکن جب دونوں کو علیحدہ  
علیحدہ صفات سے متصف کیا، تو دو الگ چیزوں کے حکم میں ہو گئے۔ اسی طرح  
ابتدا میں آدم علیہ السلام محض بے روح جسم تھے، پھر جسم میں روح پھونک دی گئی، تو  
آپ دو مختلف اوصاف سے متصف ہو گئے۔ یوں آپ کی صفت میں ’بین‘ کے

لفظ کا جواز ثابت ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں استعمال ہوا ہے۔“

(شرح مشکل الآثار: ۲۳/۱۵)

اس حدیث کا تعلق تقدیر سے ہے، لوح محفوظ میں لکھا جانا مراد ہے۔ جیسا کہ امام فریابی رحمہ اللہ نے اسے ”کتاب القدر“ میں ذکر کیا ہے۔ جب کہ اس کے معنی میں ملحد اور زندیق صوفیوں نے تحریف و تبدیل سے کام لیا ہے۔

**حدیث کے معنی میں غلطی:**

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری صاحب (۱۳۵۲ھ) کہتے ہیں:

قَوْلُهُ: (مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ: وَآدَمَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ الْإِنْخ) أَيَّ كَانَ النَّبِيُّ (ص) نَبِيًّا وَجَرَتْ عَلَيْهِ أَحْكَامُ النُّبُوَّةِ مِنْ ذَلِكَ الْحِينِ بِخِلَافِ الْأَنْبِيَاءِ السَّابِقِينَ، فَإِنَّ الْأَحْكَامَ جَرَتْ عَلَيْهِمْ بَعْدَ الْبُعْثَةِ كَمَا قَالَ مَوْلَانَا الْجَامِي أَنَّهُ كَانَ نَبِيًّا قَبْلَ النَّشْأَةِ الْعُنْصَرِيَّةِ.

”حدیث (مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ: وَآدَمَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ الْإِنْخ) کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سے ہی نبی تھے اور آپ پر نبوت کے احکام جاری تھے۔ دیگر انبیائے کرام یہ شان نہیں ہے، بل کہ ان پر نبوت کے احکام بعثت کے بعد جاری ہوئے۔ جیسا کہ مولانا جامی صاحب نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مادہ عنصریہ کی پیدائش سے قبل ہی نبی تھے۔“

(العرف الشذی شرح سنن الترمذی: ۶/۵، ملفوظات علامہ سید انور شاہ محدث)

کشمیری از سید احمد رضا بجنوری، ص: ۲۰۳، ۲۰۴

یہ واضح ضلالت ہے اور قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے متفقہ عقیدے کے خلاف ہے۔ گمراہ صوفیوں کا نظریہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مخلوق میں حقیقتاً موجود تھے اور نبی کریم ﷺ مبداء خلق ہیں۔ جیسا کہ:

مشہور گمراہ صوفی، ابن عربی (۶۳۸ھ) نے لکھا ہے۔

فَكُلُّ نَبِيٍّ مِّنْ لَّدُنْ آدَمَ إِلَى آخِرِ نَبِيِّ مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَأْخُذُ إِلَّا  
مِنْ مَّشْكَاةٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَإِنْ تَأَخَّرَ وُجُودُ طِينَتِهِ فَإِنَّهُ  
بِحَقِيقَتِهِ مَوْجُودٌ، هُوَ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كُنْتُ نَبِيًّا  
وَأَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ» وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا كَانَ نَبِيًّا إِلَّا  
حِينَ بُعِثَ.

”آدم علیہ السلام سے آخر الزماں تک سب آپ ﷺ کے چراغ سے ہی روشن ہوئے ہیں۔ گو آپ کے جسم کا وجود سب سے آخر میں ہے، آپ درحقیقت پہلے سے ہی موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان «كُنْتُ نَبِيًّا وَأَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ» کا یہی مفہوم ہے۔ جب کہ دیگر انبیائے کرام کو نبوت تب ہی ملی جب انہیں مبعوث کیا گیا۔“

(فصوص الحکم، ص: ۶۳، ۶۴)

جناب حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب (م: ۱۳۷۷ھ) لکھتے ہیں:

”آپ (ﷺ) کو سب سے پہلے نبوت ملی۔“ (نقش حیات، ۱/۱۳۰)

ایسا کہنا انتہائی باطل ہے کہ حقیقت محمدی انبیائے کرام اور اولیائے عظام میں علم باطنی کے ذریعے منتقل ہوتی آئی ہے۔ یہ صریح کفر اور واضح ضلالت ہے۔ یہ وحی اور نبوت و

رسالت کی نفی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں کا انکار ہے۔ جب کہ انہیں اپنی اپنی شریعت کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا۔ جیسا کہ انبیائے بنی اسرائیل کو تورات کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا۔ دیکھیے (سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۴۴)

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (سورۃ آل عمران: ۸۱)

”یاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام سے پختہ عہد لیا کہ تمہیں کتاب و حکمت دے دینے کے بعد میرے رسول ﷺ تشریف لے آئیں، تو ان پر ایمان ضرور لائیے گا اور ان کی نصرت کیجئے گا۔ کیا آپ یہ وعدہ کرتے ہیں؟ سب نے کہا جی ہاں ہم یہ وعدہ کرتے ہیں۔ پختہ وعدہ؟ جی ہاں، پختہ وعدہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے ساتھ آپ بھی گواہ رہنا۔“

ابن عربی کی طرح ابوالحسن علی بن عبد الکاظمی سبکی بھی اس حدیث کی غلط تعبیر یوں کرتے

ہیں:

فَإِنْ قُلْتَ : أُرِيدُ أَنْ أَفْهَمَ ذَلِكَ الْقَدْرَ الزَّائِدَ فَإِنَّ النُّبُوَّةَ وَصَفُ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْمَوْصُوفُ بِهِ مَوْجُودًا وَإِنَّمَا يَكُونُ بَعْدَ بُلُوغِ أَرْبَعِينَ سَنَةً أَيْضًا . فَكَيْفَ يُوصَفُ بِهِ قَبْلَ وُجُودِهِ وَقَبْلَ

إِرْسَالِهِ فَإِنْ صَحَّ ذَلِكَ فَغَيْرُهُ كَذَلِكَ . قُلْتُ قَدْ جَاءَ أَنَّ اللَّهَ  
خَلَقَ الْأَرْوَاحَ قَبْلَ الْأَجْسَادِ فَقَدْ تَكُونُ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ : كُنْتُ  
نَبِيًّا إِلَى رُوحِهِ الشَّرِيفَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى حَقِيقَتِهِ  
وَالْحَقَائِقُ تَقْصُرُ عُقُولُنَا عَنْ مَعْرِفَتِهَا وَإِنَّمَا يَعْلَمُهَا خَالِقُهَا،  
وَمَنْ أَمَدَّهُ بِنُورِ الْهِبَى . ثُمَّ إِنَّ تِلْكَ الْحَقَائِقُ يُؤْتِي اللَّهُ كُلَّ  
حَقِيقَةٍ مِنْهَا مَا يَشَاءُ فِي الْوَقْتِ الَّذِي يَشَاءُ، فَحَقِيقَةُ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَكُونُ مِنْ قَبْلِ خَلْقِ آدَمَ آتَاهَا اللَّهُ  
ذَلِكَ الْوَصْفَ بِأَنْ يَكُونَ خَلَقَهَا مُتَهَيِّئَةً لِذَلِكَ وَأَفَاضَهُ عَلَيْهَا  
مِنْ ذَلِكَ الْوَقْتِ، فَصَارَ نَبِيًّا .

”اگر میں کہوں کہ آپ ﷺ کی شان اس وجہ سے بلند ہے کہ وصف نبوت  
موصوف (نبی کریم ﷺ) کے وجود کو مستلزم ہے، پھر نبوت چالیس برس بعد  
ملنے کا مطلب؟ اگر نبوت چالیس برس بعد ملی تو آپ ﷺ کو ابتداء سے شرف  
نبوت کے ساتھ متصف کیسے کیا جاسکتا ہے، جب کہ آپ ابھی پیدا ہوئے، نہ  
مبعوث ہوئے، اگر نبی ﷺ کے لئے یہ ممکن ہے، تو دیگر انبیاء کے لئے بھی  
ممکن ہے۔؟ عرض ہے کہ یہ بات تو طے ہے کہ ارواح کو اجساد سے پہلے پیدا  
کیا گیا تھا۔ لہذا (کنت نبیا) میں آپ ﷺ کی روح اور حقیقت کی طرف  
اشارہ ہے۔ حقائق تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہے، انہیں اللہ ہی جانتا ہے یا  
وہ جسے نور الہی کی تائید حاصل ہو، دوسرے یہ کہ اللہ جس حقیقت کو جب چاہتا



ہے، ظاہر کر دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حقیقت سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی پہلے موجود تھی۔ یہ حقیقت جسم کی صورت میں ظاہر ہوئی، تو اسے وصف نبوت عطا کر دیا گیا، پس آپ ﷺ نبی بن گئے۔“

(فتاویٰ السبکی: ۳۹/۱، الحاوی للفتاویٰ للسیوطی: ۱۲۱/۲، وفي نسخة ۱۰۰/۲)

گمراہ صوفیوں کی پیروی کرتے ہوئے علامہ عبدالرؤف مناوی (۹۵۲-۱۰۳۱ھ) نے اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

(كُنْتُ نَبِيًّا) لَمْ يَقُلْ: كُنْتُ إِنْسَانًا وَلَا كُنْتُ مَوْجُودًا إِشَارَةً إِلَى أَنَّ نُبُوَّتَهُ كَانَتْ مَوْجُودَةً فِي أَوَّلِ خَلْقِ الزَّمَانِ فِي عَالَمِ الْغَيْبِ دُونَ عَالَمِ الشَّهَادَةِ فَلَمَّا انْتَهَى الزَّمَانُ بِالِاسْمِ الْبَاطِنِ إِلَى وُجُودِ جِسْمِهِ وَارْتِبَاطِ الرُّوحِ بِهِ انْتَقَلَ حُكْمُ الزَّمَانِ فِي جَرَيَانِهِ إِلَى الْإِسْمِ الظَّاهِرِ فَظَهَرَ بِذَاتِهِ جِسْمًا وَرُوحًا فَكَانَ الْحُكْمُ لَهُ بَاطِنًا أَوْ فِي كُلِّ مَا ظَهَرَ مِنَ الشَّرَائِعِ عَلَى أَيْدِي الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ ثُمَّ صَارَ الْحُكْمُ لَهُ ظَاهِرًا فَنُسِخَ كُلُّ شَرْعٍ أَبْرَزَهُ الْإِسْمُ الْبَاطِنُ بِحُكْمِ الْإِسْمِ الظَّاهِرِ لِبَيَانِ اخْتِلَافِ حُكْمِ الْإِسْمَيْنِ وَإِنْ كَانَ الشَّرْعُ وَاحِدًا.

” (كُنْتُ نَبِيًّا) ” میں نبی بن گیا تھا۔ یہ نہیں کہا کہ میں انسانی وجود میں ڈھل گیا تھا، بل کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت عالم غیب میں زندگی کی تخلیق سے قبل ہی موجود تھی۔ جب زمانے کو عالم باطن سے عالم جسم

میں لایا گیا اور روح کو جسم سے منسلک کر دیا گیا، تو زمانے کا باطن سے ظاہر کے نام سے تبادلہ ہو گیا۔ تو آپ ﷺ جسم و روح کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اس سے قبل آپ کے لیے نبوت کا حکم باطنی تھا یا انبیاء کرام اور رسل عظام کی شریعتوں میں آپ کا حکم ظاہر تھا۔ پھر جب آپ کا حکم ظاہری ہوا، سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔؟؟؟؟“ ترجمہ چیک

(فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر: ۵/۵۳، ح: ۶۴۲۴)

علم الغیب اور علم الشہادۃ کی اصطلاحات جاہل و گمراہ صوفیوں کی اصطلاحات مثلاً رموز و اشارات اور اعتبار و غیرہ کی قبیل سے ہیں۔  
یہ بدعی الفاظ ہیں جنہیں زندیق اور ملحد فلاسفہ نے ایجاد کیا ہے۔ ائمہ دین ان سے ناواقف تھے۔

**حدیث کا درست معنی و مفہوم:**

اس حدیث کا صحیح معنی و مطلب امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۲۳۸-۳۲۱ھ) نے یوں بیان کیا ہے:

وَأَمَّا قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ» فَإِنَّهُ، وَإِنْ كَانَ حِينَئِذٍ نَبِيًّا، فَقَدْ كَانَ اللَّهُ تَعَالَى كَتَبَهُ فِي اللُّوحِ الْمَحْفُوظِ نَبِيًّا، ثُمَّ أَعَادَ اكْتِتَابَهُ إِيَّاهُ فِي الْوَقْتِ الْمَذْكُورِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا

عِبَادِي الصَّالِحُونَ» (الأنبياء : ١٠٥)، وَكَانَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ كَتَبَ ذَلِكَ فِي اللُّوحِ الْمَحْفُوظِ، ثُمَّ أَعَادَ اكْتِتَابَهُ فِي الزُّبُورِ الْمُحَرَّبَةِ بَعْدَ ذَلِكَ، فَمِثْلُ ذَلِكَ اكْتِتَابُهُ عَزَّ وَجَلَّ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ، بَعْدَ اكْتِتَابِهِ إِيَّاهُ قَبْلَ ذَلِكَ فِي اللُّوحِ الْمَحْفُوظِ أَنَّهُ كَذَلِكَ .

”نبی کریم ﷺ کا فرمان «كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ» کا معنی یہ ہے کہ گواپ اس وقت نبی تھے، اللہ نے لوح محفوظ میں آپ کو نبی لکھ دیا تھا، پھر دوبارہ اس وقت لکھا، جو وقت اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: «وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ» (الأنبياء: ۱۰۵) (ہم نے ایک بار ذکر کرنے بعد پھر دوبارہ زبور میں لکھ دیا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔) اللہ تعالیٰ نے یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا، بعد میں یہی حکم زبور میں بھی لکھ دیا۔ ایسے ہی لوح محفوظ میں آپ ﷺ کی نبوت لکھ دینے کے بعد دوبارہ اس وقت لکھ دیا، جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مرحلے میں تھے۔“

(شرح مشکل الآثار: ۲۳۱/۱۵)

شيخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

وَلِهَذَا يَغْلُطُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ الَّذِي رَوَاهُ مَيْسَرَةُ قَالَ: (قُلْتُ:

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى كُنْتُ نَبِيًّا؟ وَفِي رِوَايَةٍ ﴿مَتَى كُتِبَتْ نَبِيًّا؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ﴾. فَيُطَنُّونَ أَنَّ ذَاتَهُ وَنُبُوتَهُ وَجِدَتْ حِينِيذٍ وَهَذَا جَهْلٌ فَإِنَّ اللَّهَ إِنَّمَا نَبَّاهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ مِنْ عُمُرِهِ وَقَدْ قَالَ لَهُ: ﴿بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَافِلِينَ﴾ وَقَالَ: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى﴾ وَفِي الصَّحِيحَيْنِ ﴿أَنَّ الْمَلَكَ قَالَ لَهُ حِينَ جَاءَهُ: اقْرَأْ فَقَالَ: (لَسْتُ بِقَارِيٍّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ) وَمَنْ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ نَبِيًّا قَبْلَ أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ فَهُوَ كَافِرٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ وَإِنَّمَا الْمَعْنَى أَنَّ اللَّهَ كَتَبَ نُبُوتَهُ فَاطَّهَرَهَا وَأَعْلَنَهَا بَعْدَ خَلْقِ جَسَدِ آدَمَ وَقَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ كَمَا أَخْبَرَ أَنَّهُ يَكْتُبُ رِزْقَ الْمَوْلُودِ وَأَجَلَهُ وَعَمَلَهُ وَشَقَاوَتَهُ وَسَعَادَتَهُ بَعْدَ خَلْقِ جَسَدِهِ وَقَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ كَمَا فِي حَدِيثِ الْعُرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ الَّذِي رَوَاهُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: (إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ) وَفِي رِوَايَةٍ (إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ لَمَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمَجْنَدُلٌ فِي طِينَتِهِ وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذَلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبَشْرَى عِيسَى وَرُؤْيَا أُمِّي رَأَتْ حِينَ وَلَدْتَنِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا

نُورَ أَضَاءَتْ لَهُ فُصُورُ الشَّامِ). وَكَثِيرٌ مِّنَ الْجَهَّالِ الْمُصَنِّفِينَ  
وَعَبْرِهِمْ يَرْوِيهِ (كُنْتَ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ) (وَأَدَمُ لَا  
مَاءَ وَلَا طِينَ) وَيَجْعَلُونَ ذَلِكَ وُجُودَهُ بِعَيْنِهِ وَآدَمُ لَمْ يَكُنْ  
بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ بَلِ الْمَاءُ بَعْضُ الطِّينِ لَا مُقَابِلَهُ.

”اکثر لوگوں کو سیدنا میسرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث کے فہم میں غلطی لگی، جس میں  
ہے کہ: (قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى كُنْتَ نَبِيًّا؟ وَفِي رَوَايَةٍ مَتَى كُنْتُ  
نَبِيًّا؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ) ”میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!  
(تقدیر میں) کب سے لکھا گیا کہ آپ نبی ہیں؟ ایک روایت میں ہے کہ آپ  
کو (تقدیر میں) نبی کب لکھا گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سیدنا آدم علیہ السلام ابھی  
روح و جسم کے مراحل میں تھے، میں نبی لکھ دیا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اور نبوت موجود تھی، یہ جہالت ہے، کیوں کہ اللہ نے نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس کی عمر میں نبی بنایا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (بِمَا  
أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ) (ہم نے  
آپ پر یہ قرآن وحی کیا، آپ اس سے پہلے نا آشنا تھے۔) نیز فرمان باری  
تعالیٰ ہے: (وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى) (اللہ نے آپ کو بے راہ پا کر سیدھے  
راستے کی راہنمائی فرمائی۔) صحیحین (صحیح البخاری: ۳، صحیح مسلم: ۱۶۰) میں  
ہے: غار حرا میں فرشتے نے آپ سے پڑھنے کو کہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار  
فرمایا: میں پڑھ نہیں سکتا۔ لہذا جو کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے پہلے ہی  
نبی تھے، وہ کافر ہے اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اس حدیث کا درست

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت لکھی، پھر سیدنا آدم علیہ السلام کے جسد کی تخلیق کے بعد اور روح پھونکنے سے پہلے اس نبوت کا اظہار و اعلان فرما دیا۔ جیسا کہ (صحیح البخاری: ۳۱۸، صحیح مسلم: ۲۶۲۵) میں ہے کہ بچہ کی تخلیق کے بعد اور روح پھونکنے سے پہلے اس کا رزق، موت، عمل، سعادت اور شقاوت لکھ دی جاتی ہے۔ نیز سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث (مسند احمد: ۳۷۹/۲۸) میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: 'میں اللہ کے ہاں 'خاتم النبیین' لکھ دیا گیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے: 'میں اللہ کے حضور 'خاتم النبیین' لکھ دیا گیا تھا، جب کہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں آپ کو ابتدا کی خبر دیتا ہوں، جو کہ دعوت ابراہیم، بشارت عیسیٰ علیہ السلام اور میری والدہ ماجدہ کی خواب کی روشن تعبیر تھی کہ جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا۔ ان سے ایک روشنی خارج ہوئی، جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔ کئی جاہلوں کا وطیرہ ہے کہ وہ (كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ) (وَآدَمُ لَا مَاءَ وَلَا طِينَ) بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا شخصی وجود اس وقت بھی موجود تھا، جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے، بل کہ پانی گارے کا کچھ حصہ ہے۔ لیکن گارے کا پانی سے کوئی تقابل نہیں۔'

(مجموع الفتاویٰ: ۲۸۲/۸، ۲۸۳)

### تنبیہ نمبر ①:

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمُنْجِدِلٌ

فِي طِينَتِهِ، وَسَأْنَبْتُكُمْ بِأَوَّلِ ذَلِكَ دَعْوَةَ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةَ عِيسَى بِي، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ، وَكَذَلِكَ أُمَمَاتُ النَّبِيِّينَ تَرَيْنَ .

”میں تقدیر الہی میں خاتم النبیین لکھ دیا گیا تھا، جب کہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں گوندھے جا رہے تھے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں، نبیوں کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھتی ہیں۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۲۷/۴، التاريخ الكبير للبخاري: ۶۸/۶، وسنده حسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۳۰۴) نے ”صحیح“ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۱۸/۲) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴-۴۵۸ھ) اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:

وَأِنَّمَا أَرَادَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّهُ كَذَلِكَ فِي قَضَاءِ اللَّهِ وَتَقْدِيرِهِ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

”اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کی تقدیر میں آدم علیہ السلام سے پہلے نبی لکھ دیے گئے تھے۔“

(شعب الإيمان: ۵۱۰/۲، تحت حدیث: ۱۳۲۲)

تنبیہ نمبر ۲:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ، فَبَدَأَ بِي قَبْلَهُمْ.

”انبیائے کرام میں سے سب سے پہلے میری تخلیق ہوئی، لیکن مبعوث سب سے آخر میں ہوا ہوں، لہذا ان سے پہلے ابتدا مجھ سے کی گئی۔“

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۳۱۱۶/۹، ح: ۱۷۵۹۴، دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني:

۳، الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۳۷۳/۳، الفوائد لتمام: ۱۰۰۳، تفسیر ابن ابی کثیر: ۳۸۲/۶، سلامة)

تبصرہ:

سند و وجہ سے ”ضعیف“ ہے۔

① قتادہ ”مدلس“ ہیں۔ سماع کی تصریح نہیں کی۔

② امام حسن بصری رحمہ اللہ بھی ”مدلس“ ہیں۔ ان کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع

نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ عینی حنفی (۷۶۲-۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

”جمہور کے نزدیک حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔“

(عمدة القاري: ۲۷۱/۱، البنایة: ۱۸۲/۱)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۷۲۳-۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَلْحَسَنُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، كَمَا قَالَ الْجُمْهُورُ.





”جمہور کے مطابق حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔“

(البدر المنیر: ۴۴۵/۲)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَسْمَعْ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

”جمہور کے نزدیک سماع ثابت نہیں۔“

(الآلآلی المصنوعة: ۲۷/۱)

### تنبیہ نمبر ۳:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ: وَآدَمَ بَيْنَ

الرُّوحِ وَالْجَسَدِ .

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی نبوت کب لکھی

گئی؟ فرمایا: ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مراحل میں تھے۔“

(سنن الترمذی: ۳۶۰۹، المستدرک للحاکم: ۶۰۹/۲، دلائل النبوة للبيهقي: ۲۲۶/۲)

### تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے ”حسن صحیح غریب“ کہا ہے۔ حافظ

مزنی رحمۃ اللہ علیہ (تحفۃ الاشراف: ۷۴/۱۱) اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (البدایہ والنہایہ: ۳۲/۲) نے

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے فقط ”حسن غریب“ ذکر کیا ہے۔

اس سند کے بارے میں امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) لکھتے ہیں:

هَذَا مُنْكَرٌ، هَذَا مِنْ خَطَا الْأَوْزَاعِيِّ، يُخْطِئُ كَثِيرًا عَلَى يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ.

”منکر حدیث ہے۔ یہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کی غلطی ہے۔ آپ یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت میں بہت زیادہ غلطیوں کا شکار ہوئے۔“

(المنتخب من علل الخلال لابن قدامة المقدسي، ص: ۱۷۳، ح: ۹۳)

یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ زبردست ”مدرس“ بھی ہیں۔ سماع کی تصریح نہیں کی، لہذا سند ”ضعیف“ ہے۔

تنبیہ نمبر ۴:

قائد تابعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ.

”میں تخلیق میں سب سے اول ہوں اور بعثت میں سب سے آخری ہوں۔“

(الطبقات الكبرى لابن سعد: ۱/۱۴۹)

تبصرہ:

یہ قول ”مرسل“ ہونے کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے۔ کیوں کہ قائد تابعی براہ راست نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسی سند میں سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ ”مدرس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔ جب کہ دوسری سند میں محمد بن سلیم ابو ہلال راسبی بصری جمہور ائمہ کرام کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

## تنبیہ نمبر ۵:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ .

”آدم علیہ السلام بھی پانی اور گارے کے درمیان تھے کہ میں نبی بن چکا تھا۔“

## تبصرہ:

یہ اڑی ہوئی ہوا اور جھوٹ ہے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ (۸۳۱-۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

فَلَمْ نَقِفْ عَلَيْهِ بِهَذَا اللَّفْظِ، فَضَلًّا عَنْ زِيَادَةٍ: وَكُنْتُ نَبِيًّا وَلَا  
آدَمُ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ .

”وَكُنْتُ نَبِيًّا وَلَا آدَمَ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ“ کی زیادتی تو کجا، ہمیں تو ان  
الفاظ سے مروی حدیث بھی نہیں ملی۔“

(المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، ص: ۵۲۱)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۸۴۹-۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهُ بِهَذَا اللَّفْظِ... وَزَادَ الْعَوَامُ فِيهِ: وَكُنْتُ نَبِيًّا وَلَا  
أَرْضَ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ . وَلَا أَصْلَ لَهُ أَيْضًا .

”ان الفاظ سے کوئی حدیث نہیں ہے۔....عوام نے اس میں ”وَكُنْتُ نَبِيًّا“

وَلَا أَرْضَ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ“ کے الفاظ کی بھی زیادتی کی ہے۔ یہ بھی بے

اصل روایت ہے۔“

(الدُّرَرُ الْمُنْتَشِرَةُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَشْتَهَرَةِ، ص: ۱۶۳)

ملا علی قاری حنفی معزلی صاحب (م: ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الزَّرْكَشِيُّ: لَا أَصْلَ لَهُ بِهَذَا اللَّفْظِ .

”علامہ زرکشی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ’بے اصل‘ ہے۔“

(الموضوعات الصغرى، ص: ۱۴۲)

محمد طاہر پٹنی صاحب (۹۱۰-۹۸۶ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ تَيْمِيَّةَ: مَوْضُوعٌ، وَهُوَ كَمَا قَالَ .

”علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اسے ’موضوع‘ کہتے ہیں۔ بات ایسے ہی ہے۔“

(تذكرة الموضوعات: ۸۶)

شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُهُ: (كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ) فَلَا أَصْلَ لَهُ

لَمْ يَرَوْهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ بِهَذَا اللَّفْظِ وَهُوَ بَاطِلٌ

فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ إِذِ الطِّينُ مَاءٌ وَتُرَابٌ وَلَكِنْ

لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ جَسَدَ آدَمَ قَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ: كَتَبَ نُبُوَّةَ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدَّرَهَا .

”«كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ» والے الفاظ ’بے اصل‘ ہیں۔

محدثین میں سے کسی نے بھی یہ الفاظ بیان نہیں کیے۔ یہ باطل حدیث ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام پانی اور گارے کے مرحلہ سے نہیں گزرے۔ کیوں کہ گار پانی اور

مٹی کے مجموعے کا نام ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کے جسم کی

تخلیق فرمائی، تو ان میں روح پھونکنے سے پہلے ہی تقدیر میں نبی کریم ﷺ کی

نبوت لکھ دی۔“



(مجموع الفتاوى: ۲/۲۳۸)

مزید فرماتے ہیں:

وَأَمَّا مَا يَرَوِيهِ كَثِيرٌ مِنَ الْجُهَالِ وَالْإِتِحَادِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَنَّهُ قَالَ: «كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ وَآدَمُ لَا مَاءَ وَلَا طِينَ» فَهَذَا مِمَّا لَا أَصْلَ لَهُ لَا مِنْ نَقْلِ وَلَا مِنْ عَقْلِ فَإِنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُحَدِّثِينَ لَمْ يَذْكُرْهُ وَمَعْنَاهُ بَاطِلٌ فَإِنَّ آدَمَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ قَطُّ فَإِنَّ الطِّينَ مَاءٌ وَتُرَابٌ وَإِنَّمَا كَانَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ .

”کنت نبیا و آدم بین الماء والطين و آدم لا ماء ولا طين، کو جاہل اور عقیدہ وحدۃ الوجود کے حاملین نے بیان کیا ہے۔ یہ بے اصل ہے۔ عقل و نقل میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ محدثین میں سے کسی نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اس کا معنی باطل ہے، کیوں کہ آدم علیہ السلام پانی اور گارے کے مرحلے سے تو کبھی گزرے ہی نہیں، گارہ تو پانی اور مٹی کے مجموعے کا نام ہے۔ جب کہ آپ علیہ السلام تو روح و جسم کے مرحلے سے گزرے ہیں۔“

(الرد على البكري، ص: ۹، طبعة السلفية، ۱۳۴۶ھ)

تنبیہ نمبر ⑥:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَأَلَ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: يَا جِبْرِيلُ  
كَمْ عُمْرُكَ مِنَ السِّنِينَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَسْتُ أَعْلَمُ غَيْرَ  
أَنَّ فِي الْحِجَابِ الرَّابِعِ نَجْمًا يَطْلُعُ فِي كُلِّ سَبْعِينَ أَلْفَ سَنَةٍ  
مَرَّةً رَأَيْتُهُ اثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ أَلْفَ مَرَّةٍ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا  
جِبْرِيلُ وَعِزَّةَ رَبِّي أَنَا ذُلِكَ الْكَوْكَبُ.

”آپ ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: جبرائیل! آپ کی عمر کیا ہے؟  
کہنے لگے: یہ نہیں، اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے آسمان میں ایک ستارہ ہے۔ جو ستر  
ہزار سال بعد ایک دفعہ طلوع ہوتا ہے۔ میں نے اسے بہتر (۷۲) ہزار مرتبہ  
دیکھا ہے۔ فرمایا: میرے رب کی عزت کی قسم! وہ ستارہ میں ہی ہوں۔“

(تفسیر روح البیان: ۵۴۳/۳، سورة التوبة تحت آیت: ۱۲۸)

تبصرہ:

یہ روایت باطل ہے۔ اسے گھڑنے والا اسماعیل حقی حنفی (۱۱۲۷ھ) ملحد، زندیق اور  
دجال ہے۔ اس نے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ بولا ہے۔ اس جھوٹی و بے سرو پا  
روایت کو ائمہ محدثین نے کتابوں میں ذکر تک نہ کیا۔ بعض بدعتی اللہ رب العزت کی گرفت  
اور عذاب سے بے خوف و خطر ہو کر اسے برسرِ منبر بیان کرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں  
کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے والے کا انجام کیا ہے؟



## نابالغ بچی کا نکاح

کم سن بچی، جو عمر بلوغ کو نہ پہنچی ہو، باپ اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ اس پر قرآن و حدیث اور اجماع دلیل ہے۔

### قرآنی دلائل:

① فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَيْسَنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحْضُنْ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق: ٤)

”اگر تمہیں شبہ ہو کہ وہ عورتیں، جو حیض سے مایوس ہو گئیں اور جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا (ان کی عدت ہے یا نہیں؟ تو جان لو کہ) ان کی عدت تین ماہ ہے نیز حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔“

آیت کریمہ میں تین طرح کی عورتوں کا ذکر ہے۔ ① وہ عمر رسیدہ عورتیں، جو عمر یا اس کو پہنچ چکی ہیں اور انہیں حیض آنا بند ہو گیا ہے۔ ② وہ نابالغ بچیاں، جنہیں حیض شروع نہیں ہوا۔ ③ حاملہ خواتین۔

ان تینوں قسم کی عورتوں کی عدت طلاق بیان ہوئی ہے۔ وہ تین مہینے ہے۔ البتہ حاملہ

کی عدت وضع حمل ہے۔

ثابت ہوا کم سن بچیوں کا نکاح جائز ہے، ورنہ طلاق کی عدت بیان کرنے کا کیا معنی؟  
سید الفقیہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس آیت سے نابالغ بچی کے نکاح کے جواز پر  
استدلال کرتے ہوئے یوں باب قائم کیا ہے۔

بَابُ إِنكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصَّغَارَ .

”باپ کا اپنے نابالغ بچوں اور بچیوں کے نکاح کر دینے کا بیان۔“

(صحیح البخاری، قبل حدیث: ۵۱۳۳)

شرح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وَلَدَهُ... أَنَّهُ اسْمُ جِنْسٍ وَهُوَ أَعْمٌ مِنَ الذُّكُورِ وَالْإِنَاثِ قَوْلُهُ  
لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَاللَّائِي لَمْ يَحْضَنْ﴾ فَجَعَلَ عِدَّتَهَا ثَلَاثَةَ  
أَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوغِ أَيْ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ نِكَاحَهَا قَبْلَ الْبُلُوغِ جَائِزٌ  
وَهُوَ اسْتِنْبَاطٌ حَسَنٌ لِّكُنْ لَيْسَ فِي الْآيَةِ تَخْصِيصُ ذَلِكَ  
بِالْوَالِدِ وَلَا بِالْبَكْرِ وَيُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ الْأَصْلُ فِي الْأَبْضَاعِ  
التَّحْرِيمُ إِلَّا مَا دَلَّ عَلَيْهِ الدَّلِيلُ وَقَدْ وَرَدَ حَدِيثُ عَائِشَةَ فِي  
تَزْوِيجِ أَبِي بَكْرٍ لَهَا وَهِيَ دُونَ الْبُلُوغِ فَبَقِيَ مَا عَدَاهُ عَلَى  
الْأَصْلِ وَلِهَذَا السِّرُّ أَوْرَدَ حَدِيثَ عَائِشَةَ .

”ترجمہ الباب میں لفظ ولد جنس ہے، مذکر و مؤنث دونوں کو شامل ہے۔ امام  
بخاری رحمہ اللہ کا یہ کہنا: ﴿وَاللَّائِي لَمْ يَحْضَنْ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے نابالغ کی



عدت تین ماہ بتائی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس آیت سے نابالغ کے نکاح کا جواز بیان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بہت اچھا استنباط ہے، لیکن آیت میں باپ یا باکرہ کی تخصیص نہیں ہے۔ بات یوں لگتی ہے کہ نکاح میں اصل حرمت ہے الا کہ جس کی دلیل آجائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا جب کہ آپ رضی اللہ عنہا ابھی نابالغ تھیں، لہذا نابالغ بچی کے علاوہ باقی اپنی اصل (حرمت) پر رہیں۔ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا ذکر کرنے میں یہی راز ہے۔“

(فتح الباری: ۱۹۰/۹)

شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام حنفی (۷۹۰-۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

وَيَجُوزُ نِكَاحُ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ إِذَا زَوَّجَهُمَا الْوَلِيُّ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَاللَّائِي لَمْ يَحْضُنْ﴾ (الطلاق: ۴) فَأَثْبَتَ الْعِدَّةَ لِلصَّغِيرَةِ وَهُوَ فَرْعٌ تَصَوَّرَ نِكَاحَهَا شَرْعًا... وَتَزْوِجُ أَبِي بَكْرٍ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ نَصِّ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُتَوَاتِرِ .

”ولی کا نابالغ بچے اور بچی کا نکاح کرنا جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان (الطلاق: ۴) نے نابالغ بچی کی عدت طلاق، جو نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے، بیان کر دی ہے۔.... سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چھ سال کی عمر میں کر دینا، نابالغ بچی کے نکاح کے جواز میں واضح نص ہے۔ حدیث درجہ تو اتر تک پہنچتی ہے۔“

(فتح القدیر: ۲۷۴/۳)

② فرمانِ الہی ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوُلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا﴾ (النساء: ۱۲۷)

”لوگ آپ سے عورتوں کی بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں۔ فرمائیے کہ اللہ تمہیں ان عورتوں کے بارے میں بھی نصیحت کر رہا ہے اور ان یتیم بچیوں کے بارے میں بھی، جن کے احکام پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں، تم ان سے نکاح میں تو رغبت رکھتے ہو، لیکن حق مہر پورا نہیں دیتے، نیز کمزور اور نادار بچے بچیوں کے بارے میں نصیحت کر رہا ہے۔ یتیموں کے حقوق میں انصاف کا دامن مت چھوڑو۔ یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نیک اعمال سے بخوبی واقف ہے۔“

آیت کی تفسیر میں جلیل القدر تابعی عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَأِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا﴾ (النساء: ۳) إِلَى ﴿وَرُبَاعَ﴾ (النساء: ۳)، فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أَخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجَرٍ وَلِيَّهَا تَشَارِكُهُ فِي مَالِهِ، فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلِيَّهَا أَنْ

يَتَزَوَّجَهَا، بِغَيْرِ أَنْ يُقْسَطَ فِي صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا  
يُعْطِيَهَا غَيْرُهُ، فَهِيَ أَنْ تُنْكَحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسَطُوا لَهُنَّ،  
وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَأَمْرُوا أَنْ يُنْكَحُوا  
مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ  
إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هَذِهِ  
الْآيَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ (النساء: ١٢٧)  
إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكَحُوهُنَّ﴾ (النساء: ١٢٧)، وَالَّذِي  
ذَكَرَ اللَّهُ أَنَّهُ يَتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْآيَةُ الْأُولَى الَّتِي قَالَ  
فِيهَا: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسَطُوا فِي الْيَتَامَى، فَانْكَحُوا مَا  
طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء: ٣)، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَوْلُ اللَّهِ  
فِي الْآيَةِ الْأُخْرَى: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكَحُوهُنَّ﴾ (النساء: ١٢٧)  
يَعْنِي هِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ لِيَتِيمَتِهِ الَّتِي تَكُونُ فِي حَجَرِهِ، حِينَ  
تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، فَهِيَ أَنْ يُنْكَحُوا مَا رَغِبُوا فِي  
مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ، مِنْ أَجْلِ  
رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ.

”میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورۃ النساء: ۳) کے متعلق پوچھا، فرمایا: ”بھانجے! اس سے وہ یتیم بچی مراد ہے، جو اپنے ولی کی زیر سرپرستی ہو اور مال بھی

اٹھا ہو۔ ولی کو یتیم بچی کے مال و جمال میں رغبت ہونے لگے اور پورا مہر دیے بغیر اس سے نکاح کرنا چاہے۔ ایسے لوگوں کو روک دیا گیا کہ نکاح کرنا ہے تو حق مہر معاشرے کے مطابق جتنا بنتا ہے، پورا دیں۔ یا پھر ان کے علاوہ اپنی پسند کسی اور سے شادی کر لیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس آیت کے بعد کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ مانگا، تو (سورۃ النساء: ۱۲) نازل ہو گئی۔ اس آیت میں ”مایتلی“ سے مراد پہلے والی (النساء: ۳) آیت مراد ہے۔ دوسری (النساء: ۱۲) میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَتَرَ عُبُودَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ کی تفسیر کچھ یوں ہے کہ لوگ کی یتیم بچی جب کم مال اور کم جمال والی ہوتی، تو اس سے نکاح کرنے میں بے رغبتی کرتے۔ لہذا حکم ہوا کہ جیسے تم مال و جمال کی کمی کی وجہ سے نکاح نہیں کرتے، ایسے ہی جن یتیم بچیوں کے مال و جمال میں تمہیں رغبت ہو، ان سے بھی نکاح نہ کرو، الا یہ کہ انصاف سے کام لو۔“

(صحیح البخاری: ۲۴۹۴)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲-۷۷۳ھ) فرماتے ہیں: وَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى تَزْوِيجِ الْوَلِيِّ غَيْرِ الْأَبِ الَّتِي دُونَ الْبُلُوغِ بِكُرًا كَانَتْ أَوْ ثَبِيًّا لِأَنَّ حَقِيقَةَ الْيَتِيمَةِ مَنْ كَانَتْ دُونَ الْبُلُوغِ وَلَا أَبَ لَهَا وَقَدْ أَذِنَ فِي تَزْوِيجِهَا بِشَرْطِ أَنْ لَا يُبْخَسَ مِنْ صَدَاقِهَا فَيَحْتَاجُ مَنْ مَنَعَ ذَلِكَ إِلَى دَلِيلٍ قَوِيٍّ.

”یہ حدیث دلیل ہے کہ باپ کے علاوہ سرپرست نابالغ کنواری یا شوہر دیدہ

بچی کا نکاح کر سکتا ہے، کیوں کہ حقیقی یتیم وہ ہوتی ہے، جو نابالغ ہو اور باپ فوت ہو گیا ہو۔ یتیم بچی کی شادی کرنے کی اجازت دی گئی ہے، عدم جواز کا دعویٰ محتاج دلیل ہے۔“

(فتح الباری: ۱۹۷/۹)

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْيَتِيمَةَ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، وَلَا يُتَمَّ بَعْدَ احْتِلَامٍ، فَذَلِكَ عَلَى جَوَازِ نِكَاحِ الْيَتِيمَةِ قَبْلَ الْبُلُوغِ، وَهَذَا مَذْهَبُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، وَعَلَيْهِ يَدُلُّ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ.

”نبوی فیصلہ ہے کہ نابالغ یتیم بچی سے اس کے رشتے کے معاملے میں (از روئے شفقت) مشورہ لیا جائے گا۔ جب کہ بلوغت کے بعد تو یتیمی رہتی ہی نہیں، لہذا یہ واضح دلیل ہے کہ یتیم بچی کا نکاح قبل از بلوغت جائز ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی مذہب ہے۔ قرآن و سنت بھی اسی پر دلیل ہیں۔“

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۹۱/۵)

## تنبیہات:

- ① یتیمہ کی جمع یتامی ہے، اس کا لغوی و حقیقی معنی یہ ہے کہ ایسی بچی جو عمر بلوغت کو نہ پہنچی ہو اور اس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔
- سیدنا حظلہ بن حذیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَتِمُّ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا يَتِمُّ عَلَى جَارِيَةٍ إِذَا هِيَ حَاضَتْ .  
 ”بچہ احتلام اور پچی حیض کے بعد یتیم نہیں رہتے۔“

(المعجم الكبير للطبراني : ١٤/٤، ح : ٣٥٠٢، النفقة على العيال لابن أبي الدنيا :  
 ٦٣٤، سندہ حسن)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (التلخیص الحجیر: ١١٠/٣) نے اس کی سند کو ”لاباس بہ“ کہا ہے۔  
 ہاں مجازاً بلوغت کے بعد بھی یتیم کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ (سورة النساء: ٢) میں کہا  
 گیا ہے۔

اس آیت میں یتیم سے مراد نابالغ بچی ہے، جس کا باپ فوت ہو چکا ہے۔ نہ کہ بالغ  
 عورت۔ یہاں یتیم سے بالغ عورت مراد لینا یہ بغیر دلیل کے حقیقت سے مجاز کی طرف جانا  
 ہے، جو کہ سراسر غلط ہے۔

نیز اس آیت کی تفسیر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں، بل کہ سبب نزول بیان کر رہی ہیں  
 اور کسی بھی آیت کے فہم کے لیے سبب نزول مدد اور معاون ثابت ہوتا ہے۔ لہذا ترجیح سیدہ  
 عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو حاصل ہے۔

② اگر کوئی یہ کہے کہ آیت میں دوبار ”نساء“ کا لفظ آیا ہے اور ”نساء“ بالغ  
 عورتوں کو کہتے ہیں، جیسا کہ ”رجال“ کا لفظ بالغ مردوں کے لیے ہوتا ہے، لہذا یہاں بالغ  
 عورتیں ہی مراد ہیں۔

ہم عرض کریں گے کہ بلاشبہ ”نساء“ کا لفظ بالغات کے لیے ہوتا ہے، لیکن نابالغ  
 بچیوں پر بھی اس کا اطلاق ہو جاتا ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَذَّبْحُونَ أَبْنَاءَ كُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَ كُمْ﴾ (البقرة: ٤٩)



”آل فرعون تمہارے بچوں کو ذبح کر دیتے تھے اور بچیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔“

لاحملہ یہاں ”نساء“ سے مراد دودھ پینے والی بچیاں ہیں، نہ کہ بالغ عورتیں، لہذا نابالغ بچیوں پر ”نساء“ کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے۔

③ جنسِ نساء میں بچیاں بھی داخل ہوتی ہیں، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء: ۲۲)

”جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے، ان سے نکاح نہ کرو۔“

نیز فرمانِ الہی ہے:

﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ (النساء: ۲۳)

”اپنی ساسوں سے نکاح نہ کرو۔“

دونوں آیات میں ”نساء“ کا لفظ نابالغ بچیوں کو بھی شامل ہے، کیوں کہ اگر کوئی شخص کسی نابالغ بچی سے شادی کرتا ہے، تو بلا اختلاف بچی کی ماں اس کے لیے محرماتِ ابدیہ میں سے ہوگی۔

④ جو یتیم بچی قریب البلوغ ہو، تو از روئے شفقت اس سے بھی مشورہ و رضالی جائے گی۔ لہذا اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر دیا گیا، اگر وہ راضی ہو تو نکاح معتبر ورنہ نکاح ختم ہو جائے گا۔ وہ تمام احادیث، جن میں یتیمہ سے مشورہ لینے کا کہا گیا ہے، وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

تُوفِّيَ عُثْمَانُ بْنُ مَطْعُونٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَتَرَكَ ابْنَةً لَهُ مِنْ

خُوَيْلَةَ بِنْتُ حَكِيمِ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ حَارِثَةَ بْنِ الْأَوْفَصِ قَالَ :  
 وَأَوْصَى إِلَى أَخِيهِ قُدَامَةَ بْنِ مَطْعُونٍ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : فَهُمَا  
 خَالَائِي قَالَ : خَطَبْتُ إِلَى قُدَامَةَ بْنِ مَطْعُونٍ ابْنَةَ عُثْمَانَ بْنِ  
 مَطْعُونٍ، فَزَوَّجْنِيهَا، فَدَخَلَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 إِلَى أُمِّهَا، فَأَرْغَبَهَا فِي الْمَالِ فَحَطَّتْ إِلَيْهِ، وَحَطَّتِ الْجَارِيَةُ  
 إِلَى هَوَى أُمِّهَا، فَأَبْتَا حَتَّى ارْتَفَعَ أَمْرُهُمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فَقَالَ قُدَامَةُ بْنُ مَطْعُونٍ : ابْنَةُ  
 أَخِي أَوْصَى بِهَا إِلَيَّ، فَزَوَّجْتُهَا مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فَلَمْ  
 أَقْصِرْ بِهَا فِي الصَّلَاحِ، وَلَا فِي الْكَفَاءَةِ، وَلَكِنَّهَا امْرَأَةٌ،  
 وَإِنَّهَا حَطَّتْ إِلَى هَوَى أُمِّهَا قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هِيَ يَتِيمَةٌ وَلَا تُنْكَحُ إِلَّا بِإِذْنِهَا، قَالَ : فَانْتَرَعْتُ  
 وَاللَّهِ مَنِّي بَعْدَ مَا مَلَكَتُهَا، وَزَوَّجُوهَا الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .

”سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اپنی بیوی خولہ بنت حکیم سے ایک بیٹی کو داغ  
 یتیمی دے کر اللہ کو پیارے ہو گئے اور اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو اس کا  
 وصی بنا دیا۔ یہ دونوں بھائی میرے (ابن عمر) ماموں ہیں۔ میں نے اپنے لیے  
 ماموں قدامہ کو اس یتیم بچی کے حوالے سے رشتے کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے  
 اس سے میرا نکاح کر دیا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بچی کی ماں کے پاس آئے اور



مال کا لالچ دیا، ماں باتوں میں آگئی۔ لڑکی بھی ماں کی طرف مائل ہو گئی اور دونوں نے انکار کر دیا۔ معاملہ نبی پاک ﷺ کی عدالت میں آیا۔ قدامہ بن مظعون نے کہا: اللہ کے رسول! یہ لڑکی میری بھتیجی ہے، اس کے باپ نے مجھے اس کا ولی بنایا ہے اور میں نے اسے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اس کی یکسانیت اور راست روی کا پورا پورا خیال رکھا ہے، لیکن ہے تو یہ عورت ذات ہی! اپنی ماں کی چاہت کی طرف مائل ہو کر شادی سے انکار کر رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ یتیم بچی ہے، نکاح میں اسی کی مرضی چلے گی۔ واللہ! وہ نکاح کے بعد مجھ سے چھین لی گئی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دی گئی۔“

(مسند الإمام أحمد : ۱۳۰/۲، سنن الدار قطنی : ۲۳۰/۳، السنن الكبرى للبيهقي :

۱۲۰/۷، وسنده حسن)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱۶۷/۲) نے اس حدیث کو ”امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

علامہ سندھی حنفی (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

«وَالْيَتِيمَةُ» يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ نِكَاحِ الْيَتِيمَةِ بِالِاسْتِئْذَانِ قَبْلَ الْبُلُوغِ.

”لفظ یتیمہ، نابالغ یتیم بچی کی اجازت کے ساتھ اس کے نکاح کے جواز پر دلالت کتنا ہے۔“

(حاشیة السندھی علی النسائي : ۸۴/۶)

۴) بعض لوگ قبل از بلوغت نکاح کے عدم جواز پر یہ آیت بطور استدلال پیش کرتے ہیں:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُّشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾ (النساء: ۶)

”یتیموں کی جانچ کرو تا آن کہ وہ بالغ ہو جائیں، اگر تمہیں ان میں معاملہ شناسی کا مادہ محسوس ہو، تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔“

کہتے ہیں کہ اس آیت میں نکاح کا لفظ شادی کے معنی میں ہے، یعنی ان کو اس وقت تک مال نہیں دینا جب وہ شادی کی عمر کو نہ پہنچ جائیں اور مال بلوغت کے بعد ہی دیا جاتا ہے، لہذا شادی بھی بلوغت کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ لفظ نکاح قرآن میں کئی معانی کے لیے استعمال ہوا ہے، لیکن یہاں لفظ نکاح شادی کے لیے نہیں، بل کہ بلوغت کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ علامہ زکریٰ رحمہ اللہ (م: ۹۴۷ھ) اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ (م: ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

وَكُلُّ نِكَاحٍ فِيهِ تَزْوُجٌ إِلَّا ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ فَهُوَ الْحُلْمُ.

”قرآن میں لفظ نکاح رشتہ ازدواج ہی کے متعلق ہے سوائے اس فرمان کے: ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾، یہاں لفظ نکاح بلوغت کے معنی میں ہے۔“

(البرهان في علوم القرآن: ۱/۱۰۹، الإتيان في علوم القرآن: ۲/۱۵۹)

دوسری بات یہ کہ قرآن و حدیث اور اجماع امت میں نکاح کے لیے بلوغت شرط نہیں۔ نیز یہ آیت اس دعویٰ میں مجمل ہے، دیگر صریح دلائل کے مقابلہ میں کسی کی من چاہی

تفسیر کیوں کر معتبر ہو سکتی ہے! جب کہ شریعت میں نابالغ بچی کے نکاح کا جواز ہے۔

③ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ (النساء: ۳)

”یتیم نابالغ بچیوں کے معاملہ میں عدل نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو، تو (ان کے علاوہ دوسری) پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرلو۔ دو دو، تین تین، چار چار (تک کر سکتے ہو) ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں عدل نہ کر سکو، تو ایک سے کر لویا لو نڈی سے کرلو۔ بے اعتدالی سے بچنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن ہمام حنفی (م: ۸۶۱ھ) کہتے ہیں:

مَنْعَ مِنْ نِكَاحِهَا عِنْدَ خَوْفِ عَدَمِ الْعَدْلِ فِيْهَا، وَهَذَا فَرْعُ جَوَازِ نِكَاحِهَا عِنْدَ عَدَمِ الْخَوْفِ، وَلَا يُقَالُ ذَٰلِكَ بِمَفْهُومِ الشَّرْطِ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ جَوَازُ نِكَاحِ غَيْرِ الْمُحَرَّمَاتِ مُطْلَقًا، فَمَنْعَ مِنْ هَذِهِ عِنْدَ خَوْفِ عَدَمِ الْعَدْلِ فِيْهَا، فَعِنْدَ عَدَمِهِ يَثْبُتُ الْجَوَازُ بِالْأَصْلِ الْمُمَهَّدِ لَا مُضَافًا إِلَى الشَّرْطِ، وَيُصَرِّحُ بِجَوَازِ نِكَاحِهَا قَوْلُ عَائِشَةَ: إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَتِيمَةٍ تَكُونُ فِي حَجَرٍ وَلَيْيَها.

”اللہ تعالیٰ نے ان مردوں کو یتیم بچیوں سے نکاح کرنے سے منع کر دیا، جو ان

سے عدل نہیں کر سکتے۔ یہ دلیل ہے کہ جب بے اعتدالی کا خوف نہ ہو، تو جائز ہے۔ یہ بات مفہوم مخالفت کی بنا پر نہیں کہی گئی، کیوں کہ غیر محرم مطلقاً نکاح جائز ہے۔ جب بے اعتدالی کا اندیشہ ہو، تو نکاح سے منع کر دیا، ورنہ اپنی اصل کی بنا پر بغیر کسی شرط کے جائز ہے۔ یتیم بچی کے نکاح کے جواز پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول صریح دلیل ہے کہ یہ آیت اس یتیم بچی کی بارے میں نازل ہوئی، جو اپنے ولی کی سرپرستی میں ہے۔“

(فتح القدیر: ۲۷۵/۳)

## حدیثی دلائل:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأَدْخَلْتُ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا. ”نبی کریم ﷺ سے میرا نکاح ہوا، تو میں چھ سال کی بچی تھی، رخصتی ہو، تو نو سال کی تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ نو سال گزارے۔“

(صحیح البخاری: ۵۱۳۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَعٍ سِنِينَ، وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ سِنِينَ، وَلُعِبَهَا مَعَهَا، وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ.

”نبی کریم ﷺ نے مجھ نکاح کیا، تو میری عمر سات برس تھی، رخصتی کے وقت عمر نو سال تھی، میں کھلونے بھی ساتھ ہی لے آئی۔ نیز آپ ﷺ کی وفات کے وقت میری عمر اٹھارہ برس تھی۔“

(صحیح مسلم: ۱۹۲۲/۷۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے ہے:

تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ،  
وَبْنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ  
عَشْرَةَ.

”رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے وقت میری عمر چھ سال تھی، رخصتی کے وقت نو سال اور آپ کی وفات کے وقت اٹھارہ سال تھی۔“

(صحیح مسلم: ۱۹۲۲/۷۲)

علامہ عینی حنفی (م: ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

وَحَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا مَشْهُورٌ وَقَرِيبٌ إِلَى  
التَّوَاتُرِ.

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث متواتر کی حد تک مشہور ہے۔“

(الْبَنَاءُ فِي شَرْحِ الْهَدَايَةِ: ۹۰/۵)

شارح صحیح مسلم حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُهَا فِي رِوَايَةِ تَزَوَّجَنِي وَأَنَا بِنْتُ سَبْعٍ وَفِي أَكْثَرِ  
الرِّوَايَاتِ بِنْتُ سِتٍّ فَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا أَنَّهُ كَانَ لَهَا سِتٌّ وَكُسِرُ

فَفِي رِوَايَةٍ افْتَصَرَتْ عَلَى السِّنِينَ وَفِي رِوَايَةٍ عَدَّتِ السَّنَةَ  
الَّتِي دَخَلَتْ فِيهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

”ایک روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ نکاح کے وقت ان کی عمر سات سال تھی، جب کہ دوسری روایات میں چھ کا ذکر ہے۔ دونوں روایات میں جمع و تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال مکمل اور کچھ ماہ تھی۔ ایک روایت میں صرف سالوں کے ذکر پر اکتفا کیا اور دوسری روایت میں اسے بھی علیحدہ سال تصور کر لیا، جس میں داخل ہو چکی تھیں۔ واللہ اعلم!“

(شرح النووي: ۲۰۷/۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

الصَّحِيحُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ  
بِنْتُ سِتٍّ، وَقِيلَ : سَبْعٌ، وَيُجْمَعُ بِأَنَّهَا كَانَتْ أَكْمَلَتْ  
السَّادِسَةَ وَدَخَلَتْ فِي السَّابِعَةِ، وَدَخَلَ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ .  
”صحیح یہی ہے نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو سیدہ کی عمر چھ برس  
تھی، دوسری روایت کے مطابق سات برس تھی۔ دونوں میں تطبیق کی صورت  
یہ ہے کہ نکاح کے وقت سیدہ عمر کا چھٹا سال گزار کر ساتویں میں داخل ہو چکی  
تھیں۔ رخصتی کے وقت آپ رضی اللہ عنہا اپنی عمر کی نو بہاریں دیکھ چکی تھیں۔“

(الإصابة في تمييز الصحابة: ۲۸۲/۸)

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿لَمَّا تُوَفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَالَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمِ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ  
 الْوَقَصِ امْرَأَةُ عُمَانَ بْنِ مَطْعُونٍ وَذَلِكَ بِمَكَّةَ : يَا رَسُولَ  
 اللَّهِ أَلَا تَزَوِّجُ؟، قَالَ : مَنْ؟ ، قَالَتْ : إِنْ شِئْتَ بِكَرًّا، وَإِنْ  
 شِئْتَ ثَبِيًّا، قَالَ : فَمَنْ الْبِكْرُ؟، قَالَتْ : ابْنَةُ أَحَبِّ خَلْقِ اللَّهِ  
 إِلَيْكَ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ : وَمَنِ الثَّيِّبُ؟، قَالَتْ : سَوْدَةُ  
 بِنْتُ زَمْعَةَ آمَنَتْ بِكَ وَاتَّبَعَتْكَ عَلَى مَا أَنْتَ عَلَيْهِ، قَالَ :  
 فَادْهَبِي فَادْكُرِيهِمَا عَلَيَّ فَجَاءَتْ فَدَخَلَتْ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ  
 فَوَجَدَتْ أُمَّ رُومَانَ أُمَّ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ : يَا أُمَّ رُومَانَ مَاذَا أَدْخَلَ  
 اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَاتِ؟، أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَتْ : وَدِدْتُ أَنْتَظِرِي  
 أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّهُ آتٍ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَتْ : يَا أَبَا بَكْرٍ مَاذَا  
 أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَاتِ؟، أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَ : هَلْ تَصْلُحُ  
 لَهُ وَإِنَّمَا هِيَ بِنْتُ أَخِيهِ، فَارْجِعْنِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ : ارْجِعِي إِلَيْهِ فَقُولِي لَهُ  
 : أَنْتِ أَخِي فِي الْإِسْلَامِ، وَأَنَا أَخُوكَ وَابْنُكَ تَصْلُحُ لِي،  
 فَاتَتْ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ لِحَوْلَةَ : ادْعِي لِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَأَنْكَحَهَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ ابْنَةُ سِتِّ سِنِينَ .

”سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کی دور کی بات ہے، عثمان بن

مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! شادی کرنا چاہیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کس سے؟ کہنی لگی: کنواری سے کرنی ہے، تب آپ کی مرضی، شوہر دیدہ سے کرنی ہے، تب آپ کی مرضی۔ فرمایا: کنواری کون ہے؟ کہنی لگی: یہ اس کی بیٹی ہے، جس سے آپ کو سب سے زیادہ لگاؤ ہے۔ میری مراد: ابو بکر کی بیٹی عائشہ! فرمایا: اور شوہر دیدہ؟ کہا: سودہ بنت زمعہ، اچھی بھلی مؤمنہ اور باشرع خاتون ہے۔ فرمایا: جائیں، دونوں کو میرا ذکر کریں۔ خولہ گئی اور پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوئی۔ میری ماں ام رومان سے ملاقات کی اور کہا: آپ کی تو اللہ نے سن لی، رسول اللہ ﷺ نے مجھے عائشہ کے لیے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ میری امی جان فرمانے لگی: میرا خیال ہے، آپ ذرا رکیے، ابو بکر آتے ہی ہوں گے۔ اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ خولہ کہنی لگی: آپ پر تو اللہ کی رحمت ہو گئی ہے، اللہ کے رسول نے مجھے اپنے لیے عائشہ کا رشتہ لینے کے لیے بھیجا ہے۔ ابوجی فرمانے لگے: وہ تو نبی کریم ﷺ کی بھتیجی ہیں، نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ خولہ کہتی ہیں: یہ کہہ کر مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے واپس بھیج دیا۔ میں نے آپ ﷺ سے ساری بات من وعن کہہ دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں جا کر کہیے کہ ہم ایک دوسرے کے اسلامی بھائی ہیں، لہذا عائشہ سے نکاح ہو سکتا ہے۔ خولہ نے ابوجی کو ساری بات بتا دی، تو ابوجی فرمانے لگے: رسول اللہ ﷺ کو کہیے کہ تشریف لے آئیں، آپ ﷺ آئے اور ابوجی نے میرے نکاح کر دیا۔ اس وقت میری عمر کوئی چھ برس تھی۔“

(المعجم الكبير للطبراني: ۲۳/۲۳، ح: ۵۷، مسند الإمام أحمد: ۶/۲۱۰، سندہ حسن)

امام حاکم رحمہ اللہ (۳/۷۳) نے اسے ”امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح“ کہا ہے۔ حافظ



ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: ۷/۲۲۵) نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

## اجماع امت:

حافظ ابن المنذر رحمہ اللہ (۲۴۲-۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحَفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ نِكَاحَ الْأَبِ ابْنَتَهُ الْبُكَرَ الصَّغِيرَةَ جَائِزٌ.

”تمام معتبر اہل علم کا اجماع ہے کہ باپ اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے۔“

(المغنی لابن قدامة المقدسی: ۷/۳۷۹)

شرح بخاری مہلب بن احمد بن ابوصفرہ اندلسی (م: ۴۳۵ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّهُ يَجُوزُ لِلأَبِ تَزْوِيجُ ابْنَتِهِ الصَّغِيرَةِ الْبُكَرِ وَلَوْ كَانَتْ لَا يُوطَأُ مِثْلَهَا.

”علمائے کرام کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کرنا

جائز ہے، گو وہ جماع کے قابل نہ ہو۔“ (فتح الباری لابن حجر: ۹/۱۹۰)

علامہ ابن بطل رحمہ اللہ (م: ۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

يَجُوزُ تَزْوِيجُ الصَّغِيرَةِ بِالْكَبِيرِ إِجْمَاعًا وَلَوْ كَانَتْ فِي الْمَهْدِ لَكِنْ لَا يُمَكَّنُ مِنْهَا حَتَّى تَصْلَحَ لِلْوَطْءِ.

”نابالغ بیٹی کا بالغ مرد سے نکاح بالاجماع جائز ہے، گو وہ ابھی پنگھوڑے میں

ہی ہو، لیکن رخصتی اس وقت کی جائے، جب جماع کے قابل ہو جائے۔“

(فتح الباری لابن حجر: ۹/۱۲۴)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى جَوَازِ تَرْوِيجِهِ ابْنَتَهُ الْبُكَرَ الصَّغِيرَةَ  
لِهَذَا الْحَدِيثِ .

”اس حدیث کی رو سے مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نابالغ بچی کی شادی کرنا جائز ہے۔“ (شرح النووي: ۲۰۶/۹)

اجماع امت کے خلاف کوئی دلیل مسموع نہیں ہوتی، اہل حق کا اجماع و اتفاق حق ہے۔ حق حق کا معارض و مخالف نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ نکاح کا مقصود طبعی طور پر یہ ہے کہ بیوی سے شہوت پوری کی جائے اور اولاد پیدا کی جائے۔ نابالغ بچی کے ساتھ نکاح میں یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں، تو نکاح کا کیا فائدہ؟ ہم کہتے ہیں نابالغ بچی سے نکاح کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، ایک وقت کے بعد اس نکاح کے طبعی فوائد حاصل ہو جائیں گے، ضروری نہیں کہ نکاح کے فوائد اسی وقت حاصل ہوں، بہر صورت نکاح کا رِخیر ہے۔

عقل و نقل اس کی تائید کرتی ہے کہ مجامعت اس وقت کی جائے گی، جب وہ اس کی اہل ہو جائے۔ شریعت نے تو قبل از بلوغ نکاح کا جواز فراہم کیا ہے، لیکن بعض لوگ قبل از بلوغ تو کجا، بعد از بلوغ بھی نکاح سے روکتے ہیں اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتے ہیں، جن کی عقل و نقل سے تائید نہیں ہوتی، بل کہ یہ شریعت سازی ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی جلدی شادی کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآں ہوں، تاخیر سے شادی کرنا کئی پریشانیوں کا پیش خیمہ ہے اور انسانی صحت کے لیے انتہائی ناموزوں بھی ہے۔

## سر کے بال منڈوانے کی مشروعیت اور جواز

حج و عمرہ کے علاوہ سر منڈوانا جائز ہے، کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ جیسا کہ

① سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دَخَلْتَ الْعَشْرَ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَصْحِيَ، فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا.

”جب عشرہ ذوالحجہ داخل ہو جائے اور تم قربانی کرنا چاہتے ہو، تو اپنے سر اور جسم کے بال نہ مونڈھیں۔“

(صحیح مسلم: ۱۹۷۷)

سنن النسائی (۴۳۶۲) میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَصْحِيَ فَلَا يَقْلِمُ مِنْ أَظْفَارِهِ، وَلَا يَحْلِقُ شَيْئًا مِنْ شَعْرِهِ فِي عَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ.

”جو قربانی کرنا چاہتا ہو، وہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن ناخن تراشے، نہ جسم سے کوئی بال مونڈھے۔“

② سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ

شَعْرِهِ وَتَرِكَ بَعْضَهُ، فَتَهَاهُمْ عَنْ ذَالِكَ، وَقَالَ: اِحْلِقُوهُ كُلَّهُ،  
أَوْ اَتْرُكُوهُ كُلَّهُ.

”نبی کریم ﷺ کی نظر ایک بچے پر پڑی، جس کے کچھ بال مونڈھ دیے گئے  
تھے اور بعض چھوڑ دیے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا:  
اس کا مکمل سر مونڈھیں یا مکمل چھوڑ دیں۔“

(سنن أبي داود: ٤١٩٥، وسنده صحيح، وأصله في صحيح مسلم: ٢١٢٠)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بچوں اور بچیوں دونوں کا سر مونڈھنا جائز ہے،  
صرف بچوں کی تخصیص ثابت نہیں!

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (٥٠٨-٥٩٤ھ) فرماتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: اِحْلِقُوا كُلَّهُ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ حَلْقِ الرَّأْسِ مِنْ غَيْرِ  
كَرَاهِيَةٍ.

”یہ حدیث بغیر کسی کراہت کے سر مونڈھانے کا جواز فراہم کرتی ہے۔“

(كشف المشكل من حديث الصحيحين: ٥٥٧/٢)

شارح صحیح مسلم حافظ نووی رحمہ اللہ (م: ٦٤٦ھ) لکھتے ہیں:

وَهَذَا صَرِيحٌ فِي إِبَاحَةِ حَلْقِ الرَّأْسِ لَا يَحْتَمِلُ تَأْوِيلًا، وَقَالَ  
أَصْحَابُنَا: حَلْقُ الرَّأْسِ جَائِزٌ بِكُلِّ حَالٍ.

”یہ سر مونڈھنے کی ایسی صریح دلیل ہے، جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، ہمارے  
اصحاب کہتے ہیں کہ سر کے بال مونڈھنا ہر حال میں جائز ہے۔“

(شرح صحيح مسلم: ٢٤/٤)

علامہ سندھی حنفی صاحب (م: ۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

وَهَذَا صَرِيحٌ فِي إِبَاحَةِ حَلْقِ الرَّأْسِ، لَا يَحْتَمِلُ تَأْوِيلًا.  
”یہ سر مونڈھنے کی ایسی صریح دلیل ہے، جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔“

(حاشیۃ السندي على سنن ابن ماجه: ۷۵/۱)

ملا علی قاری حنفی صاحب (۱۰۱۳ھ) لکھتے ہیں:

(اِحْلِقُوا كُلَّهُ): أَيُّ كُلِّ الرَّأْسِ أَيُّ شَعْرِهِ، (أَوْ اتْرُكُوا كُلَّهُ): فِي  
إِشَارَةٍ إِلَى أَنَّ الْحَلْقَ فِي غَيْرِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَائِزٌ، وَأَنَّ  
الرَّجُلَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ الْحَلْقِ وَتَرْكِهِ.

”اس حدیث میں واضح اشارہ ہے کہ حج و عمرہ کے علاوہ بھی سر کے بال  
منڈھوانا جائز ہے، نیز انسان کو سر منڈوانے یا بال رکھنے میں اختیار ہے۔“

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ۲۸۱۸، ح: ۲۴۲۷)

② سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَهَلَ آلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا أَنْ  
يَأْتِيَهُمْ، ثُمَّ أَتَاهُمْ، فَقَالَ: لَا تَبْكُوا عَلَى أَخِي بَعْدَ الْيَوْمِ، ثُمَّ  
قَالَ: ادْعُوا لِي بَنِي أَخِي، فَجِئَءَ بَنَا كَانَا أَفْرُخَ، فَقَالَ: ادْعُوا  
لِي الْحَلَاقَ، فَأَمَرَهُ فَحَلَقَ رُءُوسَنَا.

”نبی کریم ﷺ نے آل جعفر کو تین دن تک چھوڑ دیا کہ رو دھولیں، پھر ان کے  
ہاں تشریف لائے اور فرمایا: میرے بھائی (جعفر کی شہادت) پر آج کے بعد

کوئی نہ روئے، پھر فرمایا: میرے بھتیجوں کو بلایا جائے۔ ہمیں لایا گیا، ہم تو گویا  
رو رو کر چوزے بن چکے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نائی کو بلاؤ، اور اسے ہماری  
ٹنڈ کرنے کو کہا۔“

(مسند الإمام أحمد: ۲۰۴/۱، سنن أبي داود: ۴۱۹۲، سنن النسائي: ۵۲۲۹، وسنده

صحیح)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرَطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.  
”یہ سنن ابوداؤد کی روایت ہے۔ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔“

(رياض الصالحين: ۱۶۴۰)

حافظ پیشی رحمہ اللہ (۷۳۵-۸۰۷ھ) لکھتے ہیں:

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ، وَرِجَالُهَا رِجَالُ الصَّحِيحِ.  
”یہ مسند احمد اور معجم طبرانی کی روایت ہے اور اس کے راوی بخاری و مسلم کے  
راوی ہیں۔“

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۵۷/۶)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ  
سے عرض کی:

أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا أَضْحِيَّةً أَنْتَنِي أَفَاضَحِي بِهَا؟ قَالَ: لَا،  
وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقْصُ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ  
عَانَتَكَ، فَتِلْكَ تَمَامُ أَضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

”میرے پاس صرف ایک بکری ہے (جو میں نے کسی کو دودھ کے لے عاریہ دے رکھا ہے) کیا میں اس کی قربانی کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، آپ اپنے بال مونڈھ لیں، ناخن تراش لیں، مونچھیں کاٹ لیں اور زیر ناف بال صاف کر لیں، آپ کو پوری قربانی کا ثواب مل جائے گا۔“

مسند الإمام أحمد: ۱۶۹/۲، سنن أبي داود: ۲۷۸۹، سنن النسائي: ۴۳۶۵، وسنده

حسن

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۹۱۴) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۲۳/۴) نے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ عینی حنفی (۷۲-۸۵۵ھ) اس کی سند کو ”صحیح“ قرار دے کر لکھتے ہیں:

فِيهِ اسْتِحْبَابُ حَلْقِ الرَّأْسِ وَقَصِّ الْأَظْفَارِ وَالشَّارِبِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ يَوْمَ عِيدِ الْأَضْحِيَّةِ.

”اس حدیث میں عید الاضحیٰ والے دن سر منڈوانے، ناخن اور مونچھیں کاٹنے اور زیر ناف بال مونڈھنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔“

(نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار: ۵۲/۱۴)

④ سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فَعَلَّ بِهَا كَذًا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ: فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا، وَكَأَنَّ يَجْزُ شَعْرَةً.

”جس نے غسل جنابت کے دوران بال برابر بھی جسم کا حصہ خشک چھوڑ دیا،

اسے دوزخ میں ایسا ایسا عذاب ہوگا۔ علیؑ کہتے ہیں: یہ حدیث سننے کے بعد میں نے اپنے سر سے لگالی۔ آپؑ سر منڈوا کر رکھتے تھے۔“

(حدیث شعبۂ ابن الحجاج للحافظ محمد بن المظفر بن موسیٰ ابو الحسین البزار: ۲۴، الختارۃ للضیاء: ۴۵۳، مسند الإمام أحمد: ۹۴/۱، سنن أبی داؤد: ۲۴۹، سنن ابن ماجہ: ۵۹۹، وسندہ حسن)

حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(التلخیص الحبیر: ۱/۱۴۲)

علامہ طیبی (۷۴۳ھ) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَفِيهِ أَنَّ الْمُدَاوِمَةَ عَلَى حَلْقِ الرَّأْسِ سُنَّةٌ؛ لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَّرَهُ عَلَى ذَلِكَ، وَلِأَنَّهُ رَضَوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ الَّذِينَ أُمِرْنَا بِاتِّبَاعِ سُنَّتِهِمْ، وَالْعَصْصَ عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ.

”اس میں دلیل ہے کہ سدا بہار سر منڈوانا سنتِ تقریری ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے اسے ثابت رکھا ہے اور اس لیے بھی کہ سیدنا علیؑ خلفائے راشدین میں سے ہیں، جن کے طریقے کو دل و جان سے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔“

(شرح الطیبی: ۳/۸۱۴)

علامہ سندھی حنفی (م: ۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

وَاسْتُدِلَّ بِالْحَدِيثِ عَلَى جَوَازِ حَلْقِ الرَّأْسِ وَجَزِهِ لِأَنَّهُ صَلَّى



اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَرَّ عَلِيًّا عَلَى ذَالِكَ وَلِأَنَّهُ مِنْ جُمْلَةِ  
الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَأْمُورِ النَّاسَ بِالْإِقْتِدَاءِ بِهِمْ وَالتَّمَسُّكُ  
بِسُنَنِهِمْ .

”اس حدیث سے سرمنڈوانے کا جواز ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ  
نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عمل کو ثابت رکھا۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں  
سے ہیں، کہ جن کے طریقے کو سختی سے اپنانے کا حکم ملا ہے۔“

(حاشیۃ السندي علی ابن ماجه: ۲۰۸/۱)

⑤ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ .

”رسول اللہ ﷺ نے ”قزع“ سے منع فرمایا۔“

(صحيح البخاري: ۵۹۲۰، صحيح مسلم: ۲۱۲۰، واللفظ له)

”قزع“ کا معنی یہ ہے کہ سر کے بعض حصے کے بال مونڈ دینا اور بعض کو چھوڑ  
دینا۔ جیسے فوجی کٹنگ، پیالہ کٹنگ وغیرہ۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) اس کا معنی بیان کرتے ہوئے  
لکھتے ہیں:

وَلِأَنَّهُ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ، وَالْقَزَعُ حَلْقُ الْبَعْضِ، فَدَلَّ عَلَى  
جَوَازِ حَلْقِ الْجَمِيعِ .

”چوں کہ آپ ﷺ نے قزع سے منع فرما دیا ہے اور قزع سر کے کچھ حصے کو  
مونڈھنے کو کہتے ہیں، لہذا یہ پورا سر مونڈھنے کے جواز پر دلیل ہے۔“

(مجموع الفتاوى: ۱۱۹/۲۱)

⑥ مشہور تابعی احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَدَخَلْتُ مَسْجِدَهَا، فَبَيْنَمَا أَنَا أَصَلِّي إِذْ دَخَلَ  
رَجُلٌ طَوِيلٌ أَدَمٌ أَبْيَضُ اللَّحْيَةِ، وَالرَّأْسُ مَحْلُوقٌ، يُشَبِّهُ  
بَعْضُهُ بَعْضًا، فَخَرَجْتُ فَاتَّبَعْتُهُ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: أَبُو  
ذَرٍّ.

”میں مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اسی اثنا میں ایک آدمی داخل ہوا، جس کا قد قدرے طویل، رنگ گندمی، داڑھی سفید، سرمونڈھا ہوا اور ایک حصہ دوسرے سے واضح مشابہت رکھتا ہوا تھا۔ میں جلدی سے اس کے پیچھے ہو لیا اور لوگوں سے پوچھا: یہ صاحب کون ہیں: جواب ملا: صحابی رسول ابو ذر رضی اللہ عنہ۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۲۵۰۵۶، وسند حسن)

⑥ تابعی کبیر امام نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَقُولُ: لَيْسَ حِلَاقُ الرَّأْسِ بِوَاجِبٍ  
عَلَى مَنْ ضَحَّى، إِذَا لَمْ يَحْجَّ وَقَدْ فَعَلَهُ ابْنُ عُمَرَ.  
”سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ قربانی کرنے والے غیر حاجی کے لیے سرمونڈھونا واجب نہیں ہے۔“ جب کہ آپ (ابن عمر) خود سرمونڈھوا لیا کرتے تھے۔“

(موطأ الإمام مالك: ۴۸۳/۲، موطأ الإمام مالك برواية أبي مصعب: ۱۸۶/۲)

واللفظ له، السنن الكبرى للبيهقي: ٢٨٨/٩، وسنده صحيح

⑧ امام نافع رضي الله عنه بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ لَمْ يَتْرُكِ الْحَجَّ إِلَّا عَامًا وَاحِدًا اشْتَكَى،  
فَأَرْسَلَنِي، فَاشْتَرَيْتُ أُضْحِيَّةً، ثُمَّ ذَبَحَهَا فِي الْمُصَلَّى، ثُمَّ  
جِئْتُ حِينَ صَلَّى النَّاسُ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَحَلَقَ رَأْسَهُ.

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر سال حج کیا کرتے تھے۔ ایک سال بیماری کی وجہ  
سے نہ کر سکے۔ مجھے قربانی خریدنے کے لیے بھیجا، لے آیا، تو عید گاہ میں ذبح  
کردی۔ جب عید کی نماز ہو گئی، میں آیا اور آپ کو خبر دی، تو آپ نے اپنا سر  
موٹھ لیا۔

(جزء أبي جهم: ٦٤، وسنده صحيح)

دوسری روایت میں ہے:

أَنَّهُ ضَحَّى بِالْمَدِينَةِ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ.

”آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں قربانی کی اور سر موٹھ لیا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٢٥٢/١/٤)

⑨ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (۳۶۸-۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ فِي جَمِيعِ الْآفَاقِ عَلَى إِبَاحَةِ حَبْسِ  
الشَّعْرِ وَعَلَى إِبَاحَةِ الْحِلَاقِ.

”تمام علاقوں کے اہل علم کا بال رکھنے اور بال موٹھ ہنے کے جواز پر اجماع  
ہے۔“

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: ١٣٨/٢٢)

علامہ غزالی (۴۵۰-۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:

شَعْرُ الرَّأْسِ وَلَا بَأْسَ بِحَلْقِهِ لِمَنْ أَرَادَ التَّنْظِيفَ وَلَا بِأَسْ  
بِتَرْكِهِ لِمَنْ يُدْهِنُهُ وَيُرْجِلُهُ إِلَّا إِذَا تَرَكَهُ قَزَعًا أَيْ قَطْعًا وَهُوَ  
دَابُّ أَهْلِ الشَّطَارَةِ أَوْ أَرْسَلَ الدَّوَائِبُ عَلَى هَيْئَةِ أَهْلِ الشَّرَفِ  
حَيْثُ صَارَ ذَلِكَ شِعَارًا لَهُمْ فَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ شَرِيفًا كَانَ  
ذَلِكَ تَلْبِيسًا.

”جو صفائی کے ارادے سے سرمندوائے، تو کوئی حرج نہیں اور جوتیل، کنگھی کر  
سکتا ہو، وہ بال رکھ بھی سکتا ہے۔ لیکن ”قزع“ (سر کے بعض حصے کو مندھوا دینا  
اور بعض کو چھوڑ دینا) جائز نہیں۔ کیوں کہ یہ بد معاشوں کا کام ہے۔ اسی طرح  
شرفا کی نقالی کرتے ہوئے تلکیں چھوڑے، جو کہ شرفا کا شعار تھا، ایسا شخص شرفا  
میں سے نہ ہوا، تو تلبیس کر رہا ہے۔“

(إحياء علوم الدين: ١/١٤٠)

حنفی مذہب کی معتبر ترین کتاب میں لکھا ہے:

وَيُسْتَحَبُّ حَلْقُ الرَّأْسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، كَذَا فِي الْغَرَائِبِ .  
”ہر جمعہ سرمندوانا مستحب ہے۔ الغرائب میں ایسے ہی لکھا ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری: ۵/۳۵۷)

⑩ هشام بن حسان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْحَسَنَ كَانَ يَحْلِقُ رَأْسَهُ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْبَصْرَةِ .

”بصرہ میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ عید الاضحیٰ والے دن سرمنڈواتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٢٥٢/١/٤، وسندہ صحیح)

امام قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَصَلِّي مَعَ الْحَسَنِ عَلَى الْبَوَارِي، وَكَانَ الْحَسَنُ يَحْلِقُ  
رَأْسَهُ كُلَّ عَامٍ يَوْمَ النَّحْرِ .

”ہم حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں نماز پڑھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر سال عید الاضحیٰ کو سرمنڈھوایا کرتے تھے۔“

(الطبقات الكبرى لابن سعد: ١٣٠/٧، وسندہ صحیح)

⑪ عبد اللہ بن عون رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ : كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ مِنْ شَعْرِهِ  
يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَ : نَعَمْ .

”میں امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: آیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عید الاضحیٰ والے دن حلق کروانا مستحب سمجھتے تھے؟ فرمایا: جی۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٢٥٢/١/٤، وسندہ صحیح)

⑫ ابو وائل شقیق بن سلمہ تابعی کبیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

حَلَقَ حُذَيْفَةُ رَأْسَهُ بِالْمَدَائِنِ .

”سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے مدائن کے علاقے میں سرمنڈھوایا۔“

(الأموال للإمام القاسم بن سلام: ١٣٥، الأموال لابن زبويه: ٢١٣، مجموع فيہ

مصنّفات أبي جعفر ابن البختری: ٢٥٦، وسندہ صحیح كالشمس)

زبیر بن خریٹ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

عَنْ عِكْرِمَةَ فِي الرَّجُلِ يَخْلُقُ رَأْسَهُ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ: كَانَ لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا بَأَنَّ يَغْسِلَهُ بِالْخُطْمِيِّ ثُمَّ يَخْلُقُهُ.

”عکرمہ رضی اللہ عنہ سے عید الاضحیٰ والے دن حلق کروانے کی بابت پوچھا گیا۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں، خطمی (بوٹی کا نام) سے سردھو کر حلق کروا سکتا ہے۔“

(الثقات لابن حبان: ۳۳۲/۶، ت: ۷۹۷۷، وسندہ صحیح)

حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمُخْتَارُ أَنْ لَا كَرَاهَةَ فِيهِ وَلَكِنَّ الشُّنَّةَ تَرْكُهُ فَلَمْ يَصِحَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَهُ إِلَّا فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَلَمْ يَصِحَّ تَصْرِيحُ بِالنَّهْيِ عَنْهُ.

”سرمنڈوانے کی عدم کراہت ہی درست معلوم ہوتی ہے، لیکن سر کے بال نہ منڈوانا سنت ہے، کیوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج و عمرہ کے علاوہ سرمنڈوانا ثابت نہیں اور نہ ہی منع ثابت ہے۔“

(المجموع شرح المہذب: ۲۹۶/۱)

لطیفہ:

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ (۳۱۹-۳۸۸ھ) حدیث (نہی عَنِ الْحَلْقِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ النَّحْرِ) کے تحت لکھتے ہیں:

الْحَلْقُ مَكْسُورَةُ الْحَاءِ مَفْتُوحَةُ اللَّامِ جَمَاعَةُ الْحَلَقَةِ وَكَانَ

بَعْضُ مَشَايِخُنَا يَرَوْنَهُ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْحَلْقِ بِسُكُونِ اللَّامِ  
وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ بَقِيَ أَرْبَعِينَ سَنَةً لَا يَحْلِقُ رَأْسَهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ  
يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقُلْتُ لَهُ إِنَّمَا هُوَ الْحَلْقُ جَمْعُ الْحَلْقَةِ؛ وَإِنَّمَا  
كَرِهَ الْاجْتِمَاعَ قَبْلَ الصَّلَاةِ لِلْعِلْمِ وَالْمَذَاكِرَةِ وَأَمَرَ أَنْ يَسْتَغْلَلَ  
بِالصَّلَاةِ وَيَنْصِتَ لِلْخُطْبَةِ وَالذِّكْرِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا كَانَ  
الْاجْتِمَاعُ وَالتَّحَلُّقُ بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ : قَدْ فَرَّجْتَ عَنِّي  
وَجَزَانِي خَيْرًا وَكَانَ مِنَ الصَّالِحِينَ رَحِمَهُ اللَّهُ .

”(حلق) حاک کے نیچے زیر اور لام پر زبر کے ساتھ حلقہ کی جمع ہے۔ ہمارے  
بعض مشائخ اس حلق (لام کی جزم کے ساتھ) سے سمجھے کہ اس سے مراد جمعہ  
والے دن نماز سے پہلے سر نہ منڈوایا جائے۔ مجھے خبر ملی کہ وہ چالیس سال تک  
نماز جمعہ سے پہلے سر منڈوانے سے رکے رہے۔ پھر میں نے انہیں کہا کہ یہ تو  
حلقہ کی جمع ہے، مراد یہ ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے اجتماع اور علمی مذاکرہ قائم  
کرنے کے لیے بیٹھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور نوافل اور خطبہ سننے کا اہتمام  
کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اجتماع و حلقہ جائز ہیں۔ شیخ فرمانے  
لگے: آپ نے میرا مسئلہ ہی حل کر دیا۔ نیز انہوں نے مجھے جزاک اللہ خیرا کہا۔  
آپ ﷺ نیک و پارسا آدمی تھے۔“

(معالم السنن: ۱/۲۴۷)

تنبیہ:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قِيلَ: مَا سِيَمَاهُمْ؟ قَالَ: سِيَمَاهُمُ التَّحْلِيقُ أَوْ قَالَ: التَّسْيِدُ.

”صحابہ کرام اللہ عنہم نے پوچھا: خارجیوں کی نشانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سر

منڈوانا۔“

(صحیح البخاری: ۷۵۶۲)

صحیح مسلم (۱۰۶۴) کی روایت ہے۔

سِيَمَاهُمُ التَّحَالُقُ.

”سر منڈوانا ان کی نشانی ہے۔“

اس حدیث کی وضاحت شارحین حدیث کی زبانی سنیں۔

شارح صحیح مسلم حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالتَّحَالُقِ حَلْقُ الرُّؤُوسِ وَفِي الرِّوَايَةِ الْآخَرِی

التَّحَلُّقُ وَاسْتَدَلَّ بِهِ بَعْضُ النَّاسِ عَلَى كَرَاهَةِ حَلْقِ الرَّأْسِ

وَلَا دَلَالَةَ فِيهِ وَإِنَّمَا هُوَ عَلَامَةٌ لَهُمْ وَالْعَلَامَةُ قَدْ تَكُونُ بِحَرَامٍ

وَقَدْ تَكُونُ بِمُبَاحٍ كَمَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آيَتُهُمْ

رَجُلٌ أَسْوَدٌ إِحْدَى عِضْدِيهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ وَمَعْلُومٌ أَنَّ هَذَا

لَيْسَ بِحَرَامٍ وَقَدْ ثَبَتَ فِي سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ

الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رَأَى صَبِيًّا قَدْ حَلَقَ بَعْضَ رَأْسِهِ فَقَالَ احْلِقُوهُ كُلَّهُ أَوْ اتْرُكُوهُ



كُلَّهُ) وَهَذَا صَرِيحٌ فِي إِبَاحَةِ حَلْقِ الرَّأْسِ لَا يَحْتَمِلُ تَأْوِيلًا،  
قَالَ أَصْحَابُنَا حَلْقُ الرَّأْسِ جَائِزٌ بِكُلِّ حَالٍ لِّكُنْ إِنْ شَقَّ عَلَيْهِ  
تَعَهُدُهُ بِالذَّهْنِ وَالتَّسْرِيحِ اسْتِحْبَابٌ حَلْقُهُ وَإِنْ لَمْ يَشُقَّ  
اسْتِحْبَابٌ تَرْكُهُ.

”تحالق سے مراد سروں کو مونڈھنا ہے، دوسری روایت میں تحلق کے الفاظ  
ہیں۔ بعض لوگوں نے اس سے سر منڈوانے کی کراہت پر دلیل بنانے کی  
کوشش کی ہے، جب کہ ان کی یہ دلیل بنتی نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ تو خارجیوں کی  
ایک علامت بیان ہوئی ہے اور علامت حرام چیز سے بھی ہو سکتی ہے اور مباح ا  
ور جائز سے بھی۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ان کی علامت یہ ہے  
کہ ان میں ایک سیاہ فام آدمی ہوگا، جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح  
ہوگا۔ یہ تو طے ہے کہ یہ کوئی حرام چیز نہیں ہے۔ اس پر سہاگہ یہ کہ سنن ابوداؤد  
(۴۱۹۲) کی روایت جو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے، میں ہے کہ رسول اللہ  
ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کچھ سر مونڈھا ہوا تھا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا،  
آپ نے فرمایا: ”سارے سر مونڈھو یا سارا چھوڑ دو۔“ حلق کے جواز پر یہ حدیث  
اس قدر صریح ہے کہ تاویل کی کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ ہمارے اصحاب کہتے  
ہیں کہ سر منڈوانا ہر حال میں جائز ہے۔ بالوں کو تیل و کنگھی کا اہتمام کرنا مشکل  
ہو، تو سر منڈوانا مستحب ہے اور اگر مشکل نہیں، تو بال رکھنا مستحب ہے۔“

(شرح صحیح مسلم: ۱۶۷/۷)

علامہ طیبی (۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

(التَّحْلِيقُ) أَيَّ عِلْمَتُهُمُ التَّحْلِيقُ، وَإِنَّمَا أَتَى بِهَذَا الْبَنَاءِ إِمَّا لَتَعْرِيفٍ مُبَالَغَتِهِمْ فِي الْحَلْقِ أَوْ لِكَثَارَتِهِمْ مِنْهُ، وَفِيهِ وَجْهَانِ، أَحَدُهُمَا: اسْتِصْصَالُ الشَّعْرِ مِنَ الرَّأْسِ، وَهُوَ لَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْحَلْقَ مَذْمُومٌ، فَإِنَّ الشَّيْمَ وَالْحِلَى الْمَحْمُودَةَ قَدْ يَتَزَيَّنُ بِهِ الْخَبِيثُ تَلْيِيسًا تَرْوِيجًا لِّخُبْنِهِ وَإِفْسَادِهِ عَلَى النَّاسِ، وَهُوَ كَوَصْفِهِمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ.

”یعنی ان کی علامت سرمند وانا ہے۔ تحلیق کا لفظ اس لیے لایا گیا کہ یا تو وہ سرمونڈ ہنے میں مبالغہ کرتے ہوں گے یا کثرت سے سرمونڈواتے ہوں گے۔ لہذا اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً سر کے بال جڑ سے ہی اکھاڑ دینا۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ حلق کرنا مکروہ ہے، کیونکہ کبھی برا آدمی اپنی خباثت کو فروغ دینے اور لوگوں کے لیے فساد کھڑا کرنے کے لیے عمدہ اخلاق اور ظاہری وضع قطع کا روپ دھارتا ہے۔ یہ خارجی بھی ایسے ہی ہوں گے، جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے بیان کر دیا ہے۔“

(شرح الطیبی: ۲۵۰۴/۸)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ (۸۴۹-۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْقُرْطُبِيُّ: قَوْلُهُ سَيِّمَاهُمُ التَّحْلِيقُ أَيَّ جَعَلُوا ذَلِكَ عِلَامَةً لَهُمْ عَلَى رَفْضِهِمْ زِينَةَ الدُّنْيَا وَشِعَارًا لِّيَعْرِفُوا بِهِ وَهَذَا مِنْهُمْ جَهْلٌ بِمَا يُزْهَدُ وَمَالًا يُزْهَدُ فِيهِ وَابْتِدَاعٌ مِنْهُمْ فِي دِينِ

اللَّهِ شَيْئًا.

”امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «سَيَمَاهُمُ التَّحْلِيقُ» کا معنی یہ ہے کہ وہ سر منڈوانے کو دنیا سے بے رغبتی کا معیار اور شعار بنالیں گے کہ اس سے پہچان ہو سکے۔ یہ ان کی معیارِ زہد سے ناواقفیت اور دین میں اختراع کی بنا پر ہوگا۔“

(حاشیۃ السيوطي على النسائي: ۱۲۱/۷)

## تنبیہات:

① بعض لوگ بچوں کو مزاروں، مقبروں اور خانقاہوں پر لے جا کر ان کے سر کے بال منڈاتے ہیں، بزرگوں کے نام پر بالوں کی لٹ چھوڑ دیتے ہیں، یہ واضح شرک ہے، نیز ممنوع و حرام بھی ہے، کیوں کہ یہ قزع کی صورت بنتی ہے۔

② شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) سر کے بال منڈوانے کی ایک ناجائز اور حرام صورت یوں بیان کرتے ہیں:

حَلَقُهُ عَلَى وَجْهِ التَّعَبُّدِ وَالتَّذْيُنِ وَالزُّهْدِ؛ مِنْ غَيْرِ حَجٍّ وَلَا عُمْرَةٍ مِّثْلَ مَا يَأْمُرُ بَعْضُ النَّاسِ التَّائِبِ إِذَا تَابَ بِحَلْقِ رَأْسِهِ وَمِثْلَ أَنْ يُجْعَلَ حَلْقُ الرَّأْسِ شِعَارَ أَهْلِ النُّسْكِ وَالِدِّينِ؛ أَوْ مِنْ تَمَامِ الزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ أَوْ يُجْعَلَ مَنْ يَحْلِقُ رَأْسَهُ أَفْضَلَ مِمَّنْ لَمْ يَحْلِقْهُ أَوْ أَذِينَ أَوْ أَزْهَدَ أَوْ أَنْ يُقْصَرَ مِنْ شَعْرِ التَّائِبِ كَمَا يَفْعَلُ بَعْضُ الْمُتَنَسِّينَ إِلَى الْمَشِيخَةِ إِذَا تَوَبَّ أَحَدًا أَنْ يَقْصَرَ بَعْضَ شَعْرِهِ وَيُعَيِّنُ الشَّيْخُ صَاحِبَ مِقْصَرٍ

وَسَجَّادَةً؛ فَيَجْعَلُ صَلَاتَهُ عَلَى السَّجَّادَةِ وَقَصَّهُ رُءُوسَ  
النَّاسِ مِنْ تَمَامِ الْمَشِيخَةِ الَّتِي يَصْلُحُ بِهَا أَنْ يَكُونَ قُدْوَةً  
يَتُوبُ لِلتَّائِبِينَ فَهَذَا بِدْعَةٌ لَمْ يَأْمُرِ اللَّهُ بِهَا وَلَا رَسُولُهُ؛  
وَلَيْسَتْ وَاجِبَةً وَلَا مُسْتَحَبَّةً عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْ أُمَّةٍ الدِّينِ؛ وَلَا  
فَعَلَهَا أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَلَا شُيُوخَ  
الْمُسْلِمِينَ الْمَشْهُورِينَ بِالزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ لَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا  
مِنَ التَّابِعِينَ وَلَا تَابِعِيهِمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّثْلُ الْفُضَيْلِ بْنِ  
عِيَاضٍ؛ وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ أَدَهَمَ؛ وَأَبِي سُلَيْمَانَ الدَّارَانِيَّ وَمَعْرُوفِ  
الْكُرْخِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ أَبِي الْحَوَارِيِّ؛ وَالسَّرِيِّ السَّقَطِيِّ؛  
وَالْجُنَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَسَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ التُّسْتَرِيِّ وَأَمْثَالِ  
هَؤُلَاءِ لَمْ يَكُنْ هَؤُلَاءِ يَقْصُونَ شَعْرَ أَحَدٍ إِذَا تَابَ وَلَا يَأْمُرُونَ  
التَّائِبَ أَنْ يَحْلِقَ رَأْسَهُ، وَقَدْ أَسْلَمَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعُ أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَمْ يَكُنْ يَأْمُرُهُمْ بِحَلْقِ رُءُوسِهِمْ  
إِذَا أَسْلَمُوا وَلَا قَصَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَأْسَ أَحَدٍ.

”حج وعمرہ کے علاوہ نیکی، دینداری اور زہد سمجھ کر سر منڈوانا ممنوع و حرام ہے۔  
جیسا کہ بعض لوگ توبہ کرنے والے کو سر منڈوانے کا کہتے ہیں۔ یا سر منڈوانا

اللہ والوں کا شعار و معیار قرار دینا یا زہد و عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھنا یا اسے دوسروں سے افضل، دیندار اور زاہد سمجھنا یا گناہ سے تائب ہونے والے کے کچھ بال کاٹ دینا، جیسا کہ بزرگوں کی طرف منسوب بعض لوگ کا وطیرہ ہے کہ جب کسی کو توبہ کرواتے ہیں، تو اس کے کچھ بال کاٹ دیتے ہیں اور بزرگ صاحب کاٹنے والے اور جائے نماز کا تعین بھی کرتا ہے۔ وہ نماز اس مصلے پر ادا کرتا ہے اور اس کے بال بزرگی کی تکمیل کے لیے سب کے سامنے کاٹے جاتے ہیں، تا کہ توبہ کرنے والوں کے لیے نمونہ بن جائے۔ یہ تو صریح بدعت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے اس کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی ائمہ دین کے ہاں اس کے واجب، یا مستحب ہونے کی کوئی حیثیت ہے۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور زہد و تقویٰ سے مزین شیوخ المسلمین نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ ایسا کوئی نہ صحابہ میں تھا، نہ ہی تابعین و اتباع تابعین میں۔ جیسا کہ فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، ابوسلیمان دارانی، معروف کرخی، سری سقطی، جنید بن محمد اور سہل بن عبد اللہ تستری وغیرہم رحمہم اللہ گناہ سے توبہ کرتے ہوئے بال نہیں کاٹتے تھے اور نہ کسی توبہ کرنے والے کو کاٹنے کا کہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا عرب مسلمان ہو کر تائب ہوا لیکن آپ نے انہیں اپنے بال کاٹنے کا نہیں کہا اور نہ ہی خود کسی کے بال کاٹے۔

(مجموع الفتاویٰ: ۱۱۷/۲۱-۱۱۹)

احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیائے کرام کے

نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں، اس میعاد تک کتنے ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں، پھر میعاد گزار کر مزار پر لے جا کر وہ بال اتارتی ہیں، تو یہ ضرور محض بے اصل و بدعت ہے۔“

(فتاویٰ افریقہ، ص: 73)

③ مصیبت کے وقت سر منڈوانا کبیرہ گناہ ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ محرم الحرام میں غم حسین میں سر کے بال منڈوا لیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات ہے۔ مومنوں کو چاہیے کہ وہ مصائب و آلام میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کریں۔ جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیماری کی حالت میں کہا تھا:

أَنَا بَرِيءٌ مِّمَّنْ بَرِيَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَةِ.

”جس سے رسول اللہ ﷺ بری ہیں، میں بھی اس سے بری ہوں۔ نبی کریم ﷺ مصیبت کے وقت بین اور واویلہ کرنے والی، سر منڈوانے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہیں۔“

(صحیح البخاری: ۱۲۹۶، صحیح مسلم: ۱۰۴)

**حج و عمرہ میں بال منڈوانا مستحب ہے:**

حج و عمرہ میں سر کے بال منڈوانے کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے۔ اس کی مشروعیت و سنیت کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ﴾ (الفتح: ۲۷)

”اپنے سر کے بال منڈوانے والے اور کٹوانے والے۔“

حج و عمرہ سر کے بال منڈوانا افضل اور کٹوانا جائز ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ، قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ،  
قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ، قَالَ: وَالْمُقَصِّرِينَ.

”اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔ صحابہ عرض گزار ہوئے: اللہ کے رسول!  
سر کے بال کٹوانے والوں کے لیے بھی دعا فرمائیے۔ فرمایا: اللہ! سر کے بال  
منڈوانے والوں پر رحم فرما۔ صحابہ کرام نے پھر عرض کی: اللہ کے رسول! بال  
کٹوانے والوں پر بھی! فرمایا: بال کٹوانے والوں پر بھی۔“

(صحیح البخاری: ۱۷۲۷، صحیح مسلم: ۳۱۰۱)

نبی کریم ﷺ نے بال منڈوانے والوں کے حق میں تین بار دعائے رحمت و مغفرت  
فرمائی۔ صحابہ کرام کے کہنے پر بال کٹوانے والوں کے حق میں ایک بار دعا فرمائی۔

فائدہ نمبر ①:

صحیح البخاری (۱۷۲۸) اور صحیح مسلم (۱۳۰۲) میں دعائے مغفرت بھی ثابت ہے۔

فائدہ نمبر ②:

حج و عمرہ میں عورتوں کے لیے ایک دوانچ بال کٹوانے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ سیدنا



عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ.  
”عورتیں سر کے بال نہیں منڈوائیں گی، بل صرف (معمولی) بال کاٹ لیں  
گی۔“

(سنن أبي داود: ١٩٨٥، سنن الدارمي: ٦٤/٢، سنن الدارقطني: ٢٧١/٢، وسندهُ

حسن)

اس حدیث کو امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

(العلل لابن أبي حاتم: ٢٨١/١)

حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ٨/١٩٤) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (بلوغ المرام: ٤٦٩)

نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

حافظ ابن المنذر (٢٣٢-٣١٩ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنْ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ.

”اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتیں بال نہیں منڈوائیں گے۔“

(الإجماع، ص: ٥٨، الإشراف على مذاهب العلماء: ٣/٣٥٩)

بہت سارے اہل علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ جیسا کہ

حافظ ابن القطان فاسی (الامتناع في مسائل الاجماع: ١٦٣٦)، حافظ نووی (المجموع:

٨/٢١٠)، علامہ ابن قدامہ مقدسی (المغنی: ٣/٣٩٠)، علامہ قرطبی (تفسیر قرطبی: ٢/٣٨١)،

علامہ کاسانی حنفی (بدائع الصنائع: ٢/١٢١) وغیرہ۔

شرح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:



وَأَمَّا النِّسَاءُ فَلَمْ يَشْرَوْهُ فِي حَقِّهِنَّ التَّقْصِيرُ بِالْإِجْمَاعِ .

”حج و عمرہ میں عورتوں کے لیے (معمولی) بال کاٹنا بالاجماع مشروع ہے۔“

(فتح الباری: ۵۶۵/۳)

تنبیہ:

علامہ کاسانی حنفی (م: ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

لِهَذَا لَمْ تَفْعَلْهُ وَاحِدَةٌ مِّنْ نِّسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”نبی کریم ﷺ کی ازواج میں کسی نے بھی سر نہیں منڈوایا۔“

(بدائع الصنائع: ۱۴۱/۲)

کاسانی صاحب کی یہ بات درست نہیں۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے ایسا کرنا ثابت ہے۔  
یزید بن اصرم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ مَيْمُونَةَ تَحْلِقُ رَأْسَهَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد میں نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو سر منڈواتے دیکھا۔“

(طبقات ابن سعد: ۱۱۰/۸، المعجم الكبير للطبراني: ۴۲۲/۲۳، ح: ۱۰۲۲، وسنده

حسن)

نیز کہتے ہیں:

دَفَنَّا مَيْمُونَةَ بِسَرَفٍ فِي الظُّلَّةِ الَّتِي بَنَى بِهَا فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ

وَكَانَتْ يَوْمَ مَاتَتْ مَحْلُوقَةً قَدْ حَلَقَتْ فِي الْحَجِّ .

”ہم نے سرف مقام پر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو اسی شامیہ میں دفن کیا، جس میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کی رخصتی ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سر کے بال وفات والے دن مونڈے ہوئے تھے، جو انہوں نے حج کے موقع پر منڈوائے تھے۔“

(الطبقات لابن سعد : ۱۱۰/۸، سندہ صحیح)

سیدہ میمونہ نے اجتہاداً ایسا کر لیا، چوں کہ آپ بوڑھی تھیں اور دنیا سے بے غرض تھیں۔

**حالتِ احرام میں عذر کی بنا پر سر منڈانے کی اجازت:**

احرام میں مریض کو دوائی لگانے یا جوؤں کو تلف کرنے کی غرض سے سر کے بال منڈوانے کی شریعت مطہرہ میں اجازت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ (البقرة: ۱۹۶)

”اس وقت تک سر نہ منڈواؤ، جب تک قربانی ذبح نہ کر دی جائے، جو بیمار ہو یا سر میں تکلیف ہو (وہ ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا سکتا ہے لیکن) روزوں، صدقہ یا دم کا فدیہ ہے۔“

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے سر میں جوئیں پڑ گئیں، جو ان کے لیے حالت احرام میں باعثِ اذیت تھیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِحْلِقْ رَأْسَكَ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينٍ، أَوْ انْسُكْ بِشَاةٍ .

”اپنے سر کے بال منڈوا دیں اور تین روزیں رکھ لیں یا چھ مساکین کو کھانا کھلا

دیں یا ایک بکری ذبح کر دیں۔“

(صحیح البخاری: ۱۸۱۴، صحیح مسلم: ۱۲۰۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:  
 حَلَقُ الرَّأْسِ لِلْحَاجَةِ مِثْلُ أَنْ يَحْلِقَهُ لِلتَّداوِي فَهَذَا أَيْضًا  
 جَائِزٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ .  
 ”حاجی کے لیے بہ وقت ضرورت دوائی وغیرہ لگانی کے لیے سر منڈوانا کتاب و  
 سنت اور اجماع کی رو سے جائز ہے۔“

(مجموع الفتاویٰ: ۱۱۷/۲۱)

### پیالہ کٹنگ:

قزع (پیالہ کٹنگ) کی بہت ساری صورتیں ہیں۔

① سر کے بال بغیر ترتیب کے منڈوانا۔ مثلاً سر کے دائیں بائیں اور پیشانی  
 کے بال منڈوالینا اور باقی کو چھوڑ دینا۔

② سر کے درمیان سے بال منڈوانا اور سائیڈوں کے بال چھوڑ دینا۔

③ سر کے درمیان سے بال چھوڑ دینا اور سائیڈوں کے بال منڈوا دینا۔

④ پیشانی کے بال منڈوانا اور سر کے باقی حصے کے بال چھوڑ دینا وغیرہ۔

یہ ساری کی ساری ممنوع و حرام صورتیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع  
 فرمایا ہے۔ یہ کفار کی مشابہت ہے، کافروں کی وضع قطع اختیار حرام ہے، یہ غیر سنجیدہ، گھٹیا اور  
 پست ذہنیت کی عکاسی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ الْقَزَعِ .

”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالہ کٹنگ سے منع فرماتے ہوئے سنا۔“

(صحیح البخاری: ۵۹۲۰، صحیح مسلم: ۲۱۲۰)

## عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (آل عمران: ۵۹)

”اللہ کے ہاں عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے تخلیق کیا، کہا: ہو جاؤ، پس ہو گئے۔“

اس آیت کی تفسیر و تشریح میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

فَأَعْنَى بِقَوْلِهِ : ﴿مَثَلَ عِيسَى﴾ (آل عمران : ۵۹) إِشَارَةً إِلَى الْبَشَرِيَّةِ الْمَأْخُودَةِ مِنْ مَرْيَمَ الطَّاهِرَةِ، لِأَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ هَاهُنَا اسْمَ الْمَسِيحِ، إِنَّمَا ذَكَرَ عِيسَى فَقَطْ . كَمَا أَنَّ آدَمَ خُلِقَ مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَلَا مُبَاضَعَةٍ، فَكَذَلِكَ جَسَدُ السَّيِّدِ الْمَسِيحِ خُلِقَ مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَلَا مُبَاضَعَةٍ، وَكََمَا أَنَّ جَسَدَ آدَمَ ذَاقَ الْمَوْتَ، فَكَذَلِكَ جَسَدُ الْمَسِيحِ ذَاقَ الْمَوْتَ، وَقَدْ يُبْرَهُنُ بِقَوْلِهِ أَيْضًا قَائِلًا : إِنَّ اللَّهَ أَلْقَى كَلِمَتَهُ إِلَى مَرْيَمَ، وَذَلِكَ حَسَبَ قَوْلِنَا مَعْشَرَ النَّصَارَى : إِنَّ كَلِمَةَ اللَّهِ الْإِزَلِيَّةَ الْخَالِقَةَ

حَلَّتْ فِي مَرْيَمَ وَتَجَسَّدَتْ بِإِنْسَانٍ كَامِلٍ، وَعَلَى هَذَا الْمِثَالِ  
نَقُولُ: فِي السَّيِّدِ الْمَسِيحِ طَبِيعَتَانِ: طَبِيعَةٌ لَّاهُوتِيَّةٌ الَّتِي هِيَ  
طَبِيعَةُ كَلِمَةِ اللَّهِ وَرُوحِهِ، وَطَبِيعَةٌ نَّاسُوتِيَّةٌ الَّتِي أُخِذَتْ مِنْ  
مَرْيَمَ الْعَذْرَاءِ وَاتَّحَدَتْ بِهِ، وَلَمَّا تَقَدَّمَ بِهِ الْقَوْلُ مِنَ اللَّهِ  
تَعَالَى عَلَى لِسَانِ مُوسَى النَّبِيِّ، إِذْ يَقُولُ: (أَلَيْسَ هَذَا اللَّابُ  
الَّذِي خَلَقَكَ وَبَرَكَ وَاقْتَنَاكَ) قِيلَ: وَعَلَى لِسَانِ دَاوُدَ النَّبِيِّ  
(رُوحَكَ الْقُدُّوسَ لَا تُنَزِّعُ مِنِّي) وَأَيْضًا عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ  
النَّبِيِّ: (بِكَلِمَةِ اللَّهِ تَشَدَّدَتْ السَّمَاوَاتُ وَبِرُوحِ فَاهِ جَمِيعُ  
قُورَاهُنَّ) وَلَيْسَ يَدُلُّ هَذَا الْقَوْلُ عَلَى ثَلَاثَةِ خَالِقِينَ، بَلْ خَالِقٍ  
وَاحِدٍ: اللَّابُ وَنُطْقُهُ: أَيُّ كَلِمَتُهُ وَرُوحُهُ: أَيُّ حَيَاتِهِ .  
وَالْجَوَابُ مِنْ وُجُوهِ: أَحَدُهَا: أَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ مِثْلَ  
عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمِثْلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ: كُنْ  
فَيَكُونُ﴾ (آل عمران: ٥٩) كَلَامٌ حَقٌّ، فَإِنَّهُ سُبْحَانَهُ خَلَقَ هَذَا  
النَّوْعَ الْبَشَرِيَّ عَلَى الْأَقْسَامِ الْمُمَكِّنَةِ لِیُبَيِّنَ عُمُومَ قُدْرَتِهِ،  
فَخَلَقَ آدَمَ مِنْ غَيْرِ ذَكَرٍ وَلَا أُنْثَى، وَخَلَقَ زَوْجَتَهُ حَوَاءَ مِنْ  
ذَكَرٍ بِلَا أُنْثَى، كَمَا قَالَ تَعَالَى: ﴿وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾  
(النساء: ١) وَخَلَقَ الْمَسِيحَ مِنْ أُنْثَى بِلَا ذَكَرٍ، وَخَلَقَ سَائِرَ

الْخَلْقِ مِنْ ذَكَرُواثْنِي، وَكَانَ خَلْقُ آدَمَ وَحَوَّاءَ أَعْجَبَ مِنْ  
 خَلْقِ الْمَسِيحِ، فَإِنَّ حَوَّاءَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعِ آدَمَ، وَهَذَا  
 أَعْجَبُ مِنْ خَلْقِ الْمَسِيحِ فِي بَطْنِ مَرْيَمَ، وَخَلْقُ آدَمَ  
 أَعْجَبُ مِنْ هَذَا وَهَذَا، وَهُوَ أَصْلُ خَلْقِ حَوَّاءَ، فَلِهَذَا شَبَّهَهُ  
 اللَّهُ بِخَلْقِ آدَمَ الَّذِي هُوَ أَعْجَبُ مِنْ خَلْقِ الْمَسِيحِ، فَإِذَا كَانَ  
 سُبْحَانَهُ قَادِرًا أَنْ يَخْلُقَهُ مِنْ تُرَابٍ، وَالتُّرَابُ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ  
 بَدَنِ الْإِنْسَانِ، أَفَلَا يَقْدِرُ أَنْ يَخْلُقَهُ مِنْ امْرَأَةٍ هِيَ مِنْ جِنْسِ  
 بَدَنِ الْإِنْسَانِ؟ وَهُوَ سُبْحَانَهُ خَلَقَ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ قَالَ لَهُ:  
 كُنْ فَيَكُونُ، لَمَّا نَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ، فَكَذَلِكَ الْمَسِيحُ نَفَخَ  
 فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَقَالَ لَهُ: كُنْ فَيَكُونُ، وَلَمْ يَكُنْ آدَمُ بِمَا نَفَخَ  
 مِنْ رُوحِهِ لَاهُوتًا وَنَاسُوتًا، بَلْ كُلُّهُ نَاسُوتٌ، فَكَذَلِكَ  
 الْمَسِيحُ كُلُّهُ نَاسُوتٌ، وَاللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ذَكَرَ هَذِهِ الْآيَةَ فِي  
 ضَمَنِ الْآيَاتِ الَّتِي أَنْزَلَهَا فِي شَأْنِ النَّصَارَى، لَمَّا قَدِمَ عَلَى  
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَارَى نَجْرَانَ وَنَاطَرُوهُ فِي  
 الْمَسِيحِ، وَأَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ مَا أَنْزَلَ، فَبَيَّنَ فِيهِ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي  
 اخْتَلَفَتْ فِيهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، فَكَذَّبَ اللَّهُ الطَّاغُوتَيْنِ:  
 هَؤُلَاءِ فِي غُلُوِّهِمْ فِيهِ، وَهَؤُلَاءِ فِي ذَمِّهِمْ لَهُ. وَقَالَ عَقَبَ

هَذِهِ الْآيَةُ : ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ . إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ . فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ . قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران : ٦١-٦٤) وَقَدْ امْتَثَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ اللَّهِ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْمُبَاهَلَةِ فَعَرَفُوا أَنَّهُمْ إِنْ بَاهَلُوهُ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ لَعْنَتَهُ، فَأَقْرَأُوا بِالْجِزْيَةِ وَهُمْ صَاغِرُونَ، ثُمَّ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَقْلَ مَلِكِ الرُّومِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى : ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا﴾ (آل عمران : ٦٤) إِلَى آخِرِهَا . وَكَانَ أَحْيَانًا يَقْرَأُ بِهَا فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِنْ رَكْعَتِي الْفَجْرِ، وَيَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِقَوْلِهِ : ﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ

بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٦﴾ وَهَذَا كُلُّهُ  
يُبَيِّنُ بِهِ أَنَّ الْمَسِيحَ عَبْدٌ لَيْسَ بِالِإِلَهِ، وَأَنَّهُ مَخْلُوقٌ كَمَا خُلِقَ  
آدَمَ.

”اس (آل عمران: ۵۹) میں بشریت عیسیٰ کی طرف اشارہ ہے، جو کہ سیدہ  
مریم علیہا السلام سے ماخوذ ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ’المسیح‘ نہیں کہا بل کہ  
صرف عیسیٰ پر اکتفا کیا ہے۔ جیسے آدم علیہ السلام کو بغیر کسی جوڑے کے ملاپ سے  
پیدا کیا ایسے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا، جیسے آدم علیہ السلام کو موت آئی، ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام  
کو بھی موت آئے گی۔ پھر اپنی بات کو یہ کہتے ہوئے مبرہن کیا کہ سیدہ مریم علیہا السلام  
کی طرف ہم نے کلمہ القا کیا۔ یہ بات ہمارے عیسائی بھائیوں کے موافق ہے،  
جب کہ وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ازلی و تخلیقی کلمہ سیدہ مریم علیہا السلام میں حلول کر گیا  
اور ایک کامل انسان کی صورت میں متشکل ہو گیا۔ لہذا ہم عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق  
کہیں گے کہ آپ میں دو خصوصیات تھیں ① طبیعت لاہوتیہ (الہی خصوصیت)  
جسے کلمۃ اللہ تا روح اللہ کہاں جاتا ہے۔ ② طبیعت ناسوتی (انسانی  
خصوصیت) جسے مریم کنواری سے لے کر ان سے ملا دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ  
کا فرمان موسیٰ نبی کی زبانی گزر چکا ہے کہ اللہ نے فرمایا: (أَلَيْسَ هَذَا الْأَبُ  
الَّذِي خَلَقَكَ وَبَرَآكَ وَأَفْتَنَّاكَ) ’کیا یہ وہ ابو نہیں ہے، جس نے آپ کو پیدا  
کیا، بری کیا اور مال دار بنایا۔‘ نبی داؤد کی زبانی فرمایا: (رُوحُكَ الْقُدُّسُ لَا  
تُنْزَعُ مِنِّي) ’تیری پاک روح مجھ سے کھینچی نہ جائے۔‘ اور نبی داؤد ہی کی زبانی  
فرمایا: (بِكَلِمَةِ اللَّهِ تَشَدَّدَتِ السَّمَاوَاتُ وَبِرُوحِ فَاهِ جَمِيعُ قَوَاهِنَ)



’اللہ کے کلمہ سے آسمان مضبوط ہوئے اور اس کی روح سے ان کے ستون بنے۔‘

جب یہ اقوال تین الہ پر دلالت نہیں کرتے، بل ان سے بھی ایک ہی الہ ثابت ہوتا ہے۔ باپ اور اس کا کلام یعنی اس کی روح اور کلمہ یا کہہ سکتے ہیں: اس کی حیات۔ اس کا جواب کئی طرح دیا جاسکتا ہے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان (آل عمران: ۵۹) حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی نسل کو مختلف صورتوں سے پیدا کیا تاکہ اپنے اپنی قدرت کاملہ کے کرشمے دکھائے۔ آدم علیہ السلام کو کسی مرد و زن کے اختلاط کے بغیر پیدا کیا، بی بی حوا کو بغیر عورت کے پیدا کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا) (النساء: ۱) ’اور ان سے ان کی بیوی کو پیدا کیا‘ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر مرد کے عورت سے پیدا کیا۔ باقی ساری انسانیت کو مرد و زن سے پیدا کیا۔ آدم و حوا علیہما السلام کی تخلیق عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ حوا کی تخلیق آدم کی پسلی سے ہوئی، یہ عیسیٰ کی بطن مریم سے پیدائش کی بہ نسبت زیادہ تعجب خیز ہے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش دونوں کی پیدائش سے زیادہ عجیب ہے، نیز آپ حوا کی پیدائش کی اصل ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے مشابہت دے دی ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ اسے مٹی سے پیدا کرنے پر قادر ہے جب کہ مٹی جنس انسان میں سے بھی نہیں ہے۔ کیا وہ ایک عورت کے بطن سے پیدا نہیں کر سکتا، جب کہ وہ جنس انسان میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کر کے کہا کہ ہو جائیں، تو ہو گئے، جب روح پھونکی۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام میں روح پھونک کر کہا ہو جائیں، وہ ہو

گئے۔ جب نفع روح سے آدم علیہ السلام کے لاہوت و ناسوت دوا جزا نہیں بنے، بل کہ صرف ناسوت تھے، ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف ناسوت تھے۔ اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ضمن میں نازل کیا ہے، جن کا شان نزول یہ ہے کہ جب نجران کے عیسائی نبی کریم ﷺ سے آکر عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مناظرہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کر دیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ حق بات کو واضح کر دیا کہ جس میں یہود و نصاریٰ متردد تھے۔ ان دونوں گروہوں کا جھوٹ واضح کر کے فرمایا کہ عیسائی اپنے غلو پر اترے ہوئے ہیں اور یہودی تقصیر پر۔ تو اللہ تعالیٰ نے (سورۃ آل عمران: ۶۱-۶۴) نازل کیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمان باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے نصاریٰ نجران کو مباہلے کا چیلنج دے دیا۔ عیسائی جان گئے کہ اگر انہوں نے نبی پاک ﷺ سے مباہلہ کیا تو اللہ کی لعنت آن لے گی۔ تو انہوں نے ذلیل ہو کر جزیہ ادا کیا۔ نیز نبی کریم ﷺ نے شاہ روم ہرقل کو بھی (سورۃ آل عمران: ۶۴) خط میں لکھی۔ پھر نبی کریم ﷺ اس آیت کو کبھی کبھار فجر کی دوسری رکعت میں تلاوت فرماتے اور پہلی رکعت میں (سورۃ بقرہ: ۱۳۶) کی تلاوت فرماتے تھے۔ ان سب دلائل سے عیاں ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں الہ نہیں ہے اور آدم علیہ السلام کی طرح ان کی بھی تخلیق ہوئی ہے۔“

(الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح: ۲/۲۹۳-۲۹۵)

مشہور مفسر اہل سنت، عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰-۷۷۷ھ) لکھتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ﴾ فِي قُدْرَةِ اللَّهِ

تَعَالَى حَيْثُ خَلَقَهُ مِنْ غَيْرِ أَبِي ﴿كَمَثَلِ آدَمَ﴾ فَإِنَّ اللَّهَ  
تَعَالَى خَلَقَهُ مِنْ غَيْرِ أَبِي وَلَا أُمٍّ، بَلْ ﴿خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ  
لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾، وَالَّذِي خَلَقَ آدَمَ قَادِرٌ عَلَى خَلْقِ عِيسَى  
بِطَرِيقِ الْأُولَى وَالْآخَرَى، وَإِنْ جَازَ ادِّعَاءُ الْبُنُوَّةِ فِي عِيسَى  
بِكَوْنِهِ مَخْلُوقًا مِنْ غَيْرِ أَبِي، فَجَوَازُ ذَلِكَ فِي آدَمَ بِالطَّرِيقِ  
الْأُولَى، وَمَعْلُومٌ بِالْإِتِّفَاقِ أَنَّ ذَلِكَ بَاطِلٌ، فَدَعَاوَاهَا فِي  
عِيسَى أَشَدُّ بَطْلَانًا وَأَظْهَرُ فَسَادًا، وَلَكِنَّ الرَّبَّ، عَزَّ وَجَلَّ،  
أَرَادَ أَنْ يُظْهِرَ قُدْرَتَهُ لِخَلْقِهِ، حِينَ خَلَقَ آدَمَ لَا مِنْ ذَكَرٍ وَلَا  
مِنْ أُنْثَى؛ وَخَلَقَ حَوَاءَ مِنْ ذَكَرٍ بِلَا أُنْثَى، وَخَلَقَ عِيسَى مِنْ  
أُنْثَى بِلَا ذَكَرٍ كَمَا خَلَقَ بَقِيَّةَ الْبَرِيَّةِ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى، وَلِهَذَا قَالَ  
تَعَالَى فِي سُورَةِ مَرْيَمَ: ﴿وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ﴾ (مَرْيَمَ: ٢١).

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا کرشمہ بیان کر رہا ہے کہ اس نے  
عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا جیسا کہ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں و باپ کے پیدا  
کیا، بل انہیں مٹی سے پیدا کر کے اپنی ’کن فیکون‘ قدرت سے زندگی دے۔  
جس نے آدم کو پیدا کیا وہ عیسیٰ کو تو بالاولیٰ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ نیز اگر عیسیٰ کو  
بغیر باپ کے پیدا ہونے کی بنا پر اللہ کا بیٹا قرار دیا جاسکتا ہے تو آدم بغیر ماں و  
باپ کے پیدا ہونے کی بنا پر بالاولیٰ اللہ کے بیٹے ہوں گے۔ جب آدم علیہ السلام  
کے متعلق یہ کہنا بالاتفاق باطل ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایسا کہنا بالاولیٰ باطل

ہوگا، لیکن درحقیقت اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور دیگر انسانوں کو ماں باپ سے پیدا کیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے سورت مریم میں فرمایا ہے: ﴿وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ﴾ (مریم: ۲۱) 'تا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کے لیے نشانی بنا دے۔'

(تفسیر ابن کثیر: ۴۹/۲)

نیز فرماتے ہیں:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي سُورَةِ «آلِ عِمْرَانَ» الَّتِي أُنْزِلَ صَدْرُهَا، وَهُوَ ثَلَاثٌ وَثَمَانُونَ آيَةً مِنْهَا، فِي الرَّدِّ عَلَى النَّصَارَى، عَلَيْهِمْ لَعَائِنُ اللَّهِ، الَّذِينَ زَعَمُوا أَنَّ لِلَّهِ وَلَدًا، تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا، وَكَانَ قَدْ قَدِمَ وَفَدُ نَجْرَانٍ مِنْهُمْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلُوا يَذْكُرُونَ مَا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَاطِلِ، مِنَ التَّثْلِيثِ فِي الْأَقَانِيمِ، وَيَدَّعُونَ بِزَعْمِهِمْ أَنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ، وَهُمْ الذَّاتُ الْمُقَدَّسَةُ، وَعِيسَى، وَمَرْيَمُ، عَلَى اخْتِلَافٍ فَرَقِهِمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ، عَزَّوَجَلَّ، صَدْرَ هَذِهِ السُّورَةِ بَيْنَ فِيهَا، أَنَّ عِيسَى عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِ اللَّهِ، خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ فِي الرَّحِمِ، كَمَا صَوَّرَ غَيْرَهُ مِّنَ الْمَخْلُوقَاتِ، وَأَنَّهُ خَلَقَهُ مِّنْ غَيْرِ أَبِي، كَمَا خَلَقَ آدَمَ مِّنْ غَيْرِ

أَبٍ وَلَا أُمٍّ وَقَالَ لَهُ : كُنْ فَكَانَ، وَبَيَّنَ تَعَالَى أَصْلَ مِيلَادِ أُمِّهِ  
مَرْيَمَ، وَكَيْفَ كَانَ مِنْ أُمِّهَا، وَكَيْفَ حَمَلَتْ بِوَلَدِهَا عِيسَى،  
وَكَذَلِكَ بَسَطَ ذَلِكَ فِي سُورَةِ مَرْيَمَ .

”اللہ تعالیٰ نے سورت آل عمران کی ابتدائی ۳۳ آیات عیسائیوں کے رد میں  
اتاری ہیں (ان پر اللہ کی لعنتیں ہیں) جن کا کہنا ہے کہ اللہ کا بیٹا ہے ”تَعَالَى  
اللَّهُ عَمَّا يَقُولُونَ عَلُوًّا كَبِيرًا“ (اللہ تعالیٰ ان کی بہتان بازیوں سے بری  
ہے۔) ہوا کچھ یوں کہ نجران سے کچھ عیسائی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور  
تشلیث جیسے باطل نظریات کا ذکر کرنے لگے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ تین  
میں سے تیسرا ہے۔ ان کے فرقوں کے اختلاف کے ساتھ تین الہ یہ ہیں  
۱۔ ذات مقدسہ ۲۔ مریم ۳۔ عیسیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے سورت کا ابتدائی حصہ نازل کر  
کے واضح کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے بندے ہی ہیں، انہیں بھی ماں مریم  
کے رحم میں تخلیقی مراحل سے گزارا اور صورت بخشی، جیسے دوسروں کو رحم مادر میں  
صورت عطا کی۔ بغیر باپ کے پیدا کیا جیسا آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے بغیر پیدا  
کیا اور انہیں کہا ہو جائیں، ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مکمل تفصیل بیان کی کہ  
عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم علیہا السلام کی پیدائش سے پہلے اور بعد کے احوال کیا تھے؟  
ان پر کیا ہتی؟ اور انہیں عیسیٰ علیہ السلام کا حمل کیسے ٹھہرا؟۔ یہ تفصیل سورت مریم میں  
بھی ہے۔“

(البدایة والنہایة : ۲/ ۴۱۶)



## حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور عقائد اہل سنت

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَكِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ يَتَكَلَّمُونَ بِعِلْمٍ وَعَدْلٍ، وَيُعْطُونَ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ.

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: 358/4)

نیز فرماتے ہیں:

فَمَنْ سَلَكَ سَبِيلَ أَهْلِ السُّنَّةِ اسْتَقَامَ قَوْلُهُ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْحَقِّ وَالِاسْتِقَامَةِ وَالْإِعْتِدَالِ، وَإِلَّا حَصَلَ فِي جَهْلٍ وَكَذِبٍ وَتَنَاقُضٍ كَحَالِ هَؤُلَاءِ الضُّلَّالِ.

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: 313/4)

① سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی

کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقُضِي حَتَّى يَمْضِيَ فِيهِمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً،

قَالَ: ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ، قَالَ: فَقُلْتُ لِأَبِي: مَا قَالَ؟

قَالَ: كُلُّهُمْ مِّنْ قُرَيْشٍ.

”نظام کائنات اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں، پھر نبی کریم ﷺ نے کچھ آہستہ سی بات کی میں نہ سن سکا، میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ کیا بات کی ہے؟ کہنے لگے: یہ کہ سب خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔“

(صحیح البخاری: ۷۲۲۲، صحیح مسلم: ۱۸۲۱، واللفظ لہ)

مورخ اسلام، مفسر قرآن، امام اہل سنت، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ الْبَشَارَةُ بِوُجُودِ اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً صَالِحًا يُقِيمُ الْحَقَّ وَيَعْدِلُ فِيهِمْ، وَلَا يُلْزَمُ مِنْ هَذَا تَوَالِيهِمْ وَتَتَابُعُ أَيَّامِهِمْ، بَلْ قَدْ وَجِدَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ عَلَى نَسَقٍ، وَهُمْ الْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَمِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِلَا شَكٍّ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ، وَبَعْضُ بَنِي الْعَبَّاسِ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ وَلَا يَتِيَهُمْ لَا مَحَالَةَ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ مِنْهُمْ الْمَهْدِيُّ الْمُبَشَّرُ بِهِ فِي الْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ بِذِكْرِهِ أَنَّهُ يُوَاطِيءُ اسْمُهُ اسْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِيهِ، فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، وَلَيْسَ هَذَا بِالْمُنْتَظَرِ الَّذِي يَتَوَهَّمُ الرَّافِضَةُ وَجُودَهُ ثُمَّ ظُهُورُهُ مِنْ سِرْدَابٍ «سَامِرَاءٍ» فَإِنَّ ذَلِكَ لَيْسَ لَهُ حَقِيقَةٌ وَلَا وَجُودٌ بِالْكُلِّيَّةِ، بَلْ هُوَ مِنْ هَوَسِ

الْعُقُولِ السَّخِيفَةِ، وَتَوَهُّمِ الْخَيَالَاتِ الضَّعِيفَةِ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ  
 بِهِؤُلَاءِ الْخُلَفَاءِ الْإِثْنِي عَشَرَ الْأَيُّمَةَ (الْإِثْنِي عَشَرَ) الَّذِينَ  
 يَعْتَقِدُ فِيهِمْ الْإِثْنَا عَشْرِيَّةَ مِنَ الرَّوَافِضِ، لِجَهْلِهِمْ وَقَلَّةِ  
 عَقْلِهِمْ، وَفِي التَّوَرَاةِ الْبَشَارَةُ بِإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَنَّ  
 اللَّهَ يُقِيمُ مِنْ صُلْبِهِ اثْنِي عَشَرَ عَظِيمًا، وَهُمْ هَؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ  
 الْإِثْنَا عَشَرَ الْمَذْكُورُونَ فِي حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَجَابِرِ بْنِ  
 سَمُرَةَ، وَبَعْضُ الْجَهْلَةِ مِمَّنْ أَسْلَمَ مِنَ الْيَهُودِ إِذَا اقْتَرَنَ بِهِمْ  
 بَعْضُ الشَّيْعَةِ يُوْهِمُونَهُمْ أَنَّهُمْ الْأَيُّمَةَ الْإِثْنَا عَشَرَ، فَيَتَشَيَّعُ  
 كَثِيرٌ مِنْهُمْ جَهْلًا وَسَفَهًا، لِقَلَّةِ عِلْمِهِمْ وَعِلْمُ مَنْ لَقَّنَهُمْ  
 ذَالِكَ بِالسُّنَنِ الثَّابِتَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اس امت میں بارہ نیک و صالح خلفا ہوں گے،  
 جو زمین پر عدل و انصاف قائم کریں گے۔ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ  
 وہ پے درپے ہوں گے اور ان کا دور بھی تسلسل کے ساتھ ہوگا، بل ان میں سے  
 چار تو لگا تار ہو چکے ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم۔ ائمہ کے نزدیک بلاشبہ ان  
 میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اور نبوعباس کے بعض خلفا بھی شامل ہیں۔ قیامت کا  
 ظہور تب تک نہیں ہوگا، جب تک ان بارہ کی خلافت نہ گزر جائے۔ لگتا ہے کہ  
 امام مہدی بھی ان میں ایک ہوں گئے، جن کے متعلق احادیث میں وارد ہے  
 کہ ان کا نام میں (محمد ﷺ) کے نام اور باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہو



گا۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، جیسے وہ ظلم و زیادتی سے اٹا اٹ  
 بھری ہوئی ہوگی۔ یہ مہدی شیعوں کا امام منتظر نہیں ہے کہ ان کا گمان ہے کہ وہ  
 ”سامراء نامی غار میں روپوش ہے۔ یہ کلی طور پر بے حقیقت بات ہے۔ بل کہ  
 یہ بے ہودہ عقلموں کا خطبی پن اور کمزور توہمات ہیں۔ ان بارہ اماموں سے شیعہ  
 کے بارہ امام مراد نہیں ہیں، جن کے متعلق اثنا عشریہ روافض اعتقادات رکھتے  
 ہیں۔ یہ سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ تورات میں اسماعیل علیہ السلام کی اور ان کی  
 نسل سے بارہ عظیم خلفا کی بشارت بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی بارہ خلفا ہیں جن کا  
 ذکر عبد اللہ بن مسعود اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں موجود ہے۔  
 یہودیوں سے مسلمان ہونے والے بعض جاہلوں کو جب شیعہ حضرات ملے، تو ان  
 ان رافضیوں نے انہیں وہم ڈالا کہ یہ بارہ خلفا ہمارے بارہ امام ہیں، تو ان  
 سے کئی ایک اپنی جہالت، پگلے پن، کم علمی اور حدیث رسول سے ناواقفیت کی بنا  
 پر شیعہ مذہب قبول کر لیا۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۳/۶۵، ۶۶)

نیز فرماتے ہیں:

هَذَا الْحَدِيثُ فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ وُجُودِ اثْنَيْ عَشَرَ  
 خَلِيفَةً عَادِلًا وَلَيْسُوا هُمْ بِأَيِّمَةِ الشَّيْعَةِ الْإِثْنِي عَشَرَ فَإِنَّ كَثِيرًا  
 مِّنْ أَوْلِيكَ لَمْ يَكُنْ إِلَيْهِمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَأَمَّا هَؤُلَاءِ فَإِنَّهُمْ  
 يَكُونُونَ مِنْ قُرَيْشٍ، يَلُونِ فَيَعْدِلُونَ، وَقَدْ وَقَعَتِ الْبَشَارَةُ بِهِمْ  
 فِي الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ، ثُمَّ لَا يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ مُتَتَابِعِينَ، بَلْ

يَكُونُ وُجُودُهُمْ فِي الْأُمَّةِ مُتَتَابِعًا وَمُتَفَرِّقًا، وَقَدْ وَجِدَ مِنْهُمْ  
أَرْبَعَةٌ عَلَى الْوَلَاءِ، وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ  
عَلِيٌّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، ثُمَّ كَانَتْ بَعْدَهُمْ فَتْرَةٌ، ثُمَّ وَجِدَ  
مِنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ قَدْ يُوجَدُ مِنْهُمْ مَنْ بَقِيَ فِي وَقْتِ  
يَعْلَمُهُ اللَّهُ، وَمِنْهُمْ الْمَهْدِيُّ الَّذِي يُطَابِقُ اسْمُهُ اسْمَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْيَتُهُ كُنْيَتُهُ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا  
وَقِسْطًا، كَمَا مِلْتُ جَوْرًا وَظُلْمًا.

”اس حدیث کا مفہوم ہے کہ اس امت میں بارہ پارسا و عادل خلیفہ ہوں گے۔  
یہ شیعہ کے مذہب کا بارہ ائمہ نہیں ہیں، کیوں کہ ان میں اکثر کو تو کوئی اقتدار ملا ہی  
نہیں، جب کہ یہ خلیفہ تو قریش میں ہوں گے۔ خلافت ملتے ہی عدل قائم  
کریں گے۔ ان کی بشارت سابقہ کتب میں بھی موجود ہے۔ پھر ان کے متعلق  
یہ بھی شرط نہیں کہ یہ لگاتار ہوں گے، بل کہ بعض تسلسل سے اور بعض انقطاع  
کے ساتھ۔ لگاتار خلیفہ بننے والوں میں ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم شامل  
ہیں۔ پھر ایک وقفہ کے بعد جس کا اللہ نے چاہا، ظہور فرما دیا۔ باقیوں کے  
اوقات ظہور کا حقیقی علم اللہ کے پاس ہے۔ ان بارہ میں امام مہدی بھی شامل  
ہیں کہ جن کا نام و کنیت نبی کریم ﷺ کے نام و کنیت کے مطابق ہوگی، زمین کو  
عدل و انصاف سے بھر دیں گے، جیسے ظلم و تشدد سے بھری ہوئی ہوگی۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۶/۷۸)

② فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (سورة التوبة: ١٠٠)

”ایمان میں سبقت و اولیت حاصل کرنے والے مہاجرین و انصار اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ ابد الابد تک ان کے لیے ایسے باغات کا انتظام کیا ہے، جن کے نیچے دریا جاری ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَقَدْ أَخْبَرَ اللَّهُ الْعَظِيمُ أَنَّهُ قَدْ رَضِيَ عَنِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ : فَيَا وَيْلٌ مَنْ أَبْغَضَهُمْ أَوْ سَبَّهُمْ أَوْ أَبْغَضَ أَوْ سَبَّ بَعْضَهُمْ، وَلَا سِيَمًا سَيِّدِ الصَّحَابَةِ بَعْدَ الرَّسُولِ وَخَيْرُهُمْ وَأَفْضَلُهُمْ، أَغْنَى الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ وَالْخَلِيفَةُ الْأَعْظَمُ أَبَا بَكْرٍ بْنُ أَبِي قُحَافَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَإِنَّ الطَّائِفَةَ الْمَخْذُولَةَ مِنَ الرَّافِضَةِ يُعَادُونَ أَفْضَلَ الصَّحَابَةِ وَيُبْغِضُونَهُمْ وَيَسُبُّونَهُمْ، عِيَاذًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ . وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ عُقُولَهُمْ مَعْكُوسَةٌ، وَقُلُوبُهُمْ

مَنْكُوسَةً، فَأَيْنَ هَؤُلَاءِ مِنَ الْإِيمَانِ بِالْقُرْآنِ، إِذْ يَسُبُّونَ مَنْ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ؟ وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ يَتَرَضُّونَ عَمَّنْ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَيَسُبُّونَ مَنْ سَبَّهَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ، وَيَوَالُونَ مَنْ  
يُؤَالِي اللَّهَ، وَيُعَادُونَ مَنْ يُعَادِي اللَّهَ، وَهُمْ مُتَّبِعُونَ لَا  
مُتَّبِعُونَ، وَيَقْتَدُونَ وَلَا يَبْتَدُونَ وَلِهَذَا هُمْ حِزْبُ اللَّهِ  
الْمُفْلِحُونَ وَعِبَادُهُ الْمُؤْمِنُونَ.

”اللہ عظیم و کریم نے اس آیت کریمہ میں خبر دی ہے کہ وہ ایمان میں سبقت و  
اولیت حاصل کرنے والے مہاجرین و انصار اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی  
کرنے والوں سے راضی ہو گیا ہے۔ افسوس اس پر جو تمام صحابہ کرام سے بغض  
رکھتا ہے اور انہیں سب و شتم کا نشانہ بناتا ہے یا بعض نفوس قدسیہ پر ہی اکتفا کرتا  
ہے۔ خاص کر نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کے سردار، افضل الصحابہ اور پسندیدہ  
ترین ہستی میری مراد صدیق اکبر، خلیفہ اعظم ابو بکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کو شیعہ کا  
ایک ذلیل و قبیح گروہ اپنے بغض و عناد اور سب و شتم کا نشانہ بناتا ہے۔ العیاذ  
باللہ! اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عقلیں ٹیڑھی ہیں اور دل الٹے ہیں۔ اللہ کی  
پسندیدہ شخصیات سے بغض رکھتے ہیں، ان کا قرآن کیسے ایمان ہو سکتا ہے؟  
اہل سنت تو ہر اس سے راضی ہے، جن سے اللہ راضی ہے۔ ہر اس کو برا کہتے  
ہیں، جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے برا کہا، اللہ کے دوستوں سے دوستی اور  
اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ یہ متبع سنت ہیں، بدعتی نہیں، قرآن و

حدیث کی پیروی کرتے ہیں، بدعات جاری نہیں کرتے۔ اس بنا پر یہ اللہ کا گروہ ہیں، فوز و فلاح ان کا مقدر ہے اور یہی اللہ کے مومن بندے ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۲۰۳/۴)

③ فرمان الہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِنَّمَا مُبِينًا﴾ (سورة الأحزاب: ۵۸)

”جنہوں نے مومنین اور مومنات کو ایسے بہتان لگا کر تکلیف دی، جن کے وہ مرتکب ہی نہیں ہوئے، تو ان لوگوں نے بہتان بازی کی اور کھلم کھلا گناہ کمایا۔“  
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا هُوَ الْبُهْتَانُ الْبَيِّنُ أَنْ يُحْكِيَ أَوْ يُنْقَلَ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مَا لَمْ يَفْعَلُوهُ، عَلَى سَبِيلِ الْعَيْبِ وَالتَّنْقِصِ لَهُمْ، وَمِنْ أَكْثَرِ مَنْ يَدْخُلُ فِي هَذَا الْوَعِيدِ الْكَفَرَةُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، ثُمَّ الرَّافِضَةُ الَّذِينَ يَتَنَقَّصُونَ الصَّحَابَةَ وَيَعْيِبُونَهُمْ بِمَا قَدْ بَرَّاهُمُ اللَّهُ مِنْهُ، وَيَصِفُونَهُمْ بِنَقِيضِ مَا أَخْبَرَ اللَّهُ عَنْهُمْ؛ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَخْبَرَ أَنَّهُ قَدْ رَضِيَ عَنِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمَدَحَهُمْ، وَهَؤُلَاءِ الْجَهْلَةُ الْأَغْيَاءُ يَسُبُّونَهُمْ وَيَتَنَقَّصُونَهُمْ، وَيَذْكُرُونَ عَنْهُمْ مَا لَمْ يَكُنْ وَلَا فَعَلُوهُ أَبَدًا، فَهُمْ فِي الْحَقِيقَةِ مَنْكُوسُ الْقُلُوبِ يَذُمُّونَ الْمَمْدُوحِينَ،

وَيَمْدَحُونَ الْمَدْمُومِينَ .

”مومنین اور مومنات پر عیب جوئی اور تنقیص کی غرض سے ان کے متعلق وہ کچھ نقل کرنا، جو انہوں نے کیا ہی نہیں، واضح بہتان ہے۔ اس وعید کے مصداق اکثر تو اللہ و رسول کے منکر ہیں، پھر وہ روافض، جو صحابہ کرام کی شان میں تنقیص کرتے ہیں، ان پر وہ وہ عیب لگاتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پروانہ براءت دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار صحابہ کرام سے اپنی رضا کا اعلان کیا ہے اور قرآن میں ان کی مدح و ستائش کی ہے، لیکن یہ بد بخت جاہل انہیں گالیاں دیتے ہیں، ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان پاکباز ہستیوں کی بابت ایسے ایسے کام منسوب کرتے ہیں، جن کا انہیں پتا بھی نہیں۔ دراصل ان کے دل ٹیڑھیں ہیں، مدوحین کی مذمت کرتے ہیں اور مذموین کی مدح کرتے ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۶/۴۸۰، ۴۸۱)

② حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ خُلِصَتْ نِيَّاتُهُمْ وَحَسُنَتْ أَعْمَالُهُمْ، فَكُلُّ مَنْ نَظَرَ إِلَيْهِمْ أَعْجَبُوهُ فِي سَمْتِهِمْ وَهَدْيِهِمْ . .... قَالَ هَاهُنَا : ﴿ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ﴾، ثُمَّ قَالَ : ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ﴾، ﴿أَخْرَجَ شَطْأَهُ﴾ أَيُّ : فِرَاحَهُ،

﴿فَازَرَهُ﴾ أَي : شَدَّهُ ﴿فَاسْتَعْلَظَ﴾ أَي : شَبَّ وَطَالَ،  
﴿فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ أَي : فَكَذَلِكَ  
أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آزَرُوهُ وَيَدُّوهُ  
وَنَصَرُوهُ فَهُمْ مَعَهُ كَالشَّطِءِ مَعَ الزَّرْعِ، ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ  
الْكُفَّارَ﴾.... وَالْحَادِيثُ فِي فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ  
التَّعَرُّضِ لَهُمْ بِمَسَاءَةٍ كَثِيرَةٍ، وَيَكْفِيهِمْ ثَنَاءُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ،  
وَرِضَاهُ عَنْهُمْ . ثُمَّ قَالَ : ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا  
الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ﴾ «مِنْ» هَذِهِ لِبَيَانِ الْجِنْسِ، ﴿مَغْفِرَةً﴾  
أَي : لِدُنُوبِهِمْ، ﴿وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ أَي : ثَوَابًا جَزِيلًا وَرِزْقًا  
كَرِيمًا، وَوَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَصِدْقًا، لَا يُخْلَفُ وَلَا يُبَدَّلُ، وَكُلُّ  
مَنْ افْتَقَى أَثَرَ الصَّحَابَةِ فَهُوَ فِي حُكْمِهِمْ، وَلَهُمُ الْفَضْلُ  
وَالسَّبْقُ وَالْكَمَالُ الَّذِي لَا يُلْحَقُهُمْ فِيهِ أَحَدٌ مِّنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ،  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ، وَجَعَلَ جَنَّاتِ الْفِرْدَوْسِ  
مَأْوَاهُمْ، وَقَدْ فَعَلَ .

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خالص اور اعمال کے اچھے تھے۔ ہر دیکھنے والے کو  
ان کی ہیئت و صورت اور ہدایت خوب بھائے گی۔.... (ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي  
التَّوْرَةِ) ان کی مثالیں تورات میں موجود ہیں، پھر فرمایا : (وَمَثَلُهُمْ فِي

الْإِنْجِيلَ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ  
 'انجیل میں بھی ان کا تذکرہ خیر موجود ہے۔ ان کی مثال ایسی کھیتی کی مانند ہے،  
 جو انگوریاں نکال کر انہیں مضبوط و گنی کرتی ہے اور تناور ہو جاتی ہے۔ نبی  
 کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسے ہی تھے، جنہوں نے نبی کریم ﷺ  
 کی نصرت و تائید کی اور آپ کی ڈھارس بندھائی، صحابہ کرام آپ ﷺ کے  
 ساتھ ایسے رہے، جیسے بالیاں کھیتی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا: (لِيَغِیْظَ  
 بِهِمُ الْكُفَّارَ) 'تاکہ ان کے ذریعے کفار کو غیظ و غضب کا شکار کر دے۔ ...  
 فضائل صحابہ اور ان کی لغزشوں میں تعرض کرنے کی ممانعت میں بہت سی  
 احادیث ہیں۔ انہیں اللہ کی تعریف و رضا کافی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
 (وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا  
 عَظِيمًا) 'اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے اور نیک و صالح اعمال کرنے  
 والوں سے مغفرت اور اجر جزیل کا وعدہ کیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں حرف  
 'من' بیان جنس کے لیے ہے۔ مغفرت میں گناہوں کی معافی اور اجر عظیم میں  
 اجر جزیل اور عزت کی روزی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے، اس میں  
 خلاف ورزی اور تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔ صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے  
 کے لیے بھی یہی وعدہ ہے۔ البتہ صحابہ کے لیے خصوصی فضیلت و سبقت اور  
 کمال ہے، جو بعد والوں میں سے کسی کے حصے میں نہیں آ سکتا۔ اللہ صحابہ کرام  
 سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کا ٹھکانہ  
 جنت الفردوس بنا دیا ہے۔“



(تفسير ابن كثير: ٣٦٢/٧، ٣٦٣)

نیز فرمایا:

ذَكُرُوا أَيْضًا فِي مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ أَنَّهُ مَا قُلِبَ حَجَرٌ يَوْمَئِذٍ إِلَّا  
وُجِدَ تَحْتَهُ دَمٌ عَيْيَطٌ، وَأَنَّهُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ، وَاحْمَرَّ الْأَفُقُ،  
وَسَقَطَتْ حِجَارَةٌ. وَفِي كُلِّ مِّنْ ذَلِكَ نَظَرٌ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ مِّنْ  
سُخْفِ الشَّيْعَةِ وَكَذِبِهِمْ، لِيُعْظِمُوا الْأَمْرَ وَلَا شَكَّ أَنَّهُ عَظِيمٌ  
وَلَكِنْ لَّمْ يَقَعْ هَذَا الَّذِي اخْتَلَقُوهُ وَكَذَّبُوهُ، وَقَدْ وَقَعَ مَا هُوَ  
أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ قَتْلَ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَمْ يَقَعْ شَيْءٌ  
مِّمَّا ذَكَّرُوهُ، فَإِنَّهُ قَدْ قُتِلَ أَبُوهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَهُوَ  
أَفْضَلُ مِنْهُ بِالْإِجْمَاعِ وَلَمْ يَقَعْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ، وَعُثْمَانُ بْنُ  
عَفَّانٍ قُتِلَ مَحْضُورًا مَّظْلُومًا، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ،  
وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قُتِلَ فِي الْمَحْرَابِ فِي  
صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَانَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ تَطْرُقْهُمْ مُصِيبَةٌ قَبْلَ  
ذَلِكَ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ. وَهَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَيِّدُ الْبَشَرِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَوْمَ مَاتَ  
لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِّمَّا ذَكَّرُوهُ. وَيَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّاسُ :

الشَّمْسُ حَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ، فَصَلَّى بِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْكُسُوفِ، وَخَطَبَهُمْ وَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ .

”روافض مقل حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر کرتے ہیں کہ اس روز جس پتھر کو بھی الٹا کیا جاتا، نیچے تازہ خون نظر آتا، سورج بے نور ہو گیا، افق زرد ہو گیا اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ یہ تمام باتیں بے بنیاد ہیں۔ یقیناً یہ شیعہ کا لچر پن اور جھوٹ ہے۔ تا کہ اس واقعہ کو ہوا دیں، اگرچہ یہ سانحہ بہت عظیم ہے، لیکن جو جھوٹ انہوں نے گھڑ لیے ہیں، وہ تو وقوع پذیر نہیں ہوا۔ جب کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ تو اس سے بڑا سانحہ ہے، لیکن ان کے ذکر کردہ جھوٹ موٹ کا واقع ہونا ثابت نہیں۔ ان کے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ، جو بالا جماع ان سے افضل ہیں، بھی رتبہ شہادت نوش فرما گئے، لیکن جو شیعہ نے ذکر کیا وہ تو اس دن بھی واقع نہیں ہوا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیجئے کہ جو محصور اور مظلوم شہید کر دیے گئے، ان کے یوم شہادت ان میں سے کچھ بھی رونما نہیں ہوا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ محراب میں دوران نماز فجر منصب شہادت پر فائز ہوئے، یوں لگا جیسے مسلمانوں پر اس سے بڑی کبھی مصیبت آئی ہی نہیں، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ سب کو چھوڑیے دنیا و آخر میں پوری انسانیت کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات والے دن وہ کچھ نہیں ہوا، جو شیعہ یوم شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے دن بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وفات والے دن سورج گرہن لگ گیا، لوگوں نے کہا: ابراہیم کی وفات نے سورج کو بھی بے نور

کر دیا ہے، نبی کریم ﷺ نے نماز کسوف پڑھا کر خطبہ دیا اور فرمایا: قمرین (سورج اور چاند) کو کسی کی موت یا حیات سے گرہن نہیں لگتا۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۲۵۵/۷)

آپ ﷺ ہی لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ، وَفِيهِ أَنَّهَا تَكُونُ بَاقِيَةً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ سَنَةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا كَمَا زَعَمَهُ بَعْضُ طَوَائِفِ الشَّيْعَةِ مِنْ رَفْعِهَا بِالْكَلْبَةِ، عَلَى مَا فَهَمُوهُ مِنَ الْحَدِيثِ الَّذِي سَنُورِدُهُ بَعْدُ مِنْ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَرَفَعْتُ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، لِأَنَّ الْمُرَادَ رَفْعُ عِلْمِ وَقْتِهَا عَيْنًا، وَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَخْتَصُّ وَقُوعُهَا بِشَهْرِ رَمَضَانَ مِنْ بَيْنِ سَائِرِ الشُّهُورِ .

”اس (سورت القدر) میں اس بات کی دلیل ہے جس کی طرف ہم توجہ دلا چکے ہیں۔ اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ لیلۃ القدر نبی کریم ﷺ کے بعد بھی تا قیامت ہر سال ہوگی، نہ کہ جیسے شیعہ کے بعض فرقوں کا گمان ہے کہ یہ کبھی طور پر ختم کر دی گئی۔ شیعہ یہ مفہوم ایک حدیث نبوی سے اخذ کرتے ہیں کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو یہ اٹھالی گئی، یقیناً تمہارے لیے اس میں خیر ہے۔“ جب کہ اس کا درست مفہوم یہ ہے کہ اس کا معین وقت اٹھا لیا گیا۔ نیز اس

سورت میں اس بات دلیل بھی ملتی ہے کہ لیلۃ القدر کا وقوع صرف ماہ رمضان کے ساتھ خاص ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۴۴۶/۸)

⑤ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَشْرُوعِيَّةُ الْمَسْحِ عَلَى الْخَفَيْنِ قَوْلًا مِنْهُ وَفِعْلًا كَمَا هُوَ  
مُقَرَّرٌ فِي كِتَابِ الْأَحْكَامِ الْكَبِيرِ، وَمَا يَحْتَاجُ إِلَى ذِكْرِهِ  
هُنَاكَ، مِنْ تَأْقِيتِ الْمَسْحِ أَوْ عَدَمِهِ أَوْ التَّفْصِيلِ فِيهِ، كَمَا هُوَ  
مَبْسُوطٌ فِي مَوْضِعِهِ. وَقَدْ خَالَفتِ الرَّوَافِضُ ذَلِكَ كُلَّهُ بِلاَ  
مُسْتَدَدٍ، بَلْ بِجَهْلٍ وَضَلَالٍ، مَعَ أَنَّهُ ثَابِتٌ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ،  
مِنْ رِوَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّهْيُ عَنْ نِكَاحِ الْمُتَنَعَةِ وَهُمْ يَسْتَبِيحُونَهَا .  
وَكَذَلِكَ هَذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ دَالَّةٌ عَلَى وُجُوبِ غَسْلِ  
الرَّجُلَيْنِ، مَعَ مَا ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ مِنْ فِعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى وَفْقِ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ، وَهُمْ  
مُخَالِفُونَ لِذَلِكَ كُلِّهِ، وَلَيْسَ لَهُمْ دَلِيلٌ صَحِيحٌ فِي نَفْسِ

الْأَمْرِ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ . وَهَكَذَا خَالَفُوا الْأَئِمَّةَ وَالسَّلَفَ فِي  
 الْكَعْبَيْنِ اللَّذَيْنِ فِي الْقَدَمَيْنِ، فَعِنْدَهُمْ أَنَّهُمَا فِي ظَهْرِ الْقَدَمِ،  
 فَعِنْدَهُمْ فِي كُلِّ رِجْلٍ كَعْبٌ، وَعِنْدَ الْجُمْهُورِ أَنَّ الْكَعْبَيْنِ  
 هُمَا الْعِظْمَانِ النَّاتِيَانِ عِنْدَ مَفْصِلِ السَّاقِ وَالْقَدَمِ، قَالَ  
 الرَّبِيعُ : قَالَ الشَّافِعِيُّ : لَمْ أَعْلَمْ مُخَالَفًا فِي أَنَّ الْكَعْبَيْنِ  
 اللَّذَيْنِ ذَكَرَهُمَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ فِي الْوُضُوءِ هُمَا النَّاتِيَانِ،  
 وَهُمَا مُجْمَعُ مَفْصِلِ السَّاقِ وَالْقَدَمِ، هَذَا لَفْظُهُ، فَعِنْدَ الْأَئِمَّةِ  
 رَحِمَهُمُ اللَّهُ، أَنَّ فِي كُلِّ قَدَمٍ كَعْبَيْنِ كَمَا هُوَ الْمَعْرُوفُ عِنْدَ  
 النَّاسِ، وَكَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ السُّنَّةُ، فَفِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ طَرِيقِ  
 حُمْرَانَ عَنْ عُثْمَانَ؛ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى  
 الْكَعْبَيْنِ، وَالْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ .

”نبی کریم ﷺ سے قولاً وفعلاً ہر دو طرح موزوں پر مسح کرنا متواتر ثابت ہے  
 جیسا کہ ہماری کتاب ”الاحکام الکبیر“ میں مسح، وقت مسح، مسح کی انتہا اور ان  
 سے متعلق احکامات کی مکمل تفصیل سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اپنے مقام پر اس  
 پر سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے۔ روافض نے بغیر کسی دلیل کے جہالت و ضلالت  
 کی بنا پر ان تمام احکام کی مخالفت مولیٰ ہے، حالاں کہ صحیح مسلم میں سیدنا علی  
 بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح ثابت ہے، اسی طرح بخاری و مسلم میں

سیدنا علیؑ سے ہی نکاح منع کی ممانعت بھی ثابت ہے، جب کہ شیعہ حضرات اسے جائز سمجھتے ہیں۔ اسی طرح یہ آیت پاؤں کو دھونے کے وجوب پر دال ہے، اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ قرآنی نص کے موافق عمل کرنا ثابت ہے، جب کہ روافض اس سب کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کا دامن دلائل صحیحہ سے خالی ہے۔ اسی طرح روافض ٹخنوں کے متعلق ائمہ اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک کعبین (ٹخنے) پاؤں کی اوپر والی ہڈی کو کہتے ہیں، لہذا ہر پاؤں میں ایک کعب (ٹخنہ) ہے۔ جب کہ جمہور کے نزدیک کعبین (ٹخنے) پنڈلی اور پاؤں کے ملنے والی جگہ پر ابھری ہوئی دو ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ ربیع بن سلیمانؓ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا: 'میرے علم کے مطابق اس کا کوئی بھی مخالف نہیں کہ جن کعبین کو اللہ تعالیٰ نے وضو کے متعلق ذکر کیا ہے ان سے مراد دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں اور یہ پنڈلی اور پاؤں کے ملنے والی جگہ میں ہوتی ہیں۔' لہذا ائمہ اہل سنت کے نزدیک ہر پاؤں میں دو کعب ہوتی ہیں، لوگوں میں بھی یہی معروف ہے، سنت میں بھی یہی ثابت ہے، نیز بخاری و مسلم میں سیدنا عثمانؓ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے دوران وضو اپنے دائیں پاؤں کو کعبین (ٹخنوں) سمیت دھویا اور اسی طرح بائیں پاؤں کو دھویا۔'

(تفسیر ابن کثیر: ۵۸/۳، ۵۹)





## شہید کون؟

شہادت مالک کریم کی طرف سے اپنے خاص بندوں کی تکریم ہے، اسلام میں منصب شہادت ان پاکیزہ ارواح کے لئے روارکھا گیا ہے، جو لیلیٰ اسلام کے لئے حد جاں سے گزر جاتی ہیں، شہید اسے کہا جاتا ہے جو اللہ کے راستے میں لڑتا ہوا مقتول ہو جائے، قرآن و سنت میں شہید کے نام سے جاری کردہ تمام تکریمات و اعزازات اسی خوش بخت کا نصیبہ ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض دوسرے لوگوں کو بھی اسلام میں شہید کہا گیا ہے، یہ حکماً شہید ہیں حقیقی نہیں، انہیں صرف شہید کا نام دیا گیا ہے، شہید فی سبیل اللہ کے تمام اجر میں شریک و سہم نہیں بنایا گیا۔

بات چل نکلی ہے تو کہہ دیں کہ ہمارے ہاں درجہ شہادت تقسیم کرنے کا جو ٹرینڈ چل نکلا ہے، ہر ایرے غیرے، کو شہید کا نام دے دیا جاتا ہے، شہید سیاست، شہید جمہوریت، شہید تحریک، شہید آزادی، حتیٰ کہ مشرکین اور بے دین ملاحدہ کو بھی شہید کہہ دیا جاتا ہے، یہ سب کسی ملک یا علاقے یا تحریک کے لئے قابل تکریم ہوں تو ہوں، مگر اسلام کا عطا کردہ مرتبہ شہادت جو اسلام کا ایک پرائیویٹ اعزاز ہے، ہر ایک کے لئے انتہائی نامناسب ہے، یہ علمی چوری ہے، اسلامی اصطلاحات کے ساتھ بھیانک مذاق ہے، منصب شہادت کی بنیاد عقیدہ و عمل پر ہے، جو اسلام کو سرے سے مانتا ہی نہیں یا اسلامی عقائد سے نالاں و برگشتہ ہے اسے شہید کیوں کر کہا جاسکتا ہے؟

ازراہ کرم! آپ اپنے معززین کو کوئی اور نام دے لیں مگر اسلام کی اصطلاحات کو تباہ نہ کریں، انہیں اسلام کے ساتھ رہنے دیں، ویسے دن رات اسلام کی مخالفت کرنے والے اسلام کے درجہ شہادت کو اپنے نام کرنے کے لئے کتنے بے چین ہیں؟

شارح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَأَعْلَمُ أَنَّ الشَّهِيدَ ثَلَاثَةُ أَقْسَامٍ أَحَدُهَا الْمَقْتُولُ فِي حَرْبِ الْكُفَّارِ بِسَبَبٍ مِّنْ أَسْبَابِ الْقِتَالِ فَهَذَا لَهُ حُكْمُ الشُّهَدَاءِ فِي ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَفِي أَحْكَامِ الدُّنْيَا وَهُوَ أَنَّهُ لَا يُغَسَّلُ وَلَا يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَالثَّانِي شَهِيدٌ فِي الثَّوَابِ دُونَ أَحْكَامِ الدُّنْيَا وَهُوَ الْمَبْطُونُ وَالْمَطْعُونُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ وَغَيْرُهُمْ مِمَّنْ جَاءَتْهُ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ بِتَسْمِيَّتِهِ شَهِيدًا فَهَذَا يُغَسَّلُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ وَلَهُ فِي الْآخِرَةِ ثَوَابُ الشُّهَدَاءِ وَلَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ ثَوَابِ الْأَوَّلِ، وَالثَّلَاثُ مَنْ غُلَّ فِي الْغَنِيمَةِ وَشَبَّهَهُ مِمَّنْ وَرَدَتْ الْأَثَارُ بِنَفْيِ تَسْمِيَّتِهِ شَهِيدًا إِذَا قُتِلَ فِي حَرْبِ الْكُفَّارِ فَهَذَا لَهُ حُكْمُ الشُّهَدَاءِ فِي الدُّنْيَا فَلَا يُغَسَّلُ وَلَا يُصَلَّى عَلَيْهِ وَلَيْسَ لَهُ ثَوَابُهُمُ الْكَامِلُ فِي الْآخِرَةِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

”جان لیجئے کہ شہید کی تین اقسام ہیں: ① قتال کے کسی سبب سے کفار سے جنگ کے دوران قتل ہو جانے والا۔ شہدا کے لیے جو ثواب آخرت میں تیار ہے



اور ان پر جو دنیوی احکام لاگو ہوتے ہیں، اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ ② ایک وہ شہید ہے، جس کا ثواب تو شہدا والا ہے، لیکن اس پر دنیوی احکام نہیں لگتے۔ اس قسم میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہو جانے والا، طاعون کی زد میں دم توڑ جانے والا، دب کر جاں بحق ہو جانے والا، اپنے مال کے دفاع میں قتل ہو جانے والا اور دیگر، جن پر احادیث صحیحہ میں شہید کا لفظ بولا گیا، شامل ہیں۔ ان کو غسل دیا جائے گا، جنازہ بھی پڑھا جائے گا، لیکن آخرت میں ثواب شہید والا ہی ہے۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ ان کا ثواب پہلے کے برابر ہو۔ ③ جو مال غنیمت میں ڈنڈی مارے، اسی طرح کفار سے لڑائی میں مارے جانے والے وہ مجاہدین، جنہیں شہید کہنے کی نفی میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس قسم کے لوگوں پر دنیا میں شہدا والے احکام جاری ہوں گے، یعنی انہیں غسل دیا جائے گا، نہ جنازہ پڑھا جائے گا اور آخرت میں کامل اجر سے محروم ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب!

(شرح صحیح مسلم: ۱۶۳/۲)

ذیل کی سطور میں ان شہداء کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہیں اسلام نے حقیقی یا حکمی کسی بھی صورت میں شہید کہا ہے۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الشَّهَدَاءُ خَمْسَةٌ، الْمَطْعُونُ، وَالْمَبْطُونُ، وَالْغَرِقُ، وَصَاحِبُ  
الْهَذْمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

”شہید پانچ قسم کے ہیں۔ ① طاعون سے فوت ہونے والا ② پیٹ کے مرض

میں مبتلا ہو کر فوت ہونے والا ③ ڈوب کر فوت ہو جانے والا ④ دب کر فوت ہو جانے والا ⑤ اللہ کی راہ میں کٹ جانے والا۔“

(صحیح البخاری: ۲۸۲۹، صحیح مسلم: ۱۹۱۴)

② سیدنا جابر بن عتیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَوْقَعَ أَجْرَهُ عَلَى قَدَرِ نِيَّتِهِ، وَمَا تَعْدُونَ الشَّهَادَةَ؟  
 قَالُوا: الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهَادَةُ سَبْعُ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْغَرِقُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ، وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدمِ شَهِيدٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمُعٍ شَهِيدٌ.

”اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق اجر دیتا ہے، آپ شہادت کسے سمجھتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: میدان جہاد میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میدان قتال کے علاوہ بھی سات اسباب شہادت ہیں۔

① مرض طاعون میں مبتلا ہو کر جان کی بازی ہار جانے والا ② ڈوب کر مرنے والا ③ نمونیا سے جاں بحق ہونے والا ④ پیٹ کی بیماری سے جان کی بازی ہار جانے والا ⑤ جل کر ہلاک ہونے والا ⑥ دب کر دم توڑ دینے والا ⑦ حمل سے فوت ہو جانے والی خاتون۔“

(موطأ الإمام مالك: ۱/۲۳۳-۲۳۴، سنن النسائي: ۱۸۴۶، سنن أبي داود: ۳۱۱۱،

وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۸۹) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ (۵۰۳/۱) نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ، وَأَنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ، لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ، فَيَمُوتُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا، يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ، إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيدٍ .

”یہ عذاب الہی ہے، اللہ کی مرضی سے کسی کو بھی لاحق ہو سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اسے مومنوں کے لیے رحمت بنا دیتا ہے۔ جو طاعون کا شکار ہو جائے، صبر اور نیکی کی امید رکھتے ہوئے اپنے علاقے میں ہی ٹھہرتا ہے، نیز یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ بیماری نصیب میں لکھی تھی، اس کے لیے ایک شہید کے برابر اجر ہے۔“

(صحیح البخاری: ۳۴۷۴)

④ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ .

”اپنے مال کے دفاع میں دم توڑ دینے والا شہید ہے، اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے دوران قتل ہو جانے والا شہید ہے، اپنے دین کو بچاتے ہوئے جان کی بازی ہار جانے والا شہید ہے اور اپنی جان بچاتے بچاتے اللہ کو پیارا ہو جانے والا بھی شہید ہے۔“

(سنن أبي داود: ٤٧٧٢، سنن النسائي: ٤٠٩٥، سنن الترمذي: ١٤٢١، سنن ابن ماجه: ٢٥٨٠، وسنده حسن)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (٣١٩٣) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

⑤ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ .  
”مال کے دفاع میں جاں بحق ہونے والا شہید ہے۔“

(صحیح البخاری: ٢٤٨٠، صحیح مسلم: ١٤١)

⑥ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ طَيَّبَ النَّفْسَ بِهَا يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ وَالْدَّارَ  
الْآخِرَةَ لَمْ يُغَيَّبْ شَيْئًا مِّنْ مَّالِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَتَعَدَّى عَلَيْهِ  
الْحَقُّ فَأَخَذَ سِلَاحَهُ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ .

”جس نے دل و جان سے زکوٰۃ ادا کی اور اپنے مال میں سے کچھ بھی غائب نہیں کیا۔ اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی مطلوب تھی، نماز قائم کی۔ زکوٰۃ

وصولی کے دوران اس سے زیادتی کی گئی، تو اس نے اسلحہ تھام کر لڑائی کی لیکن،  
خود شکار ہو گیا، ایسا شخص بھی شہید ہے۔“

(المعجم الكبير للطبراني: ۲۳/۲۸۷، ح: ۶۳۲، المستدرک للحاکم: ۵۶۲/۱، ح: ۱۴۷۰، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۳۶) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۹۳) نے  
”صحیح“ کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ”بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح“ قرار دیا ہے۔ حافظ  
ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

⑥ سیدہ ام حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا:

الْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ الَّذِي يُصِيبُهُ الْقَيْءُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ، وَالْغَرِقُ  
لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ .

”سمندری سفر میں جی متلانے اور سرچکرا نے کی وجہ سے فوت ہونے والا شہید  
کا اجر پاتا ہے اور ڈوب کر مرنے والے کے لیے دو شہیدوں کے برابر اجر  
ہے۔“

(مسند الحمیدی: ۳۴۹، سنن أبي داود: ۲۴۹۳، السنن الكبرى للبيهقي: ۳۳۵/۴،  
وسندہ حسن إن كان يعلى بن شداد سمع من أم حرام)

⑦ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
مَا تَعْدُونَ الشَّهِيدَ فِيكُمْ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ قُتِلَ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، قَالَ: إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذَا لَقِيتُ، قَالُوا

: فَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ : مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونَ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ .

”آپ کی نظر میں شہید کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول! وہی ہے، جو میدانِ مقتل میں جان لٹا دے۔ فرمایا: یوں تو میری امت میں شہید برائے نام ہوں گے! صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اور کون ہے؟ فرمایا: میدانِ مقتل میں کٹ جانے والا شہید ہے، دورانِ جہاد فوت ہو جانے والا شہید ہے۔ مرضِ طاعون میں جان کی بازی ہار جانے والا شہید ہے۔ پیٹ کی بیماری سے ہلاک ہو جانے والا شہید ہے۔ نیز ڈوب کر فوت ہو جانے والا بھی شہید ہے۔“

(صحیح مسلم : ۱۹۱۵)

⑨ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا، أُعْطِيَهَا، وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ .  
”جو صدقِ دل سے شہادت کا طالب ہو، تو اسے بغیر شہادت کے بھی اجر شہادت مل جائے گا۔“

(صحیح مسلم : ۱۹۰۸)

⑩ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فَوَاقَ نَاقَةً،  
وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ الْقَتْلَ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهِ صَادِقًا  
ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ، فَلَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً، فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَعْزَرَ مَا  
كَانَتْ، لَوْ أَنَّهَا كَالزَّعْفَرَانِ وَرِيحُهَا كَالْمِسْكِ، وَمَنْ جُرِحَ  
جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَعَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ .

”جس نے اتنا وقت قتال کیا، جتنا ایک بار اونٹنی کا دودھ دوہنے میں لگتا ہے،  
اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ جو اللہ تعالیٰ سے تہہ دل سے شہادت کا سوال  
کرے، پھر وہ شہید ہو یا طبعی موت مر جائے، ہر دو صورت شہادت کا اجر پالیتا  
ہے۔ جسے جہاد میں کوئی زخم لگایا پاؤں کو ٹھوکر لگی، وہ روز قیامت پہلے سے زیادہ  
گہرا ہوگا، اس کا رنگ زعفران اور خوشبو کستوری کی سی ہوگی۔ جہاد میں زخمی  
آدمی پر شہدائی چھاپ ہوتی ہے۔“ (سنن النسائي: ۳۱۴۱، وسندہ حسن)

⑪ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ، بَلَغَهُ اللَّهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ  
مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ .

”جس نے اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے شہادت کا سوال کیا، اللہ تعالیٰ اسے  
شہدائی کا مرتبہ عطا کرتا ہے، خواہ بستر پر ہی فوت ہوا ہو۔“ (صحیح مسلم: ۱۹۰۹)  
اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شہادت نصیب فرمائے۔ آمین



## طلاق کے بعد بچے کی دایہ گیری

تاریخ انسانی میں احترام آدمیت کی جو تعلیمات اسلام نے بیان کی ہیں کسی دوسرے مذہب یا تہذیب و تحریک کے حاشیہ خیال سے بھی نہیں گزریں، اسلام ابن آدم کی پانچ چیزوں کی حفاظت کرتا ہے، جان، مال، عقل، عزت اور ایمان، پیدائش سے جوانی تک کے مراحل جن میں بعض ایسے ہیں کہ انسان بے حیثیت سا ڈھانچہ ہے اسے کامل اور مکمل توجہ کی ضرورت ہے، قدم بہ قدم رہنمائی مانگتا ہے، اس کی پرورش اس کی جسمانی عقلی اور دینی ضروریات نبھانے کی ذمہ داری ماں باپ کو سونپی گئی ہے، لیکن بسا اوقات ستم ظریف حالات کی مجبوریاں بچے کے ماں باپ میں جدائی کا پیغام لاتی ہیں انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑتا ہے۔

ایسے عالم میں اس بچے کی ذمہ داری کون اٹھائے گا جسے نشوونما کی ضرورت ہے، جس کا ماں باپ کے اس ہنگام میں ذرا سا بھی دخل نہیں، تو اسلام نے اس کے لئے ماں یا باپ میں سے کسی ایک کو خاص نہیں کیا، بل کہ اس کے لئے ماں باپ کی صلاحیت کو دیکھا جائے گا کون ہے جو اس کی پرورش کر پائے گا، اسے مکمل دینی، روحانی، جسمانی اور عقلی ضروریات فراہم کر سکے گا ماں یا باپ، اگر ماں کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے، تو بچہ ماں کے نام اور اگر باپ کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے، تو بچہ باپ کی پرورش میں دیا جائے گا، عربی زبان میں اسے ”حضائہ“ کہتے ہیں۔



حضانت کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَفِي الشَّرْعِ حِفْظُ مَنْ لَا يَسْتَقِلُّ بِأَمْرِهِ وَتَرْبِيَّتِهِ وَوَقَايَتِهِ عَمَّا يَهْلِكُهُ أَوْ يَضُرُّهُ.

”شرعی اصطلاح میں ’حضانت‘ کہتے ہیں اس کی حفاظت جو اپنے معاملات میں خود مختار نہ ہو، اس کی تربیت کرنا اور مہلک یا مضر چیزوں سے بچانا۔“

(سبل السلام شرح بلوغ المرام: ۳۳۰/۲)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وَعَاءً، وَتُدْيِي لَهُ سِقَاءً، وَحَجْرِي لَهُ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي، وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي.

”ایک عورت نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میں نے اس بچے کو اپنے شکم میں رکھا، دودھ پلایا اور پالا پوسا۔ اس کے ابو نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگے نکاح کرنے تک آپ کا زیادہ حق ہے۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۸۲/۲، سنن أبي داود: ۲۲۷۶، السنن الكبرى للبيهقي: ۷/۸،

وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے (۲۰۷/۲) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ

نے ”صحیح“ کہا ہے۔

حافظ بیٹھی ﷺ فرماتے ہیں

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ .

”اسے امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔“

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۴/۳۲۳)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(البدرد المنیر: ۸/۳۱۷)

علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۱۹-۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ الْأُمَّ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ الْطِفْلِ مِنَ الْأَبِ مَا لَمْ  
تَتَزَوَّجْ فَإِذَا تَزَوَّجَتْ فَلَا حَقَّ لَهَا فِي حِصَانَةٍ، فَإِنْ كَانَتْ لَهَا  
أُمٌّ فَأُمُّهَا تَقُومُ مَقَامَهَا ثُمَّ الْجَدَّاتُ مِنْ قَبْلِ الْأُمِّ أَحَقُّ بِهِ مَا  
بَقِيَتْ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً .

”اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ماں جب تک آگے شادی نہ کر لے،  
چھوٹے بچے پر والد سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ جب شادی کر لے، تو بچے پر کوئی  
حق نہیں۔ اگر ماں نہ ہو، تو نانی، پھر اوروں کی جدات حق دار ہوں گیں۔“

(معالم السنن: ۳/۲۸۲)

یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ جیسا کہ علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ (۴۶۸-۵۴۳ھ) فرماتے

ہیں:

وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى ذَلِكَ .

”علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے۔“



(المسالك في شرح موطأ مالك : ٤٨٩/٦، القبس في شرح موطأ مالك بن أنس،

ص: ٩٥٤)

ابو ميمونہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بَيْنَا أَنَا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، إِنَّ زَوْجِي يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِابْنِي وَقَدْ نَفَعَنِي وَسَقَانِي مِنْ بَثْرِ أَبِي عِنَبَةَ، فَجَاءَ زَوْجُهَا وَقَالَ: مَنْ يُخَاصِمُنِي فِي ابْنِي؟ فَقَالَ: يَا غُلَامُ، هَذَا أَبُوكَ وَهَذِهِ أُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ ابْنِيهِمَا شِئْتَ، فَآخُذْ بِيَدِ أُمِّهِ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ.

”میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ فرمانے لگے ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میرے شوہر میرے بیٹے کو مجھ سے جدا کرنا چاہتے ہیں، جب کہ میرا بیٹا مجھے فائدہ دیتا ہے اور میرا بیٹا عنبہ سے پانی بھر کر لاتا ہے۔ اس کا خاوند بھی آ کر کہنے لگا: میرے بیٹے کے متعلق کون جھگڑ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گویا ہوئے: بیٹا! یہ آپ کے ابو جان ہیں اور یہ آپ کی امی جان ہیں، جس کے ساتھ جانا چاہتے ہو، جاسکتے ہو۔ بچے نے ماں کا ہاتھ پکڑا اور چلتے بنے۔“

(سنن النسائي: ٣٤٩٦، مسند الإمام أحمد: ٢٩٦/٢، سنن أبي داود: ٢٢٧٧، سنن

الترمذي: ١٣٥٧، سنن ابن ماجه: ٢٣٥١، وسنده صحيح)

امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ”حسن صحیح“، امام حاکم رضی اللہ عنہ (١٩٤/٢) نے ”صحیح

الاسناد اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۱۹-۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

وَهَذَا فِي الْعُلَامِ الَّذِي قَدْ عَقَلَ وَاسْتَعْنَى عَنِ الْحِصَانَةِ فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ خَيْرَ بَيْنِ أَبِيهِ .

”یہ حکم اس بچے سے متعلق ہے، جو عاقل ہو اور کسی کی دیکھ بھال کا محتاج نہ ہو، لہذا جب بچہ ایسا ہو، تو اسے ماں باپ کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔“

(معالم السنن: ۲۸۳/۳)

ناصر السنہ، محدثِ دوراں علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يَكُونَ هَذَا عَلَى إِطْلَاقِهِ، بَلْ يَقِيدُ بِمَا إِذَا حَصَلَتْ بِهِ مَعْلَمَةُ الْوَلَدِ وَإِلَّا فَلَا يُلْتَفَتُ إِلَى اخْتِيَارِ الصَّبِيِّ، لِأَنَّهُ ضَعِيفُ الْعَقْلِ وَتَفْصِيلُ هَذَا فِي الزَّادِ .

”یہ مطلق نہیں ہے، بل کہ جو بچہ جان پہچان رکھتا ہو، تو اس صورت حال کی استثنیٰ ہو سکتی ہے۔ ورنہ بچے کو اختیار کا سوچا بھی نہیں جاسکتا، کیوں کہ وہ ضعیف العقل ہے۔ اس کی مزید تفصیل ’زاد المعاد‘ میں دیکھی جاسکتی ہے۔“

(حاشیۃ الروضة النديّة: ۳۳۸/۲)

شیخ الاسلام ثانی، علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَمَنْ قَدَّمْنَاهُ بِتَخْيِيرٍ أَوْ قُرْعَةٍ أَوْ بِنَفْسِهِ، فَإِنَّمَا نَقْدِمُهُ إِذَا حَصَلَتْ بِهِ مَصْلَحَةُ الْوَلَدِ، وَلَوْ كَانَتْ الْأُمُّ أَصْوَنَ مِنَ الْأَبِ

وَأَغِيرَ مِنْهُ قُدِّمَتْ عَلَيْهِ، وَلَا التَّفَاتَ إِلَى قُرْعَةٍ وَلَا اخْتِيَارِ  
 الصَّبِيِّ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ، فَإِنَّهُ ضَعِيفُ الْعَقْلِ يُؤْثِرُ الْبَطَالَهَ  
 وَاللَّعِبَ، فَإِذَا اخْتَارَ مَنْ يُسَاعِدُهُ عَلَى ذَلِكَ، لَمْ يُلْتَمَسَ إِلَى  
 اخْتِيَارِهِ، وَكَانَ عِنْدَ مَنْ هُوَ أَنْفَعُ لَهُ وَأَخِيرُ، وَلَا تَحْتَمِلُ  
 الشَّرِيعَةُ غَيْرَ هَذَا، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ :  
 (مُرُوهُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعٍ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَى تَرْكِهَا لِعَشْرِ،  
 وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ)، وَاللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ : ﴿يَا أَيُّهَا  
 الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ  
 وَالْحِجَارَةُ﴾ (التحریم: ٦) وَقَالَ الْحَسَنُ : عَلِّمُوهُمْ وَأَدِّبُوهُمْ  
 وَفَقِّهُوهُمْ، فَإِذَا كَانَتِ الْأُمُّ تَتْرُكُهُ فِي الْمَكْتَبِ، وَتَعَلِّمُهُ  
 الْقُرْآنَ، وَالصَّبِيُّ يُؤْثِرُ اللَّعِبَ وَمُعَاشَرَةَ أَقْرَانِهِ، وَأَبُوهُ يَمَكِّنُهُ  
 مِنْ ذَلِكَ، فَإِنَّهُ أَحَقُّ بِهِ بِلَا تَخْيِيرٍ وَلَا قُرْعَةٍ، وَكَذَلِكَ  
 الْعَكْسُ، وَمَتَى أَخْلَى أَحَدُ الْآبَوَيْنِ بِأَمْرِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فِي  
 الصَّبِيِّ وَعَظَلَهُ، وَالْآخِرُ مُرَاعٍ لَهُ فَهُوَ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِهِ .  
 وَسَمِعْتُ شَيْخَنَا رَحِمَهُ اللَّهُ يَقُولُ : تَنَازَعَ أَبَوَانِ صَبِيًّا عِنْدَ  
 بَعْضِ الْحُكَّامِ، فَخَيَّرَهُ بَيْنَهُمَا، فَاخْتَارَ أَبَاهُ، فَقَالَتْ لَهُ أُمُّهُ :  
 سَلُهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَخْتَارُ أَبَاهُ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ : أُمِّي تَبْعَثُنِي كُلَّ يَوْمٍ

لِلْكِتَابِ، وَالْفَقِيهَ يَضْرِبُنِي، وَأَبِي يَتْرُكُنِي لِلْعِبِّ مَعَ  
الصَّبِيَّانِ، فَقَضَى بِهِ لِلَّامِ، قَالَ: أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ. قَالَ شَيْخُنَا:  
وَإِذَا تَرَكَ أَحَدُ الْأَبَوَيْنِ تَعْلِيمَ الصَّبِيِّ، وَأَمْرَهُ الَّذِي أَوْجَبَهُ اللَّهُ  
عَلَيْهِ، فَهُوَ عَاصٍ، وَلَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِ، بَلْ كُلُّ مَنْ لَمْ يَقُمْ  
بِالْوَاجِبِ فِي وِلَايَتِهِ، فَلَا وِلَايَةَ لَهُ، بَلْ إِمَّا أَنْ تُرْفَعَ يَدُهُ عَنِ  
الْوِلَايَةِ وَيُقَامَ مَنْ يَفْعَلُ الْوَاجِبَ، وَإِمَّا أَنْ يُضَمَّ إِلَيْهِ مَنْ يَقُومُ  
مَعَهُ بِالْوَاجِبِ؛ إِذِ الْمَقْصُودُ طَاعَةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ بِحَسَبِ  
الْإِمْكَانِ. قَالَ شَيْخُنَا: وَلَيْسَ هَذَا الْحَقُّ مِنْ جِنْسِ الْمِيرَاثِ  
الَّذِي يَحْصُلُ بِالرَّحِمِ وَالنِّكَاحِ وَالْوِلَايَةِ، سَوَاءً كَانَ الْوَارِثُ  
فَاسِقًا أَوْ صَالِحًا، بَلْ هَذَا مِنْ جِنْسِ الْوِلَايَةِ الَّتِي لَا بُدَّ فِيهَا  
مِنَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْوَاجِبِ وَالْعِلْمِ بِهِ، وَفِعْلِهِ بِحَسَبِ الْإِمْكَانِ.  
قَالَ: فَلَوْ قُدِّرَ أَنَّ الْأَبَ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا تُرَاعِي مَصْلَحَةَ ابْنَتِهِ،  
وَلَا تَقُومُ بِهَا وَأُمُّهَا أَقُومُ بِمَصْلَحَتِهَا مِنْ تِلْكَ الضَّرَّةِ،  
فَالْحَضَانَةُ هُنَا لِلَّامِ قَطْعًا، قَالَ: وَمِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ  
الشَّارِعَ لَيْسَ عَنْهُ نَصٌّ عَامٌّ فِي تَقْدِيمِ أَحَدِ الْأَبَوَيْنِ مُطْلَقًا،  
وَلَا تَخْيِيرِ الْوَلَدِ بَيْنَ الْأَبَوَيْنِ مُطْلَقًا، وَالْعُلَمَاءُ مُتَّفِقُونَ عَلَى  
أَنَّهُ لَا يَتَعَيَّنُ أَحَدُهُمَا مُطْلَقًا، بَلْ لَا يَقْدَمُ ذُو الْعُدْوَانِ

وَالْتَفْرِيطِ عَلَى الْبَرِّ الْعَادِلِ الْمُحْسِنِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

”ہم نے جسے اختیار یا قرعہ کے ذریعہ مقدم کیا ہے، وہ بچے کی مصلحت کی پیش نظر ہے۔ باپ کی بنسبت ماں زیادہ خیال رکھنے والی اور غیرت مند ہو، تو اسے مقدم کریں گے، اس حالت میں کسی قرعہ یا بچے کے اختیار کا اعتبار نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ کم عقل ہے، ڈھیل اور کھیل کود کو ترجیح دے گا۔ بچہ جب ماں باپ میں سے کسی ایسے کو اختیار کر لے، جو فضولیات میں اس کی مدد کرتا ہے، اس صورت میں بچے کا اختیار ناقابل التفات ہوگا اور اس کے پاس رہے گا، جو اس کے حق میں شرعی طور پر خیر اور حفاظت کا باعث ہو۔ شریعت اسی کی گنجائش دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس برس کی عمر میں نماز چھوڑنے پر زور کو بکرو۔ نیز بستر بھی علیحدہ کر دو۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (التحریم: ۶) ”مومنو! خود اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچالو، جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھیں۔ ماں جب اسے مکتب میں رکھے گی اور قرآن کی تعلیم سے آشنا کرے گی اور بچہ کھیل کھود اور اپنے ساتھیوں کی محفل کو ترجیح دے، جب کہ باپ بھی اس سب کا اہتمام کر سکتا ہے، تو باپ بغیر کسی قرعہ کے زیادہ حق دار ہے۔ اس کے برعکس ہو، تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی بچے میں اللہ اور رسول کے اوامر نافذ کرنے کی استعداد نہیں رکھتا اور دوسرا ان سب کا خیال رکھ سکتا ہے اور



یہی حق دار ہوگا۔ میں نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے سنا تھا: کسی حاکم کے ہاں والدین کا ایک بچے کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ قاضی کے اختیار دینے پر بچے نے باپ کو اختیار کر لیا۔ ماں نے قاضی سے کہا کہ بچے سے پوچھیے کہ باپ کو کیوں چنا؟ پوچھنے پر کہنے لگا: میری ماں مجھے روزانہ لکھاری کے پاس بھیجتی ہے اور استاذ مجھے مارتا ہے، جب کہ میرے ابو مجھے بچوں کے ساتھ کھیلنے دیتے ہیں، قاضی نے ماں کے حق میں فیصلہ کر کے فرمایا: آپ ہی اس کی زیادہ حق دار ہیں۔ ہمارے استاذ محترم فرمایا کرتے تھے کہ جب ماں باپ میں سے کوئی اپنے بچے کی تعلیم اور فرائض کو چھوڑ دے، وہ گناہ گار ہے اور اس کی کوئی ولایت نہیں، بل کہ جو بھی بچے کے واجب امور کا اہتمام نہ کرے وہ ولایت کا اہل نہیں ہے۔ یا تو اس سے ولایت چھین کر کسی مہتمم کو دے دی جائے گی یا اس کے ساتھ کسی ایسے کو شریک کر دیا جائے گا جو واجبات کا اہتمام کروائے، کیوں کہ مقصود جہاں تک ممکن ہو اللہ و رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ ہمارے شیخ فرماتے ہیں: یہ کوئی موروثی حق نہیں ہے، کہ جو رشتہ داری، نکاح یا ولا سے حاصل ہو جائے اور وارث پارسا ہو یا فاسق و فاجر، بل کہ یہ ایسی ولایت ہے، جس میں واجبات، اس کا علم اور جتنا ممکن ہو، عمل میں لانے کی بساط ہو۔ نیز فرماتے ہیں: فرض کیا ایک بندہ کسی عورت سے شادی کر لے اور وہ عورت اس کی بیٹی کا خیال رکھے، نہ اس کی مصلحت کو سمجھے۔ جب کہ اس کی ماں اپنی سوتن سے زیادہ اس کی مصلحت کا خیال رکھتی ہے اور تربیت بھی بخوبی کر سکتی ہو۔ اس صورت حال میں پرورش ماں کا حق ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ



معلوم ہونا چاہیے کہ شارع علیہ السلام نے والدین میں سے کسی کو بھی مطلق طور پر مقدم نہیں کیا اور نہ ہی عمومی طور پر بچے کو اختیار دیا ہے۔ علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ پرورش کرنے میں علی الاطلاق کوئی بھی مقدم نہیں ہے۔ لہذا کسی سرکش اور مفراط کو نیک عادل اور محسن پر مقدم نہیں کیا جاسکتا، واللہ اعلم!“

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۴/۴۷۵)

نیز فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ التَّخْيِيرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُلَامِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَثَبَتَ عَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَلَا يُعْرَفُ لَهُمْ مُخَالَفٌ فِي الصَّحَابَةِ الْبَتَّةَ، وَلَا أَنْكَرُهُ مُنْكَرٌ. قَالُوا: وَهَذَا غَايَةٌ فِي الْعَدْلِ الْمُمْكِنِ، فَإِنَّ الْأُمَّ إِنَّمَا قُدِّمَتْ فِي حَالِ الصَّغَرِ لِحَاجَةِ الْوَلَدِ إِلَى التَّرْبِيَةِ وَالْحَمْلِ وَالرَّضَاعِ وَالْمُدَارَاةِ الَّتِي لَا تَنْهِيَا لِغَيْرِ النِّسَاءِ، وَإِلَّا فَالْأُمُّ أَحَدُ الْأَبَوَيْنِ، فَكَيْفَ تُقَدَّمُ عَلَيْهِ؟ فَإِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ حَدًّا يُعْرِبُ فِيهِ عَنْ نَفْسِهِ، وَيَسْتَغْنِي عَنِ الْحَمْلِ وَالْوَضْعِ وَمَا تُعَانِيهِ النِّسَاءُ، تَسَاوَى الْأَبَوَانِ، وَزَالَ السَّبَبُ الْمَوْجِبُ لِتَقْدِيمِ الْأُمِّ، وَالْأَبَوَانِ مُتَسَاوِيَانِ فِيهِ، فَلَا يُقَدَّمُ أَحَدُهُمَا إِلَّا بِمُرَجِّحٍ، وَالْمُرَجِّحُ إِمَّا مِنْ خَارِجٍ وَهُوَ الْقُرْعَةُ، وَإِمَّا مِنْ جِهَةِ الْوَلَدِ وَهُوَ اخْتِيَارُهُ، وَقَدْ جَاءَتْ السُّنَّةُ بِهَذَا وَهَذَا، وَقَدْ

جَمَعَهُمَا حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَاعْتَبَرْنَا هُمَا جَمِيعًا، وَلَمْ نَدْفَعْ أَحَدَهُمَا بِالْآخِرِ . وَقَدَّمْنَا مَا قَدَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَخَّرْنَا مَا أَخَّرَهُ، فَقُدِّمَ التَّخْيِيرُ؛ لِأَنَّ الْقُرْعَةَ إِنَّمَا يُصَارُ إِلَيْهَا إِذَا تَسَاوَتْ الْحُقُوقُ مِنْ كُلِّ وَجْهِ وَلَمْ يَبْقَ مُرَجِّحٌ سِوَاهَا، وَهَكَذَا فَعَلْنَا هَاهُنَا، قَدَّمْنَا أَحَدَهُمَا بِالِاخْتِيَارِ، فَإِنْ لَمْ يَخْتَرْ أَوْ اخْتَارَهُمَا جَمِيعًا عَدَلْنَا إِلَى الْقُرْعَةِ، فَهَذَا لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مُوَافَقَةُ السُّنَّةِ لَكَانَ مِنْ أَحْسَنِ الْأَحْكَامِ وَأَعْدَلِهَا وَأَقْطَعِهَا لِلنِّزَاعِ بِتَرَاضِي الْمُتَنَازِعِينَ .

وَفِيهِ وَجْهٌ آخَرٌ فِي مَذْهَبِ أَحْمَدَ وَالشَّافِعِيِّ، أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَخْتَرْ وَاحِدًا مِنْهُمَا كَانَ عِنْدَ الْأَمِّ بِلَا قُرْعَةٍ؛ لِأَنَّ الْحَضَانَةَ كَانَتْ لَهَا، وَإِنَّمَا نَنْقُلُهُ عَنْهَا بِاخْتِيَارِهِ، فَإِذَا لَمْ يَخْتَرْ بَقِيَ عِنْدَهَا عَلَى مَا كَانَ .

”حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نبی کریم ﷺ سے بچے کو اختیار دینا ثابت ہے۔ خلفائے راشدین اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی ملتا ہے۔ صحابہ میں تو کوئی اس کا مخالف تھا نہ منکر۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حد درجہ کا انصاف ہے، کیوں کہ عورت کو بچے کے بچن کا خیال رکھ کر مقدم کر دیا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں بچے کو اٹھانے، دودھ پلانے، تربیت اور وہ دیکھ بھال، جسے صرف عورتیں ہی کر سکتی ہیں، کے لیے ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ ماں

والدین میں ایک ہے، اسے والد پر مقدم کیسے کیا جاسکتا ہے؟ جب بچہ ایسی عمر کو پہنچ جائے، جس میں خود کا خیال رکھ سکتا ہو، اٹھنے بیٹھنے میں کسی کا محتاج نہ ہو اور کسی عورت کی مدد کا ضرورت مند نہ رہے، تو ماں باپ کا حق برابر ہو جائے گا اور ماں کو مقدم کرنے والا سبب زائل ہو جائے گا۔ لہذا والدین کا حق برابر ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر مقدم کسی قرینے کی بنا پر کیا جائے گا۔ یہ قرینہ قرعہ کی صورت میں خارجی ہو گا یا بچے کو اختیار دینے کی صورت میں ہو گا۔ دونوں صورتیں سنت سے ثابت ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں صورتیں جمع ہیں۔ ہم دونوں کو معتبر سمجھتے ہیں، کسی ایک کی وجہ سے دوسرے کو ٹھکراتے نہیں۔ اسے مقدم کرتے ہیں، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا۔ اسے مؤخر کرتے ہیں، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر کیا ہے۔ لہذا بچے کے اختیار کو مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ قرعہ کی طرف تب التفات کیا جائے گا، جب تمام حقوق برابر ہوں اور اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہ ہو۔ یوں کیا جائے گا کہ بچے کو اختیار دے کر والدین میں سے کسی ایک کو مقدم کیا جائے گا۔ اگر بچہ کسی کو بھی اختیار نہ کرے یا دونوں کو اختیار کر لے، تو قرعہ اندازی کی جائے گی۔ جس مسئلہ میں سنت کا موافقت نہ ہو، اس میں قرعہ اندازی بہترین، انصاف پر مبنی اور تنازع کرنے والوں کی رضامندی کے ساتھ فیصلہ کرنے کی پختہ صورت ہے۔ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہما اللہ کے مذہب میں ایک اور صورت یہ ہے کہ اگر بچہ کسی کو بھی اختیار نہ کرے، تو بچہ بغیر کسی قرعہ کے ماں کے پاس ہی رہے گا، کیوں کہ ”حضانہ“ ماں کا حق ہے، جو صرف بچے کے

اختیار سے ہی منتقل ہو سکتا ہے۔ اگر بچہ اختیار نہ کرے، تو ہر صورت ماں کے پاس ہی ہوگا۔“

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : ۵/۴۶۸)

مزید فرماتے ہیں:

وَقَدْ ضَبَطَ هَذَا الْبَابَ شَيْخُنَا شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ بِضَابِطٍ  
آخَرَ، فَقَالَ: أَقْرَبُ مَا يُضَبَطُ بِهِ بَابُ الْحَضَانَةِ أَلَّا يُقَالَ: لَمَّا  
كَانَتِ الْحَضَانَةُ وَلَايَةً تَعْتَمِدُ الشَّفَقَةَ وَالتَّرْبِيَةَ وَالْمَلَاظِفَةَ  
كَأَنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِهَا أَقْوَمُهُمْ بِهَذِهِ الصِّفَاتِ وَهُمْ أَقَارِبُهُ يُقَدَّمُ  
مِنْهُمْ أَقْرَبُهُمْ إِلَيْهِ وَأَقْوَمُهُمْ بِصِفَاتِ الْحَضَانَةِ. فَإِنْ اجْتَمَعَ  
مِنْهُمْ اثْنَانِ فَصَاعِدًا، فَإِنْ اسْتَوَتْ دَرَجَتُهُمَا قُدِّمَ الْأُنْثَى عَلَى  
الذَّكَرِ، فَتُقَدَّمُ الْأُمُّ عَلَى الْأَبِ، وَالْجَدَّةُ عَلَى الْجَدِّ، وَالْخَالَةُ  
عَلَى الْخَالِ، وَالْعَمَّةُ عَلَى الْعَمِّ، وَالْأُخْتُ عَلَى الْأَخِ. فَإِنْ  
كَانَا ذَكَرَيْنِ أَوْ أَنْثَيْنِ، قُدِّمَ أَحَدُهُمَا بِالْقُرْعَةِ يَعْنِي مَعَ اسْتِوَاءِ  
دَرَجَتَيْهِمَا، وَإِنْ اخْتَلَفَتْ دَرَجَتُهُمَا مِنَ الطِّفْلِ، فَإِنْ كَانُوا مِنْ  
جِهَةٍ وَاحِدَةٍ قُدِّمَ الْأَقْرَبُ إِلَيْهِ، فَتُقَدَّمُ الْأُخْتُ عَلَى ابْنَتِهَا،  
وَالْخَالَةُ عَلَى خَالَةِ الْأَبَوَيْنِ، وَخَالَةُ الْأَبَوَيْنِ عَلَى خَالَةِ  
الْجَدِّ، وَالْجَدَّةُ وَالْجَدُّ أَبُو الْأُمِّ عَلَى الْأَخِ لِلْأُمِّ، هَذَا هُوَ  
الصَّحِيحُ؛ لِأَنَّ جِهَةَ الْأُبُوَّةِ وَالْأُمُوَّةِ فِي الْحَضَانَةِ أَقْوَى مِنْ

جِهَةِ الْأُخُوَّةِ فِيهَا . وَقِيلَ : يُقَدَّمُ الْأَخُ لِلْأُمِّ لِأَنَّهُ أَقْوَى مِنْ أَبِ  
الْأُمِّ فِي الْمِيرَاثِ . وَالْوَجْهَانِ فِي مَذْهَبِ أَحْمَدَ .

”ہمارے استاذ محترم علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک اور ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مسئلہ ’حضانہ‘ میں یہ کہنا انتہائی مناسب ہوگا کہ یہ ایسی ولایت ہے، جس میں شفقت، تربیت اور لطف و کرم کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ اس کا زیادہ حق دار بھی وہی ہے، جو اس بچے کے زیادہ قریب ہو اور ان صفات کا زیادہ حامل ہو۔ یہ اس کے قریبی رشتہ دار ہی ہو سکتے ہیں۔ پھر ان میں سے بھی زیادہ قریبی اور ان صفات سے متصف کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اگر ان صفات کے حاملین میں دو یا زیادہ برابر ہو جائیں۔ اگر ان کے درجات برابر ہوں، تو مَوْنِث کو مذکر پر ترجیح دی جائے گی۔ لہذا ماں کو باپ پر، دادی کو دادا پر، خالہ کو ماموں پر، پھوپھی کو چچا پر اور بہن کو بھائی پر ترجیح دی جائے گی۔ اگر دو برابر مذکر یا مَوْنِث جمع ہو جائیں، اسے قرعہ کے ذریعے مقدم کیا جائے گا۔ اگر بچے کے ساتھ ان کے درجات مختلف ہوں اور قرابت ایک ہی جہت سے ہو، تو بہن کو بیٹی پر، بچے کی خالہ کو والدین کی خالہ پر، والدین کی خالہ کو دادا کی خالہ پر اور نانا و نانی کو اخینیاں بھائی پر مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ حضانہ کے مسئلہ میں ابو اور چچا کی جہت بھائیوں کی جہت سے زیادہ قوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخینیاں بھائی کو مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ میراث میں نانا سے زیادہ قوی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب میں یہ دونوں صورتیں موجود ہیں۔“

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : ۵۰/۵)

## الحاصل:

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْحَقَّ فِي الْحِضَانَةِ لِلْأُمِّ ثُمَّ لِلْخَالَةِ فَإِنْ عُدِمَا  
فَالْأَبُ أَوْلَى بِوَلَدِهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ مِنْ قَرَائِبِهِ أَوْ غَيْرِهِنَّ  
وَإِذَا وَقَعَ النِّزَاعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأُمِّ أَوْ الْخَالَةِ كَانَ الْحُكْمُ مَا  
تَقَدَّمَ فِي الْأَحَادِيثِ كَمَا بَيَّنَّا وَإِذَا كَانَ الْأَبُ لَا يُحْسِنُ  
حِضَانَةَ وَلَدِهِ أَوْ لَيْسَ مِمَّنْ يَقُومُ بِرِعَايَةِ مَصَالِحِهِ كَانَ  
لِلْحَاكِمِ أَنْ يُعَيِّنَ مَنْ يَحْضُنُهُ مِنْ قَرَائِبِهِ أَوْ غَيْرِهِنَّ وَهَكَذَا  
إِذَا كَانَ الْأَبُ غَيْرَ مَوْجُودٍ .

”پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضانہ یعنی پرورش کا حق ماں کا ہے اور پھر خالہ کا ہے۔ دونوں نہ ہوں، تو باپ کو اختیار ہے کہ اپنے بچے کو کسی قریبی یا غیر قریبی رشتہ دار کے ہاں چھوڑ دے۔ جب باپ اور ماں یا خالہ کے درمیان اختلاف ہو جائے، تو فیصلہ سابقہ احادیث کے مطابق ہوگا جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں واضح کر دیا ہے۔ اگر باپ صحیح طور پر پرورش نہ کر سکتا ہو یا بچے کی مصلحتوں سے نا آشنا ہو، تو قاضی کو چاہیے کہ کسی قریبی یا دور کے رشتہ داروں سے اس کی پرورش کرنے میں مدد کرے۔ جب باپ موجود ہی نہ ہو، تو بھی یہی حکم ہوگا۔“

(السَّيْلُ الْجَرَّارُ: ۲/۴۳۸)



## کرسمس ڈے پر مبارکباد

کرسمس ڈے پر عیسائیوں کے ساتھ مل کر خوشی منانا یا انہیں مبارکباد دینا کیسا ہے؟  
 حرام ہے۔ یہ کسی گناہ گار اور کالے دل والے کا کام ہے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت  
 رکھنے والا قطعاً ایسا نہیں کر سکتا۔ اللہ کے دشمنوں کی عیدوں میں شرکت کرنا ممنوع و حرام  
 ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ . (سورة الفرقان : ۷۲)

”اللہ والے گناہ کی محفلوں میں شرکت نہیں کرتے۔“

علامہ ادریس ترکمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَنْ قَلَّةِ التَّوْفِيقِ وَالسَّعَادَةِ مَا يَفْعَلُهُ الْمُسْلِمُ الْخَبِيثُ فِي  
 يَوْمٍ يُعْرَفُ بِالْمِيلَادِ فَيَشْتَرِي لِأَوْلَادِهِ الْقَصَبَ وَالشَّمْعَ  
 وَالْقَفَصَ.... فَيَقْعُ فِي الْبِدْعِ وَيَخْرُجُ عَنْ طَرِيقِ النَّبِيِّ  
 الْمُخْتَارِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ آتَاءَ اللَّيْلِ وَأَطْرَافِ  
 النَّهَارِ وَفِي فِعْلَتِهِ هَذِهِ قَدْ تَشَبَّهَ بِالْكَفَّارِ....

”یہ توفیق اور سعادت کی کمی ہے کہ خبیث مسلمان میلاد نامی دن اپنے بچوں کو  
 بانس کی چھڑیاں، شمعیں اور پنجرے خرید کر دیتے ہیں..... اور بدعات و

خرفات میں شمولیت کرتے ہیں۔ نیز دن کی ساعات اور رات کی تاریکیوں میں جادہ نبوی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ ایسا کرنا کفار کی مشابہت ہے۔۔۔“

(اللمع في الحوادث والبدع: ۱/۲۹۳)

شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وَكَمَا لَا نَتَّشِبُهُ بِهِمْ فِي الْأَعْيَادِ فَلَا يُعَانُ الْمُسْلِمُ فِي ذَلِكَ؛  
بَلْ يُنْهَى عَنْ ذَلِكَ، فَمَنْ صَنَعَ دَعْوَةً مُخَالَفَةً لِلْعَادَةِ فِي  
أَعْيَادِهِمْ لَمْ تُجَبْ دَعْوَتُهُ، وَمَنْ أَهْدَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ هَدِيَّةً  
فِي هَذِهِ الْأَعْيَادِ مُخَالَفَةً لِلْعَادَةِ فِي سَائِرِ الْأَوْقَاتِ غَيْرَ هَذَا  
الْعِيدِ لَمْ تُقْبَلْ هَدِيَّتُهُ خُصُوصًا إِنْ كَانَتْ الْهَدِيَّةُ مِمَّا يُسْتَعَانُ  
بِهَا عَلَى التَّشَبُّهِ بِهِمْ، وَلَا يَبِيعُ الْمُسْلِمُ مَا يَسْتَعِينُ بِهِ  
الْمُسْلِمُونَ عَلَى مُشَابَهَتِهِمْ فِي الْعِيدِ مِنَ الطَّعَامِ وَاللِّبَاسِ  
وَنَحْوِ ذَلِكَ؛ لِأَنَّ فِي ذَلِكَ إِعَانَةً عَلَى الْمُنْكَرِ .

”کفار کی عیدوں میں ان کی ریس کرنا جائز نہیں، لہذا کسی مسلمان کا بھی ان (رسومات) میں تعاون نہیں کرنا چاہیے، بل کہ اسے منع کیا جائے۔ جس نے کفار کی عیدوں میں کسی خلاف معمول دعوت کا اہتمام کیا، اس کی دعوت قبول نہیں کی جائے گی۔ جس مسلمان نے ان عیدوں میں کسی کو خلاف معمول تحفہ دیا، وہ تحفہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ خصوصاً جب وہ تحفہ ان کے ساتھ مشابہت کا عکاس ہو۔ نہ ہی کسی ایسے کھانے یا لباس وغیرہ کی خرید و فروخت جائز ہے،



جو اس عید میں ان کی مشابہت کے لیے معاون ثابت ہو، کیوں کہ یہ گناہ میں تعاون ہے۔“

(اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم: ۵۱۹/۲، ۵۲۰)

مزید فرماتے ہیں:

هَذَا الْحَدِيثُ أَقْلُ أَحْوَالِهِ أَنْ يَقْتَضِيَ تَحْرِيمَ التَّشْبِهِ بِهِمْ، وَإِنْ كَانَ ظَاهِرُهُ يَقْتَضِي كُفْرَ الْمُتَشَبِّهِ بِهِمْ كَمَا فِي قَوْلِهِ قَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾

”اس حدیث سے کم از کم کفار کی مشابہت کے حرام ہونے کا ثبوت ضرور ملتا ہے، اگرچہ لگتا تو یوں ہے کہ ان کی مشابہت کفر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ (کفار سے دوستی رکھنے والا انہی کا ساتھی ہے۔)“

(اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم: ۳۱۴/۱)

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) کہتے ہیں:

وَمِمَّا يَفْعَلُهُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فِي فَضْلِ الشِّتَاءِ، وَيَزْعُمُونَ أَنَّهُ مِيلَادُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَجَمِيعُ مَا يُصْنَعُ أَيْضًا فِي هَذِهِ اللَّيَالِي مِنَ الْمُنْكَرَاتِ، مِثْلُ: إِيقَادِ النَّيرَانِ، وَإِحْدَاثِ طَعَامٍ، وَشَرَاءِ شَمْعٍ، وَغَيْرِ ذَلِكَ، فَإِنَّ اتِّخَاذَ هَذِهِ الْمَوَالِيدِ مَوْسِمًا هُوَ دِينُ النَّصَارَى، وَلَيْسَ لِذَلِكَ أَصْلٌ فِي دِينِ الْإِسْلَامِ، وَلَمْ

يَكُنْ لِهَذَا الْمِيلَادِ ذِكْرٌ فِي عَهْدِ السَّلَفِ الْمَاضِينَ، بَلْ أَصْلُهُ  
مَأْخُودٌ عَنِ النَّصَارَى، وَانْضَمَّ إِلَيْهِ بِسَبَبِ طَبِيعِيٍّ، وَهُوَ كَوْنُهُ  
فِي الشِّتَاءِ الْمُنَاسِبَ لِإِقْدَادِ النَّيِّرَانِ .

”موسم سرما میں بہت سے لوگ میلاد عیسیٰ ﷺ کے نام سے محفلیں منعقد کرتے  
ہیں۔ ان راتوں میں یہ بہت سے منکر کام کرتے ہیں، مثلاً آگ جلانا، رنگ  
رنگ قسم کے کھانے تیار کرنا اور شمعیں خریدنا وغیرہ وغیرہ، لہذا سالانہ طور پر میلاد  
منانا عیسائیوں کا دین ہے، اس کی اسلام میں کوئی اصل نہیں ہے۔ عہد سلف  
میں اس کا ذکر تک نہیں ملتا، بل کہ عیسائیوں سے لی گئی ہے اور سردیوں کی  
مناسبت سے آگ بھی جلائی جانے لگی۔“

(الأمر بالاتباع والنهي عن الابتاع، ص: ۱۴۵)

نیز فرماتے ہیں:

وَمِنْ ذَلِكَ أَعْيَادُ الْيَهُودِ أَوْ غَيْرِهِمْ مِنَ الْكَافِرِينَ أَوْ الْأَعَاجِمِ  
وَالْأَعْرَابِ الضَّالِّينَ، لَا يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِهِمْ فِي  
شَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ، وَلَا يُوَافِقَهُمْ عَلَيْهِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ  
مُحَمَّدٍ: ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا  
تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّهُمْ لَنُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ  
شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ  
الْمُتَّقِينَ﴾ وَأَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ هُوَ مَا يُهْوَوْنَهُ مِنْ

الْبَاطِلِ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْعَالِمِ أَنْ يَتَّبِعَ الْجَاهِلَ فِيمَا يَفْعَلُهُ مِنْ أَهْوَاءِ نَفْسِهِ، قَالَ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ: ﴿وَلَكِنَّ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾، فَإِذَا كَانَ هَذَا خِطَابُهُ لِنَبِيِّهِ، فَكَيْفَ حَالُ غَيْرِهِ إِذَا وَافَقَ الْجَاهِلِينَ أَوْ الْكَافِرِينَ وَفَعَلَ كَمَا يَفْعَلُونَ مِمَّا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَيَتَابِعُهُمْ فِيمَا يَخْتَصُّونَ بِهِ مِنْ دِينِهِمْ وَتَوَابِعِ دِينِهِمْ؟ وَتَرَى كَثِيرًا مِّنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ الْعِلْمَ الظَّاهِرَ، وَهُمْ مُنْسَلِخُونَ مِنْهُ بِالْبَاطِلِ، يَصْنَعُونَ ذَلِكَ مَعَ الْجَاهِلِينَ فِي مَوَاسِمِ الْكَافِرِينَ بِالتَّشْبِيهِ بِالْكَافِرِينَ.

”یہود، کفار، عجمیوں اور گمراہ عربیوں کی عیدوں کی مشابہت کسی مسلمان کے لائق نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد کریم ﷺ سے فرمایا: ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ﴾ (ہم نے آپ کو شریعت سے نوازا ہے، اسی کی پیروی کریں اور بے علم لوگوں کی خواہشات پر نہ چلیں۔ یہ آپ کو اللہ سے بالکل بھی بچا نہیں سکتے۔ ظالم تو ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، لیکن اللہ پارسا لوگوں کا ہی دوست ہے۔) بے علم لوگوں کی خواہشات سے مراد ان کی باطل ریت و روایات ہیں، لہذا کسی عالم کو جاہل لوگوں کی خواہشات

پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَيْنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (علم وحی آجانے کے بعد آپ نے کفار کی خواہشات کی پیروی کی، تو آپ ظالم ٹھہریں گے۔) جب اللہ کا خطاب اپنی نبی سے اتنا سخت ہے، تو کسی امتی کا کیا حال ہوگا، جو جاہلوں اور کافروں کی اتباع کرتا ہے۔ کفار کی ڈگر پر چلتے ہوئے ایسے ایسے کام کرتے ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی اور ان کے شعار کو اپناتے ہیں۔ سطحی علم رکھنے والے بہت سے عمال جائیں گے، جو حقیقی علم سے عاری ہو کر کفار سے مشابہت کرتے ہیں۔“

(الأمر بالإتباع والنهي عن الاتباع، ص: ۱۴۶)

مزید لکھتے ہیں:

وَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ عَلَى عَهْدِ السَّلَفِ السَّابِقِينَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يُشَارِكُهُمْ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ، فَالْمُؤْمِنُ حَقًّا هُوَ السَّالِكُ طَرِيقَ السَّلَفِ الصَّالِحِينَ الْمُقْتَفِي لِبِئَارِ نَبِيِّهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، الْمُقْتَفِي بِمَنْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ . فَجَعَلَنَا اللَّهُ مِنْهُمْ بِمَنْهُ وَكَرَمَهُ إِنَّهُ جَوَادٌ كَرِيمٌ .

”اچھی طرح سمجھ لیں کہ سلف صالحین میں کوئی بھی ان خرافات میں شرکت نہیں کرتا تھا، حقیقی مومن تو وہی ہوتا ہے، جو سلف صالحین کا خوشہ چین ہو، جن اسلاف نے اللہ کے انعام یافتہ انبیائے کرام، صدیقین، شہداء اور نیک و پارسا

سے دین حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا لطف و کرم کرتے ہوئے ہمیں ان میں سے بنادے۔ وہ تو بہت سخی اور بزرگ ہے۔“

(الأمر بالاتباع والنهي عن الاتباع، ص: ۱۵۲)

سرزمین عرب کے عظیم عالم، علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

عَنْ حُكْمٍ تَهْنِئَةِ الْكُفَّارِ بِعِيدِ الْكَرِيسِمُسْ؟ وَكَيْفَ نَرُدُّ عَلَيْهِمْ إِذَا هَتَّنُونَا بِهِ؟ وَهَلْ يَجُوزُ الذَّهَابُ إِلَى أَمَاكِنِ الْحَفَلَاتِ الَّتِي يُقِيمُونَهَا بِهَذِهِ الْمُنَاسَبَةِ؟ وَهَلْ يَأْتُمُّ الْإِنْسَانُ إِذَا فَعَلَ شَيْئًا مِمَّا ذُكِرَ بِغَيْرِ قَصْدٍ؟ وَإِنَّمَا فَعَلَهُ إِمَّا مُجَامَلَةً أَوْ حَيَاءً أَوْ إِحْرَاجًا أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ مِنَ الْأَسْبَابِ؟ وَهَلْ يَجُوزُ التَّشَبُّهُ بِهِمْ فِي ذَلِكَ؟ فَأَجَابَ فَضِيلَتُهُ بِقَوْلِهِ: تَهْنِئَةُ الْكُفَّارِ بِعِيدِ الْكَرِيسِمُسْ أَوْ غَيْرِهِ مِنْ أَعْيَادِهِمُ الدِّينِيَّةِ حَرَامٌ بِالْإِتِّفَاقِ، كَمَا نَقَلَ ذَلِكَ ابْنُ الْقَيِّمِ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ «أَحْكَامُ أَهْلِ الدِّمَةِ»، حَيْثُ قَالَ: وَأَمَّا التَّهْنِئَةُ بِشَعَائِرِ الْكُفْرِ الْمُخْتَصَّةِ بِهِ فَحَرَامٌ بِالْإِتِّفَاقِ، مِثْلُ أَنْ يُهْنِئَهُمْ بِأَعْيَادِهِمْ وَصَوْمِهِمْ، فَيَقُولُ: عِيدٌ مُبَارَكٌ عَلَيْكَ، أَوْ تَهْنَأُ بِهَذَا الْعِيدِ وَنَحْوِهِ، فَهَذَا إِنْ سَلِمَ قَائِلُهُ مِنَ الْكُفْرِ، فَهُوَ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ، وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ أَنْ تُهْنِئَهُ بِسُجُودِهِ لِلصَّلِيبِ، بَلْ ذَلِكَ أَعْظَمُ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ، وَأَشَدُّ مَقْتًا مِنَ التَّهْنِئَةِ بِشُرْبِ

الْحَمْرِ وَقَتْلِ النَّفْسِ، وَارْتِكَابِ الْفَرْجِ الْحَرَامِ وَنَحْوِهِ، وَكَثِيرٌ مِّمَّنْ لَا قَدَرَ لِلدِّينِ عِنْدَهُ يَقَعُ فِي ذَلِكَ، وَلَا يَذِرِي قُبْحَ مَا فَعَلَ، فَمَنْ هُنَا عَبْدًا بِمَعْصِيَةٍ أَوْ بِدَعَةٍ أَوْ كُفْرٍ فَقَدْ تَعَرَّضَ لِمَقْتِ اللَّهِ وَسَخَطِهِ. انْتَهَى كَلَامُهُ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَإِنَّمَا كَانَتْ تَهْنِئَةُ الْكُفَّارِ بِأَعْيَادِهِمُ الدِّينِيَّةِ حَرَامًا، وَبِهَذِهِ الْمَثَابَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا ابْنُ الْقَيِّمِ؛ لِأَنَّ فِيهَا إِقْرَارًا لِّمَا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ شِعَائِرِ الْكُفْرِ، وَرِضًا بِهِ لَهُمْ، وَإِنْ كَانَ هُوَ لَا يَرْضَى بِهَذَا الْكُفْرِ لِنَفْسِهِ، لَكِنْ يُحَرِّمُ عَلَى الْمُسْلِمِ أَنْ يَرْضَى بِشِعَائِرِ الْكُفْرِ، أَوْ يَهْنَأَ بِهَا غَيْرُهُ؛ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَرْضَى بِذَلِكَ، كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾. وَقَالَ تَعَالَى: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾. وَتَهْنِئَتُهُمْ بِذَلِكَ حَرَامٌ سَوَاءٌ كَانُوا مُشَارِكِينَ لِلشَّخْصِ فِي الْعَمَلِ أَمْ لَا، وَإِذَا هُنَّوْنَا بِأَعْيَادِهِمْ، فَإِنَّا لَا نُجِيبُهُمْ عَلَى ذَلِكَ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِأَعْيَادٍ لَنَا، وَلِأَنَّهَا أَعْيَادٌ لَا يَرْضَاهَا اللَّهُ تَعَالَى؛ لِأَنَّهَا إِمَّا مُبْتَدَعَةٌ فِي دِينِهِمْ، وَإِمَّا مَشْرُوعَةٌ، لَكِنْ نُسَخَتْ بِدِينِ الْإِسْلَامِ الَّذِي

بَعَثَ اللَّهُ بِهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ  
الْحَلْقِ، وَقَالَ فِيهِ: ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ  
مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ . وَإِجَابَةُ الْمُسْلِمِ  
دَعَوَتَهُمْ بِهَذِهِ الْمُنَاسَبَةِ حَرَامٌ؛ لِأَنَّ هَذَا أَعْظَمُ مِنْ تَهْنِئَتِهِمْ  
بِهَا، لِمَا فِي ذَلِكَ مِنْ مُشَارَكَتِهِمْ فِيهَا، وَكَذَلِكَ يُحَرِّمُ عَلَى  
الْمُسْلِمِينَ التَّشَبُّهُ بِالْكَفَّارِ بِإِقَامَةِ الْحَفَلَاتِ بِهَذِهِ الْمُنَاسَبَةِ،  
أَوْ تَبَادُلِ الْهَدَايَا أَوْ تَوَزِيعِ الْحُلُوى، أَوْ أَطْبَاقِ الطَّعَامِ، أَوْ  
تَعْطِيلِ الْأَعْمَالِ وَنَحْوِ ذَلِكَ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ». قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ  
تَيْمِيَّةَ فِي كِتَابِهِ (اِقْتِضَاءُ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ لِمُخَالَفَةِ  
أَصْحَابِ الْجَحِيمِ): مُشَابَهَتُهُمْ فِي بَعْضِ أَعْيَادِهِمْ تُوجِبُ  
سُرُورَ قُلُوبِهِمْ، بِمَا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَاطِلِ، وَرُبَّمَا أَطْمَعَهُمْ  
ذَلِكَ فِي انْتِهَازِ الْفُرْصِ وَاسْتِذْلَالِ الضُّعْفَاءِ . انْتَهَى كَلَامُهُ  
رَحِمَهُ اللَّهُ . وَمَنْ فَعَلَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَهُوَ آثِمٌ سَوَاءٌ فَعَلَهُ  
مُجَامِلَةً، أَوْ تَوَدُّدًا، أَوْ حِيَاءً أَوْ لِغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْأَسْبَابِ؛ لِأَنَّهُ  
مِنَ الْمُدَاهَنَةِ فِي دِينِ اللَّهِ، وَمِنْ أَسْبَابِ تَقْوِيَةِ نَفْسِ الْكَفَّارِ  
وَفَخْرِهِمْ بِدِينِهِمْ . وَاللَّهُ الْمَسْئُولُ أَنْ يُعَزِّزَ الْمُسْلِمِينَ

بِدِينِهِمْ، وَيَرْزُقُهُمُ الثُّبَاتَ عَلَيْهِ، وَيَنْصُرُهُمْ عَلَى أَعْدَائِهِمْ،  
إِنَّهُ قَوِيٌّ عَزِيزٌ.

”کیا کفار کو کرسمس ڈے کی مبارک باد دی جاسکتی ہے؟ اگر وہ ہمیں مبارک باد دیں، تو ہم جواباً انہیں کیا کہیں؟ کیا ان کی مجالس میلاد میں شرکت کی جاسکتی ہے؟ کیا غیر ارادی طور پر مذکورہ امور میں کوئی کام کرنا جائز ہے؟ معاملہ شناسی، حیا، حرج دور کرنے یا کسی اور مصلحت کے پیش نظر ایسا کرنا کیسا ہے؟ آیا اس مسئلہ میں ان کی مشابہت جائز ہے؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے جواب دیا:

کفار کو کرسمس یا کسی اور عید کی مبارک باد دینا بالاتفاق حرام ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ نے (احکام اہل الذمۃ: ۱/۴۴۱) میں فرماتے ہیں: ”کفار کو ان کے مخصوص شعار پر مبارک باد دینا بالاتفاق حرام ہے۔ مثلاً انہیں عید اور روزوں کے موقع پر ”عید مبارک“ یا ”یہ عید مبارک ہو“ کہنا۔ اس جیسے الفاظ کہنے والے کافر نہیں تو حرام کام کر رہا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے، جیسے اسے صلیب پر سجدہ کرنے پر مبارک باد دے رہا ہے۔ بل اللہ کے ہاں یہ تو شراب نوشی، قتل اور زنا جیسے کبیرہ گناہوں پر مبارک باد دینے سے بھی بڑا جرم اور گناہ ہے۔ کئی دین کے بے قدرے اس جرم کا شکار ہو گئے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ یہ کس قدر قبیح حرکت ہے۔ یاد رہے کہ کفر، بدعت یا کسی اور گناہ پر مبارک باد دینے والا اللہ کے غضب اور ناراضی کا قصد کر رہا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو ان کی مذہبی عیدوں کی مبارک



باد دینا حرام ہے، کیوں کہ اگرچہ وہ اس عید پر دل سے راضی نہیں ہے، لیکن 'مبارک باد دینے سے بالواسطہ راضی ہونا اور اقرار کرنا لازم آتا ہے۔ مسلمان کے لیے کفار کے شعائر پر خوش ہونا یا دوسروں کو 'مبارک باد دینا حرام ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ اگر تم بھی کفر پر اتر آؤ، اللہ کو پھر بھی کسی کی پرواہ نہیں، پر اللہ اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتا۔ شکر گزاری تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔ نیز فرمان الہی ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ آج میں نے تمہارے دین کو پایہ تکمیل کو پہنچا دیا ہے، اور اسلام کو تمہارے لیے بہ طور دین پسند کر لیا ہے۔ کافر مسلمان کا شراکت دار ہو یا نہ ہو، ہر دو صورت انہیں 'مبارک باد دینا حرام ہے۔

کفار اپنی عید پر ہمیں 'مبارک باد دیں، تو ہم کوئی جواب کچھ نہیں کہیں گے، کیوں کہ ایک تو یہ ہماری عید نہیں ہے دوسرا یہ کہ یہ عید، اللہ کو پسند نہیں ہے۔ تیسرا یہ کہ یا تو یہ عید ان کی بدعی عید ہوگی یا مذہبی، جسے دین اسلام نے منسوخ کر دیا۔ جس کی بابت ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ جو اسلام کے علاوہ کسی اور کو دین بنائے گا، اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا اور آخرت میں خائب و خاسر ہوگا۔ مسلمان کے لیے کفار کی عید کے موقع پر دعوت قبول کرنا حرام ہے۔ یہ تو انہیں

’مبارک باد دینے سے بڑا گناہ ہے، کیوں اس سے ان کی بدعت میں شراکت لازم آتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لیے کفار کی مشابہت میں اس موقع پر محفل میلاد کا انعقاد، تحائف کا تبادلہ، شیرینی تقسیم کرنا، رنگ برنگے کھانے بنانا، کاروبار بند کر دینا یا کوئی اور معمول سے ہٹ کر حرکت کرنا بھی حرام ہے۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ اسی میں سے ہوگا‘ شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب (اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة اصحاب الجحیم : ۵۴۶/۱) میں فرماتے ہیں: ’کفار کی کسی بھی عید میں ان کی مشابہت انہیں دلی خوشی فراہم کرتی ہے۔ جب کہ وہ باطل پرست ہیں۔ بسا اوقات تو انہیں اس سے موقع پرستی اور کمزوروں کو اپنی چنگل میں لے لینے کی امیدیں لگ جاتی ہیں۔ مذکورہ کاموں میں کوئی بھی کام کرنے والا گناہ گار ہے، چاہے ایسا وہ چاہتے ہو کرے یا نہ چاہتے ہوئے، حیا کرتے ہوئے کرے یا کسی اور وجہ سے۔ کیوں کہ یہ واضح طور پر دین کو کمزور کرنے، کفار کی قوت قلبی اور انہیں اپنے دین پر فخر کرنے کا موقع دینے کی سازش ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو غلبہ اسلام عطا فرمائے، اسی پر کاربند رکھے اور کافروں کے مقابلے میں مدد فرمائے۔ بلاشبہ وہ قوی اور غالب ہے۔“

(فتاویٰ العقیدۃ، ص: ۲۴۶-۲۴۸، مجموع فتاویٰ و رسائل العثیمین: ۴۶-۴۴/۳)



## ناہینا کی امامت

ناہینا کی امامت شریعت کی رو سے بلا کراہت درست اور جائز ہے۔

امام ابن المذرہ رحمہ اللہ (۲۴۲-۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

وَابَاحُهُ إِمَامَةُ الْأَعْمَى كَالْإِجْمَاعِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ.

”ناہینا کی امامت کے جواز پر تقریباً اہل علم کا اجماع ہے۔“

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف: ۱۵۴/۴)

① سیدنا محمود بن ربیع رحمہ اللہ سے روایت ہے:

إِنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ، كَانَ يَوْمَ قَوْمِهِ وَهُوَ أَعْمَى، وَأَنَّهُ قَالَ  
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا تَكُونُ  
الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ، وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ، فَصَلِّ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ فِي بَيْتِي مَكَانًا آتَخِذُهُ مُصَلِّيً، فَجَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ؟ فَأَشَارَ إِلَى  
مَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَصَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ.

”سیدنا عتبان بن مالک رحمہ اللہ اپنی قوم کے امام تھے۔ آپ ناہینا تھے۔ رسول اللہ

ﷺ سے عرض کرنے لگے: اللہ کے رسول! میرے گھر اور مسجد کے درمیان اندھیرہ اور برساتی نالا حائل ہے، ہوں بھی میں نابینا، آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں وہ جگہ نماز کے لیے خاص کر دوں۔ نبی کریم ﷺ (اگلے دن) ان کے گھر آئے اور فرمایا: کہاں نماز پڑھوں؟ انہوں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے وہاں نماز پڑھ دی۔“

(صحیح البخاری: ۶۶۷)

امام اندلس، ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۳۶۸-۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

وَفِيهِ مِنَ الْفِقْهِ إِجَازَةٌ إِمَامَةٌ الْأَعْمَى وَلَا أَعْلَمُهُمْ يَخْتَلِفُونَ فِيهِ .

”اس حدیث سے نابینا کی امامت کا جواز ملتا ہے، ہمارے مطابق اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔“

(الاستذکار: ۳۶۱/۲)

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ عَلَى الْمَدِينَةِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ .

”نبی کریم ﷺ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنے پیچھے بہ طور امام مقرر کیا۔ آپ لوگوں کو امامت کرواتے رہے۔“

(مسند أبي يعلى: ۴۳۴/۷، ح: ۴۴۵۶، المعجم الأوسط للطبراني: ۲۷۲۳، معرفة

السنن والآثار للبيهقي: ۳۷۱/۲، ح: ۱۴۸۶، وسنده حسن

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۱۳۴، ۲۱۳۵) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

علامہ بیہقی رحمہ اللہ (۷۳۵-۸۰۷ھ) فرماتے ہیں:

وَرَجَالُ أَبِي يَعْلَى رَجَالُ الصَّحِيحِ .

”مسند ابویعلیٰ کی حدیث کے تمام راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔“

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۶۲/۲)

علامہ بوضیری رحمہ اللہ (۷۶۲-۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ .

”یہ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔“

(إتحاف الخيرة المهرة: ۱۰۹۶)

③ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بابت بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ إِمَامَ بَنِي خَطْمَةٍ، وَهُوَ أَعْمَى عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”آپ رضی اللہ عنہ نابینا ہونے کے باوجود عہد نبوی میں بنو خطمہ قبیلے کے امام تھے۔“

(جامع المسانید والسنن لابن کثیر: ۳۶۵/۵، ح: ۶۶۶۳، وسنده حسن)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۷۳۵-۸۰۷ھ) فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَرَجَالُهُ رَجَالُ الصَّحِيحِ .

”یہ طبرانی کبیر کی روایت ہے اور اس کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔“

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۶۸/۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وَرَجَالُهُ ثِقَاتٌ .

”اس کے سارے راوی ”ثقة“ ہیں۔“

(الإصابة في تمييز الصحابة : ۱۷۱/۴)

④ عروہ رحمہ اللہ تابعی فرماتے ہیں:

كَانَ إِمَامَ بَنِي خَطْمَةَ أَعْمَى .

”قبیلہ بنو خطمہ کا امام نابینا تھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : ۲/۲۱۳، وسنده صحيح)

⑤ امام ابو جعفر محمد بن علی باقر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ أَعْمَى، فَجَاءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلَى مَنْكَبَيْهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا، وَرِدَاؤُهُ إِلَى جَنْبِهِ عَلَى الْمِشْجَبِ، فَصَلَّى بِنَا .

”ہم سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نابینا تھے۔

نماز کا وقت ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہما بنا ہوا کپڑا اوڑھ کر کھڑے ہوئے، جوں ہی کندھوں پر رکھتے، اس کا دوسرا پلو چھوٹا ہونے کی وجہ سے نیچے آ جاتا۔ آپ کی چادر ایک طرف بیگنر پر لٹکی ہوئی تھی، پھر آپ رضی اللہ عنہما نے ہمیں امامت کروائی۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : ۲/۲۱۳، وسنده صحيح)

⑥ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ نَاسٌ مِّنْ أَهْلِ بَدْرِ يَوْمُونَ فِي مَسَاجِدِهِمْ، بَعْدَ مَا ذَهَبَتْ  
أَبْصَارُهُمْ.

”بدری صحابہ کرام اپنی مسجدوں میں نابینا ہو جانے کے بعد بھی امامت کرواتے  
رہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٢/٢١٣، وسنّده صحيح)

⑥ امام عطاء بن ابی رباح سے نابینا کی امامت کی بابت پوچھا گیا، تو فرمایا:  
إِذَا كَانَ أَفْقَهُهُمْ.

”جائز ہے، لیکن جب سب سے زیادہ دین کا فہم رکھتا ہو۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٢/٢١٣، وسنّده صحيح)

⑦ صالح بن رستم ابو عامر خزاز رحمہ اللہ سے روایت ہے:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ الْحَسَنَ، أَمُّ قَوْمِي وَأَنَا أَعْمَى؟ قَالَ: نَعَمْ.

”ایک آدمی نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ میں نابینا ہوں، اپنی قوم  
کا امام بن سکتا ہوں؟ فرمایا: جی ہاں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٢/٢١٣، وسنّده حسن)

⑨ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ الْحَكَمُ بْنُ عَتِيْبَةَ الْقَاسِمَ عَنِ الْأَعْمَى يَوْمٌ وَتَجَوُّزُ  
شَهَادَتِهِ؟ فَقَالَ: مَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَوْمَ وَتَجَوُّزُ شَهَادَتِهِ.

”حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ نے امام قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا نابینا کی  
امامت اور گواہی جائز ہے؟ فرمایا: جی ہاں، جائز ہے۔“



(مصنّف ابن أبي شيبة: ٢/٢١٣، وسندُه صحيح)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ (۲۴۲-۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

إِمَامَةُ الْأَعْمَى كإِمَامَةِ الْبَصِيرِ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا، وَهُمَا دَاخِلَانِ فِي ظَاهِرِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَوْمَ الْقَوْمِ أَقْرُوهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ، فَأَيُّهُمْ كَانَ أَقْرَأَ كَانَ أَحَقَّ بِالْإِمَامَةِ، وَقَدْ رَوَيْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ حَدِيثًا.

”میں اور نابینا کی امامت میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کے مصداق ہیں: ”قوم کی امامت وہ کروائے، جو قرآن کا بڑا قاری ہو۔“ لہذا بڑا قاری امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ نابینا کی امامت کے مسئلہ میں ہم نے خاص حدیث بھی بیان کر دی ہے۔“

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف: ٤/١٥٤)

### تنبیہ نمبر ①:

زیاد بن عبد اللہ نمیری بصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نابینا کی امامت کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا:

وَمَا حَاجَتُهُمْ إِلَيْهِ؟

”انہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٢/٢١٤، الأوسط لابن المنذر: ٤/١٥٤)

تبصرہ:



سند ”ضعیف“ ہے۔ زیاد بن عبد اللہ نمیری کو جمہور نے ”ضعیف“ کہا ہے۔  
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(تقریب التہذیب: ۲۰۸۷)

## تنبیہ نمبر ۲:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كَيْفَ أَوْمُهُمْ وَهُمْ يَعْدِلُونِي إِلَى الْقِبْلَةِ .

”وہ مجھے پکڑ کر قبلہ رخ کرتے ہیں، میں انہیں کیسے امامت کروا سکتا ہوں؟“

(مصنف عبد الرزاق: ۳۹۶/۲، ح: ۳۸۳۳، مصنف ابن أبي شيبة: ۲/۲۱۴)

## تبصرہ:

سند و وجہ سے ”ضعیف“ ہے۔

① عبد الاعلیٰ بن عامر ثعلبی جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

② سفیان ثوری ”مدلس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

## تنبیہ نمبر ۳:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا أَحَبُّ أَنْ يَكُونَ مُؤَدِّنُكُمْ عُمَيَّاكُمْ، قَالَ: وَحَسِبْتُهُ قَالَ:

وَلَا قُرَأُكُمْ .

”مجھے پسند نہیں کہ تمہارے مؤذن اور امام نابینا ہوں۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ۲/۲۱۴)



تبصرہ:

سند سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے۔

تنبیہ نمبر (۴):

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

الْأَعْمَى لَا يَوْمُ.

”ناپیدا امامت نہیں کروا سکتا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۲/۲۱۴، وسندہ صحیح)

تبصرہ:

یہ قول صحیح احادیث اور جمہور سلف کی مخالفت کی بنا پر ناقابلِ التفات ہے۔  
حنفی مقلدین بغیر دلیل کے صحیح احادیث اور جمہور سلف صالحین کے فہم کی مخالفت  
کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَيُكْرَهُ تَقْدِيمُ الْعَبْدِ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْفَاسِقِ وَالْأَعْمَى وَوَلَدُ الزَّانَا.

”غلام، دیہاتی، فاسق، ناپیدا اور ولدِ زنا کی امامت مکروہ ہے۔“

(القدوري، ص: ۲۰، الهداية: ۱/۱۲۲)

دعویٰ کراہیت بے دلیل ہے۔ ائمہ سلف کی مخالفت میں یہ قول مسوع نہیں۔ حق وہی  
ہے، جس پر اسلافِ امت کاربند رہے۔

الحاصل: ناپیدا شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

## نماز جنازہ میں دیر سے شامل ہونے والا کیا کرے؟

اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں شریک ہوا، جب کہ امام کچھ تکبیریں ادا کر چکا تھا، اب وہ کیا کرے گا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ:

وہ امام کے ساتھ جنازہ کا جو حصہ پائے، ادا کر لے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ تکبیریں مکمل کر لے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أُقِيِمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا تَأْتُوَهَا تَسْعَوْنَ، وَأَتُوَهَا تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَاتِمُوا. ”جب نماز کی اقامت کہہ دی جائے، تو آپ دوڑ کر مت آئیں، بل کہ سکون اور وقار کے ساتھ چل کر آئیں۔ جو مل جائے، ادا کر لیں اور جو رہ جائے، بعد میں مکمل کر لیں۔“

(صحیح البخاری: ۹۰۸، صحیح مسلم: ۶۰۲)

سیدنا ابوقحادہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا سَبَقَكُمْ فَاتِمُوا. ”جو جماعت کے ساتھ مل جائے، پڑھ لیں اور جو رہ جائے، اسے بعد میں مکمل کر لیں۔“



(صحیح البخاری: ۶۳۵، صحیح مسلم: ۶۰۳، واللفظ له)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلْيَمْسِ عَلَى هَيْئَتِهِ، فَلْيُصَلِّ مَا  
أَذْرَكَ، وَلْيَقْضِ مَا سَبَقَهُ.

”نماز کے لیے آنے والے کو سکون و اطمینان سے چلنا چاہیے، لہذا اسے چاہیے  
کہ جو جماعت سے مل جائے، ادا کر لے اور جو رہ جائے، بعد میں مکمل کر  
لے۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۰۶/۳، مسند أبي يعلى: ۴۳۶/۶، ح: ۳۸۱۴، وسنده صحيح)

ان احادیث کے عموم کا تقاضا ہے کہ جو نماز جنازہ میں امام کے ساتھ پالے وہ ادا  
کرے اور جو رہ جائے، بعد میں پوری کر لے۔

## قبلہ رخ قضائے حاجت کی شرعی حیثیت

قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنے کا جواز اس صورت میں ہے، جب سامنے کوئی اوٹ، دیوار یا پردہ وغیرہ حائل ہو۔ اس مسئلہ میں وارد احادیث ملاحظہ ہوں:

① سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَتَيْتُمُ الْعَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ، وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا، قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَا حِيضَ بُنَيَّتٍ قَبْلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ، وَنَسْتَغْفِرُ اللَّهَ تَعَالَى .  
 ”(مدینہ والو!) قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرو، نہ پیٹھ، بل کہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرلو۔ سیدنا ابوالیوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم شام کے علاقہ میں گئے، دیکھا کہ وہاں باتھ روم قبلہ رو بنے ہوئے تھے۔ ہم نے تو اپنا رخ قبلہ سے پھیر لیتے اور استغفر اللہ پڑھتے۔“

(صحیح البخاری: ۳۹۴، صحیح مسلم: ۲۶۴)

② سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قِيلَ لَهُ: قَدْ عَلَّمَكُمُ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةِ قَالَ: فَقَالَ: أَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ

لِغَائِطٍ، أَوْ بَوْلٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقْلٍ  
مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بَعْظَمٍ .  
”انہیں کہا گیا کہ تمہارا نبی تو تمہیں ہر چیز ہی سکھاتا ہے، حتیٰ کہ قضائے حاجت  
کے اصول بھی سمجھاتا ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں، آپ ﷺ  
نے ہمیں قضائے حاجت کے لیے قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے، دائیں ہاتھ، تین پتھروں  
سے کم اور لید یا ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

(صحیح مسلم: ۲۶۲)

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ عَلَى حَاجَتِهِ، فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ، وَلَا  
يَسْتَدْبِرُهَا .  
”قضائے حاجت کے لیے کوئی قبلہ کی طرف منہ کرے، نہ پیٹھ۔“

(صحیح مسلم: ۲۶۵)

④ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:  
إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ : إِذَا قَعَدْتُ عَلَى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ  
الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ : لَقَدْ  
ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلَى ظَهْرِ بَيْتِ لَنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لَبَتَيْنِ، مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ  
لِحَاجَتِهِ .

”لوگ ایسے ہی کہتے ہیں کہ قضائے حاجت کے لیے بیت اللہ اور بیت المقدس کی طرف منہ نہیں کیا جاسکتا، جب کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ دو اینٹوں پر بیٹھے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔“

(صحیح البخاری: ۱۴۵، صحیح مسلم: ۲۶۶)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

إِرْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ، مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ.

”اپنے کسی کام کی غرض سے میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ شام کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے قضائے حاجت کر رہے تھے۔“

(صحیح البخاری: ۱۴۸، صحیح مسلم: ۲۶۶)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کو جواب دیا، جو قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنا ناجائز سمجھتے تھے، کیوں کہ انہوں نے خود نبی کریم ﷺ کو قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تھا۔ جب کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ممانعت والی حدیث سن رکھی تھی اور نبی کریم ﷺ کا عمل ان کے علم میں نہ آسکا، تب ہی تو فرماتے ہیں:

مَا أَصْنَعُ بِهَذِهِ الْكَرَائِسِ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ الْغَائِطَ أَوْ الْبَوْلَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا

الْقِبْلَةَ أَوْ قَالَ الْكَعْبَةَ بِفَرْجٍ .

”میں ان باتھ رومز کا کیا کروں؟ جب کہ میں نے تو نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان سن رکھا ہے: قضائے حاجت کے وقت کوئی قبلہ رخ نہ ہو۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱/۱۳۹، وسندہ صحیح)

⑤ سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَنَسْتَدْبِرَهَا بِفُرُوجِنَا لِلْبَوْلِ، ثُمَّ رَأَيْتُهُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِعَامٍ يَبُولُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ .

”رسول اللہ ﷺ ہمیں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کر کے پیشاب کرنے سے منع کرتے تھے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو موت سے ایک برس پہلے قبلہ رخ پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔“

(مسند الإمام أحمد: ۳/۳۶۰، سنن أبي داود: ۱۳، سنن الترمذي: ۹، سنن ابن ماجه

: ۳۱، شرح معاني الآثار: ۴/۲۳۴، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابن خزمیہ (۵۸)، امام ابن حبان (۱۴۲۰) اور امام ابن الجارود رحمہم اللہ (۳۱) نے ”صحیح“، امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ”امام مسلم کی شرط پر صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام بزار رحمہم اللہ (الخصائص الحمیر لابن حجر: ۱/۱۲۸) نے ”حسن“ کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (شرح صحیح مسلم: ۳/۱۵۵) نے سند کو ”حسن“ کہا ہے۔ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر الممیر: ۲/۳۰۷) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ اس کے راویوں کے بارے میں فرماتے ہیں:



كُلُّهُمْ ثَقَاتٌ.

”سارے راوی ”ثقة“ ہیں۔“

(سنن الدارقطني: ۵۹/۱)

⑥ سلیمان بن زیاد مصری کہتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزُّبَيْدِيِّ فِي يَوْمِ  
جُمُعَةٍ، فَدَعَا بِطُسْتٍ، وَقَالَ لِلْجَارِيَةِ: اسْتُرْنِي، فَسَتَرَتْهُ،  
فَبَالَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَنْهَى أَنْ يَبُولَ أَحَدُكُمْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ.

”ایک جمعہ ہم سیدنا عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں  
حاضر ہوئے، انہوں نے پٹنی (ہاتھ وغیرہ دھونے کا برتن) منگوایا اور ایک بچی  
سے کہا مجھے پردہ کریں، اس نے پردہ کیا، آپ نے اس برتن میں پیشاب کیا۔  
اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روبہ قبلہ پیشاب  
کرنے سے منع فرمایا۔“

(صحیح ابن حبان: ۱۴۱۹، وسندہ حسن)

ان احادیث کی رو سے اکثر محدثین قبلہ کی طرف کر کے پیشاب کرنے کے بارے  
میں ممانعت والی روایات کو فضا اور صحرا پر محمول کرتے ہیں کہ پردہ یا اوٹ ہو، تو جائز ہے۔ یہ  
بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہو، کیوں کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبلہ کی  
طرف منہ کر کے پیشاب کرنا ثابت ہے۔

سید الفقہاء امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یوں باب قائم کرتے ہیں:

بَابُ : لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ إِلَّا عِنْدَ الْبَنَاءِ ، جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهِ .

”اس بات کا بیان کہ قضائے حاجت کے لیے قبلہ رخ نہ ہوا جائے الا کہ دیوار وغیرہ کی صورت میں کوئی عمارت حائل ہو۔“

شارح صحیح مسلم حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) اس مسئلہ میں مذہبِ علما ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَرَدَتْ بِالنَّهْيِ فَيُحْمَلُ عَلَى الصَّخَرَاءِ لِيُجْمَعَ بَيْنَ الْحَادِيثِ وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ إِذَا أَمَكْنَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْحَادِيثِ لَا يُصَارُ إِلَى تَرْكِ بَعْضِهَا بَلْ يَجِبُ الْجَمْعُ بَيْنَهَا وَالْعَمَلُ بِجَمِيعِهَا وَقَدْ أَمَكْنَ الْجَمْعُ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ فَوَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ وَفَرَّقُوا بَيْنَ الصَّخَرَاءِ وَالْبُنْيَانِ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى بِأَنَّهُ يَلْحَقُهُ الْمَشَقَّةُ فِي الْبُنْيَانِ فِي تَكْلِيفِهِ تَرْكَ الْقِبْلَةِ بِخِلَافِ الصَّخَرَاءِ .

”جو احادیث قبلہ رخ پیشاب کرنے کی ممانعت میں آئیں ہیں، انہیں صحرا پر محمول کریں گے اور یہ بات علمائے کرام کے ہاں طے ہے کہ جب جمع و تطبیق ممکن ہو، ترجیح پر عمل نہیں کیا جاسکتا، بل کہ جمع و توفیق اور تمام احادیث پر عمل واجب ہوگا۔ اس مسئلہ میں جمع و توفیق ممکن ہے، لہذا اسی پر عمل کیا جائے گا۔ علمائے کرام نے صحرا اور عمارتوں میں اس لحاظ سے بھی فرق کیا ہے کہ عمارتوں

میں قبلہ رخ نہ ہونے کا کہا جائے تو اس سے مشقت لاحق ہوگی، جب کہ صحرا میں ایسا کچھ نہیں ہے۔“

(شرح صحیح مسلم: ۱۵۵/۳)

شراح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَبِالتَّفْرِيقِ بَيْنَ الْبُنْيَانِ وَالصَّحْرَاءِ مُطْلَقًا قَالَ الْجُمْهُورُ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَإِسْحَاقَ وَهُوَ أَعْدَلُ الْأَقْوَالِ لِإِعْمَالِهِ جَمِيعَ الْأَدِلَّةِ .

”پیشاب کرتے وقت قبلہ رخ ہونے کے حوالے سے عمارت اور صحرا میں فرق جمہور کا موقف ہے۔ امام مالک، شافعی اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ نیز تمام دلائل پر عمل اسی صورت میں ممکن ہے۔“

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۲۴۶/۱)

### تنبیہ نمبر ①:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ يَكْرَهُونَ أَنْ يَسْتَقْبِلُوا بِفُرُوجِهِمُ الْقِبْلَةَ، فَقَالَ : أَرَأَيْكُمْ قَدْ فَعَلُوهَا، اسْتَقْبِلُوا بِمَقْعَدَتِي الْقِبْلَةَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا کہ ایک قوم قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنا حرام سمجھتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسے ہی کرتے ہوں گے، آپ قبلہ رخ بیٹھ پھیرا



کریں۔“

(سنن ابن ماجہ : ۳۲۴، مسند الإمام أحمد : ۶/۱۸۴، مسند الطيالسي : ۱۵۴۱، شرح معاني الآثار للطحاوي : ۴/۲۳۴)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔

① امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَالِدُ بْنُ أَبِي صَلْتٍ عَنْ عِرَاكِ مُرْسَلٌ.

”خالد بن ابوصلت کی عراق سے روایت ”مرسل“ ہوتی ہے۔“

(التاريخ الكبير : ۳/۱۵۵)

② خالد بن ابوصلت راوی ”مجہول“ ہے۔ سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ

(الثقات : ۶/۲۵۲) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

حافظ اندلس علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا حَدِيثُ عَائِشَةَ فَهُوَ سَاقِطٌ.... خَالِدِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ وَهُوَ

مَجْهُولٌ لَا يُدْرَى مَنْ هُوَ.

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث ضعیف ہے۔.... خالد بن ابوصلت مجہول راوی

ہے، اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں!“

(المحلی بالآثار : ۱/۲۶۱)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَكَادُ يُعْرَفُ.

”اس کی پہچان ممکن ہی نہیں۔“

(میزان الاعتدال: ۱/۶۳۲)

حافظ ابن حجر نے اسے ”مقبول“ (مجهول) کہا ہے۔

(تقریب التہذیب: ۱۶۴۳)

③ یہ ”منقطع“ ہے۔ عراق کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں ہے۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (علل ابن ابی حاتم، ص ۱۶۲-۱۶۳) نے اس روایت کو ”مرسل“ کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، وہ بھی عراق کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کا انکار کرتے ہیں۔ جس روایت میں عراق نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کی تصریح کی ہے اس میں علی بن عاصم واسطی راوی ”ضعیف“ ہے۔

④ سنن دارقطنی (۱/۶۰) میں «خالد الحذاء عن رجل عن عراك» کی سند سے خالد حذا اور عراق کے درمیان جو ”رجل“ ہے، وہ خالد بن ابوصلت ہے۔ خالد نے عراق سے سماع کی تصریح نہیں کی۔ یہ المزید فی متصل الاسانید کی قبیل سے ہے، لہذا اس سند ”ضعیف“ ہے۔

تنبیہ نمبر ②:

مروان اصفر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَا خَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هَذَا؟ قَالَ: بَلَى، إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ، فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ

وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ .

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی اونٹنی قبلہ رخ بٹھائی اور اس کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے لگے۔ میں نے پوچھا: ابو عبد الرحمن! (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت) قبلہ رخ پیشاب کرنا منع نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں، لیکن یہ ممانعت فضا سے متعلقہ ہے، جب درمیان میں کوئی اوٹ ہو، تو کوئی مضائقہ نہیں۔“

(سنن أبي داود: ۱۱، السنن الكبرى للبيهقي: ۹۲/۱)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔ حسن بن ذکوان ”مدلس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔ اس حدیث کو امام ابن الجارود (۳۲)، امام ابن خزیمہ (۶۰) اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (۵۵۶/۱) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۵۶/۱) نے ”امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح“ کہا ہے۔ نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ حازمی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

(الاعتبار في النسخ والمنسوخ من الآثار، ص: ۳۸)

الحاصل:

اگر سامنے دیوار یا پردہ حائل ہو، تو قبلہ رخ پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اکثر ائمہ سلف کا یہی موقف ہے۔ بعض روایات بھی اسی موقف کو تقویت دیتی ہیں۔ واللہ اعلم!



## پیشاب کے چھینٹوں سے صحابی کو عذاب؟

کسی صحابی کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتے تھے، لہذا اس بنا پر انہیں عذاب قبر ہوا۔ (نعوذ باللہ!)  
اس کے متعلق روایات کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

① سعید مقبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَمَّا دَفَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا قَالَ : لَوْ  
نَجَا أَحَدٌ مِّنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ لَنَجَا سَعْدٌ، وَلَقَدْ ضَمَّ ضَمَّةً  
اِخْتَلَفَتْ مِنْهَا أَضْلَاعُهُ مِنْ أَثَرِ الْبَوْلِ .

”جب نبی کریم ﷺ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا، تو فرمایا: اگر قبر کے  
دبوچنے سے کوئی بچ سکتا، تو وہ سعد تھا۔ اسے بھی قبر نے اس قدر دبایا کہ پسلیوں  
کا آپس میں اختلاط ہوگا، ایسا پیشاب کے چھینٹوں کی وجہ سے ہوا۔“

(الطبقات لابن سعد: ۳/۳۲۹)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ اور ”منقطع“ ہے۔

① سعید مقبری رحمہ اللہ تابعی براہ راست نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں،

لہذا یہ ”مرسل“ ہونے کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے۔

② ابو معشر نجج بن عبد الرحمن جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

علامہ بوسیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمُھُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(اتحاف المہرۃ: ۵۱۱/۴)

② سعد بن ابی العزہ کے گھروالے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَانَ يَقْصِرُ فِي بَعْضِ الطَّهْوَْرِ مِنَ الْبَوْلِ .

”سعد بسا اوقات پیشاب کرتے وقت چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔“

(دلائل النبوة: ۳۰/۴، إثبات عذاب القبر كلاهما للبيهقي: ۹۴)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔ بعض اہل سعد، کون ہے؟ کوئی پتہ نہیں! نیز ان کو خبر دینے والا بھی مبہم ہے۔

③ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا

سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے موقع پر فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ سَمِعْتُ أَنَيْنَهُ، وَرَأَيْتُ اخْتِلَافَ

أَصْلَاعِهِ فِي قَبْرِهِ .

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میری جان ہے! میں نے سعد کے رونے کی



آواز سنی ہے اور پسلیوں کا اختلاط دیکھا ہے۔“

(الموضوعات لابن الجوزي: ۲۳۳/۳)

تبصرہ:

سند ”باطل“ ہے۔ قاسم بن عبد الرحمن انصاری ”ضعیف“ ہے۔ توثیق وعدالت ثابت نہیں۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ .

”کسی کام کا نہیں۔“

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، مُضْطَرَبُ الْحَدِيثِ .

”اس کی حدیث ”ضعیف و مضطرب“ ہوتی ہے۔“

نیز امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے ”منکر الحدیث“ کہا ہے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۱۱۳/۷)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ، وَآفَتْهُ مِنَ الْقَاسِمِ .

”یہ حدیث ثابت نہیں ہے، وجہ ضعف قاسم (بن عبد الرحمن) ہے۔“

④ مشہور تابعی حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ ضَمَّ فِي الْقَبْرِ ضَمَّةً حَتَّى صَارَ مِثْلَ الشَّعْرَةِ، فَدَعَوْتُ اللَّهَ

عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُرْفَهُ عَنْهُ، وَذَلِكَ أَنَّهُ كَانَ لَا يَسْتَبِرُّ مِنَ الْبَوْلِ .

”سعد پر قبر اس قدر تنگ ہوئی کہ وہ بال کی طرح باریک ہو گئے، میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بارِ خاطر ہلکا کر دے۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ سعد پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔“

(الموضوعات لابن الجوزي: ۲۳۴/۳)

تبصرہ:

سند سخت ”ضعیف“ ہے۔

① سند ”منقطع“ ہے۔ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ مَّقْطُوعٌ، فَإِنَّ الْحَسَنَ لَمْ يُدْرِكْ سَعْدًا.

”یہ حدیث ”منقطع“ ہے، کیوں حسن بصری نے سعد کا زمانہ نہیں پایا۔“

② ابوسفیان طریف بن شہاب صفدی جمہور کے نزدیک ”ضعیف و متروک“

ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ضغطۃ القبر ”قبر کی پکڑ“ پیشاب کے چھینٹوں کی وجہ سے نہ تھا اور اس کے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں، جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

لَهَذَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ الَّذِي تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ، وَفُتِحَتْ لَهُ

أَبْوَابُ السَّمَاوَاتِ، وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ لَمْ يَنْزِلُوا الْأَرْضَ قَبْلَ ذَلِكَ، وَلَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ أُفْرِجَ عَنْهُ.

”یہ تو ایسی نیک شخصیت ہیں، کہ جن کی موت سے عرشِ الہی میں بھی جنبش آگئی، ساتوں آسمانوں کے دروازے کھول دیے گئے اور ستر ہزار فرشتے جنازہ میں حاضر ہوئے، جو اس سے پہلے زمین پر نہ اترے تھے۔ پہلے ان پر قبر تنگ ہوئی، پھر کشادہ ہو گئی۔

(الطبقات لابن سعد: ۴۳۰/۳، سنن النسائي: ۲۰۵۵، وسنده صحيح)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلْقَبْرِ ضِعْطَةً، لَوْ كَانَ أَحَدٌ نَّاجِيًا مِنْهَا نَجَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ.

”قبر ایک بار ضرور دبوچتی ہے، اگر اس سے کوئی بچ سکتا ہوتا، تو سعد ہوتے۔“

(مسند الإمام أحمد: ۹۸، ۵۵/۶، وسنده صحيح)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۱۲) نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”قوی“ کہا ہے۔

(سير أعلام النبلاء: ۲۹۰/۱)

سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى صَبِيٍّ أَوْ صَبِيَّةٍ فَقَالَ: لَوْ نَجَا أَحَدٌ مِّنْ ضَمَّةِ الْقَبْرِ لَنَجَا هَذَا الصَّبِيُّ.

”نبی کریم ﷺ نے کسی بچے یا بچی کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا: قبر کی تنگی سے کوئی بچ سکتا ہوتا، تو یہ بچہ بچتا۔“



(الأوسط للطبراني: ٢٧٥٣، المطالب العالية لابن حجر: ٤٥٣٢، وسنده صحيح)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

حافظ بیہمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَرِجَالُهُ مُوثَقُونَ.

”یہ معجم الاوسط للطبرانی کی روایت ہے اور اس کے تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔“

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ٤٧/٣)

سیدنا ابوالیوب انصاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ صَبِيًّا دُفِنَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ

أَفَلَتَ أَحَدٌ مِّنْ ضَمَّةِ الْقَبْرِ لَأَفَلَتَ هَذَا الصَّبِيُّ.

”ایک بچے کی تدفین کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر کے کھچاؤ سے کسی

کی جاں خلاصی ہو سکتی ہوتی، تو اس بچے کی ہوتی۔“

(المعجم الكبير للطبراني: ١٢١/٤، ح: ٣٨٥٨، صحيح)

حافظ بیہمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

”اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔“

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ٤٧/٣)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هَذِهِ الضَّمَّةُ لَيْسَتْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي شَيْءٍ، بَلْ هُوَ أَمْرٌ

يَجِدُهُ الْمُؤْمِنُ، كَمَا يَجِدُ أَلَمَ فَقْدِ وَلَدِهِ وَحَمِيمِهِ فِي الدُّنْيَا،  
وَكَمَا يَجِدُ مِنْ أَلَمِ مَرَضِهِ، وَأَلَمِ خُرُوجِ نَفْسِهِ، وَأَلَمِ سُؤَالِهِ  
فِي قَبْرِهِ وَامْتِحَانِهِ، وَأَلَمِ تَأْثُرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَأَلَمِ قِيَامِهِ  
مِنْ قَبْرِهِ، وَأَلَمِ الْمَوْقِفِ وَهَوْلِهِ، وَأَلَمِ الْوُرُودِ عَلَى النَّارِ،  
وَنَحْوِ ذَلِكَ، فَهَذِهِ الْأَرَاجِيفُ كُلُّهَا قَدْ تَنَالُ الْعَبْدَ، وَمَا هِيَ  
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَلَا مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ قَطُّ، وَلَكِنَّ الْعَبْدَ  
التَّقِيَّ يَرْفُقُ اللَّهُ بِهِ فِي بَعْضِ ذَلِكَ أَوْ كُلِّهِ، وَلَا رَاحَةَ  
لِلْمُؤْمِنِ دُونَ لِقَاءِ رَبِّهِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ  
الْحُسْرَةِ﴾، وَقَالَ: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ، إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى  
الْحَنَاجِرِ﴾، فَتَسْأَلُ اللَّهُ تَعَالَى الْعَفْوَ وَاللُّطْفَ الْخَفِيَّ، وَمَعَ  
هَذِهِ الْهَزَاتِ، فَسَعْدُ مِمَّنْ نَعْلَمُ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَنَّهُ مِنْ  
أَرْفَعِ الشُّهَدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَأَنَّكَ يَا هَذَا تَظُنُّ أَنَّ الْفَائِزَ لَا  
يَنَالُهُ هَوْلٌ فِي الدَّارَيْنِ، وَلَا رَوْعٌ، وَلَا أَلَمٌ، وَلَا خَوْفٌ، سَلِ  
رَبَّكَ الْعَافِيَةَ، وَأَنْ يَحْشُرَنَا فِي زُمْرَةِ سَعْدٍ.

”یہ تنگی اور پکڑ عذاب قبر نہیں ہے، بل کہ یہ تو ایک حالت ہے، جس کا سامنا  
مومن کو بہر صورت کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ دنیا میں اپنے بیٹے یا محبوب کے گم ہو

جانے پر پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔ اسی طرح اسے بیماری، جان نکلنے، قبر کے سوالات، اس پر نوحہ کرنے کے اثرات، قبر سے اٹھنے، حشر اور اس کی ہولناکی اور آگ پر پیشی وغیرہ جیسے حالات کی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے یا پڑے گی۔ ان دہشت ناک حالات سے انسان کا پالا پڑ سکتا ہے۔ یہ قبر کا عذاب ہے، نہ جہنم کا۔ لیکن اللہ تعالیٰ شفقت کرتے ہوئے اپنے متقی بندے کو بعض یا سب حالات سے بچا لیتے ہیں۔ مومن کو حقیقی وابدی راحت اپنے رب کی ملاقات کے بعد ہی حاصل ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (مریم: ۳۹) 'آپ لوگوں کو حسرت والے دن سے خبردار کر دیں۔' نیز فرمایا: ﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ، إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ﴾ (المؤمن: ۱۸) 'آپ لوگوں کو تنگی اور بد حالی والے دن سے ڈرا دیں کہ جب کیلجے منہ کو آئیں گے۔' ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر، لطف و کرم اور پردہ پوشی کا سوال کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان جھٹکوں کے باوجود سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور بلند مرتبہ شہداء میں سے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ کامیاب انسان کو دنیا و آخرت میں کسی قسم کی پریشانی، قلق، تکلیف، خوف اور گھبراہٹ کا سامنا نہیں ہوگا۔ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں عافیت عطا فرمائے اور ہمارا حشر (سید الانصار) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دے۔“

(سیر أعلام النبلاء: ۱/۲۹۰، ۲۹۱)



## کیا نبی اکرم ﷺ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی؟

فضیلت وہ ہے، جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ محض جھوٹی روایات کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے حوالے سے کچھ کہنا انتہائی نامناسب اور سرسرا غلو ہے۔ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی (م: ۱۰۷۰ھ) نے ایک روایت گھڑ کر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ شاید یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف و خطر ہو چکے ہیں۔ روایت یہ ہے:

إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ: أَنَا قَاطِعٌ بِكَذِبِ الْمُنَافِقِينَ لِأَنَّ اللَّهَ عَصَمَكَ مِنْ  
وُقُوعِ الذُّبَابِ عَلَى جِلْدِكَ لِأَنَّهُ يَقَعُ النَّجَاسَاتُ فَيَتَلَطَّخُ بِهَا  
فَلَمَّا عَصَمَكَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ الْقَدَرِ مِنَ الذَّرِّ فَكَيْفَ لَا  
يَعِصُمُكَ عَنْ صُحْبَةٍ مَنْ تَكُونُ مُتَلَطِّخَةً بِمِثْلِ هَذِهِ الْفَاحِشَةِ  
وَقَالَ عُثْمَانُ: إِنَّ اللَّهَ مَا أَوْقَعَ ظِلِّكَ عَلَى الْأَرْضِ لِيَلَّا يَضَعَ  
إِنْسَانٌ قَدَمَهُ عَلَى ذَلِكَ الظِّلِّ فَلَمَّا لَمْ يُمَكِّنْ أَحَدًا مِنْ وَضَعَ  
الْقَدَمِ عَلَى ظِلِّكَ كَيْفَ يُمَكِّنُ أَحَدًا مِنْ تَلْوِثِ عَرَضِ

زَوْجَتِكَ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئے : مجھے منافقوں کے جھوٹا ہونے کا یقین ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جسم پر گندگی سے لتھڑی ہوئی مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتا، جب اللہ نے آپ کو اس قدر حقیر سی گندگی سے محفوظ رکھا ہے، تو وہ لازمی طور پر آپ کو فحاشی میں لتھڑے ان لوگوں کی صحبت سے بچالے گا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر لگنے نہیں دیا، کہیں کسی کا پاؤں آپ کے سایہ پر نہ آ جائے۔ جب اللہ نے کسی کو اپنا پاؤں آپ کے سائے پر رکھنے کی طاقت نہیں دی، تو وہ اپنی زوجہ کی عزت کو داغ دار کرنے کی صلاحیت کیسے رکھ سکتا ہے؟“

(تفسیر النسفی / مدارك التنزیل وحقائق التاویل : ۴۹۲/۲)

قاضی عیاض نے لکھا ہے:

وَإِنَّ الدُّبَابَ كَانَ لَا يَقَعُ عَلَى جَسَدِهِ وَلَا ثِيَابِهِ .  
”مکھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر بیٹھی تھی، نہ کپڑوں پر۔“

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: ۳۶۸/۱)

ان کے رد میں علامہ محمد بن محمد دہلوی (۸۶۰-۹۴۷ھ) لکھتے ہیں:

لَا عِلْمَ لِي بِمَنْ رَوَاهُ .

”اس کے راوی کے متعلق مجھے تو کوئی پتہ نہیں!“

(شرح الشفاء للملا علي القاري : ۷۵۵/۱)





## قارئین کے سوالات

**(سوال):** کیا مؤذن بارش والے دن اذان میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے کلمات کہے گا؟

**(جواب):** بارش والے دن مؤذن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے کلمات نہیں کہے گا، بل ان کی جگہ الا صلوا فی الحال، الا صلوا فی رحالکم، الصلاة في الرحال یا صلوا فی بیوتکم کے کلمات کہے گا۔ جیسا کہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش والے دن اپنے مؤذن سے کہا:  
إِذَا قُلْتَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ  
اللَّهِ، فَلَا تَقُلْ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قُلْ: ﴿صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ﴾  
قَالَ: فَكَانَ النَّاسُ اسْتَنْكَرُوا ذَلِكَ، فَقَالَ: أَتَعْجَبُونَ مِنْ ذَا، قَدْ  
فَعَلَ ذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ  
أُخْرِجَكُمْ فَتَمْشُوا فِي الطُّيْنِ وَالْدَّحْضِ.

جب آپ «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ» کہہ  
لیں تو اس کے بعد «حی علی الصلوٰۃ» نہ کہیں، بل کہ «صلوا فی بیوتکم»  
کہیں۔ لوگوں کو عجیب لگا، فرمایا: یہ کام تو مجھ سے بہتر ہستی نے کیا ہے۔ اگرچہ  
جمعہ واجب ہے، لیکن میں آپ کو مشقت اور حرج میں نہیں ڈالنا چاہتا کہ آپ

کیچڑ اور پھسلن میں چل کر آئیں۔“

(صحیح البخاری: ۹۰۱، صحیح مسلم: ۶۹۹)

**(سوال):** روایت «لَا جُمُعَةَ إِلَّا بِخُطْبَةٍ» بہ لحاظ سند کیسی ہے؟

**(جواب):** امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بَلَّغْنَا أَنَّهُ لَا جُمُعَةَ إِلَّا بِخُطْبَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَخْطُبْ صَلَّى أَرْبَعًا.  
 ”ہمیں روایت پہنچی ہے کہ بغیر خطبہ جمعہ نہیں ہوتا، لہذا جس نے خطبہ نہ دیا، وہ  
 چار رکعات ظہر پڑھے۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ۱۹۶/۳)

**تبصرہ:**

سند ثابت نہیں۔

① محمد بن مہدی بن یزید انجمی کی توثیق درکار ہے!

② قاسم بن عبد اللہ بن مہدی ابوطاہر انجمی کمزور ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ لَيْنًا، وَلَهُ أَحَادِيثُ مُنْكَرَةٌ غَيْرَ النُّسْخَةِ، لَيْسَ هُوَ بِشَيْءٍ .

”کمزور تھا، کتاب کے علاوہ اس کی روایات منکر ہیں، کچھ بھی نہیں تھا۔“

(سؤالات حمزة السهمي: ۳۵۶)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ ضَعْفٌ .

”کمزور ہے۔“ (تاریخ الإسلام: ۸۱/۷)

③ یہ امام زہری رحمہ اللہ کی بلاغات میں سے ہے۔ مبلغ معلوم نہیں!

(سوال) اذان و اقامت عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب) اذان و اقامت عربی زبان کے علاوہ کہنا خلاف سنت ہے۔ اذان شعار اسلام ہے، توحید باری تعالیٰ کا پیغام ہے، اس کی ادائیگی سنت کے مطابق ضروری ہے۔ امت مسلمہ کا متواتر اور متواتر عمل یہی ہے کہ اذان و اقامت عربی میں کہی جاتی ہے۔ غیر عربی میں اذان، اذان نہیں، بل شعار اسلام کی شکل مسخ کرنا ہے اور تعامل امت کی زبردست مخالفت ہے، شرعی احکام کی اہانت و توہین ہے۔

علامہ حسن شرنبلالی حنفی (۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا يُجْزِيءُ الْإِذَانُ بِالْفَارِسِيَّةِ الْمُرَادُ غَيْرُ الْعَرَبِيَّةِ .

”فارسی یعنی غیر عربی میں اذان جائز نہیں۔“

(مراقی الفلاح، ص ۱۰۶)

جناب عبدالشکور لکھنوی فاروقی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”بعض فقہانے مثل صاحب مراقی الفلاح وغیرہ کے صاحبین کے قول پر فتویٰ

دیا ہے، مگر صحیح نہیں، (تمیین الحقائق، فتاویٰ قاضی خان)۔“

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص ۴۰۹)

”مگر صحیح نہیں،“ حقائق سے چشم پوشی ہے، محض ہوائے نفس ہے۔ کیوں کہ موصوف خود

ہی لکھتے ہیں:

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے، بشرط کہ لوگ سمجھ جائیں

کہ اذان ہو رہی ہے، اور صاحبین کے نزدیک اگر عربی الفاظ کے ادا کرنے پر

قادر نہ ہو تو، جائز ہے۔“

(علم الفقہ، ص ۴۰۸)

سنت اور مسلمانوں کے موروثی عمل کے خلاف اقدام کو ”جائز“ قرار دینا دین اسلام کی کون سی خدمت ہے؟ اگر عربی میں اذان کہنے پر قدرت نہیں، تو غیر عربی میں اذان کہنے پر کیا دلیل ہے؟ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں صحابہ کرام اور ائمہ محدثین سلف صالحین کے منہج پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(سوال): حجر اسود کے نفع و نقصان دینے کے متعلق ایک روایت کی تحقیق درکار ہے؟

(جواب): سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر فرمایا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ، وَلَا تَنْفَعُ.

”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا:

بَلَى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّهُ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ.

”امیر المؤمنین! کیوں نہیں، یہ نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے۔“

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم : ۱/۴۵۷، أخبار مكة للأزرقي : ۱/۳۲۳،

شعب الإيمان للبيهقي : ۳۷۴۹)

تبصرہ:

سند سخت ”ضعیف“ ہے۔ عمارہ بن جویں ابوہارون عبدی ”متروک و کذاب“ ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْأَكْثَرُ عَلَى تَضْعِيفِهِ أَوْ تَرْكِهِ.

”جمہور کے نزدیک ’ضعیف‘ یا ’متروک‘ ہے۔“

(میزان الاعتدال في نقد الرجال : ۱۷۳/۳)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مُضَعَّفٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ .

”ائمہ محدثین کے نزدیک ’ضعیف‘ ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر : ۲۱/۳)

(سوال): کیا مور حلال ہے؟

(جواب): مور کے حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں، لہذا حلال ہے۔

(سوال): کیا امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات کھجوریں کھانے سے ہوئی؟

(جواب): محدث احمد بن سلمہ نیشاپوری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

عُقِدَ لِأَبِي الْحُسَيْنِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ مَجْلِسٌ لِلْمَذَاكِرَةِ،  
فَذُكِرَ لَهُ حَدِيثٌ لَمْ يَعْرِفْهُ، فَأَنْصَرَفَ إِلَى مَنْزِلِهِ، وَأَوْقَدَ  
السِّرَاجَ، وَقَالَ لِمَنْ فِي الدَّارِ: لَا يَدْخُلَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا  
الْبَيْتَ، فَقِيلَ لَهُ أُهْدِيَتْ لَنَا سَلَّةٌ فِيهَا تَمْرٌ، فَقَالَ: قَدِّمُوهَا  
إِلَيَّ، فَقَدِّمُوهَا إِلَيْهِ، فَكَانَ يَطْلُبُ الْحَدِيثَ، وَيَأْخُذُ تَمْرَةً  
تَمْرَةً يَمْضَغُهَا، فَأَصْبَحَ وَقَدْ فَنِيَ التَّمْرُ، وَوَجَدَ الْحَدِيثَ .

”امام ابو حسین مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کے لیے مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی۔ دورانِ مذاکرہ ایک حدیث بیان ہوئی، جو آپ کے علم میں نہ تھی، گھر واپس لوٹے، چراغ روشن کیا اور اہل خانہ سے کہا کہ کمرے میں کوئی نہ آئے۔ کہا گیا:

کھجوروں کی ٹوکری ہدیہ میں آئی ہے۔ فرمایا: مجھے دے دیں، آپ کو دے دی گئی۔ آپ حدیث تلاش کرتے رہے اور ساتھ ساتھ کھجوریں کھاتے رہے۔ صبح ہوئی، تو کھجوریں ختم ہو چکی تھی اور حدیث بھی مل گئی۔“

(تاریخ بغداد للخطیب: ۱۳/۱۰۳، وسندہ صحیح)

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد محمد بن عبد اللہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

زَادَنِي الثَّقَةُ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّهُ مِنْهَا مَاتَ .

”مجھے ایک ثقہ نے یہ بھی بیان کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کھجوریں کھانے سے فوت ہو گئے۔“

واقعہ کا یہ حصہ ”ضعیف“ اور غیر ثابت ہے، کیوں کہ اسے بیان کرنے والا شخص مجہول اور مبہم ہے۔ ثابت ہوا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات والا یہ واقعہ ثابت نہیں۔

(سوال): کیا یہ صحیح ہے کہ جمعہ کی رات فوت ہونے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، جمعہ کی رات یا بروز جمعہ فوت ہونے والا عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہے گا۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَقِيَ فَنَنَّةَ الْقَبْرِ .

”جمعہ کے دن یا رات کو فوت ہونے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔“

(مسند الإمام أحمد: ۲/۲۲۰، وسندہ حسن)

(سوال): مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنے کی فضیلت کے بارے روایت کی تحقیق درکار ہے؟



(جواب): سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَاةً، لَا يَفُوتُهُ صَلَاةٌ، كُتِبَتْ  
لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَنَجَاةٌ مِنَ الْعَذَابِ، وَبَرِيءٌ مِنَ النِّفَاقِ .  
”جس نے میرے مسجد (مسجد نبوی) میں بہ تسلسل چالیس نمازیں ادا کیں،  
اس کے لیے جہنم اور عذاب سے بچاؤ کا پروانہ لکھ دیا گیا۔ نیز نفاق سے بھی بری  
ہو گیا۔“ (مسند الإمام أحمد: ۱۵۵/۳)

تبصرہ:

سند ضعیف ہے۔ عبید بن عمر ”مجهول الحال“ ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: ۴۸۳/۵) کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی۔

